اسلامی بہنوں کے لیے میلاد شریف کے بیانات کا مستند مجموعہ

سُنّی خواتین کی محفلِ میلاد ﷺ

جلد دوم

مؤلفہ
زوجہ محمد اقبال عطاریہ

زیرِ نگرانی
علامہ محمد اقبال عطاری

ناشر
اکبر بک سیلرز لاہور

اسلامی بہنوں کے بیانات کا مجموعہ

سنی خواتین کی محفلِ میلاد ﷺ

جلد دوم

مؤلفہ
زوجہ محمد اقبال عطاریہ

زیرِ نگرانی
علامہ محمد اقبال عطاری

زبیدہ سنٹر، ۴۰ اردو بازار لاہور Ph: 37352022

نام کتاب .... سنی خواتین کی محفل میلاد (جلد دوم)

موضوع .... اسلامی بہنوں کے سنتوں بھرے اصلاحی بیانات

مؤلفہ .... زوجہ علامہ محمد اقبال عطاری

باہتمام .... علامہ محمد اقبال عطاری

صفحات 528

کمپوزنگ .... عبدالسلام، قمرالزمان

اشاعت 2011ء

ناشر .... محمد اکبر قادری

قیمت .... -/350 روپے

ملنے کے پتے

☆ کراچی اسلامی ورائٹی ہاؤس بوچڑ خانہ روڈ سیالکوٹ

☆ حافظ بک ایجنسی اقبال روڈ سیالکوٹ

☆ اسلامک بک کارپوریشن، اقبال روڈ، راولپنڈی

☆ مکتبہ المجاہد، بھیرہ شریف

☆ الرضا کیسٹ ہاؤس، اندرون بوہڑ گیٹ، ملتان

فہرست

عنوان	صفحہ

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ

تقریظ

حضرت علامہ مولانا پیرِ طریقت، رہبرِ شریعت، ابو محمد فیض رسول خادمی

خلیفہ مجاز: چورہ شریف، عید گاہ شریف، حضرت حکیم خادم علی، سیالکوٹ

فقیر ابو محمد فیض رسول خادم نے............ محترم المقام جناب علامہ اقبال عطاری زیدہ کی کتاب بنام خواتین کی محفل میلاد (جلد نمبر ۲) کو متعدد مقامات سے دیکھا اور پڑھا ماشاء اللہ یہ کتاب تو ہر مسلمان کے گھر میں موجود ہونی چاہیے علماء طلباء و طالبات اور خواص و عوام سب کے لئے یکساں مفید و نافع ہے اس کو پڑھے اور اخلاق سینہ سے دور اور اخلاق حسنہ سے معمور ہو کر جنت میں اعلیٰ مقام حاصل کرے باقی ہر کام تو اس قادر و قیوم کے دست قدرت میں ہے جس کا فرمان ذیشان ہے۔

وَيَهْدِیْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ پیارے حبیب کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل فاضل مصنف کی اس سعیٔ جمیلہ کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت عطا فرمائے اور مصنف مذکور اور کتاب ہذا سے استفادہ کرنے والے تمام عاشقان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نجات اور بلندی درجات کا باعث بنائے آمین ثم آمین بجاہ النبی الکریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ۔

محتاج دعا فقیر ابو محمد فیض رسول خادمی

مکہ شریف، مدینہ شریف، چورہ شریف، عید گاہ شریف

سیالکوٹ حضرت خادم علی روڈ

میانہ پورہ مشرقی رد ڈس روڈ سیالکوٹ پاکستان

عاشقوں کی روح کی غذا

عاشقوں کی روح کی غذا کیا ہے؟

اس بات کو ہر شخص جانتا ہے جس کے دل میں عشق کی چنگاری جل رہی ہے کہ اسے کب سکون قلب نصیب ہوتا ہے؟

کب اسے تسکین ملتی ہے؟

کب اس کی جان میں جان آتی ہے؟

کب اس کی بے قراریوں کو قرار ملتا ہے؟

کب اس کی جسم و جاں پر لطف و کرم اور کیف و سرور کی فضا قائم ہوتی ہے؟

کب اس کے روح جاتی جاتی بھی ٹھہر جاتی ہے اور اپنی تشنہ آرزوؤں کو سیراب کرتی ہے؟

ہاں اگر کوئی نہیں سمجھ سکا تو آئینے میں عرض کرتا ہوں کہ بے قرار اور بے چین دل کا سکون کس میں ہے اور پیاسی روح کی غذا کس جام میں ہے اور کس وقت اس کے جسم و جان پر کیف و سرور کا نشہ چھا جاتا ہے

وہ ہے یار کا ذکر کہاں ہاں وہ ہے محبوب کا ذکر اور معشوق یادیں اور یہی علامت محبت ہے کہ محب اپنے محبوب کے تصور میں گم رہتا ہے وہ چاہتا ہے کہ ہر وقت اس کے سامنے اس کے محبوب کے تذکرے ہوتے رہیں اور اس کے حسن و جمال کو کوئی بیان

کرتا ہے۔

جس طرح میرے آقائے نامدار، مدنی تاجدار، مکی مدنی سردار، غریبوں کے غمخوار محبوب پروردگار، دو جہان کے مالک و مختار رسولوں کے سالار جناب احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان عالی شان اس بات پر شاہد ہے۔

"من احب شیا اکثر ذکرہ"

(زرقانی علی المواہب جس ۳۱۴ ج ۶)

جس کو جس چیز سے محبت ہوتی ہے وہ اکثر اسی کا ذکر کرتا ہے۔

پس جس کو حضور پُر نور، محبوب ربّ غفور صلی اللہ علیہ وسلم سے جتنی زیادہ محبت ہوگی وہ اتنا ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کثرت سے ذکر خیر کرے گا۔ یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوگی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر خیر کرنا محبت و ایمان کا تقاضا ہے۔ اب وہ ذکر بالقلب ہو یا باللسان یا پھر ذکر بالعمل

یاد رہے تینوں طرح کے ذکر ایک دوسرے کو لازم ملزم ہیں۔

۱-ذکر بالقلب:

اس سے مراد محبوب کی صحبت ہر وقت دل کی دھڑکنوں کے ساتھ ہو یعنی دل ہر وقت محبوب دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں سلگتا رہے اور حقیقی لذتوں سے سرشار ہوتا رہے اب رہا یہ سوال کہ قلبی ذکر کی کیفیت کیا ہوتی ہے؟ اس کا حصول کیسے ہوتا ہے اس کی اہمیت کیا ہے؟ اور صحابہ کرام علیہم الرضوان نے اس ذکر کو اپنے دل کے آئینے میں کیسے سجایا؟ اس کی تفصیلی وضاحت کے لئے آپ ہماری تالیف "عشق کے رنگ" کا مطالعہ فرمائیں انشاء اللہ مذکورہ تمام سوالوں کے جواب وضاحت کے ساتھ ملیں گے بلکہ ہر سوال کے جواب پر الگ الگ باب ملے گا۔

۲-ذکر باللسان:

اس کا مورد حرف لسان ہے یعنی زبان کے ساتھ اللہ کے محبوب، دانائے غیوب، منزہ عن العیوب صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر خیر کرنا چاہئے وہ درود وسلام کی صورت میں ہو یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے محاسن وکمالات کی صورت میں ہو۔ الغرض زبان سے ذکر مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء نظم کی صورت میں ہو یا نثر کی صورت میں وہ ذکر باللسان ہی ہوگا اور یہ تالیف ذکر باللسان ہی کے متعلق ہے جس میں پیارے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اوصاف حمیدہ اختصار کے ساتھ بیان کئے جاتے ہیں اللہ تعالیٰ اپنے علیہ السلام کے ذکر خیر کا صدقہ اسے قبول فرما کر ہمارے لئے ذریعہ نجات بنائے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم۔

۳-ذکر بالعمل:

ذکر بالعمل سے مراد وہ کام کرنا جو محبوب نے کیا ہوتا کہ محبوب کی یاد تازہ ہو جائے اور تصور ہی تصور میں زیارت ہو جائے اور قلب وروح کو لطف وسرور حاصل ہو جائے۔

صحابہ کرام علیہم الرضوان کا اس پر کثرت سے عمل رہا بلکہ صحابہ کرام علیہم الرضون کی زندگیاں اس کا ذکر آئینہ نما ثبوت ہیں۔ کیونکہ وہ حضرات قدسیہ سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پسند اور ناپسند کا خیال رکھتے اور جو کام سرکار علیہ السلام نے کیا ہے بھلے اس کو کرنے کا حکم نہیں دیا اس کو کرنے میں اس ایک دوسرے سے آگے بڑھ جانے کا جذبہ رکھتے تھے۔

مدنی مشورہ:

فقیر کا قارئین کی خدمت میں ایک ادنیٰ محبت سے لبریز مدنی مشورہ ہے کہ جب بھی آپ اپنی اولاد کا نام رکھیں تو سرکار علیہ السلام کے نام مبارک پر رکھا کریں تا

کہ اس بہانے بھی سرکار ذی وقار صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر شریف کی کثرت ہو۔ لیکن ساتھ ہی مدنی التجا ہے کہ ادب کو پیش نظر رکھتے ہوئے جس طرح سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ نے سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نام مبارک پر نام رکھنا کی بات چلی ہے تو ہم اس کے چند فضائل عرض کر دیں تا کہ آج کل ہماری قوم جو اس سے بہت دور ہے وہ بھی اس طرف آئے اور اپنی اولاد کے نام فلمی اداکاروں کے نام پر رکھنے کے بجائے اپنے پیارے لجپال آقا علیہ السلام نے نام کے مطابق رکھے کیونکہ حدیث مبارک میں آتا ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ والد کا حق ہے کہ وہ اپنی اولاد کا نام اچھا رکھے اور اچھا ادب سکھائے۔ (بیہقی)

محبت کی علامت کیا ہے؟

اس سوال کا جواب پیچھے حدیث پاک میں گزر گیا ہے وہ یہ کہ سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا جس چیز سے انسان پیار کرتا ہے اس کا ذکر کرتا ہے اس میں انسان کو پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت نہیں وہ ذکر کثرت پاک کرنے کی بجائے ذکر کرنے سے منع کرے گا۔

علامہ محاسبی رحمۃ اللہ علیہ زرقانی میں فرماتے ہیں۔ محبت کی علامت یہ ہے کہ وہ محبوب کا ذکر کثرت سے اور دائمی طور پر اس طرح کرتے ہیں کہ نہ تو وہ کبھی ذکر سے جدا ہوتے ہیں اور نہ ہی کبھی چھوڑتے ہیں اور نہ ہی کبھی کوتاہی کرتے ہیں اور حکماء کا بھی اس پر اجماع ہے کہ محب اپنے محبوب کا ذکر کثرت سے کرتا ہے اور محبوب کا ذکر محبین کے دلوں پر ایسا غالب ہوتا ہے کہ نہ تو وہ اس کا بدل چاہتے ہیں اور نہ ہی اس سے پھرنا یعنی وہ نہ اس کے بدلے کسی اور چیز کو ترجیح دیتے ہیں اور نہ خود اس عتراض کرتے ہیں بلکہ اعراض کرنے والے والے کو بھی پسند نہیں کرتے اور اگر ان سے ان کے

محبوب کا ذکر جدا ہو جائے تو ان کی زندگی ایک اجڑے ہوئے کھیت کی طرح ویران و بے رونق نظر آتی ہے اور یہی ویرانگی ان کی زندگی پر غالب آ کر ان کو بے حس بنا دیتی ہے اور وہ کسی چیز میں حلاوت نہیں پاتے ہاں اگر حلاوت ولذت ان کو ملتی ہے تو وہ فقط ذکر محبوب سے۔

علامہ محاسبی رحمۃ اللہ علیہ ایک عام محب کی جو اپنے محبوب سے محبت ہوتی ہے اس کی علامتیں بیان کرنے کے بعد اللہ کے محبوب، دانائے غیوب، منزہ عن العیوب علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ساتھ ان کے ایک ادنیٰ غلام کو جو محبت ہوتی ہے اس کا ذکر یوں فرماتے ہیں:

"من علامات محبته علیه الصلوٰة والسلام عند ذکره واظهار الخشوع والخضوع والانکسار مع سماع اسمه صلی الله علیه وآله وسلم"

(زرقانی علی المواہب، ص ۳۱۵، ج ۶)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت کی علامتوں میں سے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر شریف کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کی جائے اور خصوصاً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام مبارک کے سننے کے وقت خشوع وخضوع اور عاجزی و انکساری کا اظہار کیا جائے۔

علامہ محاسبی رحمۃ اللہ علیہ قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل فرماتے ہیں۔

ومن علامات معبة صلی الله هلیه وسلم کندة الشوق الی لفائد اذ کل حبیب یحب القاء صبیه ۔

(زرقانی علی المواہب، ص ۳۱۷، ج ۶)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی علامتوں میں سے یہ بھی ہے کہ آپ کی زیارت اقدس کا بہت زیادہ شوق ہو کیونکہ ہر محب اپنے محبوب کی ملاقات کو محبوب رکھتا ہے۔

قاضی عیاض مالکی علیہ الرحمہ کا قول مبارک نقل کرنے کے بعد مزید ذکر فرماتے ہیں۔

کہ سرکار علیہ السلام کی محبت کی علامت کیا ہے؟

"ومن علامت محبتہٖ صلی اللہ علیہ وسلم ان یلتذ بذکرہ الشرف و یطرب عند سماع اسمہ المنیف

(زرقانی علی المواہب)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی علامتوں میں سے یہ بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر شریف سے روحانی لذت و سرور پائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام مبارک کے سننے کے وقت خوش ہو۔

معلوم ہوا سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر خیر سن کر خوش ہونا یہ سرکار علیہ السلام کی محبت کی نشانی ہے اور یقیناً سرکار علیہ السلام عشاق ہی ذکر و درد محافل سجا کر یا تحریر کے رنگ میں اپنے رسائل و کتب کے اوراق کو سجا کر ذکر کرتے ہیں۔

اس نے برعکس ان لوگوں کی حالت کا اندازہ خود لگا لیجے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر پاک، فضائل و کمالات اور صورت و سیرت کے بیان سے مسرور و شاداں نہیں بلکہ دل میں گھٹن اور تنگی محسوس کرتے ہیں اور شرک و بدعت کے فتوے لگاتے ہیں کیا ان لوگوں کا دل گھٹن اور تنگی محسوس کرنا ذکر پاک سے منع کرنا ایمان محبت سے محروم ہونے کی کھلی دلیل نہیں؟

میرے آقائے نعمت، امام اہل سنت، مجدد دین وملت، پروانہ شمع رسالت الشاہ

احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن ان کی حقیقت یوں بیان فرماتے ہیں:

ذکر روکے فضل کاٹے نقص کا جو یاں رہے
پھر کیے مردک کہ ہوں امت رسول اللہ کی
تجھ سے اور جنت سے کیا مطلب وہابی دور ہو
ہم رسول اللہ کے اور جنت رسول اللہ کی

محبت کا سبب ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

محبت رسول اللہ کے اسباب میں سرفہرست جو سبب ہے وہ جو کثرت سے سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر خیر کرنا ہے۔

حضرت شیخ ابوالموب شاہ زلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جو شخص نبی کریم رؤف رحیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قرب حاصل کرنا چاہتے ہیں یعنی جو بندہ سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام سے محبت کرنا چاہتا ہے یا محبت سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دیدار کرنا چاہتا ہے اسے چاہئے کہ نبی کریم، رؤف رحیم، شفیع معظم، حبیب مکرم شاہ نبی آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کثرت سے ذکر خیر کیا کرے۔ افضل الصلوٰۃ اس چیز کو عقل بھی تسلیم کرتی ہے کہ جس کا ذکر اکثر زبان پر ہو اس کی محبت دل میں اتر جاتی ہے یا جس کی محبت دل میں ہو اس کا ذکر بالقلب ہو یا باللسان یا ذکر بالعمل یہ آپس میں لازم وملزوم ہیں ان میں سے ایک کے حصول کے بعد دوسرا خود بخود حاصل ہو جاتا ہے لیکن شرط یہ ہے کہ اس میں خلوص ہو، منافقت نہ ہو ورنہ اس سعادت سے محروم ہی رہے گا۔

ذکر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی شاعر نے جب برکتوں اور عظمتوں اور رفعتوں کو دیکھا تو بے اختیار پکار اٹھا۔

نہ پوچھو کتنا سرور آئے ذکر نبی کی محفل سجا سجا کر
خدا کو ہم نے منا لیا ہے نبی کی نعتیں سنا سنا کر

ذکر سرکار کی ہیں بڑی برکتیں مل گئیں راحتیں رفعتیں عظمتیں
میں گنہگار تھا بے عمل تھا مگر مصطفیٰ نے مجھے جنتی کر دیا

لہٰذا ہمیں چاہئے کہ ہم کثرت سے پیارے اور محسن وغم خوار آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کثرت سے ذکر خیر کیا کریں تا کہ ہمیں مذکورہ فضیلت حاصل ہو جائے۔

بخشش کا مژدہ:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم نورِ مجسم، شفیع معظم، حبیب مکرم، شاہ بنی آدم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب قیامت کے دن تمام اولین وآخرین مخلوق سے ان کے اعمال کا حساب لیا جائے گا تو بارگاہ خداوندی میں دو بندوں کو حاضر کیا جائے گا جن کا نام احمد اور محمد ہوگا۔ اللہ ربّ العالمین فرشتوں کو حکم دے گا کہ میرے ان بندوں کو میرے کرم سے جنت میں لے جاؤ وہ بندے انتہائی مسرت خوشی سے اللہ کی بارگاہ میں عرض کریں گے اے ہمارے پروردگار! ہم اپنی ذات میں جنت میں داخل ہونے کی کوئی صلاحیت اور استحقاق نہیں رکھتے اور ہمارے نامہ اعمال میں بھی ایسا کوئی عمل نظر نہیں آتا جو جنت میں جانے کے لائق ہو۔ اے ہمارے مالک ومولا! ہم اپنے متعلق اس عزت واکرام لطف وکرم کا سبب معلوم کرنا چاہتے ہیں اللہ تعالیٰ فرمائے گا تم میرے کرم سے جنت میں داخل ہو جائے مجھے میری عزت وجلال کی قسم جس کا نام محمد یا احمد ہوگا اسے عذاب نہ دوں گا۔

(ابونعیم، ابوطاہر سلفی، معارج النبوۃ)

فقر سے محفوظ رہنے کا نسخہ:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم رؤف رحیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جس گھر میں ان تین ناموں یعنی احمد، محمد، عبداللہ میں سے کسی نام والا شخص ہو اس گھر میں فقر نہیں آتا، یعنی اس سے گھر میں رزق کی کمی نہیں آئے

گی۔(معارج النبوۃ)

میرے آقائے نعمت، امام اہل محبت، مجدد دین وملت علیہ الرحمہ کی نظر عارفانہ اٹھی تو آپ یوں گویا ہوئے۔

کریم ایسا ملا کہ جس کے کھلے ہیں ہاتھ اور بھرے خزانے
بتاؤ اے مفلسو کہ پھر کیوں تمہارا دل اضطراب میں آئے
کریم اپنے کرم کا صدقہ لئیم بے قدر کو نہ شرما
تو اور رضا سے حساب لینا رضا بھی کوئی حساب میں ہے

جنت میں سرکار علیہ السلام کی رفاقت:

سبحان اللہ کون ایسا مسلمان ہے جو یہ نہ چاہتا ہو کہ مجھے سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی غلامی ملے اور میں بھی سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدموں میں جنت میں رہوں بلکہ عشاق کی دعاؤں اور التجاؤں کا مرکز ومحور ہی پیارے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت اور ان کی محبت ہوتی ہے جیسا کہ صحابیہ میں سے کسی کو حکم ہوتا ہے ''سل ربیعہ؟'' جواب میں عرض کرتے ہیں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے بس جنت میں آپ کی رفاقت چاہئے۔

ہمیں بھی سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی رفاقت کا ایک آسان نسخہ عطا فرما دیا حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک، صاحب لولاک، آمنہ کے لال صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ہر وہ بندہ مومن جو اپنے فرزند کا نام میرے ساتھ دوستی ومحبت کی بنا پر میرے نام پر رکھتا ہے وہ اس کا فرزند میرے ساتھ جنت میں داخل ہوں گے۔

میرے پیارے اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت، محسن اہل سنت، عاشق ماہ رسالت جھومتے ہوئے یوں فرماتے ہیں:

خوف نہ رکھ رضا ذرا تو تو ہے عبد مصطفٰے
تیرے لئے امان ہے تیرے لئے امان ہے

اعتراض:

کسی نے اعتراض کیا کہ انسان کو پھر کوئی عمل کرنے کی ضرورت نہیں وہ نماز پڑھے یا نہ پڑھے بس سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نام پر اپنے بیٹے کا نام رکھ لیا تو وہ بخشا گیا دوسرا یہ حدیث غریب وضعیف ہے۔

جواب:

ارے بھائی! اگر تو حدیث مبارکہ کے الفاظ پر غور کرتا تو تیرے تمام شکوک و شبہات دور ہو جائے۔ حدیث میں لفظ مومن استعمال ہوا ہے اور مومن کی نشانی یہ ہے ہی نہیں کہ وہ نماز سے جی چرائے کیونکہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نماز مومن کی معراج ہے کون ہے جو اپنی معراج سے غافل ہے دوسرا مومن وہی ہے جو اپنی جان، مال اولاد، ماں باپ اور تمام لوگوں سے بڑھ کر اپنے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام سے محبت کرے، پھر وہ کیسے چاہے گا کہ میرے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آنکھوں کی ٹھنڈک زائل ہو اور آپ کو تکلیف پہنچے۔

دوسرے نمبر پر حدیث پاک میں سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود وضاحت بھی فرمادی کہ میری محبت اور دوستی کی وجہ سے اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو وہ میرے ساتھ جنت میں ہو اس بات کی تائید تو بخاری ومسلم کی حدیث بھی کرتی ہے جس میں پیارے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔

"المرء مع من احب" انسان کل قیامت میں اس کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ دنیا میں وہ محبت کیا کرتا تھا۔

توجس بندے نے محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنے بیٹے کا نام رکھا تو وہ بھی اس حدیث پاک کے مطابق جنت میں پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی سنگت میں ہوگا۔

رہی اعتراض کی دوسری شک تو اس میں آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ فضائل میں غریب اور ضعیف بھی معتبر ہوتی ہے ہاں اگر وہ قرآن اور حدیث مشہورہ کے ساتھ متصادم ہو رہی ہو تو اسے رد کر دیا جائے گا جبکہ یہ حدیث تو بالکل قرآن اور حدیث مشہورہ کے مطابق ہے چنانچہ مومن کے بارے میں قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے۔

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَ الصِّدِّيْقِيْنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ الصّٰلِحِيْنَ ۚ

جس نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی وہ لوگ ان کے ساتھ جنت میں ہوں گے جن پر اللہ کا انعام یافتہ لوگ انبیاء ہیں، صدیقین ہیں، شہداء ہیں اور صالحین ہیں۔

اور حدیث مشہور جو بخاری اور مسلم علیہ الرحمہ نے نقل کی ہے۔

''المرء من احب'' آدمی کل قیامت کے دن اس کے ساتھ ہوگا جس سے محبت کرتا ہے اب یقیناً اس کے بارے میں تمام شکوک وشبہات دور ہو گئے ہوں گے میرے پیر و مرشد سوز و گداز میں ڈوب کر بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں یوں عرض کرتے ہیں:

اہل عمل کو ان کے عمل کام آئیں گے
میرا ہے کون تیرے سوا آہ لے خبر
مجرم کو بارگاہ عدالت میں لائے ہیں
تکتا ہے بے کسی میں تیری راہ لے خبر

جہنم میں جانے والے کس صورت پر ہوں گے؟

کب الاحبار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو مکرم مخلوق بنایا جس طرح اللہ ربّ العالمین قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے۔

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ اور البتہ بے شک ہم نے بنی آدم کو مکرم بنایا۔

دوسرے جگہ ارشاد ہوتا ہے۔

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ۔

البتہ تحقیق ہم نے انسان کو اچھی صورت میں پیدا فرمایا۔

انسان کی اچھی صورت اور اس کی کرامت کو اس لئے ذکر فرمایا کہ وہ نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل میں پیدا فرمایا ہے وہ اس طرح کیہ گول سر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی میم ہے اور اس کے ہاتھ 'ح' کی مانند ہیں اور جوڑ دار شکم میم ثانی اور اس کے پاؤں دال کی مانند ہیں۔

چنانچہ حدیث مبارک میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جس کو جہنم میں ڈالے گا اس کافر کی شکل کو مسخ فرما کر اس کو شیطانی ہیت پہ پھیر دے گا۔ کیونکہ انسانی شکل میرے نام کی شکل پہ ہے جو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے جب حق تعالیٰ انسان کو میرے نام کی صورت پر عذاب نہیں دیتا تو وہ بندہ جو میرا ہم نام، فرمانبردار اور محب ہو اس کو کیسے عذاب دے گا؟ سبحان اللہ! اللہ تعالیٰ کو اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم سے کس قدر پیار ہے کہ جنم میں جانے والوں کو بھی انسانی ہیت سے منع کر کے شیطانی صورت میں بھر دے اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ، کے بعد "ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ" یعنی پھر ہم ان کو پھیر دیں کے نیچے سے نیچی صورت کی طرف۔ اس آیت کی تفسیر میں خود حضرت نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ خزائن العرفان فی تفسیر القرآن میں دو قول ذکر کرتے ہیں ان میں سے ایک قول یہی ہے کہ اس سے مراد جب جہنمی جہنم میں

جائیں گے تو ان کی یہ انسانی صورت اور وضع قطع بدل جائے گی اور مختلف صورتوں میں تبدیل ہو جائے گی کوئی کتے کی شکل اور کوئی بلی کی شکل میں اور کوئی بندر کی شکل میں تو کوئی شیطان کی شکل وغیرہ۔ (کما ورد فی الاحادیث)

جس کی اولاد زندہ نہ بچتی ہو وہ کیا کرے؟

جس کی اولاد زندہ نہ بچتی ہو اس کے لئے حدیث مبارکہ میں کتنا پیارا نسخہ ترتیب دیا ہے وہ نسخہ کوئی لمبا چوڑا نہیں بلکہ انتہائی آسان اور بالکل مختصر ہے پڑھئے اور جھومئے۔

عبدالرحمٰن بن عمرو بن جابہ بنت سعید سے اور وہ ام کلثوم بنت عقبہ سے اور وہ اپنی مادر خلیلہ بنت عبدالجلیل رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں اس نے فرمایا کہ ایک روز میں بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ہاں لڑکا پیدا ہوتا ہے مگر بچپن میں ہی فوت ہو جاتا ہے اس کے لئے مجھے کچھ ارشاد فرمایئے۔ نبی پاک، صاحب لولاک، سیاح افلاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس دفعہ جب تجھے حمل ہو جائے تو تہیہ کر لینا کہ اپنے فرزند کا نام محمد ہے کہ وہ لڑکا لمبی عمر پائے گا اور اس کی نسل میں بھی برکت ہو گی وہ صحابیہ فرماتی ہیں کہ میرے ہاں جب حمل ٹھہرا تو میں نے ارادہ کر لیا جس طرح مجھے حکم فرمایا تھا اور اس کا نام ''محمد'' ہی رکھا اس کی برکت سے میرا وہ بچہ زندہ رہا اور بحرین میں اس کی اولاد سے زیادہ کسی قبیلے میں افراد نہ ہوئے۔ (معارج النبوۃ)

ہو سکتا ہے کسی کے ذہن میں شیطان وسوسہ ڈالے کہ یہ ممکن ہے؟ اس بھائی کے لئے بس اتنا سا عرض کروں گا کہ زندگی اور موت اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہے جس محبوب کے صدقے اللہ تعالیٰ ساری مخلوق کو عدم سے وجود میں لایا اس محبوب کے نام کے صدقے کیوں نہیں ایک بچے کو زندگی عطا فرمائے گا۔ بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ

عنہم پھر اپنی محبت رحمۃ اللہ علیہ اس کی یوں عکاسی فرماتے ہیں۔

محمد مظہر حامل ہے حق کی شان عزت کا
نظر آتا ہے اس کی کثرت میں کچھ انداز وحدت کا

اپنی جان کا نظرانہ پیش کرتے ہوئے اور جھومتے ہوئے یوں فرماتے ہیں:

میں قربان کیا پیاری پیاری ہے نسبت
یہ آن خدا وہ خدائے محمد ﷺ

نوٹ:

جس کسی کا نام محمد یا احمد ہو تو اس کا نام ادب سے لینا چاہئے جس طرح حدیث مبارک میں حضرت علی رضی اللہ عنہ منقول ہے کہ رحمۃ اللعالمین، شفیع المذنبین، راحت العاشقین، محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب لڑکے کا نام محمد رکھو تو اس کی عزت کرو اور مجلس میں اس کے لئے جگہ کشادہ کرو اور اسے برائی کی طرف منسوب نہ کرو۔ حاکم دوسرے حدیث حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب لڑکے کا نام محمد رکھو تو اسے نہ مارو نہ اسے محروم کرو۔ (بزاز بہار شریعت)

مسئلہ: اللہ تعالیٰ کے ہاں پیارے نام عبداللہ، عبدالرحمٰن ہیں جیسا کہ حدیث مسلم میں وارد ہوا ہے اس لئے کہ ان میں عبودیت کی وضاحت اللہ تعالیٰ کی طرف ہے۔

یاد رہے کہ ان ناموں کو تمام میں خدا کے نزدیک پیارا فرما دیا گیا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ بندہ اپنا نام عبد کے ساتھ رکھنا چاہتا ہے تو عبداللہ اور عبدالرحمٰن رکھے اور وہ نام نہ رکھے جو زمانے جاہلیت میں رکھے جاتے تھے جیسے کسی کا نام عبدشمس یا کسی کا نام عبدالدار ہوتا۔

باقی رہا مسئلہ کہ عبداللہ، عبدالرحمٰن، نام رکھنا افضل ہے یا کہ محمد۔ احمد، تو ان میں سے محمد اور احمد اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب ہیں اور ظاہر بھی یہی ہیں کہ یہ دونوں نام اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے پسند فرمائے اگر یہ دونوں نام خدا کے نزدیک بہت پیارے نہ ہوتے تو اپنے محبوب کے لئے پسند نہ فرماتا۔

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ کا سایہ:

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۔ ہم نے تمہارے لئے تمہارا ذکر بلند کر دیا۔

یہ آیت کریمہ بظاہر تو مختصر سی ہے مگر اس کے ایک کلمہ میں جس قدر نعمت محبوب ہے اس کے بیان سے زبان وقلم قاصر ہیں کیونکہ ذکر محبوب کو رفعت دینے والی خدا کی ذات ہے اسی لئے رفعت کی نسبت اپنی جانب فرمائی پھر اس رفعت کو کوئی بشر کیسے جان سکتا ہے؟

یہاں پر اس آیت مبارکہ پر ہم صرف چار جہتوں سے گفتگو کریں گے۔

۱۔ رفعت کا معنیٰ کیا ہے؟

۲۔ اللہ تعالیٰ نے بلندی کی نسبت اپنی طرف کیوں فرمائی؟

۳۔ 'لک' کے بغیر بھی کلام مکمل ہوتا تھا۔ اس کا اضافہ کیوں کیا؟

۴۔ حضور کے ذکر سے کیا مراد ہے؟

۱۔ رفعت سے کیا مراد ہے؟

رفعت کا لغوی معنیٰ 'بلندی' ہے اور رفعنا کے معنیٰ ہوئے ہم نے بلند کیا کیسے بلند کیا؟ اس میں اس قدر وسعت ہے کہ جس زاویہ سے دیکھا جائے رفعت ہی رفعت ہے مثلاً تمام بڑوں کے ذکر اگر ہیں تو صرف زمین کسی کا ذکر ایک ملک میں ہے کسی کا ایک خطے میں کسی کا مشرق میں ہے تو کسی کا مغرب میں پھر اگر پوری دنیا میں بھی ہے تو وہ صرف ایک زمانے میں جیسے ہی ان کا زمانہ ختم ذکر بھی ختم۔

اسی طرح کسی کا ذکر صرف آسمانوں پر ہے جیسے ملائکہ مقربین۔ مگر قربان جاؤں میرے محبوب پاک، صاحب لولاک، سیاح افلاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بادشاہی نہ صرف زمینوں پر ہے بلکہ آسمانوں پر بھی ہاں ہاں جہاں تک شاید یہ حدیث ہے وہاں تک مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حکومت ہے جس کی شاید وہ ہدایت ہے جس میں فرمایا میرے دو وزیر آسمانوں پر اور وزیر زمین پر۔ اسی طرح جنت میں بھی آپ کا ذکر خیر ہے۔

جس کا نقشہ میرے آقائے نعمت، رہبر شریعت، ہادی طریقت، الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن کھینچتے ہیں۔

فرش والے تیری شوکت کا علو کا جانیں
خسرو عرش پہ اڑتا ہے پھریرا تیرا

شاعر کا خیال بڑی اونچی پرواز رکھتا ہے مگر شاعر کے خیال کی جہاں پر انتہا ہوتی ہے وہاں سے ذکر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ابتدا ہوتی ہے جسے حضرت حسان ثابت رضی اللہ عنہ اپنے ایک شعر میں یوں فرماتے ہیں:

ما ان مدحت محمد ابمقالتی
لکن مدحت مقالتی بہ حد

میں نے اپنے کلام سے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف نہیں کی بلکہ ان کے ذکر پاک سے اپنے وکلام کو مقابل تعریف بنایا۔

اس کی بے شمار مثالیں ملتی ہیں۔ مثال کے طور پر حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو ہی دیکھ لیں اسلام لانے سے پہلے کتنے قصیدے کتنوں کی تعریف کی، ساری کی ساری بے نام ونشان ہو گئی لیکن جو کلمات اپنے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں بولے ان کے صدقے آپ کا نام آج تک بلکہ قیامت تک دنیا لیتی رہے گی۔

دوسری رفعت کی صورت اس آئینہ سے بھی دیکھی جا سکتی ہے کہ جہاں رب العالمین کا ذکر ہے وہاں پر رحمۃ اللعالمین کا ذکر ہے کلمہ میں پہلے توحید پھر رسالت کا ذکر ہے اسی طرح نماز ہو یا اذان، التحیات ہو یا خطبہ، قرآن ہو یا انجیل، توریت ہو یا زبور، کتاب ہو یا صحیفہ، زمین ہو یا آسمان، عرش ہو یا جنت الغرض جس جگہ اللہ کا ذکر ہے وہاں پر سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر خیر ہے۔ تیسرا پہلو اس طرح ہے کہ قرآن پاک میں جہاں کہیں کسی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر آیا یا ان کا نام لے کر انہیں خطاب کیا جبکہ اپنے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جہاں پر بھی خطاب کیا نام سے نہیں بلکہ لقب سے پکارا ہے۔ رفعت کا ایک رخ یہ بھی ہے کہ دنیا میں بڑے سے بڑے آئے اور اپنی شہرت کا سکہ جمایا لیکن جونہی اجل آئی ان کا نام بھی مٹ گیا۔ اگر نہیں مٹا تو سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کا چرچہ نہیں بلکہ ہر آنے والے گھڑی میں پہلے سے بلند ہی ہو رہا ہے جس طرح قرآن پاک بھی اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر ارشاد فرمایا وللاخرۃ خیر لك من الاولیٰ ۔ آنے والی گھڑی آپ کے لئے پہلی سے بہتر ہو گی۔

کچھ لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مٹانے کی بڑی کوشش کی۔ کبھی بدعت کہا تو کبھی شرک کے فتوے لگائے۔ شرک و بدعت کے فتوے لگانے والے خود ہی مٹائے گئے مگر سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر خیر پہلے سے بھی بلند ہی ہوا۔

میرے ہادی و رہبر امام احمد خان رحمۃ الرحمٰن کی نظر اٹھی تو آپ نے اس کی عکاسی یوں فرمائی۔

مٹ گئے مٹتے ہیں مٹ جائیں گے اعداء تیرے
نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا
تو گھٹائے سے کسی کے نہ گھٹا ہے نہ گھٹے
جب بڑھائے تجھے اللہ تعالیٰ تیرا

پانچوں رفعت ذکر کی صورت یہ بھی ہے کہ سارے ملائکہ اور سارے انبیاءؑ بلکہ خود ربّ کائنات آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتا ہے اور رفعت کا ذکر کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ میثاق کے دن سارے انبیاءؑ نے آپ کی عظمت کا کلمہ پڑھا اور آپ پر ایمان لائے اور آپ کی مدد کرنے کا اللہ سے وعدہ کیا اس بات پر ایک دوسرے کے گواہ ٹھہرے بلکہ خود خالق کائنات نے فرمایا میں بھی تم پر گواہ ہوں۔ الغرض کسی بھی جہت میں دیکھا جائے تو ہر سمت سرکار علیہ السلام کے ذکر کے تذکرے ہی ہو رہے ہیں جس کو تاجدار بریلی شریف یوں بیان فرماتے ہیں۔

عرش پر تازہ چھیڑ چھاڑ فرش پہ طرفہ دھوم دھام
کان جدھر لگایئے تیری ہی داستان ہے

اللہ تعالیٰ نے بلندی کی نسبت اپنی طرف کیوں فرمائی:

اللہ تعالیٰ نے بلندی کو اپنی طرف منسوب کر کے بتادیا کہ کسی کو عزت ملتی ہے کنبہ سے، کسی کو عزت ملتی ہے کسی خاص دن سے، کسی کو عزت ملتی ہے کان کی وجہ سے، کسی کو عزت ملتی ہے زبان کی وجہ سے، مگر ہمارے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کسی کی وجہ سے عزت نہیں ملی بلکہ سب کو ان سے عزت ملی ہے اور ان کو ان کے ربّ نے عزت دی ہے اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت پاک نہ تو جمعہ کو ہوئی نہ شنبہ کو نہ اتوار کو اور نہ منگل کو کیونکہ جمعہ تو اسلام کا معظم دن ہونے والا تھا اور شنبہ یہودیوں کا، اتوار عیسائیوں کا اور منگل مشرکین کا، تو آپ کی ولادت دوشنبہ کو ہوئی تاکہ اس دن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عزت ملے اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت بیت المقدس میں نہ ہوئی وگرنہ کوئی کہتا کہ اس کی وجہ سے عزت بڑھ گئی بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت مکہ مکرمہ میں ہوئی جو عرب کا خشک ملک تھا اور بتادیا کہ مکہ کو شرف اور عزت ملی ہے تو میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے اسی طرح کعبہ کو بسایا تو

سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے، ورنہ پہلے بھی تو وہی کعبہ تھا جو تین سو ساٹھ بتوں سے بھرا ہوا تھا اسے بتوں سے پاک فرما کر تمام مسلمانوں کا قبلہ بنادیا کیونکہ اگر پہلے ہی سے کعبہ قبلہ ہوتا تو محبوب علیہ السلام کی یہ شان ظاہر نہ ہوئی۔

حق تو یہ ہے کہ دنیا و آخرت، دوزخ و جنت، مومن و کافر بلکہ شیاطن بھی انہیں کی رفعت ذکر کے لئے بنائے گئے کہ مومن تو ان کی گیت گائیں اور کفار ان کا ذکر روکیں تو ذکر کی اور بھی اشاعت ہو کیونکہ قاعدہ ہے الاشیاء تصرف جنت میں تو ان کے فرمانبردار جائیں اور جہنم میں ان کے دشمن ٹھونس دیئے جائیں۔ ایسے ہی شیطان نے نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سجدہ کرنے سے انکار کیا تو ہمیشہ کے لئے مردود ٹھہرا جو کہ امام الملائکہ تھا۔ اس کے ضمن میں اللہ تعالیٰ نے کائنات والوں کو سبق سکھادیا جس نے بھی میری محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے در اقدس کی گستاخی کی چاہے کتنا ہی صوفی و عابد کیوں نہ ہو اس کا سارے کا سارا عمل اکارت ہو جائے گا جیسے شیطان کو اس کی عبادت و ریاضت نہ بچا سکی۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ انسان اپنی بنی ہوئی چیز خود بگاڑ سکتا ہے اور اس میں جتنا مرضی بڑے سے بڑا ماہر ہو آخر کوئی نقص ضرور رہ جاتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی چیز میں نہ تو کوئی نقص رہ سکتا ہے اور نہ ہی کوئی بگاڑ پیدا کر سکتا ہے اور اس میں جتنا مرضی بڑے سے بڑا ماہر ہو آخر کوئی نہ کوئی نقص ضرور رہ جاتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی چیز میں نہ تو کوئی نقص رہ سکتا ہے اور نہ ہی کوئی بگاڑ پیدا کر سکتا ہے جیسے گیس و چراغ یا ٹیوب لائٹ وغیرہ کو آدمی بجھا سکتا ہے کیونکہ ان کو آدمی نے ہی روشن کیا ہے لیکن چاند اور سورج یا ستارے وغیرہ کسی کی پھونک سے نہیں بجھ سکتے اور نہ ہی کسی کے بجھانے سے بجھیں گے اس لئے کہ ان کو روشن کرنے والی اللہ کی ذات اقدس ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رفعت کی اپنی طرف نسبت فرما کر یہ بتایا کہ تمہاری

بلندی کسی مخلوق کی طرف سے نہیں جو کسی کے کم کرنے سے یا ختم کرنے سے ختم ہو جائے بلکہ یہ تو محض ہماری عطا ہے اسے کوئی نیچا نہیں کر سکتا بلکہ جو تمہیں نیچا کرنا چاہئے گا وہ خود نیچا ہو جائے گا اور جو تمہارا چرچا کرے گا تو آپ کے صدقے اسے بھی بلندی مل جائے گی۔ دوسرا ورفعنا کو ماضی لاکر یہ بتایا کہ تمہاری آن بان اور شان، اعلیٰ وارفع ہی رہے گی حق تو یہ ہے کہ ماضی و مستقبل، حال فقط سمجھانے کے لئے ہیں ورنہ ان کی بلندی تو جب سے ہے جب نہ ماضی تھا نہ حال اور نہ ہی مستقبل بلکہ زمانے کا نام و نشان بھی نہ تھا۔

'لک' کا اضافہ کیوں کیا؟

ٹھیک ہے لک کے بغیر جملہ معنوی طور پر مکمل تھا لیکن ابھی محبوبؐ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذکر کی رفعت کا ایک پہلو باقی تھا جس کو لک کے ذکر سے بیان فرمایا۔ وہ پہلو یہ ہے کہ اے میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم میں خالق کائنات نے تیرا ذکر خود بلند کر کے اس بلندی اور اس کا حق آپ کو تفویض کر دیا ہے کیونکہ پہلے مجھ تک موقوف تھا کہ جس کو بلند کروں وہ بلند ہو جس کو پست کروں وہ پست ہی رہے۔ لیکن اب یہ منصب بھی آپ کے ذمہ دے رہا ہوں کہ جس کو آپ بلند فرمائیں وہ بلند ہو جائیں اور جس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم دھتکار دیں اس کو دونوں جہان میں کوئی منہ نہ لگائے، یعنی اب مرتبہ و بلندی آپ کی ملکیت میں ہے اس کی ہزاروں مثالیں ہین مثلاً ابوجہل، ابولہب جو کہ مکہ کے سردار تھے لیکن سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دشمنی کی وجہ سے ہمیشہ کے لئے دھتکارے گئے ان کا نام تک نہیں کوئی جانتا بلکہ ابوجہل اور ابولہب کے لقب سے جانا جاتا ہے انکے مقابلے میں ایک عرب کے صحراؤں میں چلنے والا اور عرب کے بازاروں میں بکنے والا ایک حبشی غلام جس کو کوئی جانتا نہ تھا اس نے اللہ کے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے در کی گدائی اختیار کی تو ان کی رفعت پر نہ صرف دنیا والے رشک

کرنے لگے بلکہ آسمان والے بھی ان کے نام کے تذکرے کرنے لگے اور حوران جنت جن کی رضا کی منتظر ٹھہریں اور ان کے رخساروں پہ اسی حبشی غلام کی غلام سیاہی ان کے حسن کو اور دوبالا کرے گی۔ اسی طرح حضرت مریم علیہ السلام پر یہودیوں نے تہمت لگائی مگر میرے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کی پاکدامنی فرمائی، آج تمام دنیا ان کی عصمت کا خطبہ پڑھ رہی ہے اس طرح کی ہزاروں مثالیں ہیں لیکن طوالت کے خوف سے انہی پر اکتفا کرتے ہیں خلاصہ کلام یہ کہ جو ان کا ہو گیا۔ اس کو عظمت مل گئی اور جو ان سے پھرا خالق کائنات اس سے پھر گیا جسے میرے آقائے نعمت مجدد دین وملت، پروانہ شمع رسالت، الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن یوں بیان فرماتے ہیں۔

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ کا ہے سایہ تجھ پر
بول بالا ہے ترا ذکر ہے اونچا ترا
تو گھٹائے سے کسی کے نہ گھٹا ہے نہ گھٹے
جب بڑھائے تجھے اللہ تعالیٰ تیرا
عقل ہوتی تو یہ خدا سے نہ لڑائی لیتے
یہ گھٹائیں اسے منظور بڑھانا تیرا

ایک حقیقت کا انکشاف:

عام طور پر اس آیت مبارکہ سے یہی سمجھا جاتا ہے کہ اس آیت کا موضوع اور نفس مضمون حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کی بلندی ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ آیت بلندی ذکر کو بھی بیان کر رہی ہے مگر ہم یہ سمجھتے ہیں کہ درحقیقت اس کا نفس مضمون ذکر کی بلندی نہیں بلکہ بیان محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے رہا بلندی ذکر کا مسئلہ تو یہ چونکہ محبت کا اولین تقاضا ہے سو اس وجہ سے بیان کیا گیا ہے یعنی سبب بیان کر کے مسبب مراد لیا گیا ہے اس لئے کہ یہ بات ممکن ہی نہیں کہ کوئی شخص کسی سے محبت کا دعوی

بھی کرے اور ہر وقت اس کا ذکر بھی کرے کیونکہ محبت کا دعوی اسی صورت حق پر مبنی ہوتا ہے جب محب یا محبت کا دعوی کرنے والا ہر وقت محبت اپنے محبوب کی یاد میں مگن رہے اس لئے کہ اس کو سکون ہی محبوب کے ذکر سے ملتا ہے جس طرح پیچھے حدیث مبارکہ ذکر ہوئی جس میں اسی امر کی طرف اشارہ ہے کہ 'من احب شیئا اکثر ذکرہ' یعنی جب کسی کو کسی سے محبت ہو جائے تو وہ اس کے ذکر میں کثرت کرتا ہے اور جتنی کثرت سے کسی کا ذکر ہوگا اسی قدر اس کی رفعت بیان ہوتی جائے گی اب محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اولین تقاضا یہ تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنے والا خود خالق کائنات آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذکر کو بلند کرتا جائے چنانچہ اس تقاضے کو پورا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کو بلندی عطا فرمائی، لہٰذا ثابت ہوا کہ آیت مذکورہ کا نفس مضمون اگرچہ رفعت ذکر بھی ہے مگر اصل مقصد مسبب یعنی بیان محبت ہے پھر یہاں پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ۔

سوال: یہ تم نے جو مراد لی ہے اس کی دلیل کیا ہے؟

جواب: اس کی دلیل اسی آیت پاک میں مذکور ہے بس تھوڑا سا غور وفکر کریں تو خود بخود عیاں ہو جاتی ہے وہ تو یوں کہ آیت کے الفاظ یہ نہیں، 'وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ' یعنی ہم نے آپ کے ذکر کو بلند کر دیا۔ اگر آیت کے الفاظ صرف اتنے ہی ہوتے تو پھر ہم کہتے کہ اس آیت کا نفس مضمون بلندی ذکر ہے مگر آیت کے الفاظ اس طرح ہیں 'وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ' یعنی ہم نے آپ کے ذکر کو بلند کیا ہے اب اس آیت میں لفظ لک اس بات پہ دلالت کرتا ہے کہ اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم یہ بلندی ذکر آپ ہی کے لئے ہے اس لفظ لک میں کس قدر محبت کا اظہار ہے اب اس آیت کا مفہوم یوں سامنے آیا کہ محبوب! ہم نے جو آپ کا ذکر بلند کیا ہے تو اس کا سبب فقط ایک ہے اور وہ یہ کہ تم راضی ہو جاؤ اور خوش ہو کے مسکرا دو۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو ہم تمہارے ذکر کو

کائنات کی ہر ہر شے سے بلند نہ کرتے۔

کلمہ لکَ میں محبوب کی رضا:

قرآن پاک ہمیں یہ تصور دیتا ہے کہ کائنات کا ہر ذرّہ خواہ وہ شعور رکھتا ہے یا نہیں انسان کے لئے پیدا کیا گیا ہے مثلاً اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

هُوَ الَّذِیْنَ خَلَقَ لَکُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا ۔

اللہ وہ ہے جس نے زمین میں موجود ہر شے کو آپ کے فائدے کے لئے پیدا فرمایا ہے۔

دوسری جگہ یوں ارشاد ہوتا ہے۔

وَلَقَدْ مَکَّنّٰکُمْ فِی الْاَرْضِ وَجَعَلْنَا لَکُمْ فِیْهَا مَعَایِشَ ۔

اور بے شک ہم نے تم کو زمین میں جماؤ دیا اور تمہارے لئے ان میں زندگی کے اسباب بنائے۔

تیسری جگہ یوں فرمایا:

اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَکُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ

(لقمان: ۲۵)

بے شک تمہارے لئے مسخر کر دیا جو آسمانوں میں ہے اور جو زمینوں میں ہے ان آیات کی روشنی میں خوب واضح ہو گیا کہ کائنات کی ہر چیز انسان کے لئے پیدا کی گئی کیونکہ اسے شرف خلافت سے نوازا ہے۔

جس انسان کے لئے ہر چیز کو پیدا کیا گیا اور اس کے لئے مسخر کیا گیا اور پھر اس کے لئے معاشی ذرائع پیدا فرمائے۔

اب دیکھنا ہے کہ اس انسان کا مقصد و مطلب کیا ہے اس کے بارے میں بھی ہم قرآن سے سوال کرتے ہیں تو جواب آتا ہے۔

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْيَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ (انعام ۱۶۲)

تم فرماؤ بے شک میری نماز اور میری قربانیاں اور میرا جینا اور میر امرنا سب اللہ کے لئے ہے جو سارے جہان کا ربّ ہے۔

وہ قرآن جس نے ہمیں یہ تصور دیا کہ کائنات کا ذرّہ ذرّہ انسان کی خدمت کے لئے پیدا کیا گیا ہے یعنی کائنات کی ہر چیز کی تخلیق کا مقصد انسان ہے اور انسان کی زندگی کا مقصد ومطلوب اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور وہی قرآن ہمیں یہ بتاتا ہے کہ ربّ کائنات، خالق کائنات کا مقصود ومطلوب مصطفیٰ کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی رضا ہے جس کو امام اہل محبت، مجدد دین وملت، پروانہ شمع رسالت امام احمد رضا خاں علیہ رحمۃ الرحمٰن یوں بیان کرتے ہیں۔

خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم
خدا چاہتا ہے رضائے محمد ﷺ

یعنی اللہ تعالیٰ اگر کوئی فعل کرتا ہے تو اس کا مقصود اپنے محبوب کی رضا ہوتا ہے جیسا کہ حدیث قدسی کا ترجمہ کرتے ہوئے امام اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ یوں فرماتے ہیں:

زمین و زماں تمہارے لئے
مکین و مکان تمہارے لئے
چنین و چناں تمہارے لئے
بنے دو جہاں تمہارے لئے

یہی وہ مقصودیت ہے جو کلمہ 'لک' کے ذریعے سمجھائی جارہی ہے گویا سب کچھ کلمہ میں یہی ہے صرف یہیں نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے متعلق جو

بھی فعل انجام دیا ہے تو اس میں فرمایا ہے کہ محبوب! ہم نے یہ کام فقط تمہارے ہی لئے کیا ہے مثلاً ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى ۔

اور بے شک پچھلی گھڑی تمہارے لئے پہلی سے بہتر ہے۔

دوسری جگہ یوں ارشاد فرمایا۔

لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ (الفتح:۲)

تا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے سبب تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے گناہ بخش دے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر میں دلوں کا سکون ہے:

حضرت ابن عطاء رحمۃ اللہ علیہ سے حدیث قدسی نقل ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

جعلتك ذكرا من فمن ذكرب ذكرنی (شرح الشفاء ۱:۴۶)

میں نے تجھے اے محبوب! سراپا اپنا ذکر قرار دے دیا ہے بس جس نے تجھے یاد کر لیا اس نے مجھے یاد کر لیا قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا فرمان عالی شان۔

اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ۔ (الرعد:۲۸)

یہ اللہ ہی کا ذکر ہے جس سے دلوں کو سکون اور اطمینان نصیب ہوتا ہے حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا اذا ذکرت ذکرت معی جب میرا ذکر ہوگا میرے ساتھ اے محبوب آپ کا بھی ذکر ہوگا۔ ان الفاظ سے ثابت ہوا جس طرح اللہ کے ذکر میں دلوں کا سکون ہے اسی طرح مصطفیٰ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ذکر میں بھی دلوں کا سکون ہے۔

اور اگر ابوالعباس احمد بن محمد بن عطاری بغدادی رحمۃ اللہ علیہ والے الفاظ سے

ثابت ہوا کہ مصطفیٰ کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر کا ہے اور خدا کے ذکر میں دلوں کا سکون ہے۔ اب ان دونوں قضیوں میں حد اوسط گرانے سے نتیجہ نکلا مصطفیٰ کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر دلوں کا سکون ہے۔

وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ؕ (توبہ: ۱۰۳)

اور ان کے حق میں دعائے خیر کرو بے شک آپ کی دعا ان کے دلوں کا چین ہے۔

اس آیت میں حضور پُر نور، محبوب رب غفور، دکھیا دلوں کے سرور صلی اللہ علیہ وسلم کو مومنین کے سکون قلب کا اصل اور بنیادی سبب قرار دیا جا رہا ہے حق بات یہ ہے کہ اللہ ربّ العالمین نے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک کو بعینہ اپنا ذکر قرار دیا ہے یہ بات بالکل اسی طرح ہے جس طرح اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دست قدرت کہا ہے جیسا کہ قرآن پاک میں ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ ؕ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ ج

جو تمہاری بیعت کرتے ہیں وہ تو اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔

اسی طرح قرآن پاک میں کئی مثالیں ہیں جن میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف منسوب ہونے والی اشیاء کو اللہ ربّ العزت اپنی طرف منسوب فرماتا ہے مثلاً

وما میت اذا رمیت ولکن اللہ رمٰی (الانفال:۱۷)

اور اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم وہ کنکریاں جو تم نے پھینکیں تم نے نہیں پھینکیں بلکہ اللہ نے پھینکی ہیں۔

لہٰذا اتنی گفتگو سے یہ بات واضح ہوگئی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذکر سے دلوں کو سکون ملتا ہے اس حقیقت کو عاشق ماہ رسالت پروانہ شمع رسالت، مجدد دین و

ملت، امام اہل محبت الشاہ احمد رضا خاں علیہ الرحمۃ الرحمٰن یوں بیان فرماتے ہیں۔

ان کے نثار کوئی کیسے ہی رنج میں ہو
جب یاد آ گئے ہیں سب غم بھلا دیئے ہیں
اک دل ہمارا کیا ہے آزاد اس کا کتنا
تم نے تو چلتے پھرتے مردے جلا دیئے ہیں

صحابہ کرام علیہم الرضوان کا سکون قلب:

احادیث وسیر کی کتب اس بات پر شاہد ہیں کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کو جو سرور اور کیف حضور پُرنور، شافع یوم النشور محبوب ربّ غفور، بے چین دلوں کے سرور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر سے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور کو دیکھ لینے سے حاصل ہوتا ہے وہ کسی بھی چیز سے حاصل نہیں ہوتا۔ چنانچہ حدیث پاک میں ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے دن قریب آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم شدت مرض اور نقاہت کے باعث امامت کے لئے مسجد میں تشریف لانے سے بظاہر قاصر ہو گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اپنی جگہ امامت کے لئے مقرر فرمایا ایک روز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نماز ادا کر رہے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ افاقہ محسوس فرما کر حجرہ مبارک سے پردہ ہٹایا تا کہ اپنے غلاموں کو اپنے مقرر کردہ امام کے پیچھے نماز پڑھتا دیکھ سکیں اس موقع پر تمام صحابہ کرامؓ نے کئی دنوں سے شراب دیدار سے محروم، بے چین اور بے قرار تھے اپنے چہرے بائیں طرف پھیر لئے اور اپنے مضطرب، پریشان اور بے سکون دلوں کو اطمینان بخشنے کے لئے اپنے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وسلم کے حسین چہرہ انور کو تکنا شروع کر دیا حتیٰ کہ قریب تھا کہ سب یہ سمجھ کر کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لئے باہر تشریف لا رہے ہیں اپنی نمازیں توڑ دیتے اتنے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسکراتے ہوئے چہرہ کے ساتھ واپس تشریف لے گئے اور انہیں

نماز پوری کرنے کا حکم فرمایا۔ اس مقام صحابہ کرام علیہم الرضوان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مسکراتے ہوئے چہرے کے بارے میں یوں بیان فرماتے ہیں۔

قتبسم فکان وجهه ورقة مصف (البخاری، کتاب الاذان)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا پڑے اور حضور کا چہرہ انور یوں محسوس ہوتا تھا گویا سامنے قرآن پاک کھلا ہے۔

بھینی سہانی صبح میں ٹھنڈک جگر کی ہے
کلیاں کھلیں دلوں کی ہوا یہ کدھر کی ہے

اسی طرح حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ کا عالم تھا کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر خیر زبان پر آتا یا والضحیٰ کا چہرہ انور سامنے آتا تو اپنی تمام تکالیف بھول جاتے یہی حال دیگر صحابہ کرام علیہم الرضوان کا تھا جن کے واقعات سے احادیث و سیر کی کتب بھری پڑی ہیں۔

سرکار علیہ السلام کے ذکر کو بقا ہے؟

حضور نبی کریم رؤف رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر پاک اول سے ہے اور ابد تک رہے گا، سوال پیدا ہوا کہ وَرَفَعْنَا اور ہم نے بلند کیا ہے یہ فعل ماضی ہے اور ہے بھی ماضی مطلق اور ماضی مطلق میں زمانے کی قید نہیں ہوئی دوسرا اس کی ابتداء پر کوئی دلالت نہیں ہوتی جس سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر پاک تب سے ہے جب نہ عرش تھا نہ کرسی تھی نہ لوح تھی نہ قلم نہ زمین تھی نہ آسمان نہ حیوان تھے نہ انسان نہ تھے نہ ملائکہ نہ قمر تھا نہ شمس نہ جنت تھی نہ دوزخ بلکہ اس وقت صرف اللہ کی ذات تھی اور محبوب اور محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر کیونکہ فعل قائم ہوتا ہے فاعل کے ساتھ اور فاعل ہوتا ہی تب ہے جب فعل پایا جائے۔ قرآن فرماتا ہے۔

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ٥ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَ

الْاِکْرَامِ ۝ (الرحمن ۲۷)

زمین پر جتنے ہیں سب کو فنا ہے اور باقی رہے گا آپ کا ربّ جو بزرگی والا اور عزت والا ہے۔

اس آیت مبارکہ نے بتایا کہ ہر چیز نے فنا ہو جانا ہے جب ہر چیز فنا ہو جائے گی اس وقت اللہ کی ذات باقی ہوگی ہوگی دوسرے مقام دوسرے مقام قرآن فرماتا ہے

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ ؕ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ۝

اس آیت میں اللہ سبحانہ فرماتا کہ بے شک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں غیب بتانے والے نبی پر۔

اب کُلُّ مَنْ عَلَیْھَا فَانٍ ۝ کے تحت اس وقت فرشتے نہیں ہوں گے صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہوگی۔ آیت مبارکہ میں مضارع کا صیغہ استعمال ہوا ہے جو استمرار اور تجدد پر دلالت کرتا ہے لہٰذا اس وقت بھی محبوب ربّ اکبر صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر خیر ہو رہا ہوگا۔ لہٰذا دونوں قضیوں کو ملانے سے نتیجہ نکلا کہ سرکار ابد قرار، رسولوں کے سالار، جناب احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کو بقا ہے فنا نہیں۔

ذکر خدا ذکر مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا نہیں:

ایک مرد مومن کے لئے توحید و رسالت پر ایمان رکھنا ضروری ہے اگر کوئی صرف توحید ہی کو اپنا ایمان سمجھ کے تو بھی مومن نہ ہوگا اور اگر صرف رسالت ہی کو اپنا ایمان سمجھ کے تو بھی مومن نہ ہوگا۔ غرض یہ کہ توحید و رسالت پر ایمان کامل رکھنے والا ہی مرد مومن ہوتا ہے اور توحید و رسالت یعنی خدا اور مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام والثناء دونوں آپس میں اس طرح اکٹھے ہیں اور ملے ہوئے ہیں کہ دونوں میں سے کسی کو بھی کسی سے جدا کیا جائے تو ایمان جاتا رہے گا مثلاً کسی غیر مسلم کو مسلمان کرنا ہوتا ہے تو اس کو لا

الا اللہ محمد رسول اللہ اکٹھا ہی پڑھا جا سکتا ہے ایسا کبھی نہیں ہوتا کہ اسے کہا جائے کہ لا الٰہ الا اللہ اب پڑھ لے اور محمد رسول اللہ کل یا تھوڑی دیر ٹھہر کر پڑھ لینا کیونکہ اگر لا الٰہ الا اللہ کہنے کے بعد اور محمد رسول اللہ کہنے سے پہلے فوت ہو جائے تو کافر کا کافر ہی مرے گا اس سے یہ ثابت ہوا کہ اللہ شان و عظمت میں پہلے محمد ایمان پہلے۔ مطلب اس کا یہ کہ جہاں توحید ہو گی وہاں رسالت بھی یعنی جہاں خدا ہو گا وہاں مصطفیٰ بھی ہر انسان کی تمنا اور خواہش ہوتی ہے کہ مجھے خدا مل جائے اپنی اس مقدس تمنا اور متبرک خواہش کو پورا کرنے کے لئے اپنے مذہب اور عقیدے کے مطابق ہر انسان خدا کو تلاش کرتا ہے برہمن نے مندروں میں ڈھونڈا، عیسائیوں نے گرجوں میں تلاش کیا اور یہودیوں کے کلیساؤں میں اسے آواز دی اور مسلمانوں نے مسجدوں و کعبہ میں اسے پکارا مگر کسی بھی تمنا پوری نہ ہو سکی جب کوئی نہ پا سکا تو پھر وہ خود ہی پکار اٹھا کہ مجھے مندروں، گرجوں، کلیسا اور مسجدوں میں تلاش کرنے والا میں مکان و زمان کی قید سے آزاد ہوں اور اگر مجھے ڈھونڈنا ہے تو پھر میرا پتہ یہ وَفِیْٓ اَنْفُسِكُمْ (الذاریات: ۲۱) کہ میں تم میں ہوں اور وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ (ق: ۱۶) کہ ہم تمہارے شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں اور وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ ؕ (بقرہ ۱۸۲) اور اے میرے محبوب علیہ السلام اگر میرے بندے میرے متعلق میرا پتہ پوچھیں تو میں بروقت اور ہر جگہ ان کے قریب ہوں۔

میں کسی ایک جگہ مقید نہیں اس لئے میں کبھی مقدس وادی کے دہکتے ہوئے انگاروں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام کرتا ہوں اور کبھی کوہ طور کی بلند و بالا چوٹی پر اپنے نور تجلی ڈال کر اس کو خاکستر اور اپنے پیارے کلیم کو بے ہوش کر دیتا ہوں کبھی طوبیٰ کی شاخوں میں سے آواز دیتا ہوں اور کبھی اپنے پیارے محبوب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی "وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی" والی زبان مبارک پر بولتا ہوں لیکن ان

تشریحات کے باوجود بھی اس کا اصلی ٹھکانہ اس کے اعلان کے مطابق وَفِیْٓ اَنْفُسِکُمْ ہی ہے عارف رومی نے اس حقیقت کو اپنے عارفانہ انداز میں اس طرح سے بے نقاب کیا ہے۔

دل بدست آور کہ حج اکبر است
از ہزاروں کعبہ یک دل بہتر است
کعبہ بنگاہ خلیل آور است
دل گز گاہ جلیل اکبر است

ہر ہزار کعبہ سے انسان کا دل بہتر ہے کیونکہ کعبہ تو صرف خلیل نے بنایا اور انسان کے دل کو خود ربّ جلیل نے بنایا ہے اور بسایا ہے پھر بندوں نے عرض کی: یا ربّ العالمین تیرا قانون تو یہ ہے کہ جہاں تو ہوگا وہاں تیرا محبوب اور جب ہمارے اندر ہے تو پھر تیرا محبوب کہاں ہے تو مالک کائنات، خالق کائنات موجود کائنات، رزاق کائنات کی جانب سے جواب آتا ہے۔

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ (الاحزاب:٦)

میں تمہاری شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہوں اور میرا نبی پاک مومنوں کی جانوں سے بھی زیادہ قریب ہے۔

اللہ تعالیٰ کے اس انداز بیان پر غور کرو کہ اپنے لئے وفی انفسکم ہے اور یہاں من انفسھم وہاں فی اور یہاں من وہاں کم اور یہاں ھم ہے اپنے آپ کو مطلق رکھا اور اپنے حبیب علیہ السلام کے لئے بالمومنین کی قید لگادی کہ میرا محبوب مومنوں کی جانوں سے بھی زیادہ قریب اس لئے کہ اللہ تعالیٰ تو ساری کائنات کا خالق و مالک، رزاق ہے اور وہ نسل انسانی کا ربّ ہے سب انسان اس کے بندے ہیں اب انسان میں کافر بھی آتے ہیں اور مسلمان بھی۔

علامہ اقبال نے اس حقیقت کو اپنے قلندرانہ انداز میں اس طرح بے نقاب کیا ہے۔

در دل مومن مقام مصطفیٰ است
آبروئے ماز نام مصطفیٰ است

ہر مومن کے دل میں رحمت والے مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کا مقام ہے اور ہماری عزت وتوقیر اور عظمت و ہیبت مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کی برکت سے ہے۔

قرآن پاک کی ان تشریحات کے بعد اب کوئی شک کی بات نہیں رہ جاتی کہ جہاں خدا ہے وہاں مصطفیٰ ہیں اور اس حقیقت سے بھی کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ دنیا کے ہر خطے میں مومن ہیں اور نبی کریم پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہر مومن کی جان سے بھی زیادہ قریب ہیں تو ساتھ یہ بھی ثابت ہو گیا کہ کملی والے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام دنیا کے ہر خطے اور ہر گوشے میں ہر آن موجود ہیں اور پھر قرآن پاک کی اس آیت کریمہ سے مسلہ ثانی اور بھی واضح ہو جاتا ہے۔

وَكَيْفَ تَكْفُرُوْنَ وَاَنْتُمْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ اٰيٰتُ اللّٰهِ وَفِيْكُمْ رَسُوْلُهٗ ط

اور کیسے تم کفر کر سکتے ہو کہ اللہ کی آیات اور احکام الٰہی تم کو پڑھ کر سنائے جاتے ہیں حالانکہ تم میں اللہ کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہے اس آیت میں نسل انسانی کے کفر سے بچنے کے دو سبب بیان کئے گئے ہیں۔

۱- اللہ تعالیٰ کی آیات کی تلاوت ہونا۔

۲- اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول کا موجود ہونا

یہ بات تو متفق علیہ ہے کہ قرآن پاک کی تلاوت میں صحیح قیامت تک ہوتی

رہے گی تو اس کے ساتھ دوسری بات ماننے میں کون سی چیز آڑے آسکتی ہے کہ جہاں اور جب بھی اللہ تعالیٰ کی آیات تلاوت ہوں گی وہیں اللہ تعالیٰ کے رسول کا تصور بھی پایا جاتا۔ پتہ چلا جب بھی اور جہاں بھی اللہ کی آیات پڑھی جائیں گی اللہ کے پیارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی وہاں موجود ہوں گے۔

چنانچہ حدیث پاک میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اس کی وضاحت فرمائی ہے۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب نبی کریم، رؤف رحیم صلی اللہ علیہ وسلم خم غدیر کے مقام پر اترتے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ کیا تم جانتے ہو کہ میں تمام مومنوں کی جانوں سے بھی زیادہ قریب ہوں تو صحابہ کرامؓ نے عرض کی ہاں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم جانتے ہیں کہ آپ دنیا کے ہر مومن کی جان سے بھی زیادہ قریب ہیں چاہے وہ دنیا کے کسی کونے پر ہو۔ (مشکوۃ المصابیح۔۵۶۵)

سبحان اللہ پیارے آقا علیہ السلام کس طرح اپنے غلاموں کو ہر جگہ اور ہر آن میں ہونے کے متعلق ارشاد فرمایا رہے ہیں اور صحابہ اکرام رضی اللہ عنہم کس محبت اور عشق میں ڈوب کر تسلیم کر رہے ہیں مگر افسوس کہ کچھ بد بخت ایسے ہیں وہ اس کے باوجود جھگڑتے ہیں۔

ان کی حقیقت کو میرے آقائے نعمت علیہ الرحمہ اپنے خون خوار خنجر کو بے نقاب کرتے ہوئے یوں گویا ہوتے ہیں۔

عقل ہوتی تو خدا سے نہ لڑائی لیتے
یہ گھٹائیں اسے منظور بڑھانا تیرا

دوسری حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نقل فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں مومنوں کی جانوں سے بھی زیادہ قریب ہوں۔

(مشکوٰۃ شریف: ۳۶۳)

ایک لطیف نکتہ:

جب یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح اور منکشف ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے محبوب سے اس قدر پیار ہے کہ جہاں پر خدا ذکر ہے وہاں پر اس کے محبوب علیہ السلام کے تذکرے ہیں لیکن کیا بات ہے کہ جب جانور ذبح کیا جاتا ہے اس وقت صرف اللہ تعالیٰ کا نام لیا جاتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک نہیں لیا جاتا ہے؟

جانور کو ذبح کرتے وقت سرکار علیہ السلام کا نام مبارک نہ لینا یہ بھی حکمت سے خالی نہیں اور حکمت اس میں یہ ہے کہ جب جانور کو ذبح کیا جاتا ہے اُس کی گردن پر چھری چلتی ہے اس کی جان جاتی ہے اس پر جبر کیا جاتا ہے اور یہ جبر صرف اللہ تعالیٰ کی شایان شان ہے کیونکہ جہاں پر اللہ تعالیٰ رحیم ہے وہ جبار بھی ہے جہاں وہ رحمٰن ہے وہاں قہار بھی ہے جبکہ محبوب دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو رحمۃ اللعالمین کا تاج پہنایا ہے اور رحمت کا تقاضا ہے کہ چھری نہ چلے، جبر نہ ہو اور اس کی جان ضائع نہ ہو اس لئے کہ وہ جانور بھی تو عالمین سے ہے اور اس کے لئے بھی سرکار علیہ السلام رحمت ہیں اس طرح تو کوئی جانور ذبح ہی نہ کیا جاتا اسی لئے ذبح کے وقت سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام نہیں لیا جاتا کہیں کائنات کا نظام ہی نہ رک جائے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو سراپا رحمت ہیں۔

ایک اور نقطہ:

اللہ تعالیٰ اپنے پیارے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام سے محبت فرماتا ہے جس سے اللہ تعالیٰ محبت ہوا اور نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام محبوب۔ دنیا کا یہ اصول ہے کہ محب اپنے محبوب کو اپنی ذات پر ترجیح دیتا ہے فوقیت دیتا ہے لیکن کلمہ طیبہ میں پہلے محب کا نام

ہے پھر محبوب کا نام ہے حالانکہ ہوتا تو یوں چاہئے تھا کہ پہلے محبوب کا نام ہوتا پھر محبت کا۔

جب یہ سوال پیدا ہوا تو اس کا جواب آیا کہ اس میں بھی حکمت ہے اور وہ یہ کہ میری محبت یہ گوارا نہیں کرتی کہ کوئی نہ پاک زبان میرے محبوب کا نام لے بلکہ پہلے کلمہ پڑھنے والا میرا نام لے تا کہ اس کی زبان پاک ہو پھر اپنی پاک زبان میرے محبوب کا نام لے اسی پاکی کے پیش نظر تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا میرا محبوب مومنوں کی جانوں سے بھی زیادہ قریب ہے کیونکہ مومن کا دل پاک ہے اس پر پیچھے بحث گزر چکی اس لئے ہم مزید تفصیل میں نہیں جانا چاہتے۔

ہر چیز سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر کرتی ہے

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذکر پاک کے متعلق فرمایا وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ' اور ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر آپ کے لئے بلند کر دیا۔

اس آیت کریمہ کے تحت قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور کتاب شفاء شریف میں سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت نقل فرماتے ہیں کہ حضور پرنور، شافع یوم النشور، محبوب ربّ غفور نے ارشاد فرمایا کہ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو میرے پاس حضرت جبریل امین حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ربّ فرماتا ہے: اتدری کیف رفعت ذکرك (شفاء شریف: ۱/۱۲)

اے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام آپ جانتے ہیں کہ ہم نے آپ کا ذکر کیسے بلند کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے جبریل علیہ السلام نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے جبریل علیہ السلام نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ فرمایا ہے۔

اذا ذکرت ذکرت معی (شفاء شریف ۱/۱۴)

جہاں میرا ذکر ہوگا وہاں اے محبوب علیہ السلام تیرا بھی ذکر ہوگا۔

اے مسلمان ذرا غور کر جہاں پر بھی اللہ کا ذکر ہو رہا ہے وہاں پر مصطفیٰ کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کا بھی ذکرِ خیر ہو رہا ہے۔

قرآن کا فیصلہ ہے۔

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (الحدید: ۱)

ہر چیز جو آسمان اور زمینوں میں وہ اللہ کا ذکر کرتی ہے۔

پتہ چلا کائنات کی کوئی چیز ایسی نہیں جو سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکرِ خیر نہ کرتی ہو بلکہ کائنات کی ہر چیز کو وجود ہی میرے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے ملا ہے یہاں تک کہ جنت کے درختوں کی ٹہنیوں اور پتوں پر مصطفیٰ کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام مبارک کندہ ہے جس طرح حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت آدمؑ نے اپنے بیٹے حضرت شیثؑ کی وصیت کی اے میرے بیٹے میں نے محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا نام جنت کے تمام درختوں پر لکھا ہوا دیکھا ہے لہٰذا تو بھی ان کا کثرت سے ذکر کرنا کیونکہ فرشتے ہر وقت ان کے ذکر میں مشغول رہتے ہیں۔

میرے ہادی و رہبر جھومتے ہوئے یوں اس کی منظر کشی فرماتے ہیں۔

عرش پہ تازہ چھیڑ چھاڑ فرش پہ طرفہ دھوم دھام
کان جدھر لگایئے تیری ہی داستان ہے

ایک کیڑا کس انداز میں ذکرِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کرتا ہے:

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور و معروف کتاب مکاشفۃ القلوب میں نقل

فرماتے ہیں کہ حضرت داؤد علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے حجرے میں بیٹھے زبور شریف پڑھ رہے تھے اچانک نظر اٹھی تو کیا دیکھا کہ مٹی پر ایک سرخ رنگ کیڑا رینگ رہاہے جونہی اس کیڑے کو دیکھا تو دل میں خیال کیا کہ بھلا اللہ تعالیٰ نے اس کیڑے کو کس مقصد کے لئے پیدا فرمایا ہے اللہ عزوجل نے اس کیڑے کو قوتِ گویائی عطا فرمائی وہ کیڑا ازبان حال سے یوں عرض کرنے لگا: اے اللہ! کے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام میرا دن اس حال میں گزرتا ہے کہ میرے دل میں اللہ تعالیٰ نے یہ بات ڈال دی ہے کہ ہر روز میں ان کلمات سے ایک ہزار بار اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتا ہوں۔

سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَکْبَرُ .

اللہ عزوجل پاک ہے اور اللہ عزوجل کے لئے حمد ہے اور اللہ عزوجل کے سوا کوئی معبود نہیں اور اللہ عزوجل سب سے بڑا ہے۔

جب رات آتی ہے تو میرا وظیفہ بدل جاتا ہے اور رات اس حال میں گزرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں یہ بات ڈال دی ہے کہ میں ان الفاظ سے اللہ عزوجل کے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر خیر کروں اللھم صل علیٰ محمد ن النبی الامی و علیٰ اٰلہ و اصحابہ وسلم اب آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام حکم فرماتے ہیں تاکہ میں اس سے استفادہ کریں حضرت داؤد علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام اس کیڑے کو حقیر جاننے پر شرمندہ ہوئے۔ (مکاشفۃ القلوب)

اس حکایت سے کیا خوب ایمان تازہ ہوتا ہے کہ ایک کیڑے نے مسلہ کو واضح کردیا کہ جو زبان ذکر اللہ عزوجل کرتی ہے وہ یہ ذکر مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء سے بھی ضرورت رہتی ہے دوسرا غافل مسلمان کو جھنجھوڑا ہے کہ دیکھو میں ایک حقیر سا جانور ہوکر ساری رات اللہ کے پیارے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذکر مبارک میں بسر کردیتا ہوں لہٰذا ہم بھی بغض وعناد کی پٹ اتارو اور غفلت ومستی کا خول توڑو اور عشق مصطفیٰ

علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے دل کے آبگینے میں سجا کر اللہ کے ذکر پر ذکر مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پانی چڑھا کر اپنے اشرف المخلوقات ہونے کا ثبوت دو۔ فاعبروا یا اولی الابصار اب ہم چند ایسی روایت لاتے ہیں جو اس بات کی وضاحت کریں گی کہ کائنات کی ہر وہ چیز جو اللہ کی تسبیح بیان کرتی ہے وہ ذکر مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء بھی کرتی ہے اور جہاں جہاں تک ذکر خدا ہے وہاں وہاں تک اسم مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے۔

عرش اعظم پہ تازہ چھیڑ چھاڑ:

مستدرک وحاکم میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت آدمؑ نے اللہ ربّ العزت کی بارگاہ میں ان الفاظ سے توبہ کی۔ یا ربّ اسئلك بحق محمد اے میرے ربّ! میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے تیری بارگاہ میں دعا کرتا ہوں تو مجھے معاف فرما دے اس لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ سے پوچھا۔

یا ادم کیف عرفت محمد اولم اخلقه؟ اے آدم علیہ السلام! تجھے محمد کے بارے میں کیسے معلوم ہوا حالانکہ میں نے تو ابھی انہیں پیدا بھی نہیں کیا۔

حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کی:

یا ربّ لما خلقتنی بیدك و نفخت فی من روحك رفعت راسی فرایت علی وا لم العرش مکتوبا لا اله الا الله محمد رسول الله فعلمت انك لم تضف الی اسمك الا احب الخلق الیك (المستدرك: ۲/۲۱۵)

اے ربّ کریم جب تو نے مجھے پیدا فرما کر میرے اندر اپنی روح پھونکی اور میں نے سر اٹھایا تو مجھے عرش کے چاروں اطراف پر یہ کلمہ لکھا ہوا نظر آیا۔ لا اله الا الله محمد رسول الله سے میں نے جانا کہ یہ نام اللہ

تعالیٰ کو تمام مخلوق سے زیادہ پسند ہے حاکم کی ایک روایت میں اس کا اضافہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے آدم تو نے سچ کہا ہے واقع محمد صلی اللہ علیہ وسلم میرے نزدیک ساری مخلوق سے زیادہ پیارے ہیں اور فرمایا **ولولا محمد ما خلقتك** اور اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوتے تو میں تجھے بھی پیدا نہ فرمایا۔ اسی طرح حضرت اس بن مالک اور حضرت ابوالحمراء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور، محبوب، ربّ غفور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لما اسری بی الی السماء اذا علی العرش مکتوب لا اله الا الله محمد رسول الله (شرح شفاء ۱/۳۵۷)

جب میں معراج کی شب عرش پر تھا میں نے عرش پر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا دیکھا۔

عرش پہ تازہ چھیڑ چھاڑ فرش پہ طرفہ دھوم دھام
کان جدھر لگائے تیری ہی داستان ہے

جنت کے دروازے پر ذکر حبیب صلی اللہ علیہ وسلم:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔

علی باب الجنة مکتوب ان الله لا اله الا الله محمد رسول لا اعذب من قالها (الشفاء: ۱/۲۲۸)

جنت کے دروازے پر یہ تحریر ہے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں محمد اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے رسول برحق ہیں جس شخص نے بھی اس قول کو مان لیا اللہ تعالیٰ اسے عذاب میں مبتلا نہیں فرمائے گا حلیہ میں بھی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ہی سے مروی ہے **ما فی الجنة شجرة علیها**

ورقـه الا مكتـوب عـليهـا لا الـه الا الله محمد رسول الله

(الشفاء:۱/۲۲۹)

جنت کے درختوں میں کوئی پتہ ایسا نہیں جس پر نہ لکھا ہو۔

لا اله الا الله محمد رسول الله ۔

لوح محفوظ پر ذکر رسول صلی اللہ علیہ وسلم:

علامہ محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر روح المعانی میں حضرت عبد بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں۔

"لـوح مـن درة بيضاء طوله ما بين السماء والارض و عرفه مـا بين المشرق و المغرب و حافتاه الدرو اليا قوت و قلمه نـور وانـه كتب فى صدره لا اله الا وحده لا شريك له دينه الاسـلام و مـحـمـد عبده ورسوله ممن امن بالله عزوجل و صدق بوعده واتبع رسله ادخله الجنة (روح المعانی: پارہ ۳۰)

لوح محفوظ چمکدار موتی سے بنا ہوا ہے اس کی لمبائی آسمان وزمین کے درمیان فاصلے اور چوڑائی مشرق ومغرب کی مقدار کے برابر ہے اس کے کناروں پر موتی اور یاقوت جڑے ہوئے ہیں اس کا قلم نوری ہے اور اس کی پیشانی پر یہ تحریر کنندہ ہے۔ لا اله الا الله وحده لا شريك له اس کا پسندیدہ دین اسلام ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پیارے بندے اور رسول ہیں اور جو شخص اللہ پر ایمان لائے گا اور اس کا وعدہ پورا کرے گا اور اس کے رسولوں کا اتباع کرے گا وہی جنت میں داخل ہوگا۔

سب سے پہلے قلم نے کیا لکھا؟

علامہ محمد یوسف بن اسماعیل نبھانی رحمۃ اللہ علیہ روایت نقل کرتے ہیں کہ جب

قلم کو پیدا فرمایا اور اس کو لکھنے کا حکم ہوا تو سب سے پہلے قلم نے لوح پر یہ لکھا۔

انی انا اللہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول من استسلم لقضائی ومر علی بلائی و شکر علی نعمائی و رضی بعکمی کتبته صدیقا و بعثته یوم القیامة مع الصدیقین (حجة اللہ علی العالمین)

بے شک میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں محمد میرے رسول ہیں جس نے میری قضا کے سامنے سر تسلیم خم کیا میری آزمائش پر صبر کیا میری نعمتوں پر شکر کیا اور میرے حکم پر راضی ہو گیا تو اس کو صدیق لکھوں گا اور قیامت کے روز اسے صدیقین کے ساتھ اٹھاؤں گا۔

ثابت ہوا لوح و قلم سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنے ذکر کے ساتھ اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کروایا۔

بقول امام اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ:

نہ روح میں نہ عرش بریں نہ لوح میں کوئی بھی کہیں
خبر ہی نہیں جو رمزیں کھلیں ازل کی نہاں تمہارے لئے

پتھروں پر ذکر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ:

ا- ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ حضرت اب طلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ بیت اللہ شریف کے پہلے انہدام کے وقت ایک لکھا ہوا پتھر ملا جس کی عبارت پڑھنے کے لئے ایک آدمی کو بلایا گیا اس نے تحریر پڑھی تو اس میں لکھا ہوا تھا میرا بندا چنا ہوا، متوکل منیب اور مختار ہے اس کی جائے ولادت مکہ میں اور جائے ہجرت طیبہ ہے وہ اس وقت تک دنیا سے نہ جائے گا جب تک وہ ٹیڑھے راستوں کو سیدھا نہ کر دے وہ خدا کی الواہیت کی گواہی دے گا اس کی امت حمادون ہو گی جو ہر بلندی پر خدا کی حمد بیان کرے گی وہ لوگوں پنڈلیوں تک ازار باندھیں گے اور اطراف اعضاء کا وضو کریں

گے اس کے ساتھ یہ بھی تھا۔

میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی مستحق عبادت نہیں محمد رسول ہیں سعادت مندی ہے ان کی جوان پر ایمان لائے اور ان کی اتباع کرے جو میرے ساتھ وابستہ ہوا نجات پا گیا۔ حرم میرا کعبہ میرا گھر ہے جو میرے گھر داخل ہو گیا وہ میرے عذاب سے بے خوف ہو گیا۔

یہ کلمات امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ یہ کلمات امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے تاریخ میں اور ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ حسن بن سلمان کے طریق سے اور بیہقی محمد بن اسود کے واسطے سے بیان کرتے ہیں۔

۲- حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا مجھے آیت وَكَانَ تَحْتَهُ كَنْزٌ لَّهُمَا (الکہف: ۸۲) ایک بارے میں معلوم ہوا ہے کہ یہ سونے یا سنگ مرمر کی تختی تھی جس پر لکھا تھا تعجب ہے اس شخص پر جو موت پر یقین رکھتا ہے اور پھر ہنستا ہے حیرانی ہے اس آدمی پر جسے حساب کا یقین ہے مگر وہ غفلت میں مبتلا ہے تعجب ہے کہ دنیا اور اس کے انقلابات کا مشاہدہ کرنے والا اس پر کیوں دل لگائے بیٹھا ہے؟ اور اس کے آخر میں یہ تحریر تھی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔

۳- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ہم رسول اللہ کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک پرندہ آیا جس کے منہ میں سبز رنگ کا موتی تھا اس نے وہ نیچے ڈالا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اٹھالیا اس موتی میں سبز رنگ کا ایک کیڑا تھا جس پر زرد رنگ سے تحریر تھا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ (سیرت حلبیہ، حجۃ اللہ علی العالمین)

۴- امام حلبی سیرت میں لکھتے ہیں کہ ۴۵۶ھ میں خراسان میں شدید طوفان آیا جس طرح قوم عاد پر آیا تھا اس سے پہاڑ ہل گئے اور وحشی جانور بھاگ کھڑے ہوئے جس طرح لوگوں نے سمجھا شاید قیامت برپا ہو گئی ہے چنانچہ انہوں نے اللہ کی بارگاہ

میں دعا وزاری شروع کر دی پھر کیا دیکھا کہ ایک عظیم روشنی آسمان سے ایک پہاڑ پر اترتی ہے اور بھاگے ہوئیجا نور اس پہاڑ طرف لوٹ رہے ہیں۔ چنانچہ وہ بھی وہاں پر پہنچے تو انہیں اس نور میں پتھر کی ایک سل ملی جو ایک ہاتھ لمبی اور تین انگلیاں چوڑی تھی اس پر تین سطریں تحریر تھی۔

۱-لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللهُ فَاعْبُدُوْنَ ۔

اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں پس میری ہی عبادت کرو۔

۲- محمد رسول الله القرشی ۔

محمد جو کہ قریشی ہیں اللہ کے رسول ہیں

۳- احذروا وقعة المغرب انها تكون من سبة اوتسعة والقيامة قد ارفت'

جنگ مغرب سے ڈرو وہ سات یا نو کے عرصہ میں ہوگی اور قیامت قریب آگئی ہے۔

اس طرح کے ہزاروں واقعات ملتے ہیں بلکہ قیامت تک ظاہر ہوتے رہیں گے۔

سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی:

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضرت سلیمان علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کی انگوٹھی کا نگینہ آسمانی تھا آسمان سے ان کی طرف ڈالا گیا تو انہوں نے اس انگوٹھی میں رکھ لیا اور اس انگوٹھی سے ہی ان کا کاروبار چلتا تھا اس نگینہ پر یہ عبارت تحریر تھی۔

ان الله لا اله الا الله محمد عبدی ورسولی

میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں محمد میرے بندے اور رسول ہیں۔

حضرت سلیمان علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام جب رفع حاجت کے لئے جاتے یا مباشرت فرماتے تو اس انگوٹھی کو اتار دیتے اور جب سے اتارتے تو لوگوں کا معاملہ انہیں عجیب سا لگتا جو انگوٹھی اتارنے سے قبل نہ ہوتا۔

نبی پاک صاحب لولاک سیاح افلاک نے فرمایا سلمان بن داؤ علیہما السلام کی انگوٹھی کا نقش لا الہٰ الا اللہ محمد رسول اللہ تھا۔ (حجۃ اللہ علی العالمین) ہر معروف تسبیح سننے پر:

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ شرح شفا میں ایسے واقعات بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ ہم نے سے جانور اور پتھر وغیرہ دیکھے جن پر حضور علیہ الصلوٰۃ کا اسم گرامی نہبت تھا فرماتے ہیں۔

والذی یضطرب بالبال الفاطر واللہ اعلم بالظواہر والسرائران ھذا۔کا لھا کثوفات مکشوفات لا ھلھالا ھلما لا یرھا من لم یستا ھلما و ربما یقال ان اسمہ سبعانہ و تعالیٰ علی اسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مرسوم علی کل شی من ملك و فلك و بناء وسمء و فرش و عرش و حجرو مددو شجر و ثمر و نعوذالك و لکن اکثر الخلق لا یبصرون تصویر ج، و مظھر قول سبحانہ و تعالی وان من شی الا یسبع بغخدہ و لکن لا تفقھون تسبیھم'

(شرح الشفاء ۱/۲۷۸)

میرا دل گواہی دیتا ہے کہ ہر شے کے ظاہر اور باطن کو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ ان کے تمام پلغعات کا تعلق کشف سے ہے اور اہل کشف ہی اس کا مطالعہ کر سکتے ہیں ان کے علاوہ لوگ اس حقیقت کو نہیں جان سکتے

یہ بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا نام اور اس کے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام کائنات کی ہر شے فرشتہ، فلک، زمین، عرش، فرش، پتھر، ریش کے ذرات، درخت اور پھل وغیرہ تمام پر تحریر شدہ ہے لیکن اکثر لوگ اس کو دیکھ نہیں سکتے اور نہ ان کو یہ نقش نظر آتا ہے اس کو اللہ تعالیٰ کے فرمان سے سمجھا جا سکتا ہے کہ ہر شے اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتی ہے لیکن تم اسے سمجھ نہیں سکتے۔

امام اہل سنت، مجدد دین وملت علیہ الرحمہ یوں فرماتے ہیں:

رہے گا یونہی ان کا چرچا رہے گا
پڑے خاک ہو جائیں جل جانے والے
تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ
مرے چشم عالم سے چھپ جانے والے

عالم ارواح میں ذکر حبیب صلی اللہ علیہ وسلم:

عالم ارواح میں خالق کائنات نے اپنے محبوب علیہ والصلوٰۃ والسلام کے ذکر کی محفل سجائی یہ محفل ذکر عام نہ تھی بلکہ اخص الخاص تھی اس لئے کہ اس کا انعقاد کرنے والا کوئی معمولی نہ تھا بلکہ خود خالق کائنات تھا اس محفل میں ذکر مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء سننے والے بھی عام نہ تھے بلکہ نوع انسانیت کے مقتداء و پیشوا، رسل انبیاء تھے اس محفل میں خطاب کرنے والا کوئی عام مبلغ یا خطیب نہ تھا بلکہ خود خالق کائنات عزوجل خطاب فرمانے والا تھا اور خطاب کا موضوع بھی کوئی عام نہ تھا بلکہ ذکر امام الانبیاء تھا پھر اس محفل کے انعقاد کا مقصود و مطلوب صرف اپنے محبوب علیہ السلام کے صدقے تمام حاضرین کو منصب رسالت و نبوت عطا کرنا اور تمام انبیاء علیہم السلام سے اپنے محبوب پر ایمان لانے اور ان کی مدد کرنے کا اقرار لینا تھا۔ جب عالم ارواح کی

محفل ذکر مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء انعقاد پذیر ہوگئی اور ذکر محبوب علیہ السلام بھی ہوگیا، ذکر حبیب کے ساتھ آپ کے صدقے تمام انبیاء کو منصب نبوت بھی مل گیا اور نبی الانبیاء پر ایمان لانے کا اقرار بھی کروالیا اور ان کی مدد کرنے کا بھی پختہ عہد لیا پھر فرمایا یہ بات صرف قول واقرار تک نہیں بلکہ تم ایک دوسرے اس بات پر گواہ بھی بنو۔ جب تمام رسل وانبیاء ایک دوسرے کے گواہ بن گئے تو پھر فرمایا اب تم سب پر میں گواہ ہوں کہ تم نے یہ قول واقرار کیا ہے اس کے بعد اگر کوئی اس اپنے وعدے سے پھرے گا تو وہ فاولئک ھم الفقون (النور:۵۵) کے زمرے میں داخل ہوگا۔

چنانچہ قرآن پاک میں اللہ رب العالمین اس محفل ذکر مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کا تذکرہ محبت بھرے انداز میں یوں فرماتا ہے۔

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ط قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِیْ ط قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ط قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ. فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۔(آل عمران : ۸۱/۸۲)

اور یاد کرو جب اللہ نے پیغمبروں سے عہد لیا جو میں تم کو کتاب اور حکمت دوں پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول جو تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائے تو تم ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا فرمایا کیوں تم نے اقرار کیا اس پر میرا بھاری ذمہ لیا سب نے عرض کی ہم نے اقرار کیا فرمایا ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ اور میں تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں جو کوئی اس کے بعد پھرے تو وہ فاسق ہیں۔

انبیاء کو منصب نبوت کب ملا؟

اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ تمام نبی پہلے حضور نبی اکرم، نورِ مجسم، شفیع معظم، حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر ایمان لائے اس اقرار کے صلے میں انہیں نبوت کے منصب پر فائز کیا گیا۔

امام قسطلانی مواہب اللدنیہ میں روایت نقل فرماتے ہیں۔

ان اللہ تعالی لما خلق نور نبینا محمد صلی اللہ علیہ وسلم امر انطر الی انور الانبیا علیھم السلام فغشیھم من نورہ ما انطقھم اللہ بہ فقالو یا ربنا من غشینا نورہ؟ فقال اللہ تعالیٰ ھذا نور محمد بن عبداللہ ان امنتم بیہ جعلتکم انبیاء قالو امنا بہ و بنبو تہٗ فقال اللیہ تعالیٰ اشھد علیکم؟ فقالو انعم، فذالک قولہ تعالی وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ......

(مواہب اللدنیہ (۶۶،۹۷)

بے شک جب اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کو پیدا فرمایا تو اس کو حکم دیا کہ ارواح انبیاء کی طرف متوجہ ہولیں اس نے اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی طاقت سے ان سب کو اپنے نور سے ڈھانپ لیا ان سب نے عرض کیا اے ہمارے ربّ کس کے نور نے ہمیں ڈھانپ لیا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا محمد بن عبداللہ کا نور ہے اگر تم ان پر ایمان لاؤ گے تو میں تم سب کو منصب نبوت پر فائز کروں گا انہوں نے کہا ہم ان پر اور ان کی نبوت پر انہوں نے کہا جی ہمارے رب، قرآن حکیم میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اے محبوب! وہ وقت یاد کرو جب اللہ نے انبیاء سے پختہ عہد لیا تھا......۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی تصدیق کر کے انبیاء کرامؑ نے جب اپنی اپنی نبوت کے مناسب حاصل کئے تو یہ انہیں عمومی حیثیت سے نہیں عطا کئے گئے تھے بلکہ اللہ ربّ العزت نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی تصدیق کرنے کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شایان شان تمام انبیاء کرام کی محفل منعقد فرمائی اور سب سے ایسا وعدہ لیا کہ نہ صرف انہیں ایک دوسرے کا شاہد بنایا لیکن خود اپنے محبوب علیہ السلام کی نبوت کے گواہوں میں شامل ہونے کا اعلان فرما دیا۔

محبت بھری گفتگو:

اس آیت مبارکہ میں محبوب دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا جا رہا ہے اے محبوب وہ وقت یاد کرو جب ہم نے تیری خاطر سب نبیوں کو اکٹھا کیا تھا اور ایک شاندار محفل کا اہتمام کیا تھا تاکہ ان سے تیری نبوت پر ایمان لانے کا وعدہ لیا جائے، یاد کرو وہ منظر جب ہم نے تیرے ذکر کے چرچے عالم ارواح میں کئے تھے۔ یہ پیار بھری گفتگو ایسے پیارے انداز میں کی جا رہی ہے جیسے دو گہرے دوستوں کے درمیان بات ہو رہی ہو اور ایک دوست دوسرے سے کہہ رہا ہو کہ فلاں وقت یاد کرو جب ہمارے درمیان فلاں واقعہ پیش آیا تھا یا یوں کہا جائے کہ وہ وقت یاد کرو جب ہم نے مل کر وہ خاص منظر دیکھا تھا اور مذکورہ منظر جس کے بارے میں دونوں دوستوں کے درمیان گفتگو ہو رہی ہو جب بڑا پرکشش اور ناقابل فراموش ہو تو دونوں دوست اس میں حاضر ہوا اور اس سے لطف اندوز ہونے کے وقت کو یاد کرتے ہیں اور اگر مخاطب کے وہ ذہن وگمان میں بھی نہ ہو تو متکلم کا انداز پھر یوں نہیں ہوتا بلکہ پھر اس کا انداز بالکل اس سے ہٹ کر ہوتا ہے کلمہ از کے معنی کا مدعا تب ہی پورا ہوتا ہے جب وہ بات متکلم اور مخاطب دونوں کے علم میں ہوتی ہے اور مقصود صرف مخاطب کو حوالہ دے اس کے ذہن میں اس گزرے ہوئے واقعہ کی یاد تازہ ہوتا ہے اس مذکورہ آیت سے بھی یہی مراد ہے

اوراس طرح قرآن پاک میں کئی ہیں مثلاً وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ (بقرہ:۳۴)
اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم وہ وقت یاد کرو جب ہم نے فرشتوں سے فرمایا
وَاِذَا قِيلَ لَهُمْ (بقرہ:۱۱) اور وقت یاد کرو جب ان سے کہا گیا وغیرہ۔

مصدق کون ہوتا ہے؟

مصدق اسے کہتے ہیں جو کسی کی تصدیق کرے کہ ہاں یہ امر ٹھیک ہے اس میں شک کی گنجائش نہیں۔ حضور اکرم، نورِ مجسم، شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم کو مصدق کہنے میں دو حکمتیں ہیں ۱۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام رفعت کو بیان کرنا۔ ۲۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کو بیان کرنا۔

پہلی حکمت:

ہمارے معاشرے میں بھی یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ مصدق (تصدیق کرنے والا) مصدق (جس کی تصدیق کی جائے) سے عالی مرتبہ ہوتا ہے کیونکہ اگر مصدق اور مصدق دونوں برابر ہوں یا مصدق سے مصدق کم درجے کا ہو تو اس کی تصدیق قابل قبول نہیں ہوگی۔

فائدہ:

یاد رکھیں! مصدق کی دو قسمیں ہیں:
۱۔ مصدق لنفسہ۔ ۲۔ مصدق بغیرہ یہاں پر یہی قسم ثانی مراد ہے۔

اس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء کی نبوت ورسالت کی تصدیق کرنے والے ہیں اس لحاظ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم مصدق ہوئے اور تمام انبیاء و رسل مصدق لہٰذا مصدق نے ثابت کر دیا کہ ہمارے آقا علیہ السلام تمام انبیاء و رسل سے افضل و اعلیٰ ہیں۔

دوسری حکمت:

اس لفظ مصدق سے ختم نبوت کا بیان بھی ہو رہا ہے وہ یوں کہ آیت مصدق لما معکم میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام انبیاء کا مصدق قرار دیا گیا ہے جبکہ دوسرے تمام انبیاء علیہم السلام آئندہ آنے والوں کے لئے مبشر تھے انہوں نے باری باری حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارتیں دیں لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی کے مبشر نہیں بلکہ سب کے مصدق ہیں اور یہ بات بھی اظہر من الشمس ہے کہ تصدیق کرنے والا مصدق کے بعد ہی ہوتا ہے اگر بالفرض محال آپ کے بعد کسی نبی نے آنا ہوتا تو پھر آپ اس کے لئے مبشر ہوتے اگر کسی کے آپ مبشر ہوتے تو پھر آپ کی عالمگیر رسالت اور نبوت نامہ میں نقص یا کمی کا شائبہ ہو سکتا تھا۔ جبکہ یہ بات اللہ تعالیٰ کو قطعاً ناپسند ہے اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو قیامت تک قائم رکھا اور تمام انبیاء علیہم السلام کا جامع آپ کی ذات کو بنایا اور باقی انبیاء علیہم السلام کو آپ سے پہلے بھیج دیا کیونکہ جب سورج آجاتا ہے تو چاند ستارے غائب ہو جاتے ہیں۔

سورج کے نکلتے ہی تارے غائب:

کیا خبر کتنے تارے کھلے چھپ گئے
پر نہ ڈوبے نہ ڈوبا ہمارا نبی ﷺ

سارے پیغمبر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب ہیں اور ازل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اصل پر نائب کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ وہ اپنی اصل کو پہچانے اس لئے کہ جب اصل پردے میں ہو یا نائب ہو تو اس کی نیابت میں حکومت کرنے اور اس کے موجودگی میں اپنے آپ کو برخاست کر دے۔

سارے انبیاء ظل ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کی اصل۔

سارے پیغمبر تیمم ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم وضو۔

سارے انبیاء ورسل دریا ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سمندر۔

سارے پیغمبر چاند تارے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سورج۔

سارے انبیاء ورسل فیض لینے والے ہیں جبکہ ہمارے آقا علیہ السلام فیض دینے والے جہاں سمندر کا ظہور نہ ہو وہاں دریاؤں کی بادشاہت ہوتی ہے جب آفتاب در پردہ ہو تو چاند تاروں کی سلطنت ہوتی ہے اسی طرح جب وضو ناممکن ہو تو تیمّم کی حکومت ہوتی ہے۔

مگر سمندر میں پہنچ کر دریا گم، سورج کے نکلتے ہی تارے غائب، پانی کے آتے ہیں تیمم برخاست ہو جاتا ہے اس آیت میں فرما دیا گیا اے گروہ انبیاء تم اپنے کو بھی پہچانو اور اپنے اس سید کو بھی پہچانو ہم سے عہد کرو اگر تم ان کا زمانہ پاؤ تو ان کے دامن نور میں تاروں کی طرح چھپ جانا اور اپنے کو ان میں ایسا گم کر دینا جیسے دریا سمندر میں پہنچ کر۔ میرے آقائے نعمت امام اہل محبت رضی اللہ عنہ کی نظر اٹھی تو آپ نے اس کا یوں ترجمہ کیا۔

آب آمد وہ کیسے اور میں تیمم برخاست
مشت خاک اپنی ہو اور نور کا ابلا تیرا
میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہوں مالک کے حبیب
یعنی محبوب و محب میں نہیں میرا تیرا

ہاں بولو تم اس کا اقرار کرتے ہو اگر کرو گے تو نبوت کا تاج، نیابت کا تخت ولایت کا جوڑا، سب کچھ تمہارے لئے ہیں سب نے بیک زبان کہا اقررنا ہم نے اقرار کر کیا۔ قلندر لاہوری علیہ الرحمہ کی نظر پڑی تو آپ سے بھی نہ رہا گیا اور زبان محبت سے یوں گویا ہوئے۔

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

ساری کائنات کے لئے رسول:

مذکورہ بالا آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے ثم جآء کم رسول ارشاد فرمایا اس کو لانے کی بھی حکمتیں ہیں یہاں صرف دو ہی بیان ہوں گی۔

۱۔ختم نبوت پر دلالت:

ان کلمات میں صراحت کے ساتھ بیان یہ ہے کہ جب تم سب آچکو گے یعنی جب اور کوئی رسول بن کر آنے والا نہیں رہے گا تم سب اپنی اپنی نبوتوں کے زمانے گزار چکو گے اور کسی حال میں بھی کوئی نبی یا رسول آنے والا نہیں ہوگا۔ ثم جآء کم رسول پھر تمہاری جانب میرا پیارا رسول تشریف لائے گا۔

۲۔وسعت رسالت:

ثم جاءکم رسول کے ذریعے یہ واضح کر دیا کہ تم میں سے کوئی تو جائے گا قوم عاد کی طرف اور کوئی جائے گا ثمود کی طرف، کسی کو مدائن میں بھیجا جائے گا کسی کو فلسطین کی طرف، کوئی مصر میں جائے گا تو کوئی شام کی طرف الغرض ہر نبی کو اپنے اپنے علاقوں، نسلوں قبیلوں اور شہروں میں پیغام رسالت دے کر بھیجا جائے گا اور اس طرح اس کائنات کا کوئی قریہ اور گوشہ ایسا نہیں رہے گا جہاں تم میں سے کوئی نہ کوئی نہ پہنچا ہو یعنی ہر قوم اور علاقے میں اللہ کی جانب سے ان کی زبان کے مطابق رسول آتے رہے۔ جس طرح سورہ ابراہیم میں ارشاد ہوتا ہے۔

وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ،

اور ہم نے کوئی پیغمبر ایسا نہیں بھیجا مگر اس قوم کی زبان میں تا کہ ان کو سمجھا

سکے (ابراہیم)

جب ساری کائنات میں رسول پہنچ جائیں گے اور کوئی خطہ یا علاقہ خالی نہ رہے ہوگا تو 'ثم جاء کم رسول' پھر پوری کائنات کے گوشے گوشے کے لئے میرا ایک ہی رسول آئے گا وہ کسی مخصوص قریے یا علاقے کی طرف نہیں آئے گا وہ صرف عجم والوں کے لئے یا صرف عرب والوں کے لئے نہیں ہوگا بلکہ وہ ایسی ہمہ گیر رسالت کا ملک ہوگا کہ تم سب نبیوں کی رسالتیں اور نبوتیں ایک زمانے یا کسی مکان تک ہوں گی لیکن رسالت مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء زمان ومکان کی تمام حدیں توڑ کر پوری کائنات کو اپنی آغوش میں لے لے گی جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں واضح فرمادیا۔

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا ۔

اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے آپ کو تمام بنی نوع انسان کے لئے خوشخبری دینے والا اور ڈرسنانے والا بنا کر بھیجا ہے۔

نتیجہ یہ نکلا کہ ثم جاکم رسول سے اللہ تعالیٰ نے واضح کر دیا کہ تم سب انبیاء کی نبوتوں اور رسالت پر میرا ایک ہی رسول صلی اللہ علیہ وسلم حاوی ہوگا جو تمہاری رسالتوں اور نبوتوں کی تصدی کرے گا اور تم پر نازل ہونے والی کتابوں کی بھی تصدیق کرے گا۔

میرے پیارے اعلیٰ حضرت امام اہل محبت رحمۃ اللہ علیہ اس کو یوں بیان فرماتے ہیں۔

انبیاء سے کروں عرض کیوں مالک
کیا نبی ہے تمہارا نبی ﷺ
بجھ گئیں جس کے آگے سبھی مشعلیں
شمع وہ لے کر آیا ہمارا نبی ﷺ

تمام انبیاءؑ کے کمالات و معجزات ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم میں:

حضرت آدمؑ سے لے کر حضرت عیسیٰ تک تمام انبیاء میں جتنے محاسن و کمالات و معجزات موجود تھے وہ تمام بطریق احسن آقائے دوجہان رحمت عالمیاں، محبوب ربّ دوجہاں والئی بے کساں صلی اللہ علیہ وسلم میں موجود تھے ہر نبی کو خداوند عالم کی جانب سے معجزات عطا ہوتے رہے جن سے وہ مخلوق کو اللہ تعالیٰ کی طرف لانے میں مدد و معاون ٹھہرائے رہے۔ رہی ان کی تعداد تو وہ کسی کو دو اور کسی کو تین روز کو تیرہ۔ اس سے زائد کسی نبی کو معجزات عطا نہیں ہوئے۔ اس کو یوں بھی بیان کرنا کوئی مبالغہ نہیں بلکہ بالکل قرآن کے مطابق ہے کہ دوسرے انبیاء کرامؑ کو معجزات عطا کئے گئے اور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو معجزہ بنایا گیا اور معجزہ کی تعریف یہ ہے کہ جو انسانی علم و فہم اور بشری فراست وادراک سے بالاتر ہو۔ اسی وجہ سے جب گروہ ابوجہل نے دیکھا تو نہ سمجھ سکا اور زبان حال سے کہنے لگا آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری طرح بس ایک بشر ہی تو تھے جب کہ رحمت عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم خود فرماتے ہیں اے ابوبکر! قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث فرمایا میری حقیقت میرے پروردگار کے سوا کوئی دوسرا نہیں جانتا (مطالع المسرات: ۱۲۹)

دوسرے انبیاء علیہم السلام نے جبریل امین سے سن کر کہا کہ خدا ایک ہے جب کہ ہمارے آقا علیہ السلام نے خدا کو دیکھ کر فرمایا کہ خدا ایک ہے اسی طرح دوسرے انبیاء علیہم السلام کو حق دیا گیا۔

مگر تاجدار انبیاء علیہم السلام کو مجسمہ حق بنایا گیا جیسا کہ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

قُلْ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ۔

اے میرے محبوب! صلی اللہ علیہ وسلم تم اپنے متعلق اعلان کر دو اے دنیا

میں بسنے والو! تحقیق تمہارے پاس اللہ کی جانب سے حق آ گیا۔

گویا کہ بھیجنے والا بھی حق اور آنے والا بھی بالفاظ دیگر خدا بھی حق اور مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم بھی حق۔

الحاصل شہنشاہ کون و مکاں میں حضرت آدم صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق، حضرت شیث علیہ السلام کا عرفان، حضرت داؤد علیہ السلام کی زبان، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی رضا، حضرت ایوب علیہ السلام کا صبر، حضرت یوسف علیہ السلام کی پاک دامنی، حضرت یعقوب علیہ السلام کا گریہ، حضرت موسیٰ علیہ السلام کا جلال اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زہد و تقوی موجود تھا۔ یاد رکھیں حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام نبی وصف نبوت و رسالت میں برابر ہیں لیکن محاسن و کمالات کے لحاظ سے جو مقام میرے آقائے دو عالم، شاہ بنی آدم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے کسی اور نبی کو وہ مرتبہ و مقام نہیں عطا کیا گیا۔

دوسرے انبیاء انبیاء کرام علیہ السلام اور المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی نبوت میں مرتبہ اور مقام کے لحاظ سے پہلا اور بنیادی فرق یہ ہے کہ نبیوں میں سے کوئی نبی کسی ملک کے لئے آیا اور کوئی کسی قوم کے لئے کوئی نبی کسی علاقے کے لئے اور کوئی کسی بستی کے لئے لیکن جب ہمارے آقا مولا صلی اللہ علیہ وسلم کی باری آئی تو فرمایا اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم آپ کسی قوم ملک کے لئے نہیں بلکہ جس طرح میں ساری کائنات کا ربّ ہوں تو ساری کائنات کا رسول ہے جہاں تک میری خدائی وہاں تک تیری مصطفائی دوسرے انبیاء علیہم السلام اور ان کی امتوں کے لئے خدا تعالیٰ نے زمین کا ایک ٹکڑا ان کی عبادت کے لئے منتخب کر دیا تھا اس معین جگہ کے سوا ان کے نماز نہیں ہوتی تھی اور اگر وہ اس جگہ سے کہیں دور ہوتے تو نماز ہیں آکر پڑھتے تھے لیکن رحمت دو عالم نورِ مجسم حبیب مکرم، شاہ بنی آدم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان یہ ہے کہ ایک

دن حضرت عائشہ صدیقہ عفیفہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دوسرے انبیاء کرام علیہم السلام نے نماز پڑھنے کے لئے جگہ معین ہوتی تھی مگر میں دیکھتی ہوں کہ آپ علیہ السلام جہاں دل چاہتا ہے نماز پڑھ لیتے ہیں تو سیدالمرسلین علیہ السلام نے فرمایا اے عائشہ میں اپنی پیشانی زمین پر اس لئے لگاتا ہوں تا کہ ساری زمین میری امت کے لئے پاک ہوجائے اور پھر ساری زمین کو مصلیٰ بنا ہی دیا۔

سلام اس پر جس کے آنے سے زمین مصلیٰ بنی
سلام اس پر جس کے جانے سے عرش بھی معلیٰ بنا

بخاری شریف صفحہ ۶۲ میں حدیث مبارک موجود ہے حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے خدا نے پانچ ایسی چیزیں عطا فرمائی جو کسی اور نبی کو نہیں عطا ہوئیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے۔

وجعلت لی الارض مسجدا وطهورا۔

کہ ساری زمین میرے لئے اور میری امت کے لئے پاک کر دی گئی ہے میرا امتی جہاں چاہے کھڑا ہو کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنی جبیں کو جھکا لے۔

بات ہو رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سابقہ تمام انبیاء علیہم السلام کے کمالات اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم میں رکھ دیئے ہیں اس کی تفصل میں جانا ایک بشر کی طاقت میں نہیں یہاں چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں مثلاً حجرت آدم علیہ السلام کا قرآن میں خاصہ بیان کیا کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے تمام اسماء سکھا دئے جبکہ سیدالمرسلین، امام النبیین کو اللہ تعالیٰ نے اول سے لے کر آخر تک، ازل سے لے کر ابد تک، ابتدا سے لے کر انتہاء تک عالم ارواح سے لے کر عالم برزخ تک اور برزخ سے لے کر دخول جنت تک جو کچھ ہوتا تھا سارے کا سارا سکھا دیا۔

حضرت آدم علیہ السلام کو فرشتوں نے سجدہ کیا اور وہ سجدہ اصل میں نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو تھا دوسرا قیامت تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں فرشتے دست بستہ درود و سلام کے گجرے نچھاور کرتے رہیں۔

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ط يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ○ (الاحزاب)

حضرت موسیٰ علیہ السلام جن کا عصا مبارک پتھر پر لگتا تو پانی کے چشمے نکلتے تھے جبکہ شہنشاہ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو اپنی انگلیوں سے پانی کے چشمے جاری کر دیئے۔

امام اہل محبت رضی اللہ عنہ کی نظر پڑی تو جھوم کر بولے۔

انگلیاں ہیں فیض پر ٹوٹے ہیں پیاسے جھوم کر
ندیاں پنجاب رحمت کی ہیں جاری واہ واہ

موسیٰ علیہ السلام کا عصا لگتا ہے تو دریا میں رستے بنتے ہیں میرے نبی علیہ السلام کی انگلی کا اشارہ ہوتا تو چاند بھی دو ٹکڑے ہو جاتا ہے۔

میرے آقائے نعمت علیہ الرحمہ کی نظر اٹھی تو یوں گویا ہوئے۔

اشارے سے چاند چیر دیا چھپے ہوئے خور کو پھیر لیا
گئے ہوئے دن کو عصر کیا یہ تاب و توانا تمہارے لئے

حضرت سلیمان علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے جنوں کا لشکر عطا کیا تھا لیکن اپنے محبوب علیہ السلام کو فرشتوں کا لشکر عطا کیا حضرت سلمان علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے پرندوں کی بولیاں بھی سکھا دیں سبحان اللہ یہ اعزاز ہے لیکن اس سے بڑا اعزاز تو یہ ہے کہ جس میں جان نہیں ان پتھروں نے محبوب ربّ کائنات سے کلام کیا اس طرح درختوں پہاڑوں جانوروں اور پرندوں نے کلا مکیا اور گوشت کے بھنے ہوئے زہر آلود

ٹکڑے نے اپنا راز بتا دیا اور پھر لکڑی کا ایک سوکھا ہوا تنا فراق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں انسانوں کی طرح رویا اور پھر جنت کا مژدہ پایا تب صبر آیا۔

حضرت یوسف علیہ السلام کی شان پاک یہ بھی تھی کہ جب آپ مصر کے بادشاہ بنے اور قحط کے زمانے میں غلہ تقسیم کرنا شروع کر دیا ابھی قحط کا زمانہ باقی تھا کہ غلہ ختم ہو گیا تو بارخداندی میں سربسجود ہو کر اللہ کی بارگاہ میں عرض کی مولا قحط ختم ہونے میں ابھی تین مہینے باقی ہیں مگر غلہ ختم ہو گیا اب بتائیں میں کیا کروں حکم خداوندی ہوا اے یوسف علیہ السلام گھبرانے کی ضرورت نہیں بلکہ مصر کے بازار میں اپنا تخت بچھاؤ اپنے چہرہ انور سے پردہ اٹھا کر بیٹھ جاؤ جو تمہیں ایک بار دیکھے اسے بھوک نہیں لگے گی۔

سبحان اللہ یہ بڑی شان ہے کہ جو ایک بار یوسف علیہ السلام کو دیکھے اسے بھوک نہ لگے یعنی اس سے بھوک دور ہو جائے گی لیکن اس سے بڑی شان تو یہ ہے کہ حضور پُرنور شافع یوم النشور محبوب ربّ غفور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے ایمان کی حالت میں مجھے دیکھا یا میرے دیکھنے والے کو دیکھا اس پر دوزخ کی آگ حرام ہے جہنم کی آگ نہیں چھوئے گی (مشکوٰۃ شریف ۵۵۴)

حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن میں گم ہو کر مصر کی عورتوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لئے مگر جب میرے آقا علیہ السلام کے جمال لازوال پر عرب کے شاہسواروں کی نظر جمی اس میں ایسے گم ہوئے کہ جانوروں کا نذرانہ دے دیا مگر خبر نہ ہوئی اس پر جب سیدی اعلیٰ حضرت کی نظر پڑی تو محبت میں جھوم کر بول اٹھے۔

حسن یوسف پہ کٹیں مصر میں انگشت زناں
سر کٹاتے ہیں تیرے نام پر مردان عرب

حضرت نوح علیہ السلام کی شان پاک یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے تباہ کن طوفان کے عذاب سے آپ کو بچالیا اور کشتی کو کنارے لگا دیا اور کشتی کئی دن تک پانی پر تیرتی رہی۔

کشتی کا پانی پر تیرنا کمال کی بات نہیں بلکہ کمال تو یہ ہے کہ سید العرب والعجم، شاہ بنی آدم صلی اللہ علیہ وسلم نے پتھر کو حکم دیا تو وہ پانی پر تیرتا ہو خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔

تفسیر کبیر میں امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پانی کے کنارے کھڑے تھے اور ابو جہل کا بیٹا وہاں کھڑا تھا وہ بولا ان کنت صادقا فادع ذالک الحجر الذی هو فی الجانب الاخر 'اے محمد! صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ سچے ہیں تو وہ پتھر جو دوسرے کنارے پر ہے اس کو بلاؤ وہ تیرتا ہوا آئے اور ڈوبے نہ اور آ کر آپ کی نبوت کی گواہی دے۔

فاشاد الرسول الیه فانقلع الحجر الذی من مکانه و شهد بالرسالة، پس وہ پتھر اپنے مکان سے چلا اور پانی پر تیرتا ہوا نبی کریم رؤف ورحیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت سراپا عظمت میں حاضر ہوا اور حضور علیہ السلام کی رسالت کی گواہی دی۔ شاہ بحر و بر، محبوب ربِّ اکبر، مالک کوثر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تمہارے لئے یہ کافی نہیں؟ تو عکرمہ بولا اب پھر یہ تیرتا ہوا اپنی جگہ پر واپس چلا جائے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ فرمایا تو وہ تیرتا ہوا واپس اپنی جگہ پر چلا گیا۔

جس نے ٹکڑے کئے ہیں قمر کے وہ ہے
نور وحدت کا ٹکڑا ہمارا نبی ﷺ

حضرت عیسیٰؑ کی شان پاک کہ جس مرد کو چاہتے زندہ فرماتے اور جس مریض کے بدن پر اپنا عصا پھیرتے اسے صحت مل جاتی اور جس اندھے کو چاہتے بینا کر دیتے۔ آپ علیہ السلام کا مردوں کو زندہ کرنا اعجاز تو ہے لیکن کمال اعجاز نہیں کیونکہ مردے میں پہلے روح تھی اب روح کو واپس لوٹا دیا ہے کمال اعجاز تو یہ ہے کہ جس میں روح ہی نہیں اس کو زندہ کرنا پھر اس سے گفتگو کرنا جس طرح کہ ہمارے آقا علیہ السلام نے اشارہ فرمایا تو ابو جہل کے ہاتھ میں کنکریاں زندہ ہوئیں اور کلمہ پڑھ کر اپنی زندگی کا

ثبوت دیا اور نبی پاک علیہ السلام کی رسالت کی گواہی دی۔

میرے آقائے نعمت، امام اہل محبت، محسن اہل سنت، مجدد دین ملت علیہ الرحمہ کی نظیر محبت اٹھی تو وجد کرتے ہوئے یوں بول اٹھے۔

جن کے تلووں کا دھوون ہے آب حیات
ہے وہ جان مسیحا ہمارا نبی ﷺ
جس نے مردہ دلوں کو دی عمر ابد
ہے وہ جان مسیحا ہمارا نبی ﷺ

جبریل امین اور ذکر محبوب علیہ السلام:

سورۃ والضحیٰ کا شان نزول بیان کرتے ہوئے مفسرین نے لکھا کہ ایک مرتبہ بعض اہم حکمتوں کی بناء پر کچھ عرصہ کے لئے وحی کا سلسلہ منقطع ہو گیا تو مخالفین نے یہ طعنہ دینا شروع کر دیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رب نے معاذ اللہ اسے چھوڑ دیا ہے اس پر اللہ تعالیٰ نے سورت والضحیٰ کے رب نے معاذ اللہ اسے چھوڑ دیا ہے اس پر اللہ تعالیٰ نے سورت والضحیٰ نازل فرمائی جو کہ ساری کی ساری نبی پاک علیہ السلام کے ذکر میں ہے اور جس کی ہر ہر آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب علیہ السلام ذکر کی بلندی کو بیان فرمایا ہے۔

جب حضرت جبرائیل علیہ السلام اس سورہ مبارکہ کی صورت میں ربّ کریم کا پیار بھرا پیغام محبوب ربّ کریم کی طرف سے کر آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لب ہائے مبارکہ کو جنبش ہوئی۔ رحمت کے پھول جھڑنے لگے۔ پیار بھرے کلمات کچھ یوں ترتیب پائے۔

ماجئنت حتی اشقت الیك،

اے جبرائیل علیہ السلام تم نے آنے میں اتنی دیر کر دی کہ مجھے تمہاری ملاقات کا

اشتیاق ہوا۔

اس پر جبریل علیہ السلام نے پیار و محبت سے بریز گفتگو کرتے ہوئے عرض کیا وانا کنت اشد الیك شوقا، ولکنی عبدمامور و ما تنزل الا جامر ربك، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے آپ کی زیارت وملاقات کا شوق آپ سے بھی بڑھ کر تھا مگر میں حکم کا غلام ہوں اور آپ کے ربّ کے حکم کے بغیر ہم نازل نہیں ہو سکتے۔

(تفسیر خازن: ۴/۴۸۵ - معالم التنزیل، ۴/۹۴ - الجامع الااحکام، ۲۰/۹۴)

فارسی شعر میں ایک محبوب و محب کے درمیان تعلق کو کتنے پیارے انداز ے میں بیان کیا ہے۔

میاں عاشق و معشوق رمزیست
کراماً کاتبین لاھم خبر نیست

جبریل امین علیہ السلام کی عمر مبارک:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حضرت جبریل امین حاضر ہوئے۔ دریائے رحمت موج میں آیا اور زبان اطہر جنبش کرنے لگی اور رحمت کے پھول جھڑنے لگے۔ ارشاد فرمایا اے جرائیل امین علیہ السلام آج یہ تو بتاؤ کہ تمہاری عمر کتنی ہے؟

عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اپنی عمر کا کچھ اندازہ نہیں اتنا ضرور پتہ ہے کہ چوتھے حجاب عظمت میں ہر ستر سال کے بعد ایک ستارہ طلوع ہوتا تھا جسے میں اپنی عمر میں ستر ہزار مرتبہ دیکھا ہے۔ اس سے خود میری عمر کا اندازہ فرمالیجئے۔

یہ سن کر نبی کریم، شفیع معظم، حبیب مکرم، شاہ نبی آدم صلی اللہ علیہ وسلم نے نور بھری گفتگو فرمائی جس میں ارشاد فرمایا اے جرائیل علیہ السلام کیا آپ وہ ستارہ دیکھ کر

پہچان لو گے عرض کی کیوں نہیں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو ستارہ میں نے اتنی بار دیکھا ہو تو کیوں نہیں پہچانوں گا؟ جب سرکار ذی وقار دو جہاں کے تاجدار، محبوب پروردگار صلی اللہ علیہ وسلم نے نور بھرا عمامہ شریف ہٹایا تو پیشانی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں وہ ستارہ نظر آیا جبرائیل امین علیہ السلام نے جب دیکھا تو بے اختیار بول اٹھے رب کائنات کی عزت و جلال کی قسم وہ ستارہ یہی ہے جو میں دیکھا کرتا تھا۔

(انسان العیون ۱/۲۹۔ روح البیان، ۳/۵۴۳)

اس حدیث مبارکہ سے حضرت جبرائیل علیہ السلام کی عمر شریف کا بھی پتہ چل گیا دوسرے بات معلوم ہوئی کہ تمام اشیاء سے پہلے اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کو پیدا فرمایا تھا۔

تاج والے دیکھ کر تیرا عمامہ نور کا
سر جھکاتے ہیں الٰہی بول بالا نور کا
جو گدا دیکھو لئے جاتا ہے توڑا نور کا
نور کی سرکار ہے کیا اس میں توڑا نور کا

جبرائیل علیہ السلام کا عقیدہ:

دربار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سجا ہوا ہے اور حضرت جبریل علیہ السلام بھی حاضر خدمت ہیں وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۔ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۔ والی زبان مبارک جنبش میں آئی رحمت کے پھول جھڑنے لگے ارشاد فرمایا اے جبریل علیہ السلام آپ آدم علیہ السلام کے پاس بھی گئے عرض کی حضور گیا فرمایا آپ نے نوح علیہ السلام کا زمانہ پایا، عرض کی حضور پایا، فرمایا آپ نے ابراہیم علیہ السلام کو خدا کا پیغام پہنچایا عرض کی بالکل پہنچایا فرمایا آپ نے حسن یوسف کو بھی دیکھا، عرض کی ضرور دیکھا، فرمایا آپ نے صبر ایوب کو بھی آزمایا عرض کی حضور میں نے صبر پایا، آپ نے موسیٰ و عیسیٰ

علیہ السلام کا بھی زمانہ پایا عرض کی میں نے پایا، فرمایا جب تو نے تمام انبیاء علیہم السلام کو دیکھا ہے تمام آسمانوں کی سیر کی ہے تمام زمین کی سیاحت کی ہے تو پھر یہ بتاؤ ہم کو کیسے پایا؟

اب حضرت جبریل امین علیہ السلام محبوب دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اپنا عقیدہ و بیان فرماتے ہیں

قال قلبت مشارق الارض ومغار بها فلم اجد رجلا افضل منمحمد ولم ارنبی اب افضل من بنی هاشم۔

جرائیل علیہ السلام نے عرض کی میں نے زمین کے مشارق ومغارب چھان ڈالے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل کوئی نہیں پایا اور بنو ہاشم سے افضل کوئی قبیلہ نہیں پایا۔ (ابو نعیم، طرانی)

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں صحت حدیث کی روشنیاں متین کے صفحات پر جلوہ گر ہیں۔

میرے پیارے اعلیٰ حضرت، امام اہل محبت، محسن اہل سنت مجدد دین وملت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن کی نظر عقیدت اس حدیث پر پڑی تو خودی میں جھوم کر بولے۔

یہی بولے سدرہ والے چمن جہاں کے تھالے
سبھی میں نے چھان ڈالے تیرے پائے کا نہ پایا

تخلیق کائنات کا مقصد:

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت جبرائیل امین بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے اور عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کا رب یہ فرماتا ہے۔

ان کنت اتخذت ابراهیم خلیلا فقا اتخذتك حبیبا و ما خلقت خلقا اکرم علی منك لقد خلق الدنیا و اهلها لا عرضهم کرامتك و مترلتك عندی ولولاك ما خلقت الدنیا

(رواہ بن عساکر)

اگر میں نے ابراہیم علیہ السلام کو خلیل اللہ بنایا ہے تو اے محبوب آپ کو اپنا حبیب بنایا ہے میں نے کوئی مخلوق تجھ سے زیادہ مکرم و معزز پیدا نہیں کی بلکہ دنیا اور اہل دنیا کو اس لئے پیدا کیا ہے کہ انہیں اپنی بارگاہ میں تیری عزت و کرامت اور جاہ و منزلت دکھاؤں اگر اے محبوب تجھے پیدا کرنا مقصود نہ ہوتا تو میں دنیا کو ہی صفت وجود عطا نہ کرتا۔

اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کی نظر پڑی تو آپ نے اس کو یوں بیان کیا۔

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو
جان ہیں وہ جہان کی جان ہے تو جہان ہے

◆◆◆◆◆

معنی و مفہوم اور تعریف

۱-اتباع کا لغوی مفہوم:

میری پیاری بہنو! اتباع کے معنی 'تابعداری' پیروی اور کسی کے نقش قدم پر چلنے کے ہیں اور متبوع کے معنی ہیں قائد اور رہنما جو آگے چل رہا اور لوگ اس کے پیچھے پیچھے چل رہے ہوں گویا اتباع رسول کا مفہوم ہے ہر معاملہ میں اسے رہنما بنانا اور بہر حال اس کے نقش قدم پر چلنا۔

عربی زبان میں اتباع سے مراد ہے کسی شخص کے پیچھے پیچھے چلنا۔ چنانچہ ابن منظور لسان العرب میں لکھتے ہیں

> **قال الفراء الا تباع ان بسیر الرجل وانت تسیر وراء ہ و اذا قلت اتبعتہ فکانک قفوتہ .** فراء (لغت ونحو کے امام) نے کہا کہ اتباع کے معنی یہ ہے کہ کوئی شخص آگے آگے چل رہا ہو اور آپ اس کے پیچھے پیچھے چلیں اور اگر آپ کہیں کہ میں نے اس کی اتباع کی تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ اس کے پیچھے پیچھے اور اس کے نقش قدم پر چلے۔

اصطلاحی مفہوم:

اتباع کے اصطلاحی معنی امام ابوالحسن الاٰمدی نے یوں بیان کیے ہیں متابعت کبھی کسی کے قول کی ہوتی ہے اور کبھی کسی کے فعل کی کسی کے قول کے اتباع کا معنی تو یہ ہے کہ اپنے متبوع کی طرح فرمانبرداری کی جائے جس طرح اس کے قول کا تقاضا ہوا

اور کسی کے فعل کی اتباع کا معنی یہ ہے کہ اس کا فعل کو اسی طرح کیا جائے جس طرح وہ کرتا ہے اور اس لئے کیا جائے کیوں کہ وہ کرتا ہے لا احکام مى اصول الاحکام (ص ۲۴۶ ج ۱) اتباع کی لغوی اور اصطلاحی تحقیق سے یہ واضح ہوا کہ نبی اکرم کی اتباع کے متعلق جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم فرمایا ہے اس کی تعمیل صرف اسی صورت میں ہو سکتی ہے جب اہم اقوال رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر اس طرح عمل کریں جس طرح ان اقوال پر عمل کرنے کا تقاضا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال کو اس طرح ادا کریں کہ جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ادا فرمائے۔ اور اس لئے ادا کریں کیونکہ پُر نور شخصیت کے مالک حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان افعال کو ادا کیا۔ پیار اور میٹھی میٹھی اسلامی بہنو اتباع کا مکمل مفہوم سمجھنے کے لئے اس مثال پر غور کریں۔

کوئی گاڑی کسی گاڑی کے تعاقب میں اب پیچھے والی گاڑی آگے والی گاڑی پر مسلسل نظر رکھے ہوئے ہے جہاں وہ تیز ہوگی یہ بھی تیز ہو جائے گی جدھر وہ مڑے گی یہ بھی ادھر مڑے گی۔ جدھر وہ آہستہ جائے گی یہ بھی آہستہ ہو جائے گی حتیٰ کہ جہاں وہ رک جائے گی پیچھے والی گاڑی بھی وہیں رک جائے گی پس یہی اتباع ہے شرعی اصطلاح میں اتباع سے مراد اتباع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال، اعمال افعال اور سیرت و کردار کی پیروی۔

اتباع اور اطاعت میں فرق:

اطاعت کا لفظ 'طوع' سے ماخوذ ہے طوع کے معنی دل کی خوشی سے کسی کا حکم ماننے کے ہیں اس کا مقابل کرہا ہے جس کے معنی ہیں نا گواری اور مجبوری۔ تو اطاعت کا مفہوم ہوا دل کی خوشی اور قلبی پسندیدگی کے ساتھ کسی کا حکم ماننا اور اس میں کوئی عمل دخل نہیں۔ یعنی جو کام جس طرح کیا گیا ہے خواہ وہ آپ کو پسند ہو یا نا پسند اسے بالکل ویسے ہی کیا جائے۔ اس طرح اتباع کا معنی اطاعت سے وسیع تر ہے اس میں اطاعت

بھی شامل ہے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ معلم مربی شارع، مرضی، حاکم و فرمانروا اور شارح قرآن ہیں انہیں رسول ماننے کا مطلب ہی یہ ہے کہ بندہ دین کے معاملے میں حق واضح ہو جانے کے بعد آپ کی غیر مشروط اطاعت کرے اور اپنے دامن کو بدعت سے آلودہ نہ ہونے دے۔ نیز تمام دنیاوی معاملات میں بھی کتاب و سنت کی مخالفت سے مکمل طور پر پرہیز کرے۔

۲ سنت

۲-سنت کا لغوی مفہوم:

پیاری بہنو سنت کا لغوی معنی راستہ ہے جس پر چلا جائے اور جو متواتر چلنے کی وجہ سے صاف اور واضح ہو گیا ہو۔ یا اس سے مراد وہ طریقہ ہے جس پر عمل کیا جائے خواہ وہ اچھا ہو یا برا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔
جس نے اسلام میں کوئی اچھا طریقہ جاری کیا تو اسے اس کا اجر ملے گا اور اس کا بھی جو اس پر عمل کرے گا اور ان کے اجر میں سے کچھ بھی کم نہیں ہوگا۔ اور جس نے اسلام میں کوئی برا طریقہ جاری کیا اس پر اس کی برائی کا گناہ بھی ہوگا اور اس کا گناہ بھی جو اس کے بعد اس پر عمل کرے گا اور ان کے گناہ میں سے کچھ بھی کم نہیں ہوگا۔
(صحیح مسلم کتاب الزکوۃ باب حث علی الصدقۃ ولو بشق تمرہ حدیث نمبر ۲۳۵۱)

اصطلاحی مفہوم:

شرعی اصطلاح میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کو سنت کہتے ہیں جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

علیکم بسنتی و سنة الخلفاء الرشدین المهدیین

متمسمتمسکوا بها و عضوا علیها بالنواجذ۔
تم پر میری سنت اور میرے ہدایت یافتہ خلفاء کی سنت کی پیروی لازم ہے اسے تھامے رکھو اور مضبوطی سے پکڑے رکھو۔

ا مسند احمد ۴-۱۲۷ ترمذی کتاب العلم ۔باب ماجاء فی الاخذ بالسنۃ واجتناب البدعۃ حدیث نمبر ۲۶۲۴)

ایک اور جگہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
من رغب عن سنتی فلیس منی ۔
جس نے میرے طریقے کو چھوڑ دیا وہ مجھ میں سے نہیں۔

۲ بخاری، کتاب النکاح باب الترغیب فی النکاح ۵۰۶۳)

اس طرح حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔
صلیت خلف ابن عباس رضی اللہ عنه علی جنازة فقرا بفاتحة الکتب قال لتعلموانها سنة ۔
میں نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پیچھے نماز جنازہ پڑھی تو انہوں نے سورہ فاتحہ پڑھی پھر فرمایا تاکہ تم جان لو کہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ سنت ہے۔

صحیح بخاری کتاب الجنائز باب قراءۃ فاتحۃ الکتاب علی الجنازہ ۱۳۳۵)

آپ نے فرمایا:
تفترق امتی علی ثلاث و سبعین ملة کلهم فی النار الا واحدة قالوا ومن هی یارسول الله قال ما انا علیه و اصحابی ۔
میری امت تہتر فرقوں میں بٹے گی۔ایک کے سوا سب آگ میں جائیں گے لوگوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ کون ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ جو اتباع کرے گا اس کا یعنی سنت کا جس پر میں اور

میرے صحابہ عمل پیرا ہیں۔

۴- ترمذی کتاب الایمان باب ماجاء فی افتراق ھذا الا مہ ۔

سنت کی اقسام:

میری اسلامی بہنو علمائے اصول کی اصطلاح میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول، فعل اور تقریر کو سنت کہتے ہیں۔

سنت کی تین اقسام ہیں۔

۱- سنت قولی، ۲- سنت فعل ۳- سنت تقریری

۱- سنت قولی:

شرعی احکام سے متعلق جو بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی موقع پر ارشاد فرمائی ہو اسے سنت قولی کہتے ہیں جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

صلوا کما را یتمونی اصلی ۔

نماز اس طرح پڑھو جیسے تم مجھے پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو۔

بخاری کتاب الاذان۔باب الاذان علمسافرین اذا کانو جماعۃ ۶۳۱

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

انا لشیطان بستحل الطعام ان یذکر اسم اللہ علیہ ۔

اگر کھانا کھانے سے پہلے بسم اللہ نہ پڑھی جائے تو شیطان اس کھانے کو اپنے لئے حلال سمجھ لیتا ہے۔

صحیح مسلم، کتاب الاشربہ باب آدب الطعام والشراب واحکام مھا ۵۲۵۹

۲- سنت فعلی:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طریقے سے عبادات فرمائیں یا دیگر معاملات نبٹائیے وہ سب سنت فعلی ہیں مثلاً رحمۃ اللہ علیہا حضرت نعمان بن شبیر فرماتے ہیں

یستوی صفو فتا اذا قمنا یلصلاہ فاذا استوینا کبرا ۔

جب ہم نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری صفیں درست فرماتے جب ہم سیدھے کھڑے ہو جاتے تو پھر اللہ اکبر کہہ کر نماز شروع فرماتے۔

سنن ابی داؤ، کتاب الصلوٰۃ باب تسویۃ الصفوف ۶۶۵

۳۔سنت تقریری:

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں جو کام کیا گیا ہو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر خاموشی اختیار کی ہو یا اظہار پسندیدگی فرمایا ہو اسے سنت تقریری کہتے ہیں مثلاً حضرت قیس بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو صبح کی نماز کے دو رکعتیں ادا کرتے دیکھ کر فرمایا صبح کی نماز تو دو رکعت ہے اس نے عرض کیا میں نے فرض نماز سے پہلے کی دو رکعتیں نہیں پڑھی تھیں جواب پڑھی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ جواب سن کر خاموش ہو گئے (یعنی اس کی اجازت دے دی)

سنن ابی داؤد: کتاب الصلوٰۃ باب تسویۃ الصفوف ۲۲۵

پس معلوم ہوا کہ صحابی رضی اللہ عنہ کا یہ عمل درست تھا اگر غلط ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ضرور اس کام سے منع فرماتے۔

میرے پیاری اور میٹھی اسلامی بہنو! سنت کی مذکورہ بالا تینوں اقسام ایک ہی مرتبے کی ہیں اور شریعت میں حجت کا درجہ رکھتی ہیں۔

اتباع سنت کیے لئے بنیادی شرط جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:

محمد ﷺ کی محبت دین حق کی شرط اول ہے
اسی میں ہو اگر خامی تو سب دین نا مکمل ہے

میری بہنو اللہ تعالیٰ کا ہم پر یہ بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے بنی آدم کی ہدایت کے لئے انبیاء کرام کا سلسلہ جاری کیا اس سلسلے کی آخری کڑی سرور کائنات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ خاتما الانبیاء والمرسلین ہیں اس لئے سابقہ تمام شریعتیں منسوخ ہو چکی ہیں اور اب ہر انسان کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنا لازم وملزوم ہے۔

ایک شخص کسی دوسرے شخص کی پیروی اور تقلید صرف اسی وقت ہی کر سکتا ہے جب وہ اس سے عقیدت رکھتا ہوگا اور محبت کرتا ہوگا محبت کے بغیر کسی کی اتباع اور پیروی مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن بھی ہے اور اگر بالفرض محبت کے بغیر کسی کی پیروی کر بھی لی جائے تو وہ کامل صورت میں نہ ہوگی بلکہ محض ایک ڈھونگ ہوگا۔ لہٰذا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنا ہمارے ایمان کا ایک لازمی جزو ہے اور اس جزو کی تکمیل صرف اسی وقت ہو سکی ہے جب ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کریں گے یا یہ کہ اتباع سنت کے لئے بنیادی شرط حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ محبت ایک فطرت کشش کا نام ہے۔ یہ ایک ایسا میلان نفس ہے جو ہمیشہ پسندیدہ اور مرغوب چیزوں کی جانب ہوا کرتا ہے یہ محبت اگر قرابت داری کی بنیاد پر ہو تو طبعی محبت کہلاتی ہے اگر کسی کے جمال وکمال یا احسان کی وجہ سے ہو تو عقلی محبت کہلاتی ہے اور اگر یہ محبت مذہب کے رشتے کی بنیاد ر ہو تو روحانی محبت یا ایمان کی محبت کہلاتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت طبعی ہو سکتی ہے جیسی اولاد کی محبت باپ سے ہوتی ہے کیونکہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم امت کے روحانی باب ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات روحانی مائیں جیسا کہ سورہ احزاب میں فرمایا گیا وازوجہ امھاتھمہ، ھوابوھمہ کا لفظ بعض شاذ قراتوں میں ھوابوھمہ کا لفظ بھی آیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے والد کی جگہ پر ہیں تو جس طرح حقیقی باپ سے طبعی ہے

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ایک مسلمان کے لئے بالکل فطری امر ہے۔ میری محترم اور اسلامی بہنو حدیث شریف کی رو سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت شرط ایمان ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے بغیر کسی بھی شخص کا ایمان معتبر نہیں ہو سکتا۔ ہمارے ایمان والسلام کا تقاضا ہے کہ ہم اپنے تمام رشتوں سے بڑھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کو بنائیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لا یومن احدکم حتّٰی اکون احب الیہ من والدہ والدہ والناس اجمعین ۔

تم میں سے کوئی بھی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ مجھ سے اپنے والدین، اپنی اولاد اور سب لوگوں سے بڑھ کر محبت نہ کرے۔

(صحیح بخاری، کتاب الایمان باب حب الرسول من الایمان ۱۵)

جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اللہ سے محبت ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (آل عمران ۳/ ۳۱)

کہہ دیجئے اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو خود اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا۔

درحقیقت اسلام کا تقاضا یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہمارے دلوں میں ہر چیز کی محبت سے زیادہ ہونی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ قرآن میں یوں ارشاد فرماتا ہے۔

اے ایمان والو! اپنے باپوں کو اور اپنے بھائیوں کو دوست نہ بناؤ اگر وہ کفر کو ایمان سے زیادہ عزیز رکھیں۔ تم میں جو کوئی ان کو دوست رکھے گا سو

ایسے ہی لوگ ظالم ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہہ دیجئے کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارے کنبے اور وہ مال جو تم نے کمائے ہیں اور وہ تجارت جس کے بگڑ جانے سے تم ڈرتے ہو اور وہ گھر جن کو تم پسند کرتے ہو یہ سب تم کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہیں تو منتظر رہو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم بھیج دے اور اللہ تعالیٰ نافرمان قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔ (توبہ آیت ۲۴)

ان آیات میں صاف طور پر بیان کر دیا گیا ہے کہ اللہ اور اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت واجب اور ہر محبوب چیز پر مقدم ہے اس عقیدہ میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں۔

حضرت عبداللہ بن مغفل بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کچھ کہہ رہے ہو سوچ سمجھ کر کہو تو اس نے تین دفعہ کہا اللہ کی قسم مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر مجھے محبوب رکھتے ہو تو فقر و فاقہ کے لئے تیار ہو جائے کہ میرا طریق امیری نہیں فقیری ہے کیونکہ جو مجھ سے محبت کرتا ہے فقر و فاقہ اس طرف اس سے بھی زیادہ تیزی سے بڑھتا ہے جتنا پانی بلندی سے نشیب کی طرف بہتا ہے پس جس کے دل میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے اسے چاہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی پیروی میں اپنے اندر سادگی صبر و تحمل، قناعت اور رضا بالقضا کی صفات پیدا کرنے کی سعی کرتا رہے۔

(ترمذی، کتاب الزھد، باب ماجاء فی فضل الفقر ۲۳۵۰)

فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

جس نے میری سنت کو زندہ کیا اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔

(ترمذی کتاب العلم باب ماجاء فی الاخذ بالسنۃ واجتناب ۲۶۷۸)

اس حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھ محبت کرنے والے کو جنت کی بشارت دی ہے اور اس حدیث میں یہ بات واضح کردی گئی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہوگئی وہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی راہ جنت کی راہ پر گامزن ہو گا۔

قاضی عیاض فرماتے ہیں:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی نصرت وتائید کرنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کردہ شریعت کا دفاع کرنا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی جان و مال فدا کرنے کی غرض سے موجود ہونے کی تمنا کرنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں سے ہے۔

(نسیم الریاض شرح الشفاء لقاضی عیاض ۳-ص ۴۱۵)

اکثر علماء کے نزدیک قرآن پاک نے اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کو کائنات کی تمام چیز کی محبت اللہ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت پر غالب کردی تو انہیں اللہ کی گرفت کے لئے تیار رکھنا چاہیے۔

حب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ جو کام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا وہی ہم بھی کریں علماء کرام لکھتے ہیں دل کی حقیقی محبت، طبیعت کی پوری آمادگی اور ایک گہرے قلبی لگاؤ کے ساتھ جب انسان کسی کی پیروی کرتا ہے تو وہ صرف اس حکم ہی کی پیروی کو بھی اپنے لئے باعث سعادت سمجھتا ہے اور اس کے چشم و

ابرو کے اشاروں کا منتظر رہتا ہے اور یہ دیکھتا ہے کہ میرے محبوب کو کیا پسند ہے اور کیا نہیں پسند ان کی نشست و برخاست کا طریقہ کیا ہے؟ ان کی گفتگو کا انداز کا ہے چلتے کیسے اور لباس کون سا پہنتے ہیں انہیں کھانے میں کیا چیز مرغوب ہے ان چیزوں کے بارے میں خواہ کبھی کوئی حکم نہ دیا گیا ہو لیکن جس کے دل میں کسی کی محبت حقیقی جاگزیں ہو جائے تو اس کی ہر ہر ادا کی نقالی اور اس کے ہر ہر قدم کی پیروی وہ اپنے اوپر لازم کر لیتا ہے۔

مجازی عاشقوں کا حال یہ ہے کہ اپنے محبوب کے اشارے پر چلتے ہیں جو وہ کہتا ہے وہی کرتے چلے جاتے ہیں اسی کے رنگ میں ڈھل جاتے ہیں تو وہ محبوب جو سب محبوبوں سے زیادہ اطاعت کا مستحق ہے جو الروف الرحیم ہے اگر باطل محبوبوں کے اشاروں پر چلا جا سکتا تو اس سچے محبوب کے اشاروں پر چلا کیوں نہیں جا سکتا؟ الغرض حب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مراد ہے کہ ہر حال میں اسوہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے مراد ہے کہ ہر حال میں اسوہ رسول کو قابل تقلید نمونہ بنایا جائے اور اس کی ہر حال میں اتباع کی جائے...... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خواہ خلوث میں ہوں یا جلوت میں مسجد میں ہوں یا میدان جہان میں، منبر پر ہوں یا گوش تنہائی میں بروقت اور ہر شخص کو حکم تھا کہ جو کچھ میرا حال اور کیفیت ہو منظر عام پر لائی جائے اور اس پر عمل کیا جائے۔

فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ؀ (الاعراف ۷/۱۵۷)

پس جو لوگ اس نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاتے ہیں اور ان کی حمایت کرتے ہیں اور ان کی مدد کرتے ہیں اور اس نور قرآن کا اتباع کرتے ہیں جو ان کے ساتھ بھیجا گیا ہے ایسے لوگ پوری فلاح پانے والے ہیں۔

پس ثابت ہوا کہ حب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ پہلا ازینہ ہے جس چڑھنے کے بعد ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بنائے ہوئے طریقوں کی اتباع کے دنیا وآخرت میں کامیابی وکامرانی سے ہمکنار ہو سکتے ہیں۔

وَمَا اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰکُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا (الحشر/۷ ۸۹)

اور تمہیں جو کچھ رسول دیں لے لو اور جس چیز سے منع کریں رک جاؤ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ایمان کی تکمیل اور دخول جنت کے لئے بے حد ضروری ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی علامت یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقوں پر عمل کیا جائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رشاد ہے۔

من احیاء سنتی فقد احبنی و من احبنی مان معی فی الجنة ۔

جس نے میری سنت کو زندہ کیا اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا۔

(ترمذی کتاب العلم، باب ماجاء فی الاخذ بالسنة واجتناب البدعة ۲۶۸۹

محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم دنیا وآخرت کی بڑی دولت ہے کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

محمد ﷺ کی جس دل میں الفت نہ ہوگی
سمجھ لو کہ قسمت میں جنت نہ ہوگی
کرے جو اطاعت محمد ﷺ کی دل سے
اسے کسی چیز کی حاجت نہ ہوگی
بھٹکتا رہا ہے بھٹکتا رہے گا
محمد ﷺ سے جس کو عقیدت نہ ہوگی

اے ربّ ذوالجلال والاکرام! ہمارے دلوں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی

محبت پیدا فرما اور ہمیں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرنے کی توفیق مرحمت فرما۔ آمین۔

خلاصہ بحث:

میری اسلامی بہنو انسانی ترقی کے چار بڑے مدارج ہیں مسلم، مومن، محب اور محبوب۔

۱-مسلم وہ ہے جو اسلام کے ظواہر کا پابند ہے۔
۲-مومن وہ ہے جس کے قلب میں ایمان داخل ہو چکا ہو۔
۳-محب وہ ہے جس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت ہے۔
۴-اور محبوب وہ ہے جسے اللہ کی محبت حاصل ہو گئی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت انسان کو آخری درجہ پر فائز کر دیتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ جو شخص مجھے اپنے باپ، اپنی اولاد، اور دنیا کی ہر شے سے محبوب تر نہیں سمجھتا، اس کا ایمان مکمل نہیں۔

دراصل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت ہو ہی نہیں سکتی جب تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پیار نہ ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کامل ترین شخصیت ہونے کی حیثیت سے ہر فرد کے لئے آئیڈیل ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل پیہم، صبر و استقلال، بردباری اور تحمل، شجاعت و بہادری، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تحریک اور تحریک کو چلانے کا ڈھنگ، چلنے کا انداز، نشست و برخاست اور انداز گفتگو ہر چیز ہی تو مثالی ہے اسی لئے قرآن پاک میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے شاہد کا لفظ استعمال ہوا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت گویا انسانی آئیڈیل سے محبت ہے اور محبت سے متابعت کتنی آسان ہو جاتی ہے۔

اتباع سنت کی ضرورت واہمیت:

پیاری بہنو! دین اسلام میں یہ بات ایک مسلمہ اصول کی حیثیت رکھتی ہے کہ اسلامی عقائد میں ایمان باللہ کے بعد ایمان بالرسول کا درجہ ہے رسول پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات گرامی کو بلا حیل وحجت تسلیم کیا جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال کو اپنے لئے اسوہ حسنہ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم وسلم کی سیرت مقدسہ کو اپنے لئے مشعل راہ قرار دیا جائے۔ قرآن حکیم میں ہے۔ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ۔ (احزاب ۳۳/۲۱) تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بہترین نمونہ موجود ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس اسی صورت میں نمونہ قرار دی جاسکتی ہے جب اپنی سیرت وسوانح کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش کردہ سانچے میں ڈھالا جائے اور زندگی کے ہر شعبہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت وتعلیمات کو اپنایا جائے۔ قرآن کریم نے حقیقت کو واشگاف الفاظ میں بیان کیا ہے کہ انبیاء کی بعث کا مقصد وحید یہ ہے کہ ان کے احکام و افعال کی روشنی میں امت اپنی منزل مقصود تک پہنچ سکے اور اپنے دامن کو فلاح ونجات کے گوہر مقصود سے مالا مال کر سکے۔

ارشاد ربانی ہے:

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللّٰهِ ط (نساء: ۶۴/۴)

ہم نے کسی رسول کو نہیں بھیجا مگر اس لئے کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کامیابی ضمانت بھی انہی لوگوں کو دی ہے جو رسالت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیں گے اور سنت کا اتباع کریں گے۔ اور جو رسالت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منکر ہوں گے وہ دنیا وآخرت دونوں میں ناکام ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ سورۃ الاعرف میں ارشاد فرماتا ہے:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہہ دیجئے کہ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اس اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا ہوں۔ جس کی بادشاہی تمام زمین اور آسمانوں میں ہے۔ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں وہی زندگی دیتا ہے۔ اور وہی موت دیتا ہے۔ سو اللہ تعالیٰ پر اور اس کے احکام پر ایمان رکھتے ہیں اور ان کا اتباع کرو تا کہ تم راہ ہدایت پر آ جاؤ۔ الاعراف آیت ۱۵۸ یہ آیت رسالت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عالم گیر رسالت کے اثبات میں بالکل واضح ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کے نبی کریم کو حکم دیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہہ دیجئے کہ اے کائنات کے انسانو! میں سب کی طرف اللہ کا رسول بھیجا گیا ہوں یوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پوری بنی نوع انسانی کے نجات دہندہ اور رسول ہیں۔ اب نجات اور ہدایت نہ تو عیسائیت میں ہے اور نہ یہودیت میں اور نہ ہی کسی اور مذہب میں نجات اور ہدایت اگر ہے تو صرف اسلام کے اپنانے اور اسے ہی اختیار کرنے میں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اتباع سنت پر عمل کرنے کی تائید اس وجہ سے بھی زیادہ کی ہے کہ سب انبیاء پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فضیلت اور برتری حاصل ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت سب امتوں سے شان اور مرتبے میں زیادہ ہے اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت لازم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اتباع فرض قرار دی ہے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسی خصوصیات عطا ہوئی ہیں اور کسی اور کو حاصل نہیں۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ○ (الانبیاء ۲۱/۱۰۷)

اور ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام جہان والوں کے لئے رحمت بنا کر ہی بھیجا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ (النساء ۴/۵۹)

اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم کی۔

سنت قرآن کی تفسیر ہے:

اتباع سنت ہماری زندگیوں میں بے پناہ اہمیت کی حامل ہے کیونکہ سنت ہی دراصل قرآن کی توضیع وتشریح کرتی ہے قرآن مجید میں بے شمار احکامات ایسے ہیں جن کا تعین تشریح نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر ناممکن ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَاَنۡزَلۡنَاۤ اِلَيۡكَ الذِّكۡرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيۡهِمۡ (النحل:۱۴/۴۴)

اور ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ذکر قرآن کریم کو نازل کیا تا کہ آپ نازل کردہ کتاب کی تشریح کریں۔

اس آیت سے واضح ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن حکیم کے شارح و ترجمان تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول وعمل سے قرآن حکیم کے مجمل الفاظ کی شرح کی اوراس پرعمل کر کے دکھایا۔چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

قرآن مجید میں فرمایا:

اَقِيۡمُوا الصَّلٰوةَ (البقرة:۲/۴۳)

تمام نماز قائم کرو۔

یہ نہیں بتایا کہ نماز کی عملی صورت کیا ہے؟اس کی کتنی رکعات ہیں۔اس میں قیام اور رکوع وسجود کی ترکیب کیا ہے؟اس کی شرائط وارکان کیا ہیں؟درود شریف التحیات، دعائے قنوت اور نماز پڑھی جانے والی دیگر ادعیہ کا کوئی ذکر نہیں ملتا۔یہ سب باتیں رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بتائیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

صلو اکمار المونی اصلی۔

(صحیح بخاری: کتاب الاذان للمسافرین اذا کانو جماعۃ)

ایسے نماز پڑھو جیسے مجھے پڑھتے دیکھتے ہو۔

قرآن مجید میں فرمایا

وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ (البقره : ۴۳/۲)

زکوٰۃ ادا کیجئے۔

قرآن مجید نے یہ نہیں بتایا کہ کن اشیاء میں سے زکوٰۃ ادا کی جائے؟ مختلف اشیاء میں زکوٰۃ کا نصاب کیا ہے؟ مختلف اشیاء میں زکوٰۃ کی شرح کیا ہے؟ یہ سب باتیں قرآن کے مفسر اعظم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو بتائیں۔

قرآن مجید میں فرمایا:

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا ۔ (مائده ۳۸/۵)

چوری کرنیوالے مرد اور عورت کے ہاتھ کاٹ دو۔

اس آیت میں تو چور کا ہاتھ کاٹنے کا تو حکم دیا گیا مگر یہ نہیں بتایا گیا کہ ہاتھ کہنی تک کاٹا جائے یا کندھے تک۔ عربی میں پورے بازو کے لئے ید کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ یہ ساری باتیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بتائیں۔

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ (ال عمران ۹۷/۳)

اور اللہ کے لئے لوگوں پر بیت اللہ کا حج فرض ہے۔

اب سوال یہ آیا ہے کہ حج سال میں ایک دفعہ فرض ہے یا ہر سال حج کے احکام کیا ہیں اور ان کی ترتیب کیا؟ اس سوال کا جواب بھی صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتا ہے۔

۵- اللہ تعالیٰ نے قرآن میں حلال و حرام کا ایک اصول بتا دیا کہ طیب پاکیزہ چیزیں حلال اور غیر طیب حرام ہیں چند مثالیں بھی بتا دیں اور مزید وضاحت نبی کریم

صلی اللہ علیہ وسلم پر چھوڑ دی۔

وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ (الاعرف،۷/۱۵۷)

اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لئے پاکیزہ چیزوں کو حلال اور ناپاک کو حرام ٹھہراتا ہے۔

قرآن میں مردار کو حرام اقرار دیا گیا ہے لیکن آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مچھلی اور ٹڈی کو اس سے مثنٰی قرار دیا ہے۔

۶-قرآن کریم کے طالب و معانی کو سنت کے بغیر سمجھا نہیں جا سکتا۔ تشریح نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر قرآنی احکام سمجھنے میں کیا غلطیاں ہو سکتی ہیں۔ اس کی بعض مثالیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی صادر ہوئیں قرآن میں ارشاد ہوتا ہے کہ وضو کے لئے پانی نہ مل سکے تو تیمم کر لیا کرو۔ ایک صحابہ کو تیمّم کا طریقہ معلوم نہ تھا۔ ایک مرتبہ جب انہیں پانی نہ ملا تو مٹی میں لیٹنے لگے۔ بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں پہنچ کر یہ واقعہ عرض کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی انہیں تیمّم کا صحیح طریقہ بتالیا۔

صحیح بخاری کتاب التیمم۔ باب التیمم ھل ینفخ فیہما ۳۳۸

۷-قرآن کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید وضاحت بھی کر دی کہ پھوپھی اور بھتیجی اور خالہ بھانجی سے بھی بیک وقت نکاح نہیں ہو سکتا۔ نیز جن عورتوں کے ساتھ نسبی تعلقات کی بناء پر نکاح حرام ہے۔ رضاعی تعلقات کی بناء پر بھی ان کے ساتھ نکاح کو حرام ٹھہرایا۔ مثلاً اماں رضاعی بہن وغیرہ۔

مذکورہ بالا مثال اس حقیقت کی آئینہ دار ہیں کہ حدیث وسنت کے بغیر رسالت پر ایمان کا مفہم نہ تو اچھی طرح سمجھا جا سکتا ہے اور نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی جا سکتی ہے۔

قرآن پاک میں بے شمار آیات ایسی ہیں جو اتباع سنت کی ضرورت واہمیت پر

روشنی ڈالتی ہیں۔

وَ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَ عَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ط (النساء ۴/۱۱۳)

اور اللہ نے تجھ پر کتاب وحکمت قرآن وسنت اتاری اور تجھے وہ سکھایا ہے جسے تو نہیں جانتا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اس لئے کی جاتی ہے کہ وہی ایک مستند ذریعہ ہے جس سے ہم تک اللہ کے احکام پہنچتے ہیں۔ ہم خدا کی عبادت صرف اسی طریقے سے کر سکتے ہیں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقوں کی پیروی کریں گے۔ الغرض سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اساس عبادات اور احکامات کی تفصیل، عہد رسالت کے ثقافتی ورثہ کی ترجمان اور تاریخی روایات کی امین ہے اے میری پیاری اور محترم اسلامی بہنو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دین پیش کیا وہ ایک مکمل ضابطہ حیات اور دستور زندگی ہے انسانی زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جس کے بارے میں اسلام نے زرّیں اصول نہ دیئے ہوں۔ مومن کامل وہ ہے جو کسی کام کو انجام دینے سے پہلے یہ سوچ کہ جو کچھ وہ کرنے جارہا ہے کیا وہ شریعت کے عین مطابق ہے؟ جب تک کوئی شخص اپنے عزائم واعمال، اپنے جذبات اور اپنی خواہشات کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم دین میں حجت ہے اور اس کے بغیر نہ دین کی تکمیل ہوتی ہے اور نہ ایمان نصیب ہوتا ہے۔

سنت کے اسلام میں حجت ہونے سے مراد یہ ہے کہ سنت واجب الاتباع ہے اس حقیقت سے کوئی مسلمان ناواقف نہیں ہے اس کے دلائل ہمیں قرآن سے بھی ملتے ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال سے بھی۔ اسی پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تابعین اور بعد کے تمام علمائے امت کا تعامل رہا۔ اور اسی کی تلقین آئمہ اربعہ نے بھی اپنے

اقوال وافعال سے کی ذیل میں ہم ان سب کا اختصار کے ساتھ تذکرہ کرتے ہیں۔

۱-قرآن اور اتباع سنت

۲-حدیث اور اتباع سنت

۳-صحابہ کرام اور اتباع سنت

۴-ائمہ سلف اور اتباع سنت

۱-اتباع سنت اور قرآن:

دین اسلام دین اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایک نعمت ہے اور اسلام کی پہلی دعوت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے سچے اور آخری رسول ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ اس اقرار و ایمان کے بعد ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کے لئے اس کے پیارے رسول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ تلاش کیا جائے۔ اس طریقے کی تلاش ہمارے لئے اسی وقت ممکن ہو سکتی ہے جب ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے ہر پہلو کا بغور مطالعہ کریں گے۔

قرآن کریم کی متعدد آیات میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کو ضروری قرار دیا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع دین اسلام کا لازمی جزو ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اس لئے کی جاتی ہے کیونکہ وہ ہی ایک مستند ذریعہ ہے جس سے ہم تک اللہ تعالیٰ کے احکامات پہنچتے ہیں ہم اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حق صرف اسی وقت اور اسی طریقے سے ادا کر سکتے ہیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال اور اعمال کی اتباع کریں گے۔

ہمیں چاہیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال وافعال، ارشادات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت وسوانح اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کردہ اور امر و نوہی کو واجب

الاطاعت قرار دیا جائے اور انہیں عملی صورت میں اپنانے کی ہر ممکن کوشش کی جائے۔

قرآن مجید میں بے شمار مقامات پر اتباع سنت پر عمل کرنے کی بار بار تلقین کی گئی ہے کیونکہ اتباع رسول ہی دنیاوی واخروی فلاح کا ذریعہ ہے۔

۱۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباہی درحقیقت کامیابی کی کنجی ہے:

میری بہنو! انسان کی ساری جدوجہد کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ وہ کامیاب زندگی گزارے۔ قرآن مجید اس بات کی ضمانت فراہم کرتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کرنا دنیا و آخرت کی کامیابی کا ضامن ہے۔ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ جولوگ بھی اللہ تعالیٰ کی اس کے رسول کی فرمانبرداری کریں خوف الٰہی رکھیں اور اس عذاب سے ڈرتے ہیں پس وہی لوگ نجات پانے والے ہیں۔

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ○ (النساء: ۴/۱۳)

اور جو اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری کرے گا اسے اللہ تعالیٰ جنتوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ○ (الاحزاب: ۳۳/۷۱)

اور جو بھی اللہ اور اس کے رسول کی تابعداری کرے گا تو اس نے بڑی کامیابی پالی۔

اتباع سنت کا انکار کرنے والوں کے حیلے بہانے اور دلائل:

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَآ اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ

اٰبَآءَنَا ط اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْئًا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ ○

(البقرہ:۲/۷۰)

اور ان سے جب بھی کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اتاری ہوئی کتاب قرآن کی تابعداری کرو تو جواب دیتے ہیں کہ ہم تو اس طریقے کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادوں کو پایا گو ان کے باپ دادے بے عقل اور بھٹکے ہوئے ہوں

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ط اَوَلَوْ كَانَ الشَّيْطٰنُ يَدْعُوْهُمْ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ ○

(لقمان ۲۱/۳۱)

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اتاری ہوئی وحی قرآن کی تابعداری کرو تو کہتے ہیں کہ ہم نے تو جس طریق پر اپنے باپ دادوں کو پایا ہے اسی کی تابعداری کریں گے اگر چہ شیطان ان کے بڑوں کو دوزخ کے عذاب کی طرف بلاتا ہو۔

میری محترم اسلامی بہنو! مذکورہ بالا آیات سے یہ بات واضح ہوتی ہے جب کافروں اور مشرکوں سے کہا جاتا ہے کہ کتاب اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرو اور اپنی ضلالت و جہالت چھوڑ دو تو وہ یہ بہانا کرتے ہیں کہ ہم صرف وہی کریں گے جو ہمارے آباؤ اجداد کرتے تھے درحقیقت یہ لوگ اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کے انکاری ہیں۔

اتباع سنت اور احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود کتاب قرآن اور سنت وحدیث کو ایک ہی حکم

میں رکھ کر امت مسلمہ کو ان پر عمل پیرا ہونے کا حکم دیا۔

ارشاد فرمایا:

ترکت فیکم امر بن لن تضلوا ما تمسکتم بھما کتاب اللہ و سنۃ نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

یعنی میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں جب تک تم انہیں تھامے رکھو گے گمراہ نہیں ہو گے۔ وہ اللہ کی کتاب اور میری رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔

اس حدیث میں سنت سے مراد اتباع رسول ہے یعنی جو تعلیم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے حکم سے امت مسلمہ کو دی ہے اس کی پیروی کی جائے اور بلاشبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی ہر مسلمان پر واجب ہے۔

۳- صرف وہی شخص ایمان کی حلاوت پائے گا جسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہوگی:

میری اسلامی بہنو! اللہ تعالیٰ نے ایمان کی لذت کے حصول کا ایک سبب حب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرار دیا ہے امام بخاری اور امام مسلم حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

تین باتیں جس میں ہوں گی وہ ایمان کی حلاوت لذت پائے گا ۱- جسے اللہ اور اس کا رسول سب سے زیادہ پیارا ہوگا ۲- جو کوئی کسی سے محض اللہ کی خاطر محبت کرے گا ۳- کفر سے نکل آنے کے بعد اس میں لوٹنے کو ویسا ہی ناپسند کرے گا جیسا کہ آگ

میں گرنے کو ناپسند کرتا ہے۔

صحیح بخاری کتاب الایمان باب من کرہ ان یعود فی الکفر کما یکرہ......۲۱

سنت کا اتباع کرنے والا مومن اور اس کا منکر کافر ہے:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں

فرشتوں کی ایک جماعت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم سو رہے تھے تو ان میں سے بعض نے بے شک آنکھیں سو رہی ہیں مگر دل بیدار ہے پھر فرشتوں نے کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو سو رہے ہیں یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے مثال بیان کرنے کا کیا فائدہ؟) لیکن کچھ فرشتوں نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ تو واقع سو رہی ہے لیکن دل جاگتا ہے چنانچہ فرشتوں نے کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مثال اس آدمی بھیجا۔ جس نے بلانے والے کی بات مان لی وہ گھر میں داخل ہوا اور کھانا کھالیا جس نے بلانے والے کی بات نہ مانی وہ نہ تو گھر میں داخل ہوا اور نہ ہی اس نے کھانا کھایا پھر فرشتوں نے کہا اس مثال کی وضاحت کرو تاکہ آپ اچھی طرح سمجھ لیں بعض فرشتوں نے پھر یہ بات دہرائی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو سو رہے ہیں لیکن دوسروں نے جواب دیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ سو رہی ہے لیکن دل جاگ رہا ہے چنانچہ فرشتوں نے مثال کی وضاحت یوں کی کہ، گھر سے مراد جنت ہے جسے اللہ نے تعمیر کیا کیا اور لوگوں کو بلانے والے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ پس جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بات مان لی اس مومن نے گویا اللہ کی بات مانی اور جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بات ماننے سے انکار کیا، اس کافر نے گویا اللہ کی بات ماننے سے انکار کیا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے درمیان امتیاز کرنے والے ہیں۔

صحیح بخاری: کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ باب الاقتداء بسنن رسول اللہ: ۷۲۸۱

یعنی کون فرمانبردار (مومن) اور کون نافرمان (کافر)

مذکورہ بالا حدیث سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری کرنے والا ہی اصل میں مومن ہے اور ان کا انکار کرنے والا کافر ہے۔

صحیح بخاری، کتاب باب الایمان من کرہ ان یعود فی الکفر کما چکرہ۔۲۱

مذخورہ بالا حدیث سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری کرنے والا ہی اصل میں مومن ہے اور ان کا انکار کرنے والا کافر ہے۔

اتباع سنت جنت کے حصول کا ذریعہ ہے:

حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

میری امت کے سارے لوگ جنت میں جائیں گے سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے انکار کیا صحابہ کرام نے عرض کیا: یارسول اللہ انکار کس نے کیا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوگا اور جس نے میری نافرمانی کی گویا اس نے انکار کیا، وہ جنت میں نہیں داخل ہوگا۔

(صحیح بخاری، کتاب باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ۔ باب الاقتداء بسنن رسول اللہ ۷۲۸۰)

مضبوطی سے تھامے رکھنا اور اس پر سختی سے جمے رہنا تیز دین میں پیدا ہونے والی نئی نئی باتوں بدعتوں سے اپنے دامن کو بچائے رہنا کیونکہ دین میں ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

سنن ابی داؤ: کتاب السنۃ باب فی الزوم السنۃ ۴۲۰۷

وہ لوگ کبھی بھی گمراہ نہ ہوسکیں گے جو قرآن اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مضبوطی سے تھامے رکھیں گے:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم نے حجتہ الوداع کے موقع پر خطاب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

شیطان اس بات سے مایوس ہو چکا ہے کہ اس سرزمین میں کبھی اس کی زندگی کی جائے لہٰذا وہ اسی بات پر مطمئن ہے کہ شرک کے علاوہ وہ اعمال جنہیں تم معمولی سمجھتے ہو ان میں اس کی پیروی کی جائے۔ سنن ابی داؤد کتاب السنۃ باب فی لزوم سنۃ ۴۲۰۷

لہٰذا شیطان سے ہر وقت خبردار ہو اور سنو میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے درمیان وہ چیز چھوڑے جا رہا ہوں جسے مضبوطی سے تھامے رکھو گے تو کبھی بھی گمراہ نہیں ہو سکو گے اور وہ ہے اللہ کی کتاب قرآن اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت۔

الترغیب والترھیب ج ۱ ص ۸۱ باب الترغیب فی اتباع الکتاب والسنۃ مجمع الزوائد ۱/۲۸۵

بارگاہ خداوندی میں صرف وہی اعمال مقبول ہوں گے جو سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عین مطابق ہوں گے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں تین صحابی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہ کے گھروں میں حاضر ہوئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کے متعلق سوال کیا جب انہیں بتایا گیا تو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کو گویا کم سمجھا اور آپس میں کہا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے میں ہمارا کیا مقام ہے؟ ان کو تو تمام تر اگلی پچھلی ساری خطائیں معاف کر دی گئیں ہیں۔

لہٰذا ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ عبادت کرنے کی ضرورت ہے۔

ان میں سے ایک نے کہا میں ہمیشہ ساری رات نماز پڑھوں گا آرام نہیں کروں گا۔ دوسرے نے کہا میں ہمیشہ روزہ رکھوں گا کبھی ترک نہیں کروں گا تیسرے نے کہا میں عورتوں سے الگ رہوں گا اور کبھی نکاح نہیں کروں گا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو ان سے پوچھا کیا تم نے ایسا کہا ہے؟ انہوں نے اقرار کیا، ان کے اقرار کرنے پر۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

خبردار اللہ کی قسم میں تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں اور تم سب سے زیادہ پرہیزگار ہوں لیکن میں روزہ بھی رکھتا ہوں اور ترک بھی کرتا ہوں رات کو قیام بھی کرتا ہوں اور آرام بھی کرتا ہوں عورتوں سے نکاح بھی کیے ہیں یاد رکھوں جس نے میری سنت سے منہ مڑا اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں۔

(صحیح بخاری کتاب النکاح باب الترغیب فی النکاح ۵۰۶۳)

حب رسول، اتباع سنت کے ساتھ مشروط اور لازم وملزوم ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم میں سے کوئی بھی اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک میں اسے اس کے ماں باپ، اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

(صحیح بخاری کتاب النکاح باب الترغیب فی النکاح ۵۰۶۳)

وہ شخص ثواب کا مستحق ہوگا جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک سنت کو زندہ کیا اور لوگوں نے اس پر عمل کیا:

حضرت کثیر عبداللہ بن عمرو بن عوف حزنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے میرے باپ نے، میرے باپ نے میرے دادا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے میری سنتوں میں سے کوئی ایک سنت زندہ کی اور لوگوں نے اس پر عمل کیا تو سنت زندہ کرنے والے تمام لوگوں کو ثواب ملے گا جبکہ لوگوں کے اپنے ثواب میں سے کوئی کمی بیشی نہیں کی جائے گی اور جس نے کوئی بدعت جاری کی اور پھر اس پر لوگوں نے عمل کیا تو بدعت جاری کرنے والے پر بھی ان تمام لوگوں کا گناہ ہوگا جو اس بدعت پر عمل کریں گے جب کہ بدعت پر عمل کرنے والے لوگوں کے اپنے گناہوں کی سزا میں سے کوئی چیز کم نہیں ہوگی (یعنی وہ بھی اپنی پوری سزا پائیں گے)

(سنن ابن ماجہ کتاب السنۃ باب من احیا سنۃ قد امیت ۲۰۹)

تمام دینوی معاملات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی طرح واجب ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ مسافر کو نصف نماز کی رخصت اور روزہ موخر کرنے کی رخصت دی ہے جب کہ حاملہ اور دودھ پلانے والی عورت کو صرف روزہ موخر کرنے کی رخصت دی ہے۔

(سنن ابی داؤد کتاب الصام باب اختیاط الفطر: ۲۴۰۸: ترمذی کتاب الصیام۔ باب ماجاء فی الافطار للحامل والمرضع ۷۱۵: ابن ماجہ کتاب الصوم باب ماجاء الرخصۃ فی الافطار للحبل والمرضع ۱۶۶۷)

قرآن مجید کے علاوہ بھی اللہ تعالیٰ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دین کے قرآن مجید کے احکامات سکھلاتے تھے جن پر ایمان لانا اور عمل کرنا اسی طرح واجب ہے جس طرح قرآن کے احکامات پر ایمان لانا اور عمل کرنا واجب ہے اے میری محترم اسلامی بہنو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ربّ سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

ابن آدم کا ہر عمل اس کے لئے ہے سوائے روزے کے اور روزہ میرے لئے ہے میں ہی اس کا بدلہ دوں گا۔ اور روزہ ڈھال ہے...... روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے بھی زیادہ اچھی ہے۔

(صحیح بخاری کتاب الصوم باب ھل یقول انی صائم اذا شتم ۱۹۰۴)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات کی نافرمانی کرنے والے سزا کے مستحق ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

افطار کیے بغیر مسلسل روزے نہ رکھو۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ تو رکھتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تمہاری طرح نہیں ہوں مجھے میرا رب کھلاتا بھی ہے اور پلاتا بھی ہے لیکن اس کے باوجود لوگ باز نہ آئے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں تب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلسل دو دن یا مسلسل دو رات روزہ رکھا پھر اتفاق سے عید کا چاند نظر آ گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر چاند نظر نہ آتا تو میں آج بھی روزہ رکھتا گویا ان کو سزا دینے کے لئے آپ نے یہ بات فرمائی یعنی میرا حکم یہ ماننے والے لوگ بھی میرے ساتھ روزہ رکھتے اور انہیں سزا ملتی۔

(صحیح بخاری کتاب الصوم باب التنکیل لمن اکثر الوصال ۱۹۶۵)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی اور سنت کا انکار کرنے والے کا مقدر صرف اور صرف تباہی و بربادی ہے:

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

میری اور اس ہدایت کی مثال، جسے میں دے کر بھیجا گیا ہوں ایسی ہے جیسے کہ ایک آدمی اپنی قوم کے پاس آئے اور کہے لوگو! میں نے اپنی آنکھوں سے ایک لشکر دیکھا ہے جس سے تمہیں واضح طور پر خبردار کر رہا ہوں لہٰذا اس سے بچنے کی فکر کرو قوم کے کچھ لوگوں نے اس کی بات مان لی اور راتوں رات چپکے سے نکل گئے جبکہ دوسرے نافرمان لوگوں نے جھٹلا دیا اور اپنے گھروں میں غفلت سے پڑے رہے صبح کے وقت لشکر نے انہیں پکڑ لیا اور ہلاک کر دیا۔ یہ مثال میری محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور مجھ پر نازل کیے گئے حق کی پیروی کرنے والے اور نہ کرنے والے لوگوں کی ہے۔

(صحیح مسلم: کتاب الفضائل باب شفقتہ علی امتہ ۵۹۵۴)

موضوع احادیث من گھڑت روایات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب منسوخ کرنے والے کی سزا جہنم ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے جان بوجھ کر جھوٹ میری جانب منسوب کیا وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔

(بخاری کتاب العلم باب اثم من کذب علی النبی)

مسلم مقدمۃ۔ باب تغلیظ لکذب علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری طرف جھوٹی بات منسوب نہ کرو جس نے میری طرف جھوٹی بات منسوب کی وہ آگ میں داخل ہوگا۔

(صحیح مسلم مقدمۃ باب تغلیظ الکذب علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)

سنت رسول کا علم ہو جانے کے بعد بھی اس پر عمل نہ کرنے والے لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک نافرمان ہیں۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں فتح مکہ والے سال مکہ کے لئے مدینہ سے نکلے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ رکھا ہوا تھا۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی کا پیالہ منگوا کر اونچا کیا۔ یہاں تک کہ لوگوں نے اس پیالہ کو دیکھ لیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پی لیا بعد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا گیا کہ کچھ لوگوں نے ابھی بھی روزہ رکھا ہوا ہے اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

یہ لوگ نافرمان ہیں یہ لوگ نافرمان ہیں۔

(صحیح مسلم کتاب الصیام باب جواز الصوم والفطر فی شھر رمضان للمسافر ٢٦١٠)

ایسا شخص کبھی مومن نہیں ہوسکتا جو اپنی خواہشات سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع نہ کرے:

تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کی خواہشات میری لائی ہوئی شریعت کے تابع نہ ہوجائیں۔

(البغوی فی شرح السنۃ ۱/۲۱۲-۲۱۳ کتاب الایمان باب رد البدع والاہواء)

سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چھوڑ کر کوئی نیا طریقہ بدعت تلاش کرنے والا شخص اللہ کے ہاں سب سے زیادہ مغضوب ہے:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تین آدمی اللہ کے ہاں سب سے زیادہ مغضوب ہیں۔

۱- خانہ کعبہ کی حرمت پامال کرنے والا ۲- اسلام میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ چھوڑ کر سنت چھوڑ کر جاہلیت کا طریقہ تلاش کرنے والا ۳- کسی مسلمان کا ناحق خون طلب کرنے والا تاکہ اس کا خون بہائے۔

صحیح بخاری کتاب الدیات باب من طلب دم امری بغیر حق ۶۸۸۲

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو پس پشت ڈالنے والے کے لئے عبرتناک سزا:

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کے باپ نے انہیں بتایا کہ ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بائیں ہاتھ سے کھانا کھایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے دائیں ہاتھ سے کھاؤ اس آدمی نے جواب دیا میں ایسا نہیں کرسکتا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اچھا اللہ کرے تجھ سے ایسا نہ ہو سکے۔

اس شخص نے محض تکبر کی وجہ سے یہ بات کہی تھی حالانکہ کوئی شرعی عذر نہیں
راوی کہتے ہیں کہ وہ شخص کبھی بھی اپنا دایاں ہاتھ منہ تک نہ اٹھا سکا۔
(صحیح مسلم کتاب الاشربہ باب آداب الطعام والشراب واحکامہا ۵۲۶۸)

۳-صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اتباع سنت:

پیاری بہنو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگیوں پر نظر ڈالیں تو آنکھیں کھل جاتی ہیں کہ کیسے انہوں نے اتباع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حق ادا کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا کوئی خدشہ ایسا نہ تھا جسے انہوں نے غور سے نہ دیکھا ہوا اور پھر اپنے آپ کو اس کے مطابق ڈھال نہ لیا ہو۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جو والہانہ محبت تھی اسی کا نتیجہ تھا کہ وہ ہر اس کام کو کرنے کی کوشش کرتے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہوتا ان کو وہی کھانا پسند ہوتا جسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پسند کرتے۔ جس مقام پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوتے یا نماز پڑھ لیتے وہ جگہ بھی واجب الاحترام ہو جاتی اور اس مقام پر وہی عمل جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کرتے انجام دینا وہ اپنے لئے باعث سعادت سمجھتے یعنی انہوں نے قدم قدم پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن مضبوطی سے تھامے رکھا۔

ذیل میں ان چند واقعات کا تذکرہ کرتے ہیں جن سے یہ بات واضح ہو جائے گی کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل کیا

صحابہ کا حالت رکوع ہی میں اپنے چہروں کو کعبہ اللہ کی طرف پھیر دینا:

امام بخاری حضرت ابراء رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو سولہ سترہ ماہ تک بیت المقدس کی طرف رخ کر نے نماز ادا کرتے رہے۔ لیکن اس کے بعد تحویل قبلہ کا حکم نازل ہوا۔

قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ ۚ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا

(البقرہ:۲/۱۴۴)

بے شک ہم تیرا چہرہ بار بار آسمان کی طرف کرنا دیکھ رہے ہیں جو قبلہ تو پسند کرتا ہے البتہ ہم تجھ کو اسی قبلہ کی طرف پھیر دیں گے۔

جس وقت یہ حکم نازل ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھنے والا ایک شخص ایک مسجد سے گزرا جب کہ وہ حالت رکوع میں تھا تو اس نے انہیں کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ قبلہ بدلہ کر کعبہ ہو گیا ہے تو انہوں نے حالت رکوع میں ہی اپنے چہرے بیت المقدس سے خانہ کعبہ کی طرف پھیر لئے۔

(صحیح بخاری کتاب التفسیر باب قولہ تعالی سیقول السفہاء من الناس ۴۴۸۲)

ارشاد رسول کی اموری تعمیل میں صحابہ کا ایک دوسرے کے قریب پڑاؤ ڈالنا:

میری اسلامی حضرت صحابہ اکرام کے حکم کی فوری تعمیل صرف نماز ہی سے متعلق مسائل میں نہ کرتے بلکہ زندگی کے دیگر شعبوں میں بھی ان کی کیفیت ہی تھی حضرت اب وثعلبہ الخنی فرماتے ہیں لوگوں کا یہ دستور تھا کہ جب سفر میں کسی پڑاؤ ڈالنے تو گھاٹیوں اور دیواں میں بکھر جاتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بارے میں فرمایا تمہارا گھاٹیوں اور وادیوں میں اس طرح منتشر ہونا یقیناً شیطان کی طرف سے ہے۔

اس کے بعد جہاں کہیں بھی آنحضرت نے پڑاؤ ڈالنا صحابہ ایک دوسریسے اس قدر قریب ہو جاتے کہ کہا جاتا اگر ان سب کے اوپر ایک چادر بچھائی جاتے تو سب کے لئے کافی ہے۔

(سنن ابی داؤد: کتاب الجہاد باب مایومون انضمام العسکر وسعتہ ۲۶۲۸)

مذکورہ بالا حالات میں غور طلب بات یہ ہے کہ اللہ نے صحابہ کے پڑاؤ ڈالنے

میں انتشار کو پسند نہ فرمایا اور آج امت مسلمہ زندگی کے ہر شعبے میں انتشار کا شکار ہو چکی
(انا للہ و انا الیہ راجعون)

صحابہ کا تعمیل ارشاد نبوی میں گوشت سمیت ہانڈیاں انڈیل دینا:

حضرت انس روایت کرتے ہیں کہ رسول کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کیا (گھریلو) گدھے کھاتے نبی خاموش رہے وہی شخص دوسری مرتبہ حاضر ہوا اور پھر یہی بات کہی نبی پھر خاموش رہے تیسری مرتبہ وہی شخص حاضر ہوا اور عرض کیا (گھریلو) گدھوں کو ختم کر دیا گیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک منادی کرنے والے کو حکم دیا تو اس نے لوگوں میں یہ اعلان کیا بے شک اللہ تعالیٰ اور ان کے رسول گھریلو گدھوں (کے کھانے) سے روکتے ہیں۔

اسی وقت ہانڈیوں کو ابلتے اور جوش مارتے ہوئے گوشت سمیت زمین پر انڈیل دیا گیا۔ (صحیح بخاری کتاب الذبائح والصید باب لحوم امومنین ۵۲۸)

آپ کا حکم سنتے ہیں صحابہ نے اس کی تعمیل کی کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ اتباع اسی وقت ممکن ہے جب اپنی خواہشات محبوب کے تابع کر دی جاتی ہیں۔

صحابہ کرام کے نزدیک اتباع سنت کے لئے سنت کی مصلحت اور حکمت سمجھ میں آنا ضروری نہیں:

حضرت زید بن اسلم نے اپنے والد سے روایت کرتے ہیں. کہ حضرت عمر بن خطاب نے حجر اسود کو مخاطب کر کے کہا اللہ کی قسم میں جانتا ہوں تو ایک پتھر ہے نہ نقصان پہنچا سکتا ہے نہ نفع دے سکتا ہے اگر میں نے نبی اکرم کو استلام (حجر اسود کو ہاتھ لگا کر بوسہ دینا) کرتے دے نہ دیکھا ہوتا تو تجھے کبھی نہ چومتا پھر آپ نے استلام کیا پھر

فرمایا اب ہمیں رمل کرنے کی کیا ضرورت ہے رمل تو مشرکوں کو دکھانے کے لئے تھا اب اللہ نے انہیں ہلاک کر دیا ہے پھر خود ہی فرمایا لیکن رمل تو وہ چیز ہے جو رسول اللہ کی سنت ہے اور سنت چھوڑنا ہمیں پسند نہیں۔ (صحیح بخاری ۱۶۰۵ الحج الرمل الحج والعمرہ)

حضرت معاویہ بن قرہ اپنے والد قرہ سے بیان کرتے ہیں کہ میں نبی کے پاس حاضر ہوا میں نے آپ کی بیعت کی میں نے دیکھا کہ آپ کی قمیض کا بٹن کھلا تھا راوی عروہ کہتے ہیں کہ اس کے بعد میں نے معاویہ اور ان کے بیٹے کو قمیض کے بٹن باندھتے ہوئے گرمیوں اور سردیوں میں کبھی نہیں دیکھا سنن ابی داؤ رقم ۴۰۳ کتاب التاب اللباس باب فی حل الازار حضرت زید بن اسلم فرماتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن عمر کو کھلے بٹنوں کے ساتھ نماز پڑھتے ہوتے دیکھا تو میں نے ان سے پوچھا آپ ایسا کیوں کرتے ہیں تو عبداللہ بن عمر نے جواب میں رسول اللہ کو ایسے ہی نماز پڑھتے دیکھا ہے۔

حضور نے مرد کے لئے سونا پہننا حرام قرار دیا اور صحابہ نے آپ کی اتباع کی:

حضرت عبداللہ عمر بن نے کہا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے کی ایک انگوٹھی بنوائی تو صحابہ کرام نے بھی آپ کی دیکھا دیکھی انگوٹھی بنوالیں (اس کے بعد مرد کے لئے سونا پہننا حرام ہو گیا) آپ نے فرمایا میں نے سونے کی انگوٹھی اتار کر پھینکی اور فرمایا اب میں کبھی استعمال نہیں کروں گا (آپ کتے اتباع میں) صحابہ کرام نے بھی اپنی اپنی انگوٹھیاں اتار کر پھنک دیں۔

صحیح بخاری کتاب اللباس، باب اخاتم الفصام ۵۸۶۷ سونے کی انگوٹھی پہن کر گویا آگ کے انگارے پر چلنے کا قصد کرتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لے جانے کے بعد اس آدمی سے کہا گیا انگوٹھی لو اور اس سے کوئی دوسرا فائدہ حاصل کر لو (یعنی اپنی بیوی یا بہن کو دے دو یا

فروخت کر دو صحابہ نے کہا اللہ کی قسم جس انگوٹھی کو رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے پھینک دیا میں اسے کبھی نہیں اٹھاؤں گا۔

(صحیح مسلم کتاب للباس والزینۃ۔ باب تحریم الذهب علی الرجال ۵۴۷۲)

شراب کے اعلان حرمت پر اسے مدینہ کی گلیوں میں بہا دینا:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں میں ابوطلحہ کے گھر ایک گروہ کو فضیح شراب پلا رہا تھا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک منادی کرنے والا کا حکم دیا کہ وہ اعلان کرے سنو بے شک شراب کو حرام قرار دیا گیا ہے۔

حضرت انس نے بیان کیا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے مجھ سے کہا یہ شواب باہر انڈیل د ومیں اٹھا اور شراب کو باہر انڈیل دیا۔ گلیوں میں کثرت سے شراب انڈیلنے کی وجہ سے شراب گلیوں میں بہنے لگی۔

(صحیح بخاری کتاب المظالم باب صب الغرض الطریق ۲۴۶۴)

ان پاک بازوں اور سچی محبت کرنے والوں صحابہ کرام نے اتباع سنت کے جو نمونے پیش کیے وہ اپنی مثال آپ ہیں انہی کے بارے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝

(النور: ۲۴/۵۱)

ایمان والوں کا قول تو یہ ہے کہ جب انہیں اس لئے بلایا جاتا ہے کہ اللہ اور اس رسول ان میں فیصلہ کر دے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم نے سنا اور جان لیا یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

۴۔ آئمہ سلف اور اتباع سنت:

اے میری محترم اور پیاری اسلامی بہنو!

اللہ تعالیٰ کے ارشاد گرامی کے مطابق اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اظہار الفت و مودت کے بعد اہل اسلام پر واجب ہے کہ اہل ایمان اور خاص طور پر علماء کرام کو قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھیں اور ان کے اکرام و احترام میں کوئی کسر نہ چھوڑیں کیونکہ وہ انبیاء کے وارث ہیں اور ان ستاروں کی مانند ہیں جن سے بحر و بر کی تاریکیوں میں روشنی حاصل کی جاتی ہے۔

سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل جو امتیں موجود تھیں ان کے علماء بگڑ گئے تھے مگر امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے علماء ان کے عین برعکس نہایت افضل و اعلیٰ ہیں جس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اس امت میں جانشین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مردہ سنتوں کے زندہ کرنے والے ہیں وہ کتاب اللہ کی حفاظت کے امین ہیں اور ان کی زندگی اسی خدمت کے لئے وقف ہے۔ گویا وہ اللہ تعالیٰ کی اس کائنات میں ناطق قرآن ہیں۔

جس طرح اللہ تعالیٰ کی توحید اور ربوبیت میں کسی کو شریک ٹھہرانا ممنوع ہے اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے واجب الاتباع ہونے میں کسی دوسرے انسان کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے درجے پر لانا درست نہیں۔

اتباع سنت کے تقاضے:

پیاری اسلامی بہنو!

قرآن وسنت کے مطالعہ کے بعد ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم قیامت تک کے لوگوں کے لئے راہ ہدایت ہیں۔ آپ کی حیثیت مسلمہ کی ہے کیونکہ اسلامی تعلیم کے ساتھ معلم کا بھی اہتمام کرتا ہے اور اصول بھی دیتا ہے اور اصول پر عمل کرنے والے کو بطور نمونہ پیش کرتا ہے جو اسلام کے پند و نصائح کے اجمال کو تفصیل کے طور پر پیش کرتا ہے۔ یہاں اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ کچھ لوگوں کا کہنا

ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرف اپنے دور کے لوگوں کے لئے نبی تھے اور اسلام بھی اسی دور تک کے لئے تھا تو قرآن مجید اس بات پر بھی شاہد ہے کہ جس طرح قرآن خود ایک خاص زمانے میں ایک خاص قوم کو خطاب کرنے کے بعد بھی ایک عالمگیر کتاب ہے اسی طرح اس کا معلم بھی ایک معاشرے میں تعلیم دینے کے بعد قیامت تک آنے والے مسلمانوں کے لئے ہادی اور رہنما ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔

وَمَآ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيۡرًا وَّنَذِيۡرًا (سبا:۳۴/۲۸)

اور ہم نے آپ کو تمام لوگوں کے لئے خوشخبریاں سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع جو اسلام کی رو سے ہم پر فرض ہے اور جس اتباع پر دین کا دارومدار ہے یہ کس حیثیت سے ہے؟ کیا یہ حیثیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بنی اسماعیل میں سے ہونے کی حیثیت سے ہے یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت بحیثیت نبی کے ہے۔ اس بات کا جواب بھی قرآن مجید میں موجود ہے کہ۔

اِنَّـآ اَنۡزَلۡنَاۤ اِلَيۡكَ الۡكِتٰبَ بِالۡحَـقِّ لِتَحۡكُمَ بَيۡنَ النَّاسِ بِمَاۤ اَرٰٮكَ اللّٰهُ‌ؕ (النساء:۴/۱۰۵)

یقیناً ہم نے تمہاری طرف حق کے ساتھ اپنی کتاب نازل فرمائی تا کہ تم لوگوں میں اس چیز کے مطابق فیصلہ کرو۔ جس سے اللہ نے تم کو شناسا کیا ہے۔

گویا اطاعت نبوی جو مومن کا اصل ایمان ہے اور جس سے سرتابی کو ہر موانحرف کا بھی حق نہیں۔ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بحیثیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کے ہے۔ یعنی اس علم، اس حکم اس قانون کی اطاعت جسے اللہ کا نبی اللہ کی طرف سے

اللہ کے بندوں تک پہنچاتا ہے جیسے قرآن میں آتا ہے۔

وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِیُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ (النساء ۴/۶۴)

اور ہم نے ہر رسول کو صرف اس لئے بھیجا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کی فرمانبرداری کی جائے۔

چند غیر مقصد تخلیق کو پورا کرنے اشرف انسانیت کو برقرار رکھنے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کا واحد راستہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کا اتباع ہے۔ ذیل میں اس اتباع کے تقاضے بیان کئے جاتے ہیں۔

۱۔عقیدے کی اصلاح:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کا اتباع اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ سب سے پہلے ہم اس بات کا جائزہ لیں کہ ہمارا عقیدہ کیا ہے کیا واقعی صحیح معنوں میں ہم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتے ہیں، جیسا کہ ایمان رکھنے کا حق ہے یعنی کسی بھی متمر کے ظاہر ومعنوی شرک میں ملوث تو نہیں۔ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کا حق اس صورت میں ادا کر سکتے ہیں جب ہم ایمان کی شرائط پوری کریں گے۔

اللہ تعالیٰ قرآن میں ارشاد فرماتے ہیں۔

فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ كَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ (الاعراف:۷/۱۵۹)

پس ایمان لاؤ اللہ پر اس کے بھیجے ہوئے رسول نبی اُمی پر جو اللہ اور اس کے ارشادات پر ایمان رکھتا ہے اور پیروی اختیار کرو۔

ایمان کے دو درجے ہیں ایمان مجمل، ایمان مفصل۔ ایمان کے ان دو درجوں کے لئے اصطلاحیں آتی ہیں۔ ایک اقرار باللسان دوسرا تصدیق بالقلب۔ یعنی زبان سے اس امر کا اقرار کرنا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور دل سے اس بات

کی تصدیق اور اس پر یقین کامل رکھنا ان دونوں درجوں پر ایمان رکھنے کے بعد ایمان کی درحیثیتیں آتی ہیں یعنی نبی کے شریعت اسلامیہ میں تشریعی وتشریحی مقام کو جاننا تشریعی، حیثیت پر ایمان لانے سے یہ مراد ہے کہ نبی اللہ کے پیغمبر اور آخری رسول ہیں گویا شریعت میں آپ کے تمام منصب قرآن کی تصدیق کرنا ہے اور تشریح حیثیت سے مراد یہ ہے کہ ہم پر شارح قرآن ہونے کی حیثیت سے ایمان لائیں یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم دین کے پیچیدہ احکامات پر عمل کرنا واجب ہے میرے اسلامی بہنو! گویا اتباع رسول کا تقاضا ہے کہ ہم ربّ العزت کی وحدانیت کے ساتھ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغمبر خدا ہونے کی بھی اسی طرح تصدیق کریں تا کہ اس پیغمبر کے ساتھ تعلیمات پر عمل کرنا رضائے الٰہی حاصل کرسکیں۔

۲۔ بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان:

اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کے بعد آپ کی بعثت پر ایمان لانا اتباع سنت کا اہم تقاضا ہے یعنی اس بات کی تصدیق کرنا اللہ نے آپ کو حق دیے کر مبعوث کیا ہے اور آپ کی تعلیمات سراسر کلام الٰہی اور وحی الٰہی پر مبنی ہیں خود قرآن نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا تعارف اس طرح کرایا ہے۔

یٰسٓ ○ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ ○ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ○ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ○ (یسین: ۳۶/ ۱-۴)

قرآن حکیم کی قسم اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم یقیناً رسولوں میں سے ہو۔ سیدھے راستے پر ہو۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت و بعثت کا تعارف کرانے کے ساتھ اللہ نے آپ کے مقصد رسالت کو بھی قرآن میں بیان کیا ارشاد ربانی ہے۔

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا ○ وَّ دَاعِيًا

اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ وَ سِرَاجًا مُّنِیْرًا ○ الاحزاب ۳۳/۴۵-۴۶)

اے نبی ہم نے تمہیں بھیجا ہے گواہ بنا کر بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر اور اللہ کی اجازت سے اس کی طرف دعوت دینے والا بنا کر اور روشن چراغ بنا کر۔

یوں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی تصدیق کرنا کہ انہوں نے اللہ کی تعلیمات کی طرف اللہ کی مخلوق کو کبھی خوشخبری دے کر اور کبھی اور ڈرا کر قائل کیا اور اللہ کے حکم سے اپنی طرف دعوت دے کر ہر پہلو کے اور امر و نور ہیں حلال و حرام غرض ہر قسم کی پیچیدگیوں کی نشاندہی کی ہے۔

۳۔ختم نبوت پر ایمان:

نبی کے اسوۂ حسنہ کا اتباع اس بات پر بھی تقاضا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے بارے میں جو حق فیصلہ قرآن میں دیا اس پر ایمان لائیں اللہ تعالیٰ کے اس فیصلہ پر ایمان لانا اس لئے ضروری ہے کہ اس کے بغیر ایک مسلمان دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے اور وہ فیصلہ یہ ہے کہ

مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ ط (۵/۳/۴)

محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں مگر وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔

یعنی اس بات پر ایمان رکھنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے آخری نبی اور رسول ہیں آپ پر نبوت کا سلسلہ ختم ہو گیا قرآن کے اس حتمی اعلان سے تمام عقائد ہیں باطلہ کا رد ہوتا ہے اور دین کی عمارت ہر قسم کی بدعات سے محفوظ ہو جاتی ہے علماء کرام فرماتے ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف مواقع پر مختلف طریقے سے مختلف الفاظ میں اس امر کی تصریح فرمائی ہے کہ آپ اللہ کے آخری نبی ہیں اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آنے والا نبوت کا سلسلہ آپ پر ختم ہو چکا ہے اور آپ کے بعد جو لوگ بھی رسول یا نبی ہونے کا دعویٰ کریں وہ دجال یا کذاب ہیں۔ ضمیمہ ختم نبوت تفہیم القرآن ۱۴۴۔

تاریخ بھی اس بات پر شاہد ہے کہ نبی کے وصال کے بعد نبوت کے جھوٹے دعویداروں کے خلاف صحابہ کرام نے جہاد کیا اور ایسی شخصیت کو واجب القتل قرار دیا لہٰذا امت رسول پر اتباع رسول کی حیثیت سے یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ اللہ رب العزت نے جس طرح ہمیں اپنے نبی کی اطاعت کا حکم دیا ہے اس پر عمل کریں اور نہ اس میں اضافہ کریں اور نہ ہی کمی کریں تا کہ روز قیامت اللہ اور اس کے رسول کی نظر میں سرخرو ہوں۔

۴۔ حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم:

اتباع سنت کا سب سے اہم تقاضا حب رسول ہے کیونکہ جب تک ہمیں نبی سے محبت ہی نہیں ہوگی تو ہم اس وقت تک اتباع کا حق نہیں ادا کر سکتے دوسرے الفاظ میں اطاعت و محبت لازم و ملزوم ہیں یعنی یہ کسی صورت میں نہیں ہو سکتا کہ ایک تو محبت نہیں کرتے گویا محبت اور اطاعت ایک دوسرے کا لازمی نتیجہ ہیں اور محبت وہی اصلی انجام کو نہیں پہنچتی اور اسلام کا اصل کامل ایمان ہے۔ جس تک پہنچنے کے لئے واحد راستہ حب رسول ہے جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لا من احد کم متی یکون ھواہ تبعا لما جئت بہ

(البغوی فی شرح السنۃ۔ ۱/۲۱۲۔۲۱۳۔ کتاب الایمان باب رد البدع والاھواء

تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اپنی خواہشات کو میری لائی ہوئی شریعت کے تابع نہ کر دیے۔

"گویا جس کے دل میں حب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے اسے چاہئے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی پیروی میں اپنے اندر سادگی صبر و تحمل قناعت اور رضا بالقضاء کی صفات پیدا کرنے کی سعی کرتا ہے کیونکہ نبی کا فرمان ہے۔

من احیاء سنتی فقدا حبیی و من اجبنی کان معی فی الجنة

(ترمذی کتاب العلم باب ماجاء فی الاخذ بالسنة واجتناب البدعة ۲۶/۸)

نبی کی محبت کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں واجب قرار دیا ہے۔

اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں سے کہہ دیجئے اگر تمہیں اپنے باپ اپنے بھائی اپنی بیویاں اپنے کنبے والے اور وہ اموال جو تم کماتے ہو اور تجارت میں کے مندا پڑنے پر تم ڈرتے ہو اور تمہارے مکان جو تمہیں پسند ہیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہیں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لے آئے (توبہ آیت ۲۴)

چنانچہ وہ محبت جو سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کرنا نہ سکھائے اور وہ اتباع جو نبی سے محبت نہ سکھائے محض دھوکہ اور فریب ہے محض الفاظی اور نفاق اور منافق کا ٹھکانہ تو ہے ہی جہنم لہٰذا ہمیں چاہیے کہ جب رسول جو انعام خداوندی ہے جو نہ صرف ہمارے ایمان کا حصہ لیکن عین ایمان ہے ہر ممکن حد تک جو انعام خداوندی ہے جو نہ صرف ہمارے ایمان کا حصہ بلکہ ہمیں چاہیے کہ میں اپنے ایمان کو خراب کرنے کی بجائے سنت پر عمل کر کے خالص بنا کر کیونکہ جو شخص آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ آخروی نجات حاصل کرنے کے راستے بھی خوب جانتا ہے اور ان تمام راستوں میں واحد اور اہم راستہ حب رسول اور اطاعت رسول ہے۔

۵۔ تعظیم نبوی:

اتباع رسول کا لازمی جزو تعظیم و تکریم نبوی ہے یہ تو ایسی بارگاہ ہے جہاں حکم

عدولی کی کیا گنجائش ہوتی یہاں اونچی آواز بھی غارت گر ایمان ہے سورۃ الحجرات کا آغاز ہی نبی کے احترام سے ہے اسی سورت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کی تعظیم سکھائی ہے تا کہ اس پیغمبر کے امتیوں کے اعمال اکارت نہ جائیں ارشاد ربانی ہوتا ہے۔

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ○ (الحجرات ۔ ۴۹/۲)

اے ایمان والو! اپنی آوازیں نبی کی آواز سے اوپر نہ کرو ورنہ ان سے اونچی آواز سے بات کرو جیسے آپس میں ایک دوسرے سے کرتے ہو کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال اکارت جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔

صحیح بخاری میں آیت کے نزول کے حوالے سے ایک صحابی کا ذکر یوں آتا ہے کہ ایک صحابی ثابت بن قیس جن کی آواز قدرتی طور پر بلند تھی ایمان ضائع ہو جانے کے ڈر سے گھر میں محور ہو کر بیٹھ گئے اور کہنے لگے۔ میرا حال ہے میری تو آواز ہی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بلند ہے میرے تو اعمال اکارت گئے اور میں تو اہل دوزخ سے ہو جاؤں گا۔

جب نبی نے ان کے بارے میں دریافت فرمایا اور آپ کو اصل صورت حال کا علم ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

(بخاری کتاب التفسیر باب الاترفعوا صواتکم فوق صوت النبی ۴۸۴۲)

یہ تو تھا اس کی زندگی میں صحابہ کرام کا معمولی مگر آپ کی وفات کے بعد لوگوں کے لئے آپ کی عزت و تکریم کا طریقہ یہ ہے کہ ہم آپ سے صدق دل محبت کریں آپ کی فرامودات پر عمل کریں اپنی زندگی میں آپ کو واقعی اپنے لئے اسوہ حسنہ سمجھیں

تا کہ آخرت میں ہم خالی ہاتھ نہ رہ جائیں۔

درود......صلوٰۃ وسلام:

نبی کا فرمان ہے۔
جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرمائیں گے اور اس کے دس گناہ معاف کردیئے جائیں گے اور اس دس نیکیاں لکھی جائیں گی۔

ترمذی کتاب الصلاۃ باب ماجاء فی فضل الصلاۃ علی النبی ۴۸۴

مستدرک حاکم کتاب الدعا و باب رغم انف رجل لم یصل علی النبی ۱۵۵۰

قیامت کے دن سب سے زیادہ میرے قریب وہ شخص ہوگا جو مجھ پر زیادہ سے زیادہ درود پڑھنے والا ہوگا۔ ترمذی کتاب الصلاۃ باب ماجاء فی فضل الصلاۃ علی النبی ۴۸۴

درود شریف دراصل ایک مسلمان کا ترانہ محبت ہے جس طرح دنیا میں کوئی محبت کرتا ہے اس کی شان میں تعریفی کلمات و اشعار شرتیں دیتا ہے اور نبی جو کل انسانیت کے محسن ہیں تو اپنے محسن کے حضور عقیدت و احترام کے اظہار کے طور پر کلمات درود پیش کریں اور جس پر عمل کرنا خود ہمارے لئے ہی باعث برکت ہے۔

یہاں اس امر کا ذکر کرنا بھی ضروری ہے کہ نبی کے حضور درود کا نذرانہ پیش کرنے کے لئے ضروری نہیں کہ کوئی محفل ہی برپا کی جائے یا کوئی خاص وقت ہی صرف کیا جائے بلکہ یہ چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھے اور خاص طور پر جب آپ کا نام آئے تو فوراً مبارک الفاظ کے ساتھ یہ نذرانہ پیش کردینا چاہئے اور یہی اتباع سنت اور حب رسول کا تقاضا ہے نبی نے فرمایا۔
وہ شخص بڑا بخیل ہے جس کے پاس میرا ذکر ہوا اور اس نے مجھ پر درود نہ بھیجا۔

ترمذی کتاب الاعوان: غم انف جل ذکر سے عندہ......۵۸۴۲

لیکن اس بات کا خیال ہے کہ درود وسلام وہی قبول ہوگا جو نبی کی احادیث سے

ثابت ہے یعنی جو کلمات درود نبی نے سکھائے ہیں اور ان سب میں مقبول درود درود ابراہیمی ہے نہ کہ امت کے کہ بناتے چاہوں گا کہ صحیح انجام تک پہنچے کے لئے صحیح راستے کا انتخاب کریں تا کہ آخرت میں نبی کا قرب نصیب ہو۔

۷۔حب اہل بیت:

اتباع رسول کا تقاضا ہے کہ نبی کے اہل بیت سے بھی محبت ہو کیونکہ آپ کو بھی ان سے محبت تھی یعنی جس طرح ایک مسلمان کو نبی سے پیار ہے اسی طرح آپ کی آل سے اور ازواج سے بھی محبت ہونی چاہئے جیسا کہ نبی نے فرمایا۔

آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت پل صراط سے بخوبی گزر جانے کی سند ہے آل محمد کی مدد کرنا عذاب سے امان ہے۔

بعض علماء کا تو یہاں تک کہنا ہے کہ۔

اہل بیت کو پہچاننا گویا حضور کے مرتبہ کو پہچاننا ہے۔

چنانچہ نبی کے اتباع کا لازمی جزو ہے کہ ہم آپ کے گھر والوں سے بھی اس طرح محبت کریں جیسا کہ آپ نے فرمایا اور آپ کی بیویاں تو امت کی مائیں ہیں لہٰذا جیسا ایک ماں کا احترام لازمی ہے اسی طرح نبی کی ازواج کا بھی احترام کہیں زیادہ بڑھ کر کرنا چاہئے اور آپ کی ازواج مطہرات کی عزت و احترام بھی اتباع رسول کا لازمی تقاضا ہے۔

۸۔صحابہ کرام سے محبت:

اتباع رسول کا تقاضا یہ بھی ہے کہ نبی کے اصحاب سے محبت کی جائے کیونکہ نبی کو بھی ان سے محبت تھی اور بحیثیت متبعین کے اپنے محبوب کی ہر محبوب چیز کو محبوب رکھنا اتباع کا عروجہ کہلائے گا اور صحابہ کرام صلی اللہ علیہ وسلم جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ

نے فرمایا۔

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ۙ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ (التوبہ ۹/ ۱۰۰)

اور جو مہارج اور انصار سابق اور مقدم ہیں اور جتنے لوگ اخلاص کے ساتھ ان کے مہاجر پیروں ہیں اللہ ان سے راضی ہو اور وہ اللہ سے راضی ہوتے ہیں۔

قرآن مجید میں ایک اور جگہ آتا ہے:

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ۫

(الفتح ۴۸/ ۲۹)

محمد اللہ کے رسول ہیں اور آپ کے ساتھی کفار پر سخت ہیں اور آپس میں نرم ہیں آپ انہیں رکوع اور سجدے کی حالت میں دیکھیں گے یہ اللہ کے فضل اور رضا کے متلاشی ہیں۔

خود نبی نے فرمایا:

میرے ساتھیوں کے بارے میں اللہ کا خوف کرو میرے بعد انہیں نشانہ نہ بناؤ۔ پس جو ان سے محبت کی وجہ سے محبت کرے گا جو ان سے بغض رکھتا ہے وہ میرے بغض کی وجہ سے کرتا ہے جو انہیں ایذا دے گا اس نے مجھے ایذا دی جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ کو ایذا دی اور جس نے اللہ کو ایذا دی قریب ہے کہ اللہ اس کو پکڑ لے ترمذی، کتاب المناقب باب من سب اصحاب النبی ۳۸۶۲۔

عصر حاضر میں اتباع سنت:

پیاری بہنو! اتباع رسول ایک ایسا معروف لفظ ہے جس کا مدعا مسلمہ طور پر یہ

ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جمیع احکام کی اطاعت کی جائے آپ قرآنی ہدایت نامے کی مکمل تصویر ہیں آپ کی زندگی قرآن فیصلے کے تحت محبت الٰہی کا واحد عملی مفہوم اور اس کی حقیقت کا واحد مظہر ہے اسی لئے آپ کی اتباع ہر مسلمان پر واجب ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ

(آل عمران ۳/۱۶۴)

بے شک مسلمان پر اللہ کا بڑا احسان ہے کہ ان میں سے ایک رسول بھیجا جو انہیں اس کی آیات پڑھ کر سناتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے کتاب اور حکمت سکھاتا ہے۔

اس آیت میں نبوت کے تین اہم مقاصد بیان کئے گئے ہیں۔

۱۔ تلاوت آیات

۲۔ تزکیہ

۳۔ تعلم کتاب وحکمت

تعلیم کتاب میں تلاوت از خود آجاتی ہے تلاوت کے ساتھ ہی تعلیم ممکن ہے تلاوت کے بغیر تعلیم کا تصور ہی نہیں آپ ہمیں اللہ کی آیات پڑھ کر سناتے تھے آپ نے قرآن پاک نہ صرف کتابی شکل میں ہمیں دیا بلکہ اس کے ساتھ ساتھ آپ نے قرآن کا لفظ لفظ صحیح طور پر ہمیں پڑھنا بھی سکھایا تزکیہ سے مراد عقائد اور اعمال و اخلاق کی اصلاح ہے جس طرح آپ نے اپنی امت کو شرک سے ہٹا کر توحید پر لگایا اس طرح نہایت بد اخلاق اور بد اطوار قوم کو اخلاق و کردار کی رفعتوں سے بھی

ہمکنار کر دیا اس آیت میں حکمت سے مراد سنت رسول ہے امام شافع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

آپ کی سنت وہ حکمت ہے جو آپ کے دل میں خدا کی طرف سے ڈالی گئی۔

یہ اللہ کا وہ احسان ہے جو اس نے ہم پر کیا وہ ورثہ تھا جو آپ کے ساتھ کیا سلوک رہا ہے؟ آج کتنے مسلمان ایسے ہیں جو اللہ کی کتاب کو اسی طرح پڑھتے ہیں جس طرح آپ نے پڑھ کر سنائی؟ ہمارے پڑھنے کے انداز جدا جدا ہیں آج ہمارے تزکیہ نفس کا کیا خیال ہے؟ ہمارے عقائد ہماری سوچ ہمارے اخلاق اور ہماری نیتیں کس حد تک اس طریقے کے مطابق ہیں جو آپ نے اختیار کیا اور جس کی ہمیں تلقین کی؟ آپ نے ہمیں کتاب وحکمت کی تعلیم دی اور آج ہم سنت رسول کے ساتھ کس حد تک انصاف کر رہے ہیں؟

قرآن پاک کے ساتھ ہمارا تعلق کسی نہ کسی بہانے اور کسی واسطے سے رہتا ہی ہے اور کچھ نہیں تو میلاد کے موقع پر کسی کے مرنے کے بعد اسے بخشوانے کے لئے اور رمضان میں خانہ پُری کے لئے پڑھ ہی لیا جاتا ہے لیکن سنت کے ساتھ ہمارا معاملہ کیا ہے؟ کیا ہم نے احادیث کے دعوے تو بہت کرتے ہیں لیکن کبھی ہمیں اپنے محبوب کی زندگی کا اجمال جائزہ لینے کی توفیق نہیں ہوتی کیوں؟

دراصل ہمارے عہد کا سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ ہم تعصبات کی دنیا میں زندگی بسر کر رہے ہیں کہیں شخصیات کا تعصب ہے کہیں رنگ ونسل کا تعصب ہے کہیں مسلک اور فرقہ کا تعصب ہے کہیں جماعت اور پارٹی کا تعصب ہے کہیں رنگ ونسل کا تعصب ہے کہیں رسم ورواج کا تعصب ہے کہیں علاقے اور وطن کا تعصب ہے حق اور ناحق جائز اور ناجائز کا معیار صرف اپنا اور پرایا ہے ایک بات اگر اپنی پسندیدہ شریعت

جماعت یا مسلک کی طرف سے آتے تو قابل تحسین وہی بات اگر کسی ناپسندیدہ شخصیت جماعت یا مسلک کی طرف سے آتے تو قابل مزمت اس تعصب کی کارفرمائی یہاں تک کہ اکثر اوقات اللہ اور رسول کی بات تو بھی اسی چھلنی سیگ زارا جاتا ہے لیکن ہمیں چاہئے کہ ہم سنت اور سیرت ہر قسم کے تعصب سے بالاتر ہو کر کریں۔

آج مسلمان کے زوال کا باعث بھی صرف اور صرف یہ ہے کہ انہوں نے آپ کے بتائے ہوئے طریقوں کو پس پشت ڈال دیا ہے جب کہ وہ صحابہ جنہوں نے آپ کا اتباع کیا وہ صحراؤں میں رہنے والے جنگلوں میں رہنے والے کے پاس علم وشعور نہ تھا تہذیب وتمدن نہ تھا وہی دنیا کے پیشوا اور امام بن گئے اور ان کے قدم جزیرہ العرب سے باہر نکل گئے اور یورپ کی زمین بھی ان کے قدموں تلے روندی گئی سوچنے کی بات ہے آخر ان کے پاس ایسا کون سا علم تھا؟ کون سا فن تھا جس نے مسلمانوں کو اتنے عروج پر پہنچا دیا اور حقیقت وہ حضورؐ کی لائی ہوئی تعلیمات اور شریعت کے تابع تھے لیکن مخالفت سمت میں اپنے لئے صراط مستقیم تلاش کرنے کی ناکام کوشش کر رہے ہیں۔

صحابہ کرام نے رسول اکرم کا ایک ایک عمل غور سے دیکھا اور پھر آپ کی فرمانبرداری اور اطاعت کی بہتری مثالین قائم کر کے آپ سے عشق ومحبت کا حق ادا کروایا پس آپ سے عشق کا تقاضا یہ ہے کہ زندگی کے تمام معاملات میں قدم قدم پر آپ کی اتباع واطاعت کی جائے کیونکہ وہ محبت جو سنت رسول پر عمل کرنا سکھائے محض دھوکہ اور فریب ہے۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اتباع سنت کی کوئی ضرورت نہیں ہے کیونکہ قرآن حکیم ہی ہمارے لئے کافی ہے جب کہ حقیقت تو یہ ہے کہ سنت رسول کے بغیر نہ تو قرآن سمجھا جاسکتا ہے اور نہ ہی اس کے احکامات کو حضرت حذیفہ کہتے ہیں کہ

ان الا ما نه نزلت من السماء فی جذر قلوب الر خال و نزل القرآن فقرء والقرآن و علمو من السنة

(صحیح بخاری کتاب الاعتصام کتاب السنۃ باب ۷۲۷۲)

دیانت داری آسمان سے لوگوں کے دلوں کی گہرائی میں اتری ہے یعنی فطرت میں شامل ہے اور قرآن بھی آسمان سے نازل ہوا ہے لوگوں نے پڑھا اور سنت کے ذریعے سمجھا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ میری سنت کو اس لئے نہ چھوڑ دینا کہ وہ کتاب اللہ میں موجود نہیں حضرت ارافع کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لا الفین احد کم فتکبا علی اریکته یاتیه الا مرو ملنا امری مما امرت به اونهیت جحته فیقول لا ادری ما وجد تافی کتاب الله اللجناه .

میں تم میں سے کسی کو اس حال میں نہ پاؤں کہ وہ اپنی مسند پر ٹیک لگاتے بیٹھا ہوا اور اس کے پاس میرے ان احکامات میں سے جن کا میں نے حکم دیا ہے یا جن سے میں نے منع کیا ہے کوئی حکم پہنچے اور وہ یوں کہے میں نہیں جانتا تم نے جو کتاب اللہ میں یا اسی کو اتباع کرتے ہیں۔

ترمذی کتاب العلم باب مانی عنا ان یقال حدیث رسول اللہ ۲۶۲۳ ابوداؤد: کتاب السنۃ باب لزوم السنۃ ۴۶۰۵ ابن ماجہ المقدمۃ باب تعظیم حدیث رسول اللہ ۱۳۔

سوچنے کی بات یہ ہے کہ قران ہم تک صرف اور صرف آپ کے واسطے سے ہی پہنچا اور اگر آپ کو درمیان سے نکال دیا جائے تو آپ کی باتوں کا اعتبار نہیں کیا جائے تو پھر قرآن بھی ہمارے لئے قابل اعتبار نہ ہوگی (نعوذ باللہ من ذلک) کیونکہ آج اس پُرفتن دور میں بہت سے لوگ اس بات پر اعتراض کرتے ہیں کہ قرآن نے ہر شے کی

تفصیل بیان کردی ہے تو پھر حدیث کی کیا ضرورت ہے؟ اور سنت اگر واقعی شریعت کا ماخذ تھی تو آپ نے اپنی زندگی میں ہی اسے کتابی شکل میں کیوں مرتب نہیں کیا قرآن کے نزول کے طور اور ڈھائی سو سال کے بعد تحریری شکل میں مرتب ہونے والے سنت کا کیا اعتبار ہو سکتا ہے؟ آج اٹھنے والے ان اعتراضات کا جواب قرآن نے چودہ سو سال پہلے ہی دے دیا تھا۔

ارشاد بانی ہے۔

وَاَنْزَلْنَآ اِلَیْكَ الذِّكْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْهِمْ وَ لَعَلَّهُمْ یَتَفَكَّرُوْنَ۝ (النحل: ۱۲/۴۴)

اور ہم نے آپ پر ذکر (قرآن) نازل کیا تا کہ آپ لوگوں کے لئے اس چیز کی وضاحت کردیں جو ان کی جانب سے اُتاری گئی تا کہ وہ غور کریں۔

اب قرآن نے یہ خود ہی بتا دیا ہے کہ قرآن جو ہر شے کی وضاحت کرتا ہے وہ نبی کریم کے ذریعے سے کرتا ہے قرآن نماز زکوۃ حج وغیرہ کا حکم دیتا ہے مگر ان سے متعلق بعض مسائل کا قرآن میں اجمال بھی ذکر نہیں ملتا ان کی تفصیل صرف اور صرف حدیث سے ملتی ہے۔

سنت چونکہ نبی کریم کے قول، فعل اور تقریر کا نام ہے اور یہ سلسلہ آپ کی زندگی کے آخر سانس تک جاری تھا تو پھر یہ کیسے ممکن تھا کہ سنت کا تمام تر ذخیرہ آپ کی زندگی میں ہی کتابی شکل میں مدون ہوتا ہے آپ پر جب کوئی آیت یا سورت نازل ہوتی ہے تو آپ کاتب وحی کو بلا کر فرماتے ہیں کہ اسے لکھو اب اگر ان حالات میں صحابہ احادیث مبارکہ کو بھی ساتھ ساتھ لکھنا شروع کر دیتے تو اس بات کا قوی احتمال تھا کہ لوگ کہیں قرآں و حدیث کو آپس میں گڈمڈ نہ کردیں اس لئے آپ نے

ابتداء میں کتاب حدیث کی ممانعت فرمائی لیکن قرآن کا بہت سا حصہ نازل ہو گیا اور لوگ اس کے اسلوب اور طرز نو سے آشنا ہو کر تیز تیز حافظوں نے اسے اپنے ذہنوں میں اچھی طرح محفوظ کر لیا اور قرآن و حدیث کے باہم سنے کا اندیشہ باقی نہ رہا تو آپ نے پہلے حکم کو منسوخ کرتے ہوئے کتابت حدیث کی اجازت کی دے دی آپ کی سنت کی جو حیثیت اور جتنی اہمیت ہے ساری مخلوقات میں سے کی دوسری ہستی کو بات کو وہ اہمیت حاصل نہیں جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایک قدم بات پر عمل کرنا عین ایمان اور باعث نجات ہے اسی طرح آپ کی کسی ایک بات کا انکار بھی کفر اور باعث عذاب ہے لیکن آج کا مسلمان جو مسلمان ہونے کا دعویٰ تو کرتا ہے لیکن وہ قرآں وسنت کو مضبوطی سے تھامنے کی بجائے بدعت کو اپنے سینے سے لگاتے ہوئے ہے اور رسول کے بجائے بدتیوں کی اتباع میں پیش پیش ہے اور ان سے قدم قدم ملاتے چلا رہا ہے اس کی عقل پر بدعتیوں کی تنقید کا بڑا پڑا ہوا ہے اور وہ خود تحقیق کرنے کے بجائے اندھادھند بدعت کو ہی سنت سمجھ کر انجام دے رہا ہے۔

نبی کی اتباع کرنے والوں کا حال یہ تھا کہ ایک مرتبہ آپ نے نماز کے دوران جوتے اتار دیے سلام پھیرنے کے بعد آپ نے دیکھا کہ دیکھا دیکھی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دیکھا دیکھی جوتے اتار دیئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے آپ کے لئے جوتے اتارے جبرئیل نے آ کر مجھ سے کہا میرے جوتوں میں نجاست لگی ہے یہ اللہ کے حقیقی بندے ہیں جو

بغیر کسی تقلید اور محبت کے آپ کی اتباع کرتے ہیں آج ہم سائنسدانوں کی باتوں پر تو ایمان لے آئے لیکن اللہ کے رسولوں کی بتائی ہوئی باتوں کو اپنانے میں تردد محسوس کرتے ہیں اس کی اصل وجہ ہے کہ ہمارا ایمان کمزور ہے۔

اتباع سنت کے دعویدار تو بہت ہیں لیکن اظہار اس کی نفی کرتا ہے مرد کے لئے داڑھی رکھنا سنت رسول سے ثابت ہے اور یہی ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں کی بھی سنت ہے لیکن آج اگر کوئی اس سنت پر عمل کرتا ہے تو اسے دہشت گرد سمجھا جاتا ہے۔

◆◆◆◆◆

عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم

الحمد للہ ربّ العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سیّد المرسلین

اما بعد

فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ

وعلی الک واصحابک یا حبیب اللہ

الصلوٰۃ والسلام علیک یا نبی اللہ

وعلیٰ الک واصحابک یا نور اللہ

فضیلت درود پاک:

حضرت سیدنا محمد بن سلیمان جزولی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمارے ہاں ایک قاتل کا انتقال ہو گیا میں نے بعد وفات اسے کواب میں دیکھا اور رپوچھا اللہ عزوجل نے تیرے ساتھ کیسا معاملہ فرمایا اس نے کہا مجھے بخش دیا گیا ہے، میں نے پوچھا کس وجہ سے؟

فرمایا میری عادت تھی کہ جب بھی نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی لکھتا تو ساتھ صلی اللہ علیہ وسلم ضرور لکھتا تھا اس پر اللہ عزوجل نے ایسی نعمتیں عطا فرمائی ہیں جنہیں نہ کسی آنکھ نے دیکھا، نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی دل میں ایسی بات

کھڑکی۔ (دلائل الخیرات)

صلو علی الحبیب : صلی اللہ تعالیٰ علی محمد صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت ابوذکریا رحمۃ اللہ فرماتے ہیں۔ ایک شخص حدیث شریف لکھتا تھا او
کاغذ کی بچت کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم گرامی کے ساتھ درود پاک
نہ لکھتا تھا اس بے ادبی کے باعث اس کے دائیں ہاتھ کو آکلہ کی بیماری لگ گئی وہ اس
درد میں مر گیا۔ (العیاذ باللہ سعادت دارین)

توہین جس نے کی محمد ﷺ کے نام کی
اللہ نے اس پر خوشبوئے جنت حرام کی

صلو علی الحبیب : صلی اللہ تعالیٰ علی محمد صلی اللہ علیہ وسلم

مجھ کو دنیا کی دولت نہ چاہئے
شاہ کوثر ﷺ کی میٹھی نظر چاہئے
ہاتھ اٹھتے ہی بر آئے ہر مدعا
وہ دعاؤں میں مولیٰ اثر چاہئے
عاشقان نبی ﷺ کے لئے دل کی صدا
سبز گنبد کے سائے میں گھر چاہئے
رات دن عشق میں تڑپا کروں
یا نبی ﷺ ایسا سوز جگر چاہئے

میٹھی میٹھی اسلامی بہنو!

اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو دونوں جہان میں عظمت

فرمائی آپ کوتمام مخلوقات میں سے سب سے افضل واعلیٰ بنایا، فضائل وخصائل، معجزات وکمالات، حسن وجمال، حسن اخلاق الغرض ہر ایک خوبی آپ کی بابرکت ذات میں موجود ہے۔ اس عظیم ہستی کی محبت تو مسلمان کی پہچان، مومن کا ایمان بلکہ ایمان کی جان ہے یہی وجہ ہے کہ ہر مسلمان مکی مدنی سلطان، رحمت عالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے بے تاب، ہر آنکھ ان کے دیدار کی مشتاق اور ہر دل ان کی محبت سے سرشار ہے۔ آج بھی سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے دیوانے اجتماع ذکر ونعت، محفل میلاد اور سنتوں بھرے اجتماعات میں شرکت کر کے عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا اظہار کر رہے ہیں۔ گویا ہر مسلمان کی یہی آرزو ہے۔

ان آنکھوں کا ورنہ کوء مصرف ہی نہیں
سرکار ﷺ تمھارا رُخ زیبا نظر آئے

آج چودہ سو سال بعد بھی ان کے عاشقوں کا یہ حال ہے تو ان صحابہ کرام علیہم الرضوان کا کیا حال ہوگا جنہوں نے سر کی آنکھوں سے دیدار مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہوگا ان صحابیات کی قسمت کتنی نرالی ہوگی جنہوں نے محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے نورانی دربار سے فیض پایا ہوگا۔

کسی نے کیا خوب کہا ہے

جب حسن تھا ان کا جلوہ نما انوار کا عالم کیا ہوگا
ہر کوئی فدا ہے بن دیکھے دیدار کا عالم کیا ہوگا
اک سمت علی اک سمت عمر صدیق ادھر عثمان ادھر
ان جگمگ جگمگ تاروں میں ماہتاب کا عالم کیا ہوگا
جس وقت تھے خدمت میں ان کی ابوبکر و عمر و علی
اس وقت رسول اکرم ﷺ کے دربار کا عالم کیا ہوگا

جب مکی مدنی سرکار دو عالم کے تاجدار صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال ظاہری فرمایا تو صحابہ کرام علیہم الرضوان پر گویا قیامت ٹوٹ پڑی یا زندگیاں اُجڑ گئیں گھر ویران ہو گئے اور دل غم سے نڈھال ہو گئے غم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں لوگ بے قرار ہو گئے نہ دن کو سکون آتا، نہ رات کو آرام آتا ہر دم پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد تڑپاتی رہتی مدنی آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں ہر دل بے قرار اور ہر آنکھ اشکبار تھی عاشقان رسول صلی اللہ علیہ وسلم جس طرف بھی جاتے، عہد رسالت کے پر کیف مناظر یاد آجاتے، دل بھر آتا اور آنکھوں سے بے اختیار اشک رواں ہو جاتے۔

انہی عاشقان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں موذن رسول حضرت بلال رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ آپ عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے سرشار دیوانہ وار مدینہ پاک کی گلیوں میں گھومتے۔ لوگوں سے پوچھتے بھائیو تم نے میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے اگر دیکھا ہے تو مجھے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا جلوہ دکھا دو یا کم از کم ان کا پتہ ہی بتا دو، مدینے کی سرزمین پر آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں کے نشان باقی ہیں۔ آپ جدھر جدھر بھی جاتے، وہ حسین مناظر یاد آجاتے تو آپ عشق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بے قرار ہو جاتے۔ آخر کار جدائی کی تاب نہ لاتے ہوئے حضرت بلال رضی اللہ عنہ ہجرت کر کے ملک شام چلے گئے اور حلب شہر میں سکونت اختیار فرمائی۔ تقریباً ایک سال کا عرصہ گزرا کہ ایک رات حضرت بلال رضی اللہ عنہ خواب میں محبوب ذوالجلال، شہنشاہِ خوش خصال صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ مدنی آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلال تم نے ہم سے ملنا کیوں چھوڑ دیا کیا تمہارا دل ہم سے ملنے کو نہیں چاہتا بس یہی سنا تھا کہ آنکھ کھل گئی۔ لبیک یا سیدی لبیک یا سیدی آقا صلی اللہ علیہ وسلم غلام حاضر ہے۔ آقا غلام حاضر ہے؟ آپ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں بے قرار ہو گئے کہ آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے بلایا ہے۔

بھی اور اس وقت جانا ہے۔

چنانچہ رختِ سفر باندھا اور راتوں رات ملک شام سے مدینے کی طرف روانہ ہو گئے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا دیوانہ منزلوں پہ منزلیں طے کرتا۔ مدینہ کی طرف بڑھتا چلا جا رہا تھا، آنکھوں سے آنسو رواں ہیں دل عشقِ مصطفیٰ میں بے قرار ہے، دن رات سفر جاری ہے بالآخر مدینے پاک کے روح پرور نظارے آنکھوں میں سمانے لگے، بھینی بھینی ہواؤں سے شام جان معطر ہونے لگے، مدینہ پاک کے در و دیوار نظر آنے لگے، کون سا مدینہ!

وہ مدینے جو کونین کا تاج ہے
جس کا دیدار ہر عاشق کی معراج ہے
زندگی میں خدا ہر مسلمان کو
وہ مدینے دکھاوے تو کیا بات ہے

جیسے جیسے روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم قریب آتا جا رہا ہے۔ دل کی دھڑکن تیز ہوتی جا رہی ہے مدینہ شریف میں داخل ہوتے ہیں دل کی نیاز ریروز بر ہوگئی۔ سیدھے مسجد نبوی میں پہنچے، محراب میں دیکھا، منبر پر دیکھا، سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نظر نہ آئے۔ حجروں میں تلاش کرتے کرتے جیسے ہی حجرۃ عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف بڑھے، مزارِ انور پر نظر پڑی، غش کھا کر گر پڑے رو رو کر عرض کرنے لگے۔

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کلب سے غلام کو بلا لیا اور خود پردے میں چھپ گئے، آقا صلی اللہ علیہ وسلم غلام حاضر ہے، روتے روتے حضرت بلال رضی اللہ عنہ بے ہوش ہو گئے۔

اس دوران مدینہ شریف میں موذن رسول حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی آمد کا چرچا ہو گیا۔ لوگ جوق در جوق مسجد نبوی کی طرف آنے لگے، جب حضرت بلال رضی

اللہ عنہ کو ہوش آیا تو اپنے اردگرد لوگوں کا ہجوم پایا، سب لوگ التجائیں کرنے لگے، اے بلال ایک بار وہی روح پرور اذان سنا دو، جو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں سنایا کرتے تھے۔ مگر حضرت بلال رضی اللہ عنہ ہاتھ جوڑ جوڑ کر معذرت کر رہے ہیں کہ مجھے معاف کر دو، اب یہ بات میری طاقت سے باہر ہے۔

بھائیو! وہ وقت بھی کیا وقت تھا، جب مدنی سرکارِ دو جہاں تاجدار صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما ہوتے اور میں اذان دیتا جیسے ہی میں اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدً رَّسُوْلُ اللہِ زبان سے ادا کرتا سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کا جلوہ پا کر میں انگلی اٹھا دیتا اور سرکار صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا دیتے آہ! اب وہ حسین منظر کہاں نصیب ہوگا اب میں آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار کیسے کر سکوں گا؟ لوگوں نے اصرار کیا مگر آپؓ نے انکار کر دیا۔

آخر صحابہ کرام علیہما لرضوان نے مشورہ کیا کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ بیت رسول سے بڑی محبت کرتے ہیں ہو سکے تو کسی طرح حسنین کریمین رضی اللہ عنہ کو بلاؤ، بلال ان کا حکم تو ہرگز نہیں ٹالیں گے۔

چنانچہ صحابہ کرام علیہم الرضوان حسنین کریمین رضی اللہ عنہ عنہا کو بلا لائے جب گلستان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ مہکتے پھول آئے پیارے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد سے آپ اور بھی بے قرار ہو گئے۔ ننھے شہزادے امام حسین رضی اللہ عنہ نے آتے ہی حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا دامن تھام لیا۔ آپ نے شہزادے کو اٹھایا اور سینے سے لگایا۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی خیریت دریافت کی۔ امام حسین رضی اللہ عنہ کہنے لگے چچا جان! ہمارے نانا جان کے وصال ظاہری کے بعد امی جان اکثر اوقات روتی رہتیں، نانا جان کی یاد میں بے قرار رہتی تھیں اور تھوڑے ہی عرصہ کے بعد امی جان نانا جان سے ملنے چلی گئیں اس دنیا سے پردہ کر گئیں۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے بچوں

کو دلاسہ دیا سیدہ النساء فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہ کی تعزیت کی۔

امام عالی مقام امام حسین رضی اللہ عنہ نے جب یہ شفقت دیکھی تو کہنے لگے چچا جان آج ہمیں وہی اذان سنا دیجئے، جو ہمارے پیارے نانا جان کے مبارک دور میں سنایا کرتے تھے۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے رہا نہ گیا، کہنے لگے شہزادے آپ تو نواسہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور جگر گوشہ بتول ہیں، بھلا آپ کا حکم کیسے ٹالا جا سکتا ہے اگر آپ روٹھ گئے تو مزار پر انور میں میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم رنجیدہ ہو جائیں گے۔

چنانچہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان شروع کی۔ اللہ اکبر اللہ اکبر جیسے ہی مدینے پاک کی فضاؤں میں حضرت بلال کی پر سوز آواز گونجی، اہل مدینہ کے دل دہل گئے۔ درو دیوار کو وجد آنے لگا، نگاہوں کے سامنے عہد رسالت کا سماں بن گیا، پرانی یادیں تازہ ہو گئیں، اللہ اکبر اللہ اکبر جوں جوں اذان کے کلمات بڑھتے جاتے ہیں لوگ بے تابانہ مسجد نبوی شریف کی طرف دوڑے جا رہے ہیں ہر شخص دلفگار ہے، ہر آنکھ اشکبار ہے، ہر دل بے قرار ہے کیا عورتیں کیا بچے ابھی مضطرب ہو کر گلیوں میں نکل آئے۔

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ ..

اذان کے کلمات ادا ہو رہے ہیں کیا مرد کیا عورتیں سبھی زار و قطار رو رہے ہیں، ننھے مدنی منے اپنی ماؤں سے لپٹ پر پوچھ رہے ہیں، امی جان امی جان موذن رسول حضرت بلال رضی اللہ عنہ تو تشریف لا چکے ہیں مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نظر نہیں آ رہے وہ کب تشریف لائیں گے۔

ماؤں کی چیخیں بلند ہو رہی ہیں، بچوں کو دلاسہ دے کر کہہ رہی ہیں کہ بچو جس

سوہنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کو تمہاری بے قرار نگاہیں ڈھونڈ رہی ہیں ہماری اشکبار آنکھیں تمہی انہی کے دیدار کے لئے تڑپ رہی ہیں۔

لوگ غم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے نڈھال ہو رہے ہیں ہچکیاں لے لے کر رو رہے ہوں پھر جیسے ہی حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدً رَّسُوْلُ اللہِ کہا ہزاریاں چیخیں ایک ساتھ بلند ہو کر فضا کی پہنائیوں میں گم ہو گئیں۔ بے ساختہ نظر حقیر شریف کی طرف اٹھی مگر آہ! منبر خالی تھا، سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نظر نہ آئے، حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان مکمل نہ کر سکے غم مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے بے تاب ہو کر بے ہوش ہو گئے، کافی دیر کے بعد ہوش آیا، تو روتے روتے ملک شام واپس چلے گئے۔

(فیضان سنت قدیم صفحہ ۲۰۹ تا ۲۱۳ مکتبۃ المدینہ باب المدینہ کراچی)

قسمت مجھے مل جائے بلال حبشی کی
دم عشق محمد ﷺ میں نکل جائے تو اچھا

میٹھی میٹھی اسلامی بہنو!

یہ تھا صحابہ کرام علیہم الرضوان کا عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ بھی عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ڈوب جائیے۔ آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا چراغ اپنے سینوں میں فروزاں کر لیجئے ان شاء اللہ قبر و آخرت کی کٹھن منزلیں بھی آسان ہو جائیں گی۔

عشق سرکار ﷺ کی اک شمع جلا لو دل میں
بعد مرنے کے بھی لحد میں اجالا ہو گا

صحابہ کرام علیہم الرضوان تابعین، تبع تابعین، اولیاء کاملین رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین کے دلوں میں عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ مدنی آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد میں سب بے قرار رہتے، میٹھے مدینے کی حاضری کے طلبگار رہتے، ہمیں بھی

میٹھے مدینے کی باادب حاضری کی امید رکھنی چاہیے۔

بڑی امید ہے سرکار ﷺ قدموں میں بلائیں گے
کرم کی جب نظر ہوگی مدینہ ہم بھی جائیں گے
کبھی تو اس طرف وہ پیکر تنویر آئیں گے
کبھی تو اپنے دل کی تشنگی ہم بھی بجھائیں گے
اگر جانا مدینہ میں ہوا ہم غم کے ماروں کا
مکین گنبد خضریٰ ﷺ کو حال دل سنائیں گے

حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ بھی زبردست عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ آپ نے فارسی زبان میں مدنی آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کئی نعتیں لکھی ہیں۔ ان کی نعتیں عاشقان رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں بے حد مقبول ہیں، ایک بار آپ نے ایک نعت شریف لکھی جس کے دو اشعار یہ ہیں۔

نم فرسودہ جاں پارہ نہ ہجراں یارسول اللہ
دلم پژ مردہ آوارہ زعصیاں یارسول اللہ

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا یہ جسم آپ کی جدائی میں پارہ پارہ ہوگیا ہے اور میرا دل گناہوں کی وجہ سے بے جان ہوگیا ہے۔

چوں سوئے من گزر آری من مسکن نا داری
فدائے نقش نعلین کی کم جاں یارسول اللہ

نعت مکمل ہوگئی، رخت سفر باندھا، سوئے حجاز والد ہو گئے تمنا یہ تھی کہ روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضر ہو کر یہ نعت میں بذات خود سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کو سناؤں گا حج بیت اللہ کی سعادت کے بعد عاشقان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدنی قافلہ میں شامل ہو کر سوئے مدینہ چل پڑے۔ عجیب عشق و مستی کا عالم ہے مدنی آقا کا دیوانہ

جھومتا ہوا جارہا ہے جوں جوں مدینہ قریب آرہا ہے، شوق دیدار بڑھتا جارہا ہے۔

اُدھر مدینے کے سلطان، رحمت عالمیان صلی اللہ علیہ وسلم مدینے کے گورنر کے خواب میں تشریف لائے اور فرمایا ایک جامی نامی شخص ایسا ایسا اس کا حلیہ ہے مدینہ کی طرف آرہا ہے، اسے مدینے میں داخل ہونے سے روک دو۔

گورنر نے تمام نگرانوں کو اطلاع دی چنانچہ آپ کو مدینہ پاک جانے سے روک دیا گیا پھر آپ نے چھپ کر مدینہ پاک میں داخل ہونے کی ترکیب فرمائی، سرکار عالی وقار صلی اللہ علیہ وسلم دوبارہ گورنر کی خواب میں تشریف لائے اور فرمایا اب وہ اس طرح چھپ کر آرہا ہے اسے مدینے نہ آنے دینا

گورنر نے تمام ذمہ داران کو خبردار کر دیا اور آپ کی گرفتاری کا حکم دے دیا، جیسے ہی آپ مدینہ پاک کی سرحد پر پہنچے آپ کو گرفتار کر کے قید کر دیا گیا۔

تیسری بار گورنر نے خواب میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی تو آپ نے فرمایا اے خادم مدینہ سمجھنے میں تیری بھول ہو گی ہے جامی کوئی مجرم نہیں وہ تو میرا عاشق ہے اس نے ایک ایسی نعت لکھی کہ اگر اس نے میری قبر انور پر حاضر ہو کر وہ نعت سنا دی تو مجھے اپنی قبر سے سلام کے لئے ہاتھ نکالنا پڑے گا اور اگر میرا مبارک ہاتھ قبر انور سے نمود ہو گیا تو فتنہ برپا ہو جائے گا۔

چنانچہ اگلے ہی روز عاشق رسول مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ کو بڑے اعزاز و اکرام کے ساتھ رہا کر دیا گیا (از افادات امیر اہلسنت مدظلہ)

یہ ہے ہمارے بزرگوں کی شان، وہ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سرشار اور میٹھے مدینے کی حاضر کے لئے بے قرار رہتے ہیں، ان کی روح کا قبلہ گنبد خضریٰ کے مکین، حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارکہ ہوتی ہے محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سرشار جب عاشقان رسول صلی اللہ علیہ وسلم سفر مدینہ پر روانہ ہوتے

ہیں۔تو بڑا روح پرور منظر ہوتا ہے وہ زبان حال سے یہی کہتے چلے جاتے ہیں۔

جبین عجز کے سجدے لٹا کر ان کے کوچے میں
مقدر اپنا جھکائیں گے جا کر ان کے کوچے میں
ہمارا اب کسی صورت یہاں پر جی نہیں لگتا
ہمیں باد صبا لے جا اڑا کر ان کے کوچے میں

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی زندگی میں بار بار سفرِ حج اور سفرِ مدینہ نصیب فرمائے۔آمین

میٹھی میٹھی اسلامی بہنو:

عاشقوں کا انداز نرالا ہے سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام بارگاہ خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام میں حاضر ہو کر محبت شوق کے ساتھ جھوم جھوم کر درود وسلام پیش کرتے ہیں اور خوش نصیبوں کو سرکار صلی اللہ علیہ وسلم درود وسلام کی قبولیت کی خوشخبری بھی سناتے ہیں۔

ایک پچپاس سالہ ضعیف خاتون فریضہ حج ادا کرنے کے بعد روضہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضر ہوئی اور گنبد خضری کی ٹھنڈی ٹھنڈی چھاؤں میں سادگی کے ساتھ بارگاہ خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام میں ہدیہ درود وسلام پیش کرنے لگی۔

اتنے میں ایک دوسری خاتون پر نظر پڑی جو کتاب سے دیکھ دیکھ کر عمدہ اور خوبصورت الفاظ میں صلوٰۃ وسلام پیش کر رہی تھی یہ دیکھ کر اس ضعیفہ کا دل ڈوبنے لگا، عرض کرنے لگی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں تو پڑھی لکھی نہیں۔آپ کے شایان شان سلام عرض کرنا تا ہی نہیں۔آپ کی عظمت وشان تو بہت بلند ہے آپ تو انہیں کا سلام قبول کرتے ہوں گے جو بہترین انداز میں سلام پیش کرتے ہوں گے مجھ ان پڑھ کا سلام بھلا آپ کو کہاں پسند آئے؟ دل بھر آیا اور عشق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بے قرار ہو کر زار وقطار رونے لگی۔

رات کو جب سوئی تو قسمت انگڑائی لے کر جاگ اٹھی کیا دیکھتی ہے کہ بیکسوں کے مددگار، غمزدوں کے غمگسار، مکی مدنی سرکار صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرما رہے ہیں مایوس کیوں ہوتی ہے؟ ہم نے تمہارا اسلام سب سے پہلے قبول فرمایا ہے۔

(فیضان سنت قدیم صفحہ نمبر ۲۲۰ تا ۲۲۱)

اے کاش ہماری بھی قسمت چمک اٹھے، کبھی تو ہمارے گھر میں مدینے کے تاجوا بے کسوں کے یاور، حبیب رب اکبر صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئیں اور ہماری بھی قسمت جگا جائیں۔

یقیناً آپ ہر عاشق کے گھر تشریف لاتے ہیں
ہمارے گھر میں بھی ہو جائے چراغاں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اے کاش ہمیں بھی سفر مدینہ نصیب ہو جائے ہم بھی دربار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہو کر بصد عجز و نیاز صلوٰۃ وسلام کا تحفہ پیش کریں۔ اے کاش سرکار کی دیوانی عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے سرشار سنہری جالیوں کے سامنے رو رو کر یہی فریاد کرے۔

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
تمہاری یاد کو کیسے نہ زندگی سمجھوں
یہی تو ایک سہارا ہے زندگی کے لئے
میرے تو آپ ہی سب کچھ ہیں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم
میں جی رہی ہوں زمانے میں آپ ہی کے لئے

اے کاش! ہم اپنے پیارے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں پر عمل کر کے نیکی کی دعوت عام کرنے میں مصروف ہو جائیں۔

مکی مدنی سلطان، رحمت عالمیان صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے جس

نے میری سنت سے محبت کی، اس نے میرے ساتھ محبت کی اور جس نے میرے ساتھ محبت کی وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا (مشکوۃ شریف صفحہ ۳۰)

معلوم ہوا دعویٰ محبت میں وہی اسلامی بہن سچی ہے جو مدنی آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری پیاری اداؤں اور میٹھی میٹھی سنتوں کو اپنانے اور پھیلانے میں مشغول ہو جاتی ہے اگر ہم مدنی انعامات پر عمل اور گھر کے مردوں کو مدنی قافلوں میں سفر کروانا اپنا معمول بنالیں تو ان شاء اللہ ہمارا عشق و محبت حضور سراپائے رحمت، مالک کوثر و جنت صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں مقبول ہو جائے گا۔

میٹھی میٹھی اسلامی بہنو!

دعوت اسلامی کے مشکبار مدنی ماحول میں بکثرت سنتیں سیکھی اور سکھائی جاتی ہیں آپ بھی سنتیں سیکھنے اور سکھانے کا جذبہ لئے ہفتہ وار سنتوں بھرے اجتماع میں شرکت کرتی ہیں اللہ تعالیٰ ہم سب کو دونوں جہان کی بھلائیاں نصیب فرمائے۔

اٰمین بجاہ النبی الامین

صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی الہٖ واصحٰبہٖ اجمعین ۔

انبیاءِ کرام علیہم السلام اور ذکرِ مصطفیٰ ﷺ

حضرت آدم علیہ السلام اور ذکرِ مصطفیٰ ﷺ

حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت آدم علیہ السلام کا وقت وصال قریب آیا تو حضرت آدم علیہ السلام اپنے بیٹے حضرت شیث علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے میرے بیٹے! تم میرے بعد خلیفہ ہو، پس خلافت کو تقویٰ کے تاج اور محکم یقین کے ساتھ پکڑے رہو اور جب تم اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو تو اس کے ساتھ متصل نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرو کیونکہ میں نے ان کا نام عرش کے ستونوں پر لکھا ہوا دیکھا ہے جبکہ میں روح و مٹی کے درمیان تھا پھر میں نے تمام آسمانوں پر نظر کی تو مجھے کوئی جگہ نظر نہ آئی جہاں نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم لکھا ہوا نہ ہو اور میرے ربّ نے مجھے جنت میں رکھا تو میں نے جنت کے ہر بالا خانے اور برآمدے پر اور تمام حوروں کے سینوں پر اور جنت کے تمام درختوں کے پتوں پر اور پردوں کے کناروں پر اور جنت کے تمام آبیاروں پر اور فرشتوں کی آنکھ کے درمیان نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم لکھا ہوا دیکھا لہٰذا اے بیٹے شیث! (علیہ السلام)

فاکثر ذکرہ فان الملائکۃ من قبل تذکرہ کل ساعتہا۔

تو کثرت سے ان کا ذکر کیا کر کیونکہ فرشتے ہر وقت ان کے ذکر میں مشغول رہتے ہیں۔

ذکر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بلسان امامِ اہل سنت

ذکر سب پھیکے جب تک نہ مزکور ہو
نمکین حسن والا ہمارا نبی ﷺ

نہ روح امیں نہ عرش بریں نہ لوح میں کوئی بھی کہیں
خبر ہی نہیں جو رمزیں کھلیں ازل کی نہاں تمہارے لئے

حضرت آدم علیہ السلام کی شادی میں حق مہر:

جب حضرت حوا رضی اللہ عنہ کو پیدا کیا گیا تو حضرت آدم علیہ السلام ان کی طرف میلان کرنا چاہا اور ارادہ فرمایا کہ دست محبت بڑھائیں تو فرشتوں نے کہا اے آدم علیہ السلام ٹھہر جاؤ پہلے مہر ادا کرو۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا

فما مهر ها قال حتى تصلى على النبى عليه السلام وہ مہر کیا ہے؟ فرشتوں نے کہا مہر یہ ہے کہ تم نبی کریم رؤف رحیم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھو۔

ایک روایت میں تین دفعہ اور ایک روایت میں ستر دفعہ درود پاک پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے اور سعادت دارین کی روایت میں ہے کہ دس بار درود پاک پڑھنے کو کہا گیا ہے۔

راویتوں میں تعداد کے بارے میں تفاوت ہے باقی اس بارے میں سب کا اتفاق ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کا حق مہر درود پاک ہی ہے۔

جب حضرت آدم علیہ السلام نے درود پاک پڑھا تو فرشتوں کی گواہی سے نکاح ہوگیا۔

وفى ذالك اشاره الحس انه عليه الصلوٰة و السلام الواسلة لكل موجود حتى ابيه آدم (حاشيه جلالين)

اور اس سے یہ بھی پتہ چلا بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر موجود چیز کے لئے واسطہ ہیں یہاں تک کہ اپنے باپ حضرت آدم علیہ السلام کا بھی وسیلہ ہیں۔

دوسری روایت میں یوں ہے کہ جب آدم علیہ السلام نے درود پاک پڑھ لیا یعنی اللہ کے محبوب علیہ السلام کا ذکر خیر کر لیا تو فرشتوں نے حضرت آدم علیہ السلام اور حوا علیہا السلام کو ایک سونے کے تخت پر بٹھا کر اس طرح جنت میں لے گئے جس طرح بادشاہوں کو عزت کی خاطر اٹھا کر لے جاتے ہیں۔ (روح المعانی: ۱/۲۳۴)

انگوٹھوں کو چوم لیا:

جب حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنے دست قدرت سے تخلیق فرمایا اور حضرت آدم علیہ السلام کی بہشت میں امام الانبیاء علیہ السلام کے نور کو رکھا جس کی چمک اور وشنی سے آدم علیہ السلام اندھیرے میں بھی دیکھ لیتے اور اس نور کی چمک پیشانی میں بھی ظاہر ہوتی۔

حضرت آدم علیہ السلام نے بارگاہ رب العزت میں عرض کی: یا اللہ تو نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو میرے جسم کے ایسے حصے میں رکھ دے جہاں سے میں اسے بوسہ دے سکوں اور اپنی آنکھوں سے لگا کر اپنی آنکھوں کو ٹھنڈا کر سکوں۔ تو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کے ہاتھوں کے انگوٹھے میں رکھ دیا جب حضرت آدم علیہ السلام نے دیکھا تو فرط عقیدت سے چوم کر آنکھوں سے لگا لیا۔ (روح البیان)

اس سے معلوم ہوا کہ جب بھی سرکار علیہ السلام کا نام آئے تو محبت سے چوم کر آنکھوں پر لگانا حضرت آدم علیہ السلام کی سنت مبارکہ ہے بلکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی سنت مبارکہ ہے جیسا کہ فردوس میں دیلمی نے نقل کیا ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان پڑھ رہے تھے جب اشھد ان محمد رسول اللہ کہا تو حضرت ابوبکر

صدیق رضی اللہ عنہ نے انگلی کے باطنی حصوں کو چوم کر آنکھوں سے لگالیا جب اذان ختم ہوئی دریائے رحمت جوش میں آیا اور ارشاد فرمایا جس نے میرے پیارے کی ادا کو اپنایا اس کے لئے میری شفاعت واجب ہے۔

اس طرح حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جو شخص اذان میں **اشهد ان محمد رسول الله** کہے اور **مرحبا لحبیبی وقرة عینی محمد ابن عبدالله صلی الله علیه وسلم** کہے اور اپنے انگوٹھوں کو چوم کر آنکھوں پر لگائے تو وہ کبھی اندھا نہیں ہوگا اور نہ اس کی کبھی آنکھیں دکھیں گی۔

(شرح نقایہ، شامی، حاشیہ بحرالرائق)

اس مسئلہ پر احناف اور شوافع اور مالک آئمہ نے گفتگو کرتے ہوئے مستحب قرار دیا ہے مثلاً مذہب شافع کی مشہور کتاب اعانۃ الطالبین علی دل الفاظ فتح المسین کے صفحہ ۲۴۷ پر مذکور ہے۔

ثم یقبل المهامیه و یهلهما علی دینیا لم یعم ولم پر ملا ایدا ۔

پھر اپنے انگوٹھے چومے اور آنکھوں پر لگائے تو بھی اندھا نہ ہوگا روانہ کبھی آنکھیں دکھیں گی۔

اسی طرح مذہب مالکی کی مشہور کتاب کفایۃ الطالب امر بانی برسالۃ ابن ابی دیر دارالقیر وانی مصری وبدرول ص ۱۲۹ میں کچھ بہت تحری ہے یہاں صرف ایک قول بطور تمثیل ذکر کیا جاتا ہے۔

عینیهی لم یعم و کم یرمد ابدا ۔

وہ نہ کبھی اندھا ہوگا اور نہ کبھی آنکھیں دکھیں گی۔

حضرت نوح علیہ السلام اور ذکر حبیب:

حضرت نوح علیہ السلام کشتی بنانے میں مصروف تھے تو حکم ہوا اس کشتی کے ایک

لاکھ چوبیس ہزار تختے بنائے جائیں اور ان پر تمام انبیاء علیہ السلام کے نام تحریر کیے جائیں۔ جب تختے بن گئے اور حضرت جبرائیل امین علیہ السلام کی مدد سے تمام انبیاء علیہم السلام کے اسماء بھی لکھ دیئے گئے لیکن دوسرے دن جب کام شروع کرنے لگے تو کیا دیکھا کہ وہ سارے اسماء شریف محو ہو چکے ہیں دوسرے دن پھر لکھے تو تیسرے دن دیکھا تو پھر ایسا ہی ہوا کہ سارے اسماء محو ہیں، تب حضرت نوح علیہ السلام بڑے متفکر ہوئے۔ تیسرے دن آواز آئی کہ اے پیارے! ان انبیاء علیہم السلام کے نام لکھنے سے قبل ہمارا نام لکھو اور جب تمام انبیاء کے نام مکمل ہو جائیں تو آخر میں میرے محبوب کا تاکہ شیطان کے حملوں سے بچ سکے جب حضرت نوح علیہ السلام نے ایسا ہی کیا تو غاء سے آواز آئی۔

یانوح الان قد تمت سفینتك۔

اے نوح علیہ السلام اب آپ کی کشتی مکمل ہو گئی ہے۔

کشتی کے تمام تختے جوڑ دیئے گئے تو آخر میں چار تختوں کی باقی جگہ رہ گئی تو حضرت جبریل امین علیہ السلام جو کشتی بنانے اور اس کا ڈیزائن تیار کرنے میں پیش پیش تھے سے مشورہ کیا گیا کہ ان چار تختوں پر کن کے اسماء لکھے جائیں تو حضرت جبرائیل امین علیہ السلام نے مشورہ دیا کہ امام الانبیاء کے چار دوست ہوں گے ان تختوں پہ ان کا نام لکھ دیا جائے ایسا ہی کیا اور کشتی کو مکمل کر دیا گیا۔

حضرت نوح علیہ السلام کی یہ عظیم الشان کشتی انبیاء کرام علیہ السلام اور اصحابہ چار یار رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اسماء سے مکمل ہو گئی تو ان پاکیزہ ناموں کی برکت سے اس تاریخی طوفانمیں تباہ ہونے سے بچ گئی۔

اسی طرح اگر انسان اللہ تعالیٰ کی محبت، انبیاء کرام علیہم السلام کی تصدیق اور سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور چار صحابہ علیہم السلام کی الفت سے اپنے آپ

کو آراستہ کرے گا تو وہ برزخ کے طوفان سے بچ جائے گا ورنہ وہ اس طوفان میں تباہ و برباد ہو جائے گا۔ (معارج النبوۃ: ۲/۳۱)

ایک حدیث مبارکہ میں نبی اکرم نور امجد، شفیع معظم، حبیب مکرم، شاہ بنی آدم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی آل کو کشتی نوح کے ساتھ تشبیہ دیتے ہوئے فرمایا کہ میری آل کشتی نوح کی طرح ہے جو سوار ہو گیا وہ بچ گیا جو رہ گیا وہ تباہ و برباد ہو گیا۔ اس کو اعلیٰ حضرت اپنے کلام میں یوں روگ دیتے ہیں۔

اہل سنت کا ہے بیڑا پار اصحاب حضور
نجم ہے اور ناؤ ہے عزت رسول کی ﷺ

داؤد علیہ السلام کا انداز ذکر:

حضرت داؤد علیہ السلام نے بارگاہ خداوندی میں دعا کی اے اللہ عزوجل! میں جب زبور کی تلاوت کرتا ہوں تو مجھے ایک نور نظر آتا ہے میرا محراب خوشی سے جھومنے لگتا ہے میرا قلب وجگر انتہائی راحت محسوس کرتا ہے اور حجرا منور ہو جاتا ہے اللہ وہ نور کیسا ہے؟

فرمایا اے داؤد علیہ السلام جس نور کے بارے میں تم پوچھ رہے ہو یہ ہمارے حبیب علیہ السلام کا نور ہے اسی نور کے طفیل میں نے دنیا و آخرت آدم وحوا علیہما السلام، جنت و دوزخ کو پیدا فرمایا۔

یہ سن کر فرط محبت میں حضرت داؤد علیہ السلام نے بلند آواز سے پکارا احمد صلی اللہ علیہ وسلم جب بلند آواز سے ذکر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کیا تو جنگل کے پرندے، چرندے بلکہ جدھر جدھر آپ کی آواز پھیل گئی ادھر ادھر سے آوازیں آنے لگیں۔ صدقت یاداؤد صلی اللہ علیہ وسلم۔

کلام پاک میں اللہ تعالیٰ نے اسی مضمون کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضْلًا ؕ يٰجِبَالُ اَوِّبِىْ مَعَهٗ وَالطَّيْرَ ۚ وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ ۝ (سبا: ۱۰)

اس کے بعد جب بھی زبور شریف کی تلاوت فرمانے لگتے تو پہلے ہی پڑھ لیتے۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۔(معارج النبوۃ: ۲/۳۶)

زبور شریف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر خیر کچھ اس طرح کیا گیا ہے وہ بحر سے قطع کرے گا اور دریا سے دریا حتی کہ خاکدان ارض پایاب ہو جائے گا، جزیرے اس کے گھوڑ سواروں کے قدموں سے پامال ہوں گے اس کے دشمن خاک چاٹیں گے بادشاہ اس کے حضور جھکیں گے امتیں اس کی مطیع ہوں گی کیونکہ وہ ضعیفوں کو طاقتوروں سے رہائی دلائے گا، کمزوروں کو نجات دے گا اور مسکینوں پر مہربانی کرے گا ملک سبا پر اس کا قبضہ ہو جائے گا پوری روح ارض سے اس پر اتنا درود پڑھا جائے گا کہ اس کا شمار صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے اور ہمہ وقت اس کے چرچے ہوتے رہیں گے بلکہ ابد تک اس کا ذکر قائم رہے گا (حجۃ اللہ علی العالمین)

اس کو اعلیٰ حضرت، عظیم المرتبت پروانہ شمع رسالت، امام اہل محبت رحمۃ اللہ علیہ یوں بیان فرماتے ہیں۔

کیا خبر کتنے تارے کھلے چھپ گئے
پر نہ ڈوبے نہ ڈوبا ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم

داتا کے صدقے منگتوں پر کرم:

حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زبور میں حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی اور اس میں دو عالم، نورِ مجسم، حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر خیر اس انداز میں کیا کہ اے داؤد علیہ السلام عنقریب تیرے بعد ایک ایسا نبی آئے گا اس کا اسم گرامی احمد اور محمد ہو گا وہ میرا حبیب ہے میں اسے راضی

کروں گے وہ مجھے راضی کرے گا اس کے طفیل اس کے پچھلوں کی اور اس سے اگلوں کی لغزشیں معاف کر دی ہیں میرے پیارے کے صدقے اس کی امت بھی مرحوم ہو گی میں اس امت کو نوافل دوں گا۔ جیسے انبیاء علیہم السلام کو دیے ہیں اور انہیں فرائض عطا کروں گا جس طرح انبیاء علیہم السلام کو عطا کیے قیامت کے دن وہ میرے پاس اس حال میں حاضر ہوں گے کہ ان کے عضو چمک رہے ہوں گے اور وہ ہر نماز کے وقت طہارت کریں گے جس طرح انبیاء علیہم السلام کرتے ہیں ان کو میں نے حج اور زکوۃ جہاد کا حکم دیا ہے جس طرح انبیاء اسلام کو دیا ہے۔

اے پیارے داؤد!، ہم نے اپنے محبوب کو ان کی امت کو تمام امتوں پر فضیلت عطا فرمائی ہے اور اپنے محبوب علیہ السلام کے صدقے آپ کی امت کو چھ ایسی خصوصیات عطا فرمائی ہیں جو کسی اور کو نہیں عطا فرمائی۔

۱۔ میں خطا و نسیان پر ان کی گرفت نہیں کروں گا۔

۲۔ نادانستہ پر معافی کے طلبگار ہوں گے تو انہیں معاف فرماؤں گا۔

۳۔ خلوص نیت سے کئے ہوئے ان کے اعمال میں بے حساب اضافہ فرماؤں گا۔

۴۔ جب ان پر مصائب و آرام پہنچ گاڑیں گے تو وہ اس پر اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ ۔ پڑھیں گے اس کے سبب ان کی جنت کی طرف رہنمائی کروں گا اور دعا کریں گے تو دعا کو قبول کروں گا۔

۵۔ اے داؤد علیہ السلام! میرے محبوب علیہ السلام کا کوئی امتی خلوص دل کے ساتھ کلمہ توحیدی کا اقرار کرے گا تو اسے جنت میں اپنا دیدار عطا کروں گا۔

۶۔ جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اور ان کی کتب کی تکذیب کرتا ہوا میرے پاس آئے گا اسے میں قبر کا سخت عذاب دوں گا اور حشر کے دن میری رحمت سے محروم ہو گا

اور اس کو فرشتے مارتے ہوئے جہنم میں پھینک دیں گے جہنم میں سب سے نچلے طبقے میں ڈالوں گا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ذکر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم:

حضرت ابوامام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب حضرت ابراہیمؑ کو خواب میں بہشت دکھایا گیا انہوں نے بہشت کی وسعت زمینوں آسمانوں سے زیادہ پائی تو اس میں درختوں کی جڑیں دیکھیں تو وہ لا الٰہ الا اللہ سے تھیں اور کونپلیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تھیں اور درختوں کا پھل سبحان اللہ اور الحمد للہ تھا تو آپؑ نے پوچھا اے جبرائیلؑ! یہ پر امن مقام اور مبارک جگہ خوبصورت باغات کس کے لئے ہیں آواز آئی رعدت لمحمد صلی اللہ علیہ وسلم و امتہ اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت کے لئے تیار کیا گیا ہے۔

آپؑ نے بیدار ہو کر یہ سارا واقعہ اور دلکش منظر اپنی قوم کو بتایا قوم نے عرض کی: یا خلیل اللہ علیہ السلام ہمیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی امت کا پورا پورا تعارف کروایا جائے۔ حضرت ابراہیمؑ کما حقہ، بیان نہ کر سکے تو بارگاہ خداوندی میں سجدہ ریز ہوئے اور جلال و عظمت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق سوال کیا۔

بارگاہ خداوندی سے جواب ملا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے رسول ہیں، وہ میرے محبوب ہیں، وصی ہیں، نبی ہیں، وہ تمام انبیاء کے سردار ہوں گے، قیامت کے دن لواء الحمد ان کے ہاتھ میں ہوگا، شفاعت کا دروازہ وہی کھولیں گے، مجھے میرے عزت و جلال کی قسم میں نے اپنے محبوب کو برگزیدہ خلق بنایا ہے اور ان کی امت کو آسمان و زمین کی تخلیق سے بیس ہزار سال قبل پیدا فرمایا ہے اور ان کو اپنے محبوبؐ کے صدقے تمام امتوں سے بہتر بنایا ہے قیامت کے دن وہ تمام برائیوں سے مبرا ہوں

کے تمام نوجوان ہوں گے، خوبصورت ہوں گے، ان کے ہاتھ پاؤں اور چہرے نوری ہوں گے یہ نوران کی وضو کی ضاؤں کی وجہ سے ہوگا ان کا تمام امتوں سے بڑھ کر درجہ ہوگا، جنت میں تمام امتوں سے پہلے داخل ہوں گے ان کی پیشانیوں پر کلمہ طیبہ کا نور ہوگا۔

جب حضرت جبرائیل امین علیہ السلام نے اللہ کے محبوب دانائے غیوب، منزہ عن العیوب صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے فضائل و مناقب سے تو فوراً اللہ کی بارگاہ میں عرض کی۔

یا ربّ اجعلنی من امته صلی الله علیه وسلم ۔

اے اللہ مجھے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی امت سے بنا۔ (معارج النبوۃ)

درود ابراہیمی میں آپ علیہ السلام کے نام کو سرکار علیہ السلام کے نام کے ساتھ کیوں رکھا گیا؟

تفسیر روح البیان ۱۳/ ۱۴۸ میں علامہ اسماعیل حقی علیہ الرحمہ اور مدارج النبوۃ ۱/ ۲۵۷ میں شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ روایت نقل فرماتے ہیں کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواب میں جنت کو دیکھا اور دیکھا کہ۔

مکتو با علی اشجارها لا اله الا الله محمد رسول الله صلی الله علیه وسلم ۔

جنت کے درختوں پر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لکھا ہوا دیکھا تو اللہ کی بارگاہ میں عرض کی یہ تیرے نام کے ساتھ کس کا نام ہے؟

جواب ملا یہ میرا محبوب ہے اللہ کے خلیل اللہ علیہ السلام نے بارگاہ خداوندی میں درخواست پیش کی یا **ربّ اجر علی لسان امته محمد صلی الله علیه وسلم ذکری،** کہ اے میرے پروردگار تیرے محبوب علیہ السلام کی امت کی زبان پر

میرا ذکر بھی رہے۔ اللہ تعالیٰ نے دعا قبول فرمائی۔ ضم فی الصلوٰۃ مع محمد صلی اللہ علیہ وسلم، نماز میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ درود پاک میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نام بھی شامل کر دیا۔

شاید اسی وجہ سے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ نماز میں مجھ پر ان الفاظ سے درود پڑھو یعنی۔

اللھم صلی علی محمد و علی آل محمد کما صلیت علی ابراھیم وعلیٰ آل ابراھیم انك حمید مجید، اللھم بارك علی محمد و علی آل محمد کما بارکت علی ابراھیم وعلیٰ آل ابراھیم انك حمید مجید .

مکہ کی سرزمین کو بسانے کی حکمت:

حضرت ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت ابراہیم شیریں زرخیز زمین سے گزرتا حضرت ابراہیم علیہ السلام کہتے، جبرائیل امین علیہ السلام سے عرض کیا یہاں اتر جاؤں وہ کہتے ہیں ابھی نہیں، یہاں تک مکہ کی سرزمین پر قدم رکھا تو حضرت جبرائیل امین علیہ السلام نے عرض کیا حضور یہاں اتریئے فرمایا یہاں آب ودانہ کچھ نہیں تو حضرت جبرائیل امین علیہ السلام نے عرض کیا۔

لھھنا یخرج النبی الفری من ذریۃ ابنك الذی تتم به الکلمه العلیا (ابن سعد) .

یہاں تیرے بیٹے کی نسل سے اس عظیم الشان نبی کا ظہور ہوگا جس کے ذریعے کلمۃ العلیا یعنی دین کی تکمیل ہوگی۔

امام شعبی کی روایت ہے فرمایا اے ابراہیم علیہ السلام تیرے نسل سے گروہ در گروہ

علامتیں ظاہر ہوں گی یہاں کہ اُمی نبی تشریف لے آئے گا جو سلسلہ انبیاء کا آخری پیغمبر ہوگا۔

کعبہ اللہ کی مزدوری میں اللہ تعالیٰ سے کیا مانگا؟

قرآن پاک میں سورۃ البقرہ کی آیت ۱۲۷ اور ۱۲۹ میں ایسے واقعہ کی طرف اللہ تعالیٰ نے اشارہ فرمایا ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے کعبہ اللہ کی دیواریں بلند کر دیں اس حال میں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے معمار والا کام کیا اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے مزدوروں والا کام کیا جب اللہ کا گھر تیار ہو گیا اور اللہ تعالیٰ سے مزدوری لینے کا وقت آیا تو زبان حال سے یوں گویا ہوئے۔

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَ يُزَكِّيهِمْ ط اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ○

اے ہمارے ربّ اور بھیج ان میں ایک رسول انہی میں سے کہ ان پر تیری آیات تلاوت فرمائے اور ان کو تیری کتاب سکھا دے اور پختہ علم سکھا دے اور انہیں خوب صاف ستھرا کر بے شک تو ہی غالب حکمت والا ہے۔

یہ دعا اس طرح قبول ہوئی کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے شہر مکہ معظمہ میں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے گھر سے اور حضرت آمنہ رضی اللہ عنہ کے مبارک پیٹ سے وہ آفتاب رسالت چمکا جس کی روشنی قیامت تک رہے گی مشکوۃ شریف باب فضائل سید المرسلین میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں دعائے ابراہیم علیہ السلام اور بشارت حضرت عیسیٰؑ اور اپنی والدہ ماجدہ کی خواب کی تعبیر ہوں (بیہقی حاکم)

کسی شاعر کی نظر پڑی تو اس انداز میں نقشہ کھینچا۔

گن گائیں جن کے دنیا مانگیں رسل جن کی دعا
وہ دو جہاں کے مدعا صل علی یہی تو ہیں

(تفسیر نعیمی

حضرت سلیمان علیہ السلام اور ذکر حبیب:

ایک دفعہ حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے لشکر کے ساتھ اصطخر سے یمن جا رہے تھے یہ لشکر ہوا میں اڑتا جا رہا تھا کہ مدینہ پاک کی سرزمین کے قریب سے گزر ہوا تو حضرت سلیمان علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اپنے حواریوں سے فرمانے لگے:

ان هذا دار هجرة نبی آخر الزمان طوبی لمن آمن له واتبعه ۔

یہ مقام نبی آخر الزمان کا دار الہجرت ہے وہ بڑا خوش نصیب ہوگا جو آپ پر ایمان لائے گا اور آپ کی اتباع کرے گا۔

آپ علیہ السلام کا یہ شان وشوکت والا لشکر آگے بڑھا اور سرزمین مکہ میں داخل ہوا تو نیچے دیکھا کہ لوگ بت خانے آباد کر رہے ہیں اور انکی پوجا میں مصروف ہیں حضرت سلیمان علیہ السلام اس مقام سے خاموشی سے آگے بڑھ گئے جونہی حضرت سلیمان نے کعبۃ اللہ کی حد کو عبور کیا تو کعبۃ اللہ بارگاہ رب العزت میں رویا اور عرض کی اے خالق جن وانس تیرے یہ پیغمبر جس کے ساتھ تیرے اولیاء کا لشکر ہے اور تیرے نیک بندوں کا مجمع ہے یہ وادی مکہ سے گزر گئے ہیں اور میرے اندر قدم رنجہ نہیں فرمایا نہ نماز ادا فرمائی نہ ہی تسبیح و ذکر کیا ہے حالانکہ اس وقت مشرکین نے بتوں سے مجھے بھر رکھا ہے اور ان کی پوجا کر رہے ہیں۔ خالق کائنات نے اس کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا اے کعبہ عنقریب وقت آنے والا ہے کہ تیری سرزمین کو سجدے کرنے والے سے بھر دیا جائے گا اور آخری کتاب قرآن مجید اسی سرزمین پر نازل کروں گا میں ایک ایسی جماعت بھیجوں گا جو تعمیر کعبہ میں مصروف ہو جائے گی اور اپنا عظیم اور پیارا نبی علیہ

سلام اس شہر میں مبعوث کروں گا وہی مجھے سب سے زیادہ عزیز ہو گا وہ میرا محبوب اس رزمین سے بتوں کی آلائش اور نجاست کو صاف کر دے گا پھر لوگ جوق در جوق تیری یارت کو آئیں گے اور تیرے طواف کریں گے، شیاطین یہاں سے ابھاگ جائیں گے اور مشرکین کا خاتمہ کر دیا جائے گا۔

اس واقعہ کے کچھ عرصہ بعد حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے لشکر کے ساتھ پھر یہاں سے گزرے اس بار کعبہ شریف میں نماز ادا کی اور کعبہ کے قریب پانچ ہزار اونٹ، پانچ ہزار گائے اور بیس ہزار دنبوں کی قربانی بھی دی اور اپنی قوم کو خطاب فرماتے ہوئے کہا۔

یہ وہ مقام ہے جہاں محبوب دو عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوں گے اور اللہ کی نصرت و تائید انہیں حاصل ہوگی آپ کا حکم تازیانہ مخالفین پر نافذ ہو گا ان کے خلق عظیم سے اپنے بیگانے دور و نزدیک سے پیغام حق کو قبول کر لیں گے وہ کتنے خوش نصیب لوگ ہوں گے جو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت موجود ہوں گے اور دولت ایمان سے مالا مال ہوں گے وہ لوگ دنیا و آخرت میں فوز کبر کے حق دار ہوں گے رہتی دنیا تک ایثار و محبت میں روشنی کے ستارے ہوں گے۔

حضرت یوسف علیہ السلام اور ذکر حبیب علیہ السلام کی برکت:

حضرت یوسف علیہ السلام کو کنعان کے کنویں میں پھینکا گیا تو آپ نے بعض ہی احوال دیکھے جن میں سے ایک یہ تھا کہ اللہ کے محبوب محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک ہر شجر و حجر پر ہے ملائکہ اور حوروں کی آنکھوں کے درمیان پیشانیوں پر لکھا ہوا ہے۔ آپ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں نے امام الانبیاء علیہ السلام کے وسیلے سے دعا کی کہ یا اللہ مجھے اس مصیبت سے رہائی عطا فرما۔ اللہ تعالیٰ نے اس مبارک نام کی برکت سے اس کنویں میں ایک ایسا درخت پیدا فرما دیا کہ جس کی شاخیں کناروں کو

چھوٹی تھیں اس درخت پر میوے لگے اور پھر پکے اور حضرت یوسف علیہ السلام کے صبر وقناعت کا ثمرہ بن کر خوراک بنے اور پھر حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے اس کنویں سے نجات پائی اور حضرت یوسف علیہ السلام کو عزت ومنزلت حاصل ہوئی۔

(معارج النبوۃ)

حضرت یعقوب علیہ السلام اور سرکار علیہ السلام کا ذکر:

حضرت یعقوب علیہ السلام جو کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے والد گرامی ہیں انکی اولاد میں کثیر تعداد میں انبیاء کرام کا ظہور ہوا چنانچہ محمد بن کعب القرظی رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی طرف اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ اے میرے پیغمبر علیہ السلام میں تیری اولاد میں انبیاء اور بادشاہ پیدا فرماؤں گا یہاں تک کہ میرے محبوب دانائے غیوب منزہ عن العیوب صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائیں جن کی اُمت بیت المقدس کے ہیکل کو تعمیر کرے گی وہی میرا محبوب ہوگا اور آخرت نبی ہوگا اور اس کا نام احمد ہوگا (حجۃ اللہ علی العالمین)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ سے خطاب ملنا:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما عینی وما کنت بجانب الطور اذا نا دینا ولکن رحمة من ربك لتدير قوما ما اتهم من نذير من قلبكلعلهم يتذ كرون .

کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو الواح عطا ہوئیں تو آپ سرت وسرور میں وادی طور میں کھڑے ہوکر بارگاہ ربّ العزت میں عرض کرنے لگے اے اللہ تو مجھے اتنی بڑی نعمت سے نوازا ہے جو اس سے پہلے کسی کے حصے میں نہیں آئی۔ آواز آئی اے موسیٰ علیہ السلام میں نے اپنے بندوں کے دلوں پر نگاہ کی تو تمہارے دل سے متواضع مجھے کوئی دل نہ ملا یہی وجہ ہے کہ میں نے تمہیں اپنی

رسالت اور کلام سے سرفراز فرمایا۔

محذ ما اتيتك و كن من الشاكرين .

میں نے جو کچھ تمہیں عطا کیا ہے لے لو اور شکر گزار بن جاؤ۔

ومت على التوحيد و على حب محمد صلى الله عليه وسلم .

اور توحید اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت پر زندگی کا خاتمہ کر دو۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: یا اللہ عزوجل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کون ہیں جن کی محبت تیری توحید کے ساتھ لازم ہے اور جن کا نام اسم گرامی موت کے وقت بھی ضروری ہے۔

اللہ عزوجل نے فرمایا اے موسیٰ علیہ السلام محمد صلی اللہ علیہ وسلم وہ ہیں جن کا اسم گرامی تمام مخلوق کی پیدائش سے دو ہزار سال پہلے ہی عرش کے کنگروں پر لکھ دیا تھا۔

مزید ارشاد ہوتا ہے اے موسیٰ علیہ السلام کیا آپ چاہتے ہیں کہ میں تیرے اتنا قریب آ جاؤ جتنا تمہارا خیال دل سے روح بدن سے، تمہاری بات تمہاری زبان سے، تمہارا نور بصیرت سے تمہاری سماعت کان سے، تمہاری آنکھوں کی سیاہی تمہاری آنکھوں کی سفیدی سے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: یا اللہ عزوجل میری آرزو میری آرزو اور تمنا تو یہی ہے کہ میں تیرے جلوؤں کے قریب تر رہوں فرمایا اے موسیٰ علیہ السلام اگر تو ایسا چاہتا ہے تو میرے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم درود پاک پڑھا کرو اور اپنی قوم کو یہ پیغام پہنچا دو کہ جو بھی میرے دربار میں آئے گا اور اس کے دل میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا انکار ہوگا تو اُسے جہنم کے شعلوں کے حوالے کر دیا جائے گا کوئی فرشتہ اس پر رحم نہیں کرے گا کوئی نبی علیہ السلام اس کی شفاعت نہیں کرے گا عرض کی:

یا اللہ عزوجل محبوب علیہ السلام کی شان و رفعت کیا ہے؟ جن کے درود کے ساتھ مجھے تیرا تقریب فصیب ہو سکتا ہے؟ فرمایا اے پیارے کلیم اگر میں اپنے محبوب علیہ السلام اور ان کی امت کو پیدا نہ کرتا تو میں جنت و دوزخ آفتاب و ماہتاب، لیل و نہارہ ملائکہ مقربین، انبیاء و مرسلین حتیٰ کہ تمہیں بھی پیدا نہ کرتا۔

پھر عرض کی: یا اللہ! عزوجل سوال ذہن میں ابھر رہا ہے وہ یہ ہے کہ میں تیرے زیادہ قریب ہوں یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

کلیم و حبیب میں فرق:

خالق کائنات، مالک کائنات، رزاق کائنات نے ارشاد فرمایا اے موسیٰ علیہ السلام تم ہمارے کلیم ہو اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے حبیب ہیں۔ کلیم وہ ہے جو اللہ سے محبت کرے اور حبیب وہ ہے جسے میں چاہوں پھر ارشاد ہوتا ہے اے پیارے کلیم کلیم وہ ہوتا ہے جو اللہ سے محبت کرے محبت بھی اس طرح کہ جو چیز اللہ کو پسند ہو وہ بجا لائے مگر حبیب وہ ہوتا ہے خدا اس سے محبت کرے اور جو وہ چاہے خدا وہی کرے پھر فرمایا، کلیم وہ ہوتا ہے جو سارا دن روزہ رکھے اور ساری رات قیام کرے یعنی متواتر چالیس دن کا چلہ کرے تب جا کر وادی پر اسے اپنے کلام سے نوازتا ہوں اور حبیب وہ ہوتا ہے کہ اپنے بستر استراحت پر آرام فرما رہا ہوں اور خدا تعالیٰ جبرائیل امین کو اس کے دروازے پر بھیجے اور اسے اوپر لے آئے اور اسے وہ مقام حاصل ہو جو مخلوق میں کسی اور کو نہ مل سکے، فرمایا اے موسیٰ علیہ السلام میں نے تم سے اس وقت کلام کیا جب تم طور سینا پر تھے مگر میں نے اپنے حبیب سے اس وقت کلام کیا جب وہ قاب قوسین او ادنیٰ او ادنیٰ۔ پڑھ پھر فرمایا کلیم وہ ہے جسے کتاب لینے کے لئے کوہ طور پر آنا پڑے اور حبیب وہ ہے کہ اگر وہ مکہ میں ہے تو کتاب مکہ میں آئے اور اگر مدینہ میں ہے کتاب مدینہ میں اترے اور طائف میں ہو تو کتاب طائف میں نازل ہو غار میں

ہیں تو کتاب غار میں، اگر سفر میں ہیں تو قرآن سفر میں، اگر حضر میں تو قرآن حضر میں اگر گھر میں ہیں تو قرآن گھر میں اور اگر مسجد میں ہے تو قرآن مسجد میں اگر بستر پر ہیں تو قرآن بستر پر اور اگر نماز میں ہیں تو قرآن نماز میں آئے یعنی کلیم وہ ہے جو کتاب کا محتاج ہو اور حبیب وہ ہے جس کی کتاب محتاج ہو۔

امام اہل سنت امام اہل محبت، عاشق ماہ رسالت رحمۃ اللہ علیہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں یوں نذرانہ پیش کرتے ہیں۔

کلیم و نجی، صحیح و صفی، خلیل و رضی، رسول و نبی
عتیق و وصی، غنی و علی ثناء کی زباں تمہارے لئے

مرد یا عورت کی تخلیق کیسے ہوتی ہے؟

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ یہودیوں کا ایک گروہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر کہنے لگا ہمیں چند باتوں کا جواب دیجئے کیونکہ جو کچھ ہم پوچھیں گے ان کا جوب سوائے نبی کے اور نہیں دے سکتا۔

۱۔ ہمیں اس کھانے کے متعلق بتایئے جو حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے اوپر حرام کرلیا تھا؟

۲۔ ہمیں مرد کے پانی کے بارے میں خبر دیجئے اس سے مرد یا عورت کی تخلیق کیسے ہوتی ہے؟

۳۔ نبی کا اپنی قوم میں کیا مرتبہ و مقام ہوتا ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تینوں سوالات کے جوابات دیتے ہوئے فرمایا۔

میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تمہیں علم نہیں کہ حضرت یعقوب علیہ السلام شدید بیمار پڑ گئے تھے جب انکا مرض دراز ہوگیا تو نذر مانی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے انہیں شفا دی تو وہ اپنا مرغوب کھانا اور پسندیدہ مشروب اور اپنے اوپر حرام کرلیا۔

یہودی بولے اور کہنے لگے آپ نے بالکل ٹھیک کہا۔

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرے سوال کا جواب ارشاد فرمایا۔

کیا تم جانتے ہو کہ مرد کا پانی سفید گاڑھا ہوتا ہے اور عورت کا پانی پتلا زرد ہوتا ہے ان پانیوں میں سے جو پانی بوقت مباشرت غالب رہتا ہے بچہ باذن اللہ اس کے مشابہہ ہوتا ہے۔

انہوں نے کہا ہاں یہ جواب بھی درست ہے۔

اس کے بعد غائب دان سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تیسرے سوال کا جواب ارشاد فرمایا۔

میں تمہیں قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تم جانتے ہو کہ نبی علیہ السلام کی آنکھیں سوتی ہیں اور دل جاگتا ہے۔ (احمد، بیہقی، طبرانی، ابونعیم)

فائدہ:

اس حدیث پاک سے واضح طور پر یہ بھی معلوم ہو رہا ہے کہ غیر مسلم بھی اس کے بارے میں جانتے تھے کہ نبی وہ ہوتا ہے جس کو غیب کا عالم ہو جیسا کہ انہوں نے سوال کرنے سے قبل ہی اظہار کر دیا۔

لیکن افسوس ہے کہ آج کے نام نہاد مسلمان پر جو اس چیز کا منکر ہے اور معاذ اللہ نبی علیہ السلام کے علم کو جانوروں، پاگلوں اور تمام لوگوں کے علم سے تشبیہ دیتا ہے جیسا کہ حفظ الایمان میں مولوی اشرف علی تھانوی لکھتا ہے۔

ان کے جواب میں اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت، محافظ دین وملت علیہ الرحمہ اپنے خونخوار خنجر سے بدمذہبوں کو یوں شکار کرتے ہیں۔

حاکم حکیم دارو دوا دیں یہ کچھ نہ دیں
مردود یہ مراد کس آیت و خبر کی ہے

عقل ہوتی تو خدا سے نہ لڑائی لیتے
یہ گھٹائیں اسے منظور بڑھانا تیرا

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ذکر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا تھا کہ وہ اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیں اور اپنی امت کو بھی ہدایت کردو کردو کہ وہ میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیں۔ اگر میرے محبوب کریم، رؤف رحیم علیہ الصلوۃ التسلیم نہ ہوتے تو حضرت آدم کو پیدا نہ کرتا اور نہ ہی کائنات تخلیق فرماتا جب میں نے عرش کو پیدا کیا اور پانی پر نصب کیا تو وہ کانپنے لگا اور چکر کھانے لگا میں نے اس پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھ دیا تو اس کی برکات سے ساکن ہو گیا۔

جب عرش معلیٰ کا اضطراب کلمہ پاک کی برکت سے تسکین پا سکتا ہے۔ تو بندہ مومن کا دل اُولٰٓئِکَ کَتَبَ فِیْ قُلُوْبِھِمُ الْاِیْمَانَ (مجادلہ) ۔ کی روشنی میں خوف وقلق، خشیت و دہشت سے بھی سکون ضرور پائے گا۔ اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْب ۔ اس نکتہ کی تصدیق ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ سے خطاب ملنا:

حضرت مقاتل بن حیان رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ کو وحی بھیجی کہ میرے دین کی اشاعت میں بھرپور کوشش کرو بات سنو اور مانو اے کنواری پاک بتول کے بیٹے! میں نے تم کو بغیر باپ کے پیدا کیا اس طرح تم کو سارے جہان کے لئے ایک نشان اور معجزہ بنا دیا لہٰذا میری ہی عبادت کرو اور مجھ پر بھروسہ کرو اور اہل شام کے پاس جا کر انہیں بتاؤ کہ میں اللہ حی وقیوم ہوں جسے کبھی زوال نہیں اور نبی کی تصدیق کرو جو عربی شتربن اور صاحب عامہ ہے۔

اپنے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یوں ذکر کیا۔

تم اس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرو جو صاحب نعلین اور صاحب عصا ہے اس کے موئے مبارک قدرے خمدار پیشانی صاف اور چوڑی، بھرو پیوستہ، آنکھیں، پلکیں دراز، چشم ہائے مبارک کشادہ اور سیاہ، ناک مبارک باریک و بلند، رخسار واضح، داڑھی گھنی، پیشانی پر پسینہ موتیوں کی مانند چمکدار اور خوشبودار، گردن گویا چاندی کی صراحی، سینہ سے ناف تک بالوں کی سنہری دھاری، اس کے علاوہ سینے یا شکم پر کہیں بال نہیں، ہتھیلی پر اور پوروں پر گوشت، جب لوگوں کے ساتھ چلے تو ان سے بلند تر نظر آئے اور

اذ مش کانہ یتقلع من الصفر دینحد اض حبب ذوالنسل القلیل۔

جب وہ چلتے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بلندی سے چٹان پستی کی طرف آرہی ہے اولاد اس کی کم ہوگی۔ (بیہقی، ابن عساکر، حجۃ اللہ علیہ العالمین)

سبحان اللہ خالق کائنات کو اپنے محبوب سے کس قدر پیار ہے خود پیدا فرمایا خود ہی اوصاف بیان فرما دیا ہے ایسے حسن کے بارے میں پھر کیوں نہ جھومتے میرے اعلیٰ حضرت فرماتے۔

وہ کمال حسن حضور ہے کہ گمان نقص جہاں نہیں
یہی پھول خار سے دور ہے یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں

دوسری جگہ میرے پیارے اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت، پروانہ شمع رسالت محسن اہل سنت، مجدد دین وملت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن یوں عاجزی کا اظہار فرماتے ہیں:

تیرے تو وصف عیب تنا ہی سے ہیں بری
حیراں ہوں میرے شاہ میں کیا کیا کہوں تجھے

لیکن رضا نے ختم سخن اس پہ کر دیا
خالق کا بندہ خلق آقا کہوں تجھے

قربان جاؤں میں اپنے پیارے اعلیٰ حضرت پر جنہوں نے اعلیٰ حضرت پر جنہوں نے سکھا دیا کہ محبوب دو عالم، نورِ مجسم، شفیع معظم، حبیب مکرم، شاہ بنی آدم صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب کس طرح کرنا ہے دل چاہتا ہے کہ اپنے پیارے اعلیٰ حضرت کا سارا کلام ہی سرکار علیہ السلام کی مدح میں عرض کرتا چلوں کیونکہ میرے آقائے نعمت علیہ الرحمہ نے اپنے کلام میں قرآن وحدیث کی عکاسی کی ہے۔

مذکورہ روایت پر جب نظر پڑی ہوگی تو جھوم کر بولے ہوں گے۔

وہ کنواری پاک مریم وہ نفخت فیہ کا دم
ہے عجب نشان اعظم مگر آمنہ کا جایا وہی سب سے افضل آیا

حضرت عیسیٰؑ سرکار علیہ السلام کی امت میں:

حضرت عیسیٰؑ جو کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور کتاب لے کر آئیں ہیں اور اپنی شریعت لے کر آئے ہیں آپ علیہ السلام کو یہ شرف حاصل ہے کہ آپ بغیر باپ کے پیدا ہوئے ہیں اسی وجہ آپ کا لقب کلمۃ اللہ روح اللہ ہے۔

آپ علیہ السلام تمام انبیاء میں سب سے زیادہ غریب تھے یہاں تک کہ آپ نے اپنا کوئی گھر بھی نہیں بنایا تھا یہاں تک کہ ایک مٹی کا پیالہ تھا اس سے آپ پانی پیتے تھے ایک دن آپ نے وہ بھی پھینک دیا کہ یہ دنیا کا مال ہے اس کے بعد ہاتھوں سے پانی نوش فرمایا کرتے تھے۔

آپ علیہ السلام اکثر اپنے حواریوں کو نبی پاک صاحب لولاک، سیاح افلاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر پاک سے متعارف کروایا کرتے اور اگر حواری سوال کرتے کہ آپ کا کیا عقیدہ ہے۔

ان کے بارے؟ تو جواب میں ارشاد فرماتے کہ مجھے ان کے قدموں کھڑے ہونے کے لئے جگہ مل جائے تو میں اس کو اپنی معراج سمجھتا ہوں۔

تمام انبیاء علیہ السلام میں صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی یہ دعا قبول ہوئی تھی کہ اے اللہ! ہمیں اپنے محبوب کا امتی بنا دے۔ اسی لیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ آسمانوں پر اٹھالیا گیا قرب قیامت آپ علیہ السلام دنیا میں تشریف لائیں گے شادی کریں گے اور آپ کی اولاد ہوگی اور ہمارے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت میں شامل ہوں گے اور نبی پاک علیہ السلام کی شریعت مطہرہ پر عمل کریں گے اور کروائیں گے۔

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآئَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِىْ ؕ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ۔(آل عمران : ۸۱)

کی حقیقی تفسیر کریں گے آپ علیہ السلام جزیہ کو ختم کر دیں گے لیکن ابھی شریعت مطہرہ کا حصہ یہی ہوگا کیوں جزیہ لینے کا وقت بھی وہاں تک ہوگا۔

جیسے مؤلفۃ القلوب کا حصہ زکوٰۃ میں ایک وقت تک تھا پھر ختم کر دیا گیا۔

آپ علیہ السلام حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز ادا کریں گے اور دجال کو قتل کریں گے اور پوری روئے زمین پر عدل قائم کریں گے پھر آپ کا وصال ہوگا اور آپ کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں روضہ انور میں دفن کیا جائے گا اور قیامت کے دن بھی نبی کریم رؤف رحیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے لوائے حمد تلے ہوں گے۔

اعلیٰ حضرت، عظیم المرتبت، پروانہ شمع رسالت، مجدد دین وملت رحمۃ اللہ علیہ یوں خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔

ملک کونین میں انبیاء تاجدار

تاجداروں کا آقا ہمارا نبی ﷺ

تورات میں ذکر سرکار صلی اللہ علیہ وسلم:

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ یہودی کے کچھ دینار قرض تھے اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ادائے قرض کا تقاضا کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ابھی میرے پاس دینے کو کچھ نہیں اس یہودی نے کہا کہ میں لئے بغیر ہرگز نہیں ٹلوں گا۔ اس یہودی کے اس بے باک کلام پر چاہتے تو جھڑک دیتے لیکن ایسا نہ فرمایا بلکہ ارشاد فرمایا ٹھیک ہے میں تمہارے پاس بیٹھا ہوں جب تک تمہارا قرض نہ لوٹا دوں۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس بیٹھ گئے ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور ساری رات پھر اگلی صبح کی نماز بھی وہیں ادا فرمائی۔

صحابہ کرام علیہ الرضوان نے اس یہودی کو بڑا ڈرایا دھمکایا لیکن اس پر بھی سرکار علیہ السلام نے منع فرمایا، صحابہ کی محبت یہ چیز کیسے دیکھ سکتی تھی کہ ایک یہودی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے پاس بٹھا لے چنانچہ انہوں نے سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں اس چیز کا اظہار بھی کر دیا کہ ایک یہودی نے آپ کو روک رکھا ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پروردگار عزوجل نے اس بات سے منع فرمایا ہے کہ میں اپنے کسی معاہد کے ساتھ ظلم کروں جب دن ڈھلنے لگا تو یہودی نے اسلام قبول کر لیا اور کہنے لگا کہ تم گواہ رہنا کہ میں نے اپنا آدھا مال راہ خدا میں صدقہ کر دیا بخدا میں نے یہ جو کچھ طرز عمل اختیار کیا ہے اس لئے کیا ہے کہ میں نے جو سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت و ثناء پڑھی تھی اس کو پرکھ رہا تھا۔

تورات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت و ثناء اسی طرح مرقوم ہے محمد بن عبداللہ کے رسول ہیں، جائے ولادت آپ کی مکہ ہے اور جائے ہجرت مدینہ طیبہ

اور ملک آپ کا شام ہے آپ نہ سخت خو ہیں اور نہ بدزبان، نہ ہی بازاروں میں ہنگامہ پیدا کرنے والے اور نہ ہی فحاشی سے آراستہ (حاکم، بن عساکر)

ذکر سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کرنے پر لطف وکرم:

حضرت وہب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ بنی اسرائیل ایک شخص تھا جس نے دو سو سال اللہ کی نافرمانی میں گزارے یہاں تک کہ اس کے فسق وفجور سے تنگ آ کر اس بستی والوں نے بھی نکال دیا پھر دوسری بستی میں پناہ لی تو وہاں پر جب وہ مر گیا تو لوگوں نے اسے دفن کرنے کی بجائے اسے اٹھا کر گندگی کے ڈھیر پر ڈال دیا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی فرمائی کہ اس پر نماز جنازہ پڑھو بلکہ ایک روایت میں تو یوں ہے کہ جو اس کی نماز جنازہ پڑھے گا میں سے بخش دوں گا۔

عرض کی اے خالق جن و بشر یہ بنی اسرائیل اس بات کی گواہ ہے کہ اس نے تیری دو سو سال تک نافرمانیاں کی ہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ٹھیک ہے اس نے دو سو سال میری نافرمانی کی ہے لیکن اس کا ایک عمل مجھے اتنا پسند آیا ہے کہ میں نے اس کے گناہوں کی طرف نہیں دیکھا بلکہ میں نے اپنے رحمت سے اس کے تمام جرم معاف کر دیئے عرض کی مولا اس کا وہ عمل کیا ہے؟

فرمایا یہ شخص جب بھی تورات کھولتا تھا تو میرے محبوب علیہا السلام کے نام مبارک کو دیکھتا تو چوم کر آنکھوں سے لگاتا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پاک پڑھتا تھا اس عمل کے سبب میں نے اس کے تمام گناہ نیکیوں میں بدل دیے ہیں اور اس کا ستر حوروں سے نکاح کر دیا ہے۔ (ابونعیم، حجۃ اللہ علی العالمین)

کسی شاعر کی نظر اٹھی تو جھومتا ہوا یوں کہنے لگا۔

تعظیم جس نے دل سے کی محمد کے نام کی
خالق نے اس پر آتش دوزخ حرام کی

یہ دیکھا تو اعلیٰ حضرت کے دل میں آیا کہ ہم کیوں کسی سے پیچھے رہیں اور کیوں نہ جھوم کر یوں عرض کریں۔

کروں تیرے نام پر جاں فدا نہ بس ایک جاں دو جہاں فدا
دو جہاں سے بھی نہیں جی بھرا کروں کیا کروڑوں جہاں نہیں

پوری امت پر لطف و کرم:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے پاس ایک آدمی آیا اور کہا کہ مجھے فلاں یہودی عالم نے ایک خط دے کر آپ کی طرف بھیجا ہے حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا وہ خط مجھے دیجئے۔اس آدمی نے کہا کہ وہ عالم آپ سے کہتا ہے کہ کیا آپ ہم یہودیوں کے معزز سردار اور مطاع نہ تھے؟ آپ نے یہودیت کو چھوڑ کر احمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کو کیوں اپنالیا؟ حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے اس سے دریافت کیا، کہا تم واپس جانے کا ارادہ رکھتے ہو اس نے جواب دیا ہاں میں واپس جانے کا ارادہ رکھتا ہوں، فرمایا جب تم واپس لوٹو تو اس عالم کا دامن پکڑ لینا تاکہ راہ فرار نہ اختیار کر سکے اور پھر کہنا کعب تمہیں اس اللہ کا واسطہ دے کر کہتا ہے جس نے موسیٰ علیہ السلام کو ان کی ماں کے پاس لوٹایا جس نے ان کے لئے سمندر پھاڑا جس نے موسیٰ علیہ السلام کو تختیاں عطا کیں جن میں ہر چیز کا علم ہے کیا کتاب یعنی تورات میں مذکور نہیں کہ امت احمد کے تین حصے ہوں گے ایک تہائی حصہ بلا حساب وکتاب جنت میں داخل ہوگا اور دوسرا حصہ رحمت کے ساتھ جنت میں جائے گا اور تیسرے حصے کا آسان حساب ہوگا پھر وہ جنت میں چلے جائیں گے وہ یہودی عالم تم سے کہے گا کہ ایسے ہی تورات میں آیا ہے تو اس سے کہنا کہ کعب تم سے کہتا ہے کہ مجھے امت احمد یہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان تینوں گروہوں میں سے کسی کا فرد نہ سمجھ لو؟ (حجۃ اللہ علی العالمین)

سبحان اللہ کیا شان ہے اس امت کی آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ اس امت پر یہ لطف وکرم کی بارشیں صرف سرکار علیہ السلام کے صدقے میں ہوتی ہیں اسی لئے تو کسی نے خوب کہا ہے۔

آواز کرم دیتا ہی رہا تھک ہار گئے لینے والے
منگتوں کی ہمیشہ لاج رکھی محروم کسی کو لوٹایا نہیں

تورات کے حوالے سے ایمان افروز واقعہ:

نزہۃ المجالس میں ہے کہ ایک یہودی تورات شریف پڑھ رہا تھا اس نے اس کتاب مقدس کے ایک مقام پر حضور، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی، اسم گرامی چار مرتبہ رکھا ہوا پایا، بغض وعناد کی وجہ سے اس نے نام مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کو مٹا دیا جب دوسرے روز اس نے تورات کھولا کیا دیکھتا ہے کہ تورات میں وہاں آٹھ مقام پر نام مبارک لکھا ہوا تھا اس نے پھر مٹا دیا۔ گویا اس نے مٹانا چاہا مگر اللہ کو بڑھانا منظور ہے جس کو اعلیٰ حضرت اپنے محبت انداز میں ہوں یوں بیان فرماتے ہیں۔

عقل ہوتی تو خدا سے نہ لڑائی لیتے
یہ گھٹائیں اسے منظور بڑھانا تیرا

تیسرے روز جب اس نے تورات کھولی تو نام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو بارہ جگہوں پر لکھا ہوا پایا جب اس نے یہ دیکھا کہ نبی پاک۔ صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک مٹانے سے مٹتا نہیں بلکہ پہلے سے بڑھ جاتا ہے تو عظمت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم دل میں گھر کر گئی اور اس کی تقدیر کا ستارہ چمکا جس نے اس کے اندھیرے میں نور ایمان کی شمع جلادی اس نے کلمہ پڑھا اور مسلمان ہو گیا۔

پھر وہ ملک شام سے چلا اور مدینے کی طرف رخ کیا تا کہ وہ عظمتوں والے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کر کے اپنی آنکھوں کو ٹھنڈا کر سکے جب وہ دن رات

سفر کرتا ہوا اور سفر کی صعوبتوں کو برداشت کرتا ہوا مدینہ طیبہ پہنچا تو اس وقت رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو وصال فرمائے ہوئے تین ہی روز ہوئے تھے اس نے مسجد نبوی شریف میں بیٹھے ہوئے سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں کو سلام کیا جن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی تھے اس نے گمان کیا کہ شاید سرکار صلی اللہ علیہ وسلم انہیں میں جلوہ فرما ہیں اس وجہ سے اس نے ان سے سلام میں سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا صحابہ کرام نے جب سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر سنا اور دیکھا کہ کوئی اجنبی ہے تو اشکبار آنکھوں سے بتا دیا کہ سرکار علیہ السلام دنیا سے پردہ فرما گئے ہیں تو اس آنے والے عاشق صادق نے کہا میں سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت تو نہیں کر سکا لیکن نبی کریم، رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر کے ساتھ لگنے والے کسی کپڑے کی زیارت کروا دو۔

چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس شخص کو حضور پرنور، شافع یوم النشور، محبوب رب غفور کا کرتہ مبارک دکھایا۔

جب اس کی نظر [illegible] سادہ سے کرتے پر پڑی تو اس نے اپنی آنکھوں پر رکھا اور سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی معطر و معنبر خوشبوئیں [illegible] ہو کر سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تصور جما کر زبان حال سے گویا عرض کر رہا تھا۔

اوڑک نوں تو ٹر جاناں، کوئی کارتے کر جاواں
سرکار دی چوکھٹ تے سر رکھ کے تے مر جاواں
محبوب دی خاطر میں چھڈیا اے زمانے نوں
سرکار دا در چھڈ کے کیوں غیر دے در جاواں

اس عاشق صادق نے حضور کا کرتہ مبارک چہرے پر رکھ کر مزار اقدس کے قریب کھڑے ہو کر روتے ہوئے بارگاہ الٰہی میں عرض کی۔

اللهم ان کنت قلبت اسلامیٔ فاقبض روحی ۔

(تزیۃ المساس ۱/۱۴۴)

اے اللہ عزوجل! اگر تو نے میرا اسلام لانا قبول فرمالیا ہے تو میری روح قبض فرمالے۔

اس کا یہ عرض کرنا تھا کہ اس کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی پھر جناب مولا مشکل کشا، علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اسے غسل دیا اور جنت البقیع میں اس دفن کر دیا نام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے اس کو وہ مقام ملا جو کسی کو ہی ملا کرتا ہے۔

جس کی التجا کرتے ہوئے شاعر کہتا ہے۔

اے کاش دل درد سے بسمل کی طرح لوٹ رہا ہو
سینے پہ تسلی کو تیرا ہاتھ دھرا ہو

اس روایت سے پتا چلتا ہے کہ:

مٹ گئے مٹ جائیں گے اعداء تیرے
نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا

ذکرِ مصطفیٰ بزبانِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

یہ موضوع اس قدر وعریض ہے کہ اس کا احاطہ بیان میں لانا طاقت بشریت سے باہر ہے کیوں کہ قرآن پاک اور تمام احادیث، بزبان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہی صادر ہوئی ہیں اور یہ بات بھی مسلم شدہ ہے کہ سارے کا سارا قرآن اور احادیث میں ذکر حبیب ہی تو ہے لہٰذا ہم یہاں چند ایک احادیث ذکر کریں گے۔

نسب شریف کا ذکر:

حضرت مطلب بن ابی وداعہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ جو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت سراپا عظمت میں حاضر ہوئے ان کے چہرے سے یوں محسوس ہو رہا تھا کہ گویا انہوں نے ان کے دل کی بات جان لی۔

اور مسند پر جلوہ افروز ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: میں کون ہوں؟ صحابہ کرام نے عرض کیا آپ اللہ کے نبی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

انا محمد بن عبداللہ بن عبور اے طلب ان اللہ خلق الغلق مجعلنی فی خیر ھم فرقة ثمر جعلھم فرقتین فجعلنی فی خیرہ ھم فرقة شم جعلھم قبائل فجعلنی فی خیر ھم قبیلة ثم جعلھم بیوتا فجعلنی من خیر بھی قبیلة ثم جعلھم بیوتا فجعلنی فی خیر ھم بیتا ؤ خیر ھم نسبا

(ترمذی ۵۴۳، المستدرک، مسند احمد)

میں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہوں اللہ تعالیٰ نے مجھے مخلوق پیدا کیا، پس مجھے بہترین انسانوں میں پیدا کیا پھر اللہ نے مخلوق کو پیدا کیا پس مجھے بہترین انسانوں میں پیدا کیا پھر اللہ نے مخلوق کو دو حصوں میں تقسیم فرمایا تو مجھے ان میں سے بہترین طبقے میں شامل فرمایا پھر ایسا طبقے کو مختلف قبائل میں تقسیم فرمایا تو مجھے ان میں سے بہترین قبیلے میں شامل فرمایا پھر اس قبیلے کے گھرانے بنائے تو مجھے ان میں سے بہترین گھرانے میں شامل کیا اور سب سے اچھے نسب کا حامل بنایا۔

اس حدیث پاک میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے نسب کا ذکر فرمایا ہے۔ پتہ چلا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خاندان بنو ہاشم قبیلہ قریش کا افضل ترین خاندان تھا اور قبیلہ قریش جزیرہ عرب میں اپنے شرف اور عزت واحترام کے حوالے سے منفرد مقام کا حاصل شمار کیا جاتا تھا ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کو نسبی فضیلت کا یہ مقام اپنے والد گرامی حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اور والدہ ماجدہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہ دونوں کی طرف سے حاصل تھا۔

قرآن پاک نے بھی آپ علیہ السلام کے اعلیٰ نسب کو یوں بیان فرمایا ہے۔

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ (توبہ:۱۲۸)

بے شک تمہارے پاس تم میں سے باعظمت رسول تشریف لائے۔

انفسکم کو حدیث انس رضی اللہ عنہ میں انفَسکم یعنی اسم تفصیل کا صیغہ پڑھا گیا ہے اس قرآت کے مطابق آیت کریمہ کا ترجمہ ہوگا اور تحقیق تمہارے پاس تشریف لائے (باعظمت) رسول جو تم میں سب سے زیادہ نفیس ہیں۔

میرے اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت، مجدد دین وملت، پروانہ شمع رسالت، محسن اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

وہ کمال حسن حضور ہے کہ گمان نقص جہاں نہیں
یہی پھول خار سے دور رہتے یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں

نورانیت کاذکرخیر پاک:

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے دادا استاد امام عبدالرزاق، مصنف عبدالرزاق میں حدیث پاک نقلفرماتے ہیں جس کو کثرت سے آئمہ محدثین نے نقل کیا ہے چنانچہ امام عبدالرزاق علیہ الرحمہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں۔

قال قلت یارسول اللہ بابی انت و امی اخبرنی عن اول شیء خلقه اللہ تعالیٰ قبلا لاشیاء قال یا جابر ان اللہ قد خلق قبل الاشیاء نور نبیك من نوره مجعل ذالك النور ......

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ قربان مجھے بتائیں کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے کیا چیز پیدا فرمائی؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے جابر بے شک اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق سے پہلے تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کو اپنے نور سے پیدا فرمایا پھر وہ نور مشیت خداوندی سے جہاں چاہتا سیر کرتا رہا اس وقت نہ لوح تھی نہ قلم، نہ جنت تھی نہ دوزخ، نہ فرشتہ تھا نہ آسمان نہ زمین، نہ سورج تھا نہ چاند، نہ ہی جن تھا اور نہ انسان، جب اللہ تعالیٰنے ارادہ فرمایا کہ مخلوقات کو پیدا فرمائے تو اس نور کو چار حصوں میں تقسیم کر دیا پہلے حصے سے قلم بنایا دوسرے سے لوح و تیسرے حصے سے عرش اور پھر چوتھے حصے کو مزید چار حصوں میں تقسیم فرمایا تو پہلے حصے سے عرش اٹھانے والے بنائے اور دوسرے سے کرسی اور تیسرے سے باقی فرشتے پھر چوتھے حصے کو مزید چار حصوں میں تقسیم فرمایا تو پہلے حصے سے

آسمان دوسرے سے زمین اور تیسرے سے جنت اور دوزخ، اسی طرح پھر چوتھے حصے کو مزید تقسیم کیا الغرض پوری کائنات کو سرکار ابد قرار، بے کسوں کے مددگار، محبوب پروردگار صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے تخلیق فرمایا۔

شبہ کا ازالہ:

اس حدیث پاک میں لفظ من نور اللہ ذکر ہوا ہے یعنی اللہ کے نور سے اس سے سوال پیدا ہوا کہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے نور کا ٹکرا لیں اس وہم کا ازالہ یوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اللہ کے نور کا جز یا حصہ نہیں بلکہ نور خداوندی کا پرتو ہیں اور من نور میں اضافت تشریفیہ ہے نہ کہ تبعیض یہ۔ جس طرح حدیث عکرمہ میں ہے۔

خلقت الملائکة من نور العزة ۔

یعنی ملائکہ نور عزت سے پیدا کئے گئے۔ یہاں بھی نور عزت کی اضافت شریفی ہے۔

قرآن پاک میں خالق کائنات نے یوں ارشاد فرمایا اور نور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیان فرمایا۔

قد جآء کم من اللہ نور و کتٰب مبین ۝ (مائدہ: ۱۵)

بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور آیا اور روشن کتاب۔

اس آیت کریمہ میں نور سے مراد سرکار علیہ السلام کی ذات عالی صفات مراد ہے جیسا کہ تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہما اور جملہ مستند مفسرین کرام نے مراد لی ہے۔ پھر اس آیت پر چند وجوہ سے گفتگو ضروری ہے مثلاً جآء ماضی کا صیغہ کیوں استعمال کیا؟ پھر من اللہ سے کون سا مقام مراد ہے پھر نور پر تنوین کون سی ہے؟ پھو نور کو کتاب پر مقدم کیوں رکھا؟ پھر سرکار علیہ السلام میں نورانیت اصل ہے یا بشریت؟ اگر نورانیت ہے تو

بشریت کا کیا فائدہ! کیا بشریت، نورانیت کے منافی ہے؟ اگر تو پھر معترضین کا اتراض کس بات پر ہے؟ اور اس کے جوابات کیا ہے؟ شریت میں کون سی بشریت مراد ہے؟ اور بشر کسے کہتے ہیں؟ بخاری شریف کی کتاب الغزوات کی وہ احادیث جن میں سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مثلیت کی نفی کی ہے ان سے کیا مراد ہے؟

ان تمام وجوہ پر گفتگو کرنے سے ایک ضخیم کتاب تیار ہوئی ہے جب کہ یہاں پر اس کی وضاحت نہیں بلکہ اختصار ملحوظ ہے اسی وجہ سے صرف ایک ہی حدیث پاک بیان کرنے پر اکتفا کیا گیا ہے، حبیب مکرم، نورِ مجسم، شفیع معظم، شہ بنی آدم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی نورانیت کو میرے ہادی ورہبر یوں بیانے فرماتے ہیں۔

صبح طیبہ میں ہوئی بٹتا ہے باڑا نور کا
صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا
باغ طیبہ میں سہانا پھول پھالا نور کا
سمت بو ہیں بلبلیں پڑھتی ہیں کلمہ نور کا
میں گدا تو بادشاہ بھر دے پیالہ نور کا
نور دن دونا ترا دل ڈال صدقے نور کا
تاج والے دیکھ کر تیرا عمامہ نور کا
سر جھکاتے ہیں الٰہی بول بالا نور کا
چاند جھک جاتا جدھر انگلی اٹھاتے مہد میں
کیا ہی چلتا تھا اشاروں پر کھلونا نور کا
تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عین نور تیرا سب گھرانہ نور کا

غم خوار نبی صلی اللہ علیہ وسلم:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت فرمائی۔

رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ ج (ابراھیم ۳۲)

اے میرے ربّ! انہوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کر دیا تو جس نے میری اتباع کی وہ میرا ہے اور جس نے میری نافرمانی کی تو بے شک غفور رحیم ہے اور اس کے بعد وما ینطق عن الھوی ' والی زبان اقدس نے یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی۔

اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ج وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ○ (مائدہ: ۱۱۸)

اے ربّ العالمین اگر تو ان کو عذاب دیت و بے شک تیرے بندے ہیں اور اگر تو ان کو بخش دے تو بے شک تو غالب و حکمت والا ہے۔

جب یہ آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی تو اپنی گنہگار امت یاد آ گئی امت کی یاد میں اشک بار آنکھوں سے بارگاہ ایزدی میں ہاتھ اٹھا دیئے اور عرض کی۔

اللھم امتی وبس۔

اے میرے پروردگار میری امت میری امت۔

اس حال میں کہ آپ پر گریہ طاری تھی یعنی آپ امت کے غم میں رو رہے تھے۔

اللہ ربّ العالمین نے جب اپنے محبوب دانائے غیوب منزہ عن العیوب صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حالت میں دیکھا تو فوراً فرمایا اے جبرائیل عرض کی کیا حکم ہے میرے ربّ جلیل! ارشاد ہوا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے جبرائیل جاؤ میرے محبوب علیہ السلام کے پاس اور جا کر پوچھو اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم آپ کیوں رو رہے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے

پس حضرت جبریل سرکارِ دو عالم، نورِ مجسم، شفیع معظم، حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت سراپا عظمت میں حاضر ہوئے اور آکر گریہ وزاری کا سبب دریافت کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ آیتوں کے متعلق بتایا کہ ان میں اللہ ربّ العزت یوں ارشاد فرماتا ہے جب کہ میری گنہگار امت کا کیا بنے گا؟

حضرت جبرائیل امینؑ نے اللہ کی بارگاہ میں سبب گریہ وزاری عرض کیا تو خالق کائنات کا دریائے رحمت جوش میں آیا اور اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو دلاسا دیا۔

فقال اللہ یا جبرائیل لذھب الی محمد صلی اللہ علیہ وسلم فقل انا سز فیك فی امتك والا نسوؤن ۔ (مسلم)

پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے جبریل جاؤ میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اور ان سے کہو کہ ہم تمہیں تمہاری امت کے بارے میں راضی کریں گے اور تمہیں دل آزردہ نہیں کریں گے۔

میرے پیارے اعلیٰ حضرت، پروانہ شمع رسالت، مجدد دین وملت، عاشق ماہ و رسالتؒ کی نظر اٹھی تو آپ امت مسلمہ کو بھی پیغام دے گئے۔

جو نہ بھولا ہم غریبوں کو رضا
یاد اس کی اپنی عادت کیجئے
مرز حال ذکر شفاعت کیجئے
نار سے بچنے کی صورت کیجئے

سبحان اللہ! ہمارے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم ہم گنہگاروں کی کس قدر غم خواری فرماتے ہیں قربان جاؤں اپنے لجپال کریم داتا علیہ السلام پر جنہوں نے ہر مقام پر امت کو یاد رکھا دنیا میں جلوہ گر ہوئے تب بھی امت کو یاد جب خالق کائنات کے معراج کی شب اپنے دیدار سے نوازا تب بھی گنہگار امت کو فراموش نہیں فرمایا۔

یہاں تک کہ جب وقت وصال قریب آیا تب بھی امت کی غم خواری فرمائی اور سکرات موت سے اپنے غلاموں کو رہائی کا مژدہ سنایا۔

گویا کہ

وَمَآ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ○ (انبیاء:۱۰۷)

کا سایہ عطا فرمایا اور ہر وقت نعمت امت کو یاد رکھا جس کو اعلیٰ حضرت مزید لطف و کی درخواست کرتے ہوئے عرض کرتے ہیں۔

ہم تمہارے ہو کے کس کے پاس جائیں
صدقہ شہزادوں کا رحمت کیجئے
آپ سلطان جہاں ہم بے نوا
یاد ہم کو، وقت نعمت کیجئے

معراج کی شب امت پر لطف وکرم:

معراج کی رات جب امام الملائکہ، رسول ملائکہ، جبرائیل امینؑ کاشانہ نبوت پر حاضر ہوئے اور نہایت ادب واحترام سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیدار کیا، پھر جنت سے لائے ہوئے پانی سے وضو کروایا اور جنتی جوڑا زیب تن فرمایا المختصر جب دولہا تیار ہوا تو جنت سے لائی گئی سواری کو پیش کیا۔ امام الانبیاء علیہ السلام براق پر سوار ہونے لگے تو فوراً امت یاد آگئی پاؤں روک لیا اور غمزدہ ہو گئے۔

خالق کائنات نے فرمایا اے جبرائیل علیہ السلام میرے محبوب سے پوچھو اپنا پاؤں مبارک روک کیوں لیا ہے؟ جبرائیل امین کے استفسار پر فرمایا اے جبرائیل علیہ السلام مجھے میری گنہگار امت یاد آگئی کہ پل صراط پر ان کا کیا بنے گا غیب سے ندا آئی اے محبوب کیوں پریشان ہوتے ہیں ہم وہاں بھی براق بھیج دیں گے اتنے میں جبرائیل امین نے نذرانہ عقیدت پیش کرتے ہوئے عرض کی اے اللہ کے محبوب اگر یہ

بات ہے تو پل صراط میں اپنے نوری پر بچھادوں گا جن سے آپ کی امت خیر و عافیت سے گزر جائے گی۔

جبرائیل امین علیہ السلام کی اس پیش کش پر میرے پیارے اعلیٰ حضرت عاشق ماہ ورسالت کی نظر پڑی تو آپ یوں گویا ہوئے۔

اہل صراط روح امیں کو خبر کریں
جاتی ہے امت نبوی فرش پر کریں
ان فتنہ ہائے حشر سے کہہ دو حذر کریں
نازوں سے پالے آتے ہیں رہ سے گزر کریں

ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم حبیب اللہ ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں سے کچھ لوگ بیٹھے ہوئے تھے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے قریب ہوئے اور سنا کہ آپس میں مذاکرہ کررہے ہیں ان میں سے ایک نے کہا۔

ان اللہ اتخذ ابراھیم خلیلا وقال آخر موسیٰ کلمۃ اللہ تکلیما وقال آخر فعیسیٰ کلمۃ اللہ و روہ وقال آخر آدم اصطفاہ اللہ۔

بے شک اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو خلیل اللہ بنایا، دوسرے نے کہا اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو شرف کلام سے نوازا، کچھ نے کہا عیسیٰ علیہ السلام کلمۃ اللہ اور روح اللہ ہیں، حضرت آدم علیہ السلام صفی اللہ ہیں۔

صحابہ کرام کی یہ گفتگو سنی تو سرکار ابد قرار، بے کسوں کے مددگار، شافع روز شمار، حبیب پروردگار صلی اللہ علیہ وسلم ان پر ظاہر ہو گئے اور فرمایا: اے لوگو! میں نے

تمہارے گفتگو سنی اور تعجب دیکھا، فرمایا سنو! بے شک ابراہیم علیہ السلام خلیل اللہ
اور موسیٰ علیہ السلام کلیم اللہ ہیں اور نجی اللہ ہیں (ایک اور روایت میں حضرت نوح علیہ
السلام کا بھی ذکر ہے وہاں نجی اللہ ان کا لقب ہے کیونکہ آپ علیہ السلام نے طوفان
سے نجات پائی یاد رکھیں جس طرح نجی اللہ نوح اللہ کا لقب ہے اسی طرح موسیٰ علیہ
السلام کا بھی لقب ہے کیونکہ آپ نے بھی نجات پائی اور فرعون غرق ہو گیا بہر حال اس
میں کوئی اختلاف نہیں)

موسیٰ علیہ السلام کے بعد عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر فرمایا کہ بے شک عیسیٰ علیہ السلام
روح اللہ ہیں اور آدم علیہ السلام بلاشبہ صفی اللہ ہیں۔ میرے صحابہ بے شک حقیقت ان
انبیاء کرام کی ایسی شان ہے مگر غور سے سنو!

میں حبیب اللہ ہوں اور یہ بات بغیر کسی فخر ومبایات کے کہہ رہا ہوں روز قیامت
حمد کا جھنڈا میرے پاس ہوگا۔ آدم علیہ السلام اور دیگر مخلوق خدا اسے جھنڈے کے نیچے
ہوں گے میں سب سے پہلے شفاعت کروں گا اور سب سے پہلے میری ہی شفاعت
قبول کی جائے گی۔ سب سے پہلے میں جنت کے حلقوں کو حرکت دوں گا تو اللہ تعالیٰ
اس کو میرے لئے کھول دے گا اور مجھے اسمیں داخل فرمائے گا اور فقراء مومنین میرے
ساتھ ہوں گے میں یہ بات رزروئے فخر نہیں بلکہ حقیقت کا اظہار کر رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ
کے نزدیک اولین وآخرین سے زیادہ شان میری ہوگی۔ (ترمذی)

امام اہل سنت علیہ الرحمہ اس کا نقشہ یوں کھینچتے ہیں۔

خلق سے اولیاء اولیاء سے رسل
اور رسولوں سے اعلیٰ ہمارا نبی ﷺ
سارے اونچوں سے اونچا سمجھئے جسے
ہے اس اونچے سے اونچا ہمارا نبی ﷺ

عالمگیر قحط سے محفوظ:

حضرت عمرو بن قیس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم بیٹھے ہوئے تھے اور ہم امام الانبیاء علیہ السلام بھی جلوہ فرما تھے پیارے آقا علیہ السلام کی وما ینطق عن الھوی والی زبان اطہر جنبش میں آئی اور رحمت کے پھول جھڑنے لگے الفاظ کچھ یوں ترتیب پائے۔

قال نحن الآخرون و نحن اسابقون یوم السیامة وانی قائل قول غیر فخر ابراھیم خلیل اللہ ومعی لواء الحمد یوم القیامة وان اللہ و عدنی فی امتی و اجارھم من ثلاث لا یعمھم بسنة ملایستا لھم عدو ولا یجملھم عل ضلالة ۔(دارمی، حجة اللہ علی العالمین)

فرمایا، ہم آخری ہیں مگر روز قیامت سب سے سبقت لے جائیں گے اور میں یہ بات بلا فخر کہہ رہا ہوں کہ ابراہیم علیہ السلام خلیل اللہ ہیں موسیٰ صفی اللہ ہیں اور میں حبیب اللہ ہوں لواح الحمد قیامت کے روز میرے ہاتھ میں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے میری امت کے بارے میں مجھ سے وعدہ فرمایا ہے اور اسے تین باتوں سے محفوظ رکھا ہے۔

۱- میری امت پر عالمگیر قحط مسلط نہیں فرمائے گا۔

۲- کوئی دشمن میری ساری امت کو تباہ و برباد نہیں کر سکے گا۔

۳- وہ کسی گمراہی پر جمع نہیں ہوں گے۔

اللہ اکبر! ہم پر سرکار علیہ السلام کے طفیل اللہ رب العالمین کس قدر مہربان ہے پھر اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ جھوم کر کیوں نہ پڑھتے۔

نعمتیں بانٹتا جس سمت و ذیشان گیا
ساتھ ہی منشی رحمت کا قلمدان گیا

جدھر جدھر وہ گئے کرم ہی کرتے گئے:

آقائے نامدار، مدنی تاجدار، رسولوں کے سالار، جناب احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم امت مرحومہ کے لئے ہر آن اور ہر گھڑی چاہے وہ حیات طیبہ کی ہے یا پھر ظاہری وصال کے بعد کسی ہو رحمت ہی رحمت ہیں جس طرح قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ میں اور علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ للفتاویٰ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے سرکار علیہ السلام کا فرمان عالی شان نقل کرتے ہیں۔

حیاتی خیر لکم و موتی خیر کم ۔(الحاوی ۲/۳، الشفاء ۱/۱۹)

میری حیات بھی تمہارے لئے خیر ہے اور میری موت بھی تمہارے لئے خیر ہے۔

اس ضمن میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت یوں ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حیاتی خیر لکم ثلاث مرات و وفاتی خیر لکم ثلاث مرات فسکت القوم ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری حیات ظاہرہ بھی تمہارے لئے بہتر ہے تین مرتبہ کلام فرمایا، اور میری حیات باطنی (موت) بھی تمہارے لئے بہتر ہے یہ بھی تین مرتبہ فرمایا اس پر قوم خاموشی تھی۔

اس سکوت کو توڑتے ہوئے حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں عرض کرنے لگے۔

کیف یکون ھذا بابی انت و امی ۔

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی ذات بابرکت پر میرے ماں باپ قربان یہ کیسے ہوگا؟

اللہ اکبر! صحابہ کرام قیامت تک آنیوالوں کو سکھا رہے ہیں کہ سرکارِ دو جہان صلی

اللہ علیہ وسلم کا ادب کیسے کرنا ہے اور ان سے گفتگو کیسے کرنی ہے صحابہ کرام کا یہ معمول ہوا کرتا تھا جب بھی سرکار علیہ السلام مخاطب ہوتے پہلے اپنے ماں باپ فدا کرنے کا نذرانہ عقیدت پیش کرتے پھر گفتگو کا آغاز کرتے جیسا کہ اسی حدیث میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے کلام سے ظاہر ہو رہا ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا۔

قال حیالی خیر لکم ینذل علی الوحی من السماء فا خبر کم بما یحل لکم وما یحرم علیکم و موتی خیر لکم تعرض علی اعمالکم کل خمیس فما کان من حسن حمدت اللہ علیہ وما کان میں ذنب استو بهت لکم ذنو بکم ۔

(الوفا با حوال المصطفیٰ ۱/۸۲۶، حجۃ اللہ علی العالمین ۷۱۳)

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری حیات بھی تمہارے لئے بہتر ہے کہ مجھ پر آسمان سے وحی نازل ہوتی ہے پس میں تمہیں بتاتا ہوں کہ کون سی چیز تم پر حلال ہے اور کون سی حرام ہیں اسی طرح میری وفات بھی تمہارے لئے بہتر ہے کہ تمہارے اعمال ہر جمعرات کو مجھ پر پیش کئے جائیں گے پس اگر اعمال بہتر ہوں گے تو میں اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کروں گا اور اگر تمہارے وہ اعمال برے ہوئے تو میں تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے تمہارے گناہوں کی معافی طلب کروں گا۔

سُبْحَانَ اللّٰهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلاً ۔

ہمارے پیارے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام ہم پر کس قدر حریص ہیں کہ ہر آن اور ہر گھڑی ہمیں یاد رکھا بلکہ جدھر جدھر بھی گئے ہیں ہم غلاموں پر کرم ہی کرتے گئے ہیں اسی لئے شاعر جھوم کر کہتا ہے۔

جدھر جدھر بھی گئے وہ کرم ہی کرتے گئے
کسی نے مانگا نہ مانگا جھولیاں بھرتے ہی گئے

میرے پیارے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی نظر اٹھی تو آپ نے یوں نذرِ عقیدت پیش کیا۔

نعمتیں بانٹتا جس سمت وہ ذیشان گیا
ساتھ ہی منشی رحمت کا قلمدان گیا

شبہ کا ازالہ:

ملا علی قاری شرح الشفاء میں فرماتے ہیں کہ اس سے کوئی صورت مراد نہ لے بلکہ یہاں سے مراد ایک حال سے دوسرے حال میں منتقل ہونا اور ایک گھر سے دوسرے گھر کی مسافت مراد ہے۔

کیونکہ انبیاء وعلیہم السلام کے اجساد مطہرہ کو زمین پر کھانا احرام کر دیا گیا ہے جیسا کہ حدیث پاک میں خود سرکار علیہ السلام نے وضاحت فرما دی۔

ان اللہ حرم علی الارض ان تا کل اجساد الانبیاء (ابن ماجه ۱۷/۲، ابو داؤد ۱/۳۹۴، نسائی کتاب الجمعۃ حاکم، دارمی)

بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کرام علیہ السلام کے مبارک جسموں کا کھانا حرام فرما دیا ہے۔

اس حدیث پاک کا ترجمہ اعلیٰ حضرت اپنے رنگ میں یوں فرماتے ہیں:

انبیاء کو اجل آنی ہے
مگر ایسی کہ فقط آنی
پھر اس آن کے بعد ان کی حیات
مثل سابق وہی جسمانی ہے

تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ:

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رؤف رحیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا جسد انور قبر مبارک میں صحیح وسلامت ہے۔ اسے مٹی نہیں کھا سکتی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء علیہم السلام کے جسموں کا کھانا حرام کر دیا ہے۔

- حضرت شداد ابن اوس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

بے شک تمہارے دنوں میں افضل دن جمعہ ہے کیونکہ اس دن حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق ہوئی اس دن پہلا اور دوسرا صور پھونکا جائے گا لہٰذا اس میں مجھ پر کثرت سے درود بھیجا کرو بے شک تمہارے درود مجھ پر پیش کئے جاتے ہیں ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے عرض یا یارسول اللہ۔

کیف تعرض صلاتنا علیک و قدارمت یعن بیت ۔

ہمارے درود (بعد از وصال) آپ کی خدمت میں کیسے پیش کئے جائیں گے حالانکہ آپ کا جسم اقدس تو بوسیدہ ہو چکا ہوگا؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء علیہم السلام کے مبارک جسموں کا کھانا حرام فرما دیا ہے۔

(ابوداؤد، احمد، نسائی، طبرانی، بیہقی)

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

انبیاء کو بھی اجل آتی ہے
مگر ایسی کہ فقط آتی ہے
یہ ہیں حتی ابدی ان کو رضا
صدق و عدہ کس قضا مانی ہے

امام سیوطی علیہ الرحمہ، حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے ایک روایت خصائص

الکبریٰ میں نقل فرماتے ہیں۔

من کلمه روح القدس لم یوذن للارض ان تا کل من لحمة ۔ (خصائص کبری)

جس سے بھی روح القدس نے کلام کیا ہے زمین کو اس کا گوشت کھانے کی اجازت نہیں دی گئی۔

دوسرے حدیث پاک میں یوں ہے۔

ان لحوم الانبیاء لا تبیھما لارض ولاتا کلھا السباھا ۔

بے شک انبیاء علیہ السلام کے گوشت کو زمین بوسیدہ نہیں کر سکتی اور نہ ہی درندے کھا سکتے ہیں۔

ابن جوزی حدیث پاک یوں فرماتے بیان کرتے ہیں۔

انا فی قبری حی طری (مولد العروس، ۲۱)

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں اپنی قبر میں زندہ ہوں اور تروتازہ ہوں۔

روضہ اقدس سے اذان واقامت کی آواز:

انبیاء علیہم السلام کی خصائص میں سے ہے کہ وہ قبرہ میں زندہ ہیں اور اپنی قبروں میں حقیقتاً نماز ادا فرماتے ہیں جیسا کہ شب معراج نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے ہیں چنانچہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

مدرت علی موسیٰ وھو یصلی فی مبرہ (مسلم، نسائی، مسند احمد)

میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا تو وہ اپنی قبر میں نماز ادا کر رہے تھے۔

دوسری جگہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

الانبیاء احیاء من قبور هم یصلون ۔

انبیاء علیہم السلام قبروں میں زندہ ہیں اور وہ نماز ادا فرماتے ہیں۔

(بیہقی، ابونعیم، زرقانی، فتح الباری)

ان احادیث سے یہ تو ثابت ہو گیا کہ انبیاء وعلیہم السلام قبور میں زندہ ہیں اور نماز بھی ادا فرماتے ہیں اور ان کو قبروں میں رزق دیا جاتا ہے یہ بات تمام انبیاء علیہم السلام کے خصائص سے ہے ہمارے آقا علیہ السلام تو انبیاء کے بھی سرور ہیں وہ تو بدرجہ اولیٰ ان خصائص سے متصف ہیں۔

چنانچہ اس کی وضاحت سعید، بن میسب رضی اللہ عنہ یوں فرماتے ہیں:

واقعہ کربلا کے بعد جب یزید پلید کو یہ خبر ملی کہ اہل مدینہ نے اس کی بیعت کو علانیہ مسخ کر دیا ہے یعنی اس کی بیعت قبول نہیں کی تو اس نے اہل مدینہ کو بیعت پر مجبور کرنے کے لئے مسلم بن عقبہ کی قیادت میں شامیوں کا ایک بڑا لشکر مدینہ منور بھیجا جس نے حضور پُر نور، شافع یوم النشور، محبوب ربّ غفور کے شہر اقدس کی حرمت کو پامال کیا اور اپنے اس لشکر کو حرم پاک میں ہر قسم کے ظلم، بدکاری، قتل وغارت گری اور ڈاکہ زنی اور لوٹ مار کی اجازت دے دی جس سے قتل و غارت گری اور بدکاری، قتل و غارت گری اور بدکاری کا بازار خوب گرم ہوا اور مسجد نبوی شریف اور اہل مدینہ تین دن تک لشکر شامی کا ہدف بنے رہے ریاض من الجنۃ میں ان ظالموں نے گھوڑے، خچر، اونٹ باندھے یہاں تک کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ انور کی بھی بے حرمتی کی ناپاک جسارت کی گئی۔

اس کے بعد حضرت سعید ابن میسب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوسعید

خدری رضی اللہ عنہ نابینا ہو چکے تھے اور وہ مدینہ کی گلیوں سے گزر رہے تھے کہ ظالموں نے آپ کو پہچان لیا اور ان کی داڑھی شریف پکڑ کر منہ پر تھپڑ مارے، لوگ اپنی عزت آبرو اور جان و مال بچانے کے لئے اپنے گھروں میں چھپے ہوئے تھے اور میں اس وقت روضہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم میں تھا اور باہر نکلنے کا موقع نہ ملا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اقدس کے قریب ہی (آپ کے لئے جو منبر تیار کیا گیا تھا) منبر کے نیچے چھپ گیا اور اس منبر کے نیچے تین دن اور تین راتیں رہا۔

کسی نے پوچھا اے سعید بن میتب، ان دنوں اذان و اقامت معطل ہو چکی تھی اور تو اندر مقید تھا تو نماز کا وقت کیسے معلوم ہوتا تھا؟

حضرت سیدنا بن میتب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

وما یاتی وقت صلاة الاسمعت الاذان من القبر۔

(ابونعیم، خصائص الکبریٰ)

اور کسی نماز کا وقت بھی ایسا نہیں آیا کہ جس نے حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور سے اذان کی آواز نہ سنی ہو۔

دوسری روایت میں ان الفاظ کے ساتھ مروی ہے۔

لحم اذل اسمع الاذان والا قامة من قبر رسول الله صلی الله علیه وسلم ایام الحرة حتی عاد الناس۔

میں ایام حرہ کے دوران مسلسل حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور سے اذان اور اقامت کی آواز سنتا رہا یہاں تک کہ لوگ اپنے معمول کی طرف لوٹ آئے یعنی اذان واقامت شروع ہوگئی۔

میرے آقائے نعمت، پیارے اعلیٰ حضرت، عظیم المرتبت علیہ الرحمہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ابدی کو یوں بیان فرماتے ہیں۔

تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ
میرے چشم عالم سے چھپ جانے والے

دوسری جگہ یوں فرماتے ہیں:

روح تو سب کی ہے زندہ ان کا
جسم پُرنور بھی روحانی ہے

ستر ہزار صبح ہیں ستر ہزار شام:

یہ صرف سرکار ابد قرارہ محبوب پروردگار، بے کسوں کے مددگار شافع روز شمار، رسولوں کے سالار، جناب احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم کا خاصہ مبارکہ ہے کہ اللہ ربّ العزت کے ملائکہ روزانہ ستر ہزار صبح اور ستر ہزار شام کو روضہ اقدس کی حاضری کے لئے آتے ہیں فجر میں آنے والے عصر تک اور عصر کے وقت آنے والے فجر تک بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں درود وسلام کا ہدیہ پیش کرتے اور احترام وعقیدت کے پھول نچھاور کرتے ہیں اور انوار وتجلیات کی چادر سے ہر چیز ڈھانپ دیتے ہیں، چنانچہ امام قرطبی، دارمی، بیہقی، ابونعیم وغیرہ نقل کرتے ہیں کہ حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ مدینہ عفیفہ رضی اللہ عنہ کی خدمت سراپا عظمت میں حاضر ہوئے تو اثنائے گفتگو ذکر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم چھڑ گیا اس دوران حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ نے کہا۔

ما من فجر يطلع الانزل سبعون الفامن الملائكة حتىٰ يعفوا بالقبر يفربون باجنتي تهم ويصلون على النبى صلى الله عليه وسلم حتىٰ اذا صلو عرجوا وهبط سبعون الف ملك يعفون بالقبر و يفربون با جنتهم و يصلون على النبى صلى الله عليه وسلم سبعون الفا باليل و سبعون بالنهار وحتىٰ اذا نشقت عنه الارض خرج فى سبعين الفامن الملائكة يو

قبرِ انور صلی اللہ علیہ وسلم۔

ہر روز صبح سویرے ستر ہزار فرشتے آسمان سے زمین پر اترتے ہیں یہاں تک کہ قبرِ انور کو اپنے پروں سے ڈھانپ لیتے ہیں وہ اپنے پر روضہ انور سے کرتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پاک پڑھتے ہیں یہاں تک کہ جب شام ہو جاتی ہے تو وہ آسمان کی طرف لوٹ جاتے ہیں پھر دوسرے ستر ہزار آ کر قبرِ انور کو ڈھانپ لیتے ہیں اور اپنے پر تبرکاً مس کرتے ہیں اور ستر ہزار فرشتے ان کو اور ستر ہزار دن کو حضور نبی پر درود پاک بھیجتے ہیں اور یہاں جب آپ قبرِ انور سے باہر تشریف لائیں گے تو ستر ہزار فرشتوں کے جھرمٹ میں جلوہ افروز ہوں گے جو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و توقیر کے گن گا رہے ہوں گے۔

اس پر کشش منظر کو میرے آقائے نعمت یوں فرماتے ہیں۔

ستر ہزار صبح ہیں ستر ہزار شام
یوں بندگی زلف روح آٹھوں پہر کی ہے
جو ایک بار آئے دوبارہ نہ آئیں گے
رخصت ہی بارگاہ سے بس اس قدر کی ہے
تڑپا کریں بدل کے پھر آنا کہاں نصیب
بے حکم کب مجال پرندے کو پر کی ہے
یہ بدلیاں نہ ہوں تو کروڑوں کی آس جائے
اور بارگاہ مرحمت عام تر کی ہے
معصوموں کو ہے عمر میں صرف ایک بار
عاص پڑے ہیں تو یہ صلہ عمر بھر کی ہے

ستر ہزار کے جھرمٹ میں:

تاجدار مدینہ، راحت قلب وسینہ، فیض گنجینہ صاحب معطر پسینہ، باعث نزول سکینہ صلی اللہ علیہ وسلم روز محشر جب دوبارہ صور پھونکا جائے جائے گا اپنی تربت انور سے سب سے پہلے باہر تشریف لائیں گے جیسا کہ خود نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو صراحت سے بیان فرمایا ہے۔

ان اول الناس خر کو جا اذا بعثوا (ترمذی ۵/۵۸۵)

جب لوگوں کو قبروں سے اٹھایا جائے گا تو سب سے پہلے میں باہر آؤں گا۔

جب نبی کریم رؤف رحیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی قبر انور سے باہر تشریف لائیں گے تو ستر ہزار فرشتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے جھرمٹ میں میدان محشر میں لائیں گے۔

چنانچہ حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں۔

اذا نشقت عنه الارض خرج فی سبعن الفا من الملائکه یو قرونه۔

قیامت کے دن جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے زمین شق ہو گی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ستر ہزار فرشتوں کے جھرمٹ میں باہر تشریف لائیں گے جو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کا حق ادا کریں گے۔

پیش حق مژدہ شفاعت کا سناتے جائیں گے
آپ روتے جائیں گے ہم کو ہنساتے جائیں گے

حشر کے دن انبیاء کے امام وخطیب:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم بارگاہ رسالت مآب صلی

اللہ علیہ وسلم میں حاضر تھے کہ قیامت کا تذکرہ چھڑ گیا جب قیامت کا تذکرہ چھڑا تو نبی پاک، سیاح افلاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن سب سے پہلے میں تشریف لاؤں گا لوگ جب میدان حشر میں جمع ہوں گے تو میں ان کی قیادت کروں گا اور جب وہ خاموش ہوں گے تو میں ان کا ترجمان وخطیب ہوں گا جب انہیں آگے بڑھنے سے روک لیا جائے گا تو میں ان کی سفارش کروں گا اور جس وقت وہ مایوس ہو جائیں گے تو میں انہیں بشارت دوں گا، کرامت وعظمت اور جنت کی چابیاں میرے ہاتھ میں ہوں گی میں اولاد آدم علیہ السلام سے سب سے زیادہ اللہ کی بارگاہ میں معزز ہوں اور میری خدمت کے لئے ایک ہزار خادم میرے پاس رہیں گے اور وہ خادم اس طرح سفید ہوں گے گویا کہ سفید انڈے یا بکھرے ہوئے موتی۔

امام ترمذی نے حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ سے یہ بھی روایت کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جب قیامت کا دن ہوگا میں نبیوں کا امام وخطیب ہوں گا ان کا شفیع بنوں گا اور یہ بات میں ازراہ فخر نہیں کہہ رہا بلکہ حقیقت کا اظہار کر رہا ہوں۔

سبحان اللہ! ہمارے پیارے آقا علیہ السلام کی شفاعت نہ صرف ہمارے لئے ہو لئے ہوگی بلکہ سابقہ امتوں اور ان کے نبیوں کے لئے بھی ہوگی اسی منظر کو اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ یوں بیان فرماتے ہیں۔

کیا ہی ذوق افزاء شفاعت تمہاری واہ واہ
قرض لیتی ہے گناہ پرہیز گاری واہ واہ

آخرت میں شان محبوبی:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اور وہ نبی کریم رؤف رحیم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا۔

انا اول من تنشق عنه الارض فاكتسى خلقه من حلل الجنا

ثم اقوم عن یحین العرش یس احد من الفلاق یقوم ذالك المقام غیری ۔ (ترمذی)

میں سب سے پہلے قبر سے اٹھوں گا اور مجھے جنتی حلہ پہنایا جائے گا پھر عرش کے دایاں طرف کھڑا ہوں گا جہاں میرے سوا کوئی اور کھڑا نہ ہو سکے گا۔

اسی مقام کے متعلق قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے۔

عَسٰۤی اَنۡ یَّبۡعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحۡمُوۡدًا ○ (بنی اسرائیل: ۷۹)

عنقریب آپ علیہ السلام کا ربّ آپ کو مقام محمود (وہ مقام شفاعت عظمیٰ جہاں جملہ اولین و آخرین آپ کی طرف رجوع کریں گے اور آپ کی حمد کریں گے) پر فائز کیا جائے گا۔

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔

اَنۡ یَّبۡعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحۡمُوۡدًا ○ مقام اشفا محمود یحمدك الاولون والاخرون ۔

آپ کا ربّ آپ کو مقام محمود یعنی شفاعت پر جلوہ افروز فرمائے گا اور آپ محمود ہوں گے اور اولین و آخرین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس مقام پر تعریف کریں گے۔

میرے امام اس مقام کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

آفتاب ان کا ہی چمکے گا جب اوروں کے چراغ
صرصر جوش بلا سے جھلملاتے جائیں گے

میدان محشر میں آپ علیہ السلام کی شان محبوبی اسی حدیث مبارکہ سے روز روشن کی طرح واضح ہو رہی ہے پھر بھی اگر کوئی الو کی طرح آنکھیں بند رکھیں اور کہے کہ مجھ

سے کوثر کے جام پلا کر جنت کا حق دار بنا رہے ہوں گے جیسا کہ روایت انس رضی اللہ عنہ سے واضح ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی کہ میرے لئے قیامت کے دن شفاعت فرمانا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں شفاعت کرنے والا ہوں میں عرض گزار ہوں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں قیامت کے دن آپ کو کہاں تلاش کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پہلے مجھے پل صراط پر ڈھونڈنا میں نے عرض کی حضور اگر میں آپ کو وہاں نہ پاؤں فرمایا میزان کے پاس تلاش کرنا میں عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر وہاں بھی آپ سے ملاقات نہ کر سکا تو پھر کہاں تلاش کروں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو پھر مجھے حوض کوثر پر تلاش کرنا کیونکہ میں ان تینوں مقامات میں سے کسی ایک مقام پر ضرور مل جاؤں گا۔ (ترمذی، مسند احمد، فتح الباری)

اس کی منظر کشی میرے پیارے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ محبت بھرے انداز میں یوں کرتے ہیں۔

دل نکل جانے کی جا ہے آہ کن آنکھوں سے وہ
ہم سے پیاسوں کے لئے دریا بہاتے جائیں گے
گل کھلے گا آج یہ ان کی نسیم فیض سے
خود روتے آئیں گے ہم مسکراتے جائیں گے

کلمہ پڑھنے والا کبھی مشرک نہیں ہوسکتا:

حضرت عتبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں تمہارے لئے فرط ہوں یعنی آگے جا کر تمہارے لئے تیاری کرنے والا ہوں اور میں تم پر گواہ ہوں یعنی تمہارے لئے ایمان کی شہادت دوں گا اس کے بعد فرمایا۔

وانی واللہ لا نظر الی حوضی الان وانی قد اعطیت مفاتیح خزائن الارض او مفاتیح الارض وانی واللہ ما اخاف علیکم ان تشرکوا بعدی ولکن اخاف ان تنافسوا فیھا (بخاری، مسلم)

اللہ کی قسم میں اب بھی اپنے حوض کوثر کو دیکھ رہا ہوں اور مجھے تمام روئے زمین کے خزانوں کی چابیاں دی گئی ہیں اور مجھے تم پر یہ خوف نہیں کہ تم میرے بعد مشرک ہو جاؤ گے بلکہ مجھے اندیشہ ہے کہ تمہارے درمیان حصول دنیا کی دوڑ لگ جائے گی۔

اس حدیث مبارکہ سے ایک تو یہ پتہ چلا کہ ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم ہونے والے تمام امور کو جانتے ہیں اور اس کو ملاحظہ بھی فرما رہے ہیں مثلاً حوض کوثر کا ملاحظہ فرمایا اور اپنی امت کے اعمال کو بھی بلاحظہ فرمانا۔

۲- دوسرا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مختار کل ہونا ثابت ہو رہا ہے اور تمام خزانوں کا مالک ہونا بھی ظاہر ہو رہا ہے۔

۳- تیسرے نمبر پر اس حدیث مبارکہ سے یہ بات واضح ہوگئی کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھنے والا مشرک نہیں ہو سکتا وہاں منافق تو ہو سکتا ہے جیسا کہ عبداللہ بن اُبی تھا اور آج کل کے وہابی وغیرہ بلکہ اس کی تائید میں مشکوۃ شریف کے کتاب الایمان کی حدیث مبارکہ جس میں حضور نبی کریم رؤف رحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

بے شک شیطان اس بات سے مایوس ہو چکا ہے کہ اس کی بندگی کی جائے اس حدیث پاک نے مزید وضاحت کر دی کہ نبی علیہ السلام سے لے کر قیامت تک سرکار علیہ السلام کی امت میں غیر اللہ کی بندگی نہیں ہوگی۔

مگر صد افسوس! ان لوگوں پر جو امت مسلمہ پر شرک کے متوالے لگاتے ہیں یہاں سے ان لوگوں کی جہالت واضح ہو جاتی ہے کہ یہ لوگ بالکل احادیث و تفاسیر

کے علوم سے کورے ہیں چنانچہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما جو کہ رئیس المفسرین ہیں جن کو سید المفسرین کا قلب دیا جاتا ہے۔ جن کے لئے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی ہیں آپ فرماتے ہیں میرے نزدیک مخلوق خدا میں وہ بدترین انسان ہے جو مسلمان پر شرک کے فتوے لگاتا ہے۔ (بخاری شریف)

سورہ کوثر کا شانِ نزول اور وجہ تسمیہ:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کہ ایک مرتبہ حضور نبی کریم، رؤف رحیم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان تشریف فرما تھے اچانک آپ کو اونگھ آ گئی پھر تبسم فرماتے ہوئے سر انور اوپر اٹھایا ہم نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کس وجہ سے تبسم فرما رہے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابھی مجھ پر ایک سورت نازل ہوئی ہے؟ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بسم اللہ شریف پڑھ کر اِنَّـــــا اَعۡطَيۡنٰكَ الۡكَوۡثَرَ ۔ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانۡحَرۡ ۔ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الۡاَبۡتَرُ ۔ تلاوت فرمائی، جب تلاوت فرما چکے تو فرمایا کیا تم جانتے ہو کوثر کیا ہے؟ ہم نے عرض کیا اللہ اور رسول بہتر جانتے ہیں اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

فانه نهر عدنيه ربى و عليه خير كثير لهو حوض ترد عليه امتى يوم القيامة آنيته عدد الكواكب ۔

(مسلم کتاب الصلوۃ، ابوداؤد، نسائی)

یہ جنت میں ایک نہر ہے جس کا میرے پروردگار نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے اور اس میں بہت زیادہ خیر ہے وہ ایک حوض ہے جس پر روز قیامت میری امت اپنی پیاس بجھانے کے لئے آئے گی اس کے برتن ستاروں کی تعداد کے برابر ہوں گے۔

وجہ تسمیہ:

امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں اس کی وجہ تسمیہ بیان فرماتے ہیں۔

۱- اس نہر کو کوثر اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں جنت کی دیگر نہروں کے مقابلے میں پانی کی اور بھلائی کی زیادتی ہے یعنی اس میں کثرت ہے۔

۲- یا پھر اس لئے کہتے ہیں کہ جنت کی نہریں اس سے پھوٹتی ہیں۔ ۳- یا اس لئے کہ اس سے پینے والے کثیر ہوں گے۔

۴- یا پھر اس لئے کہ اس میں منافع کثیر ہے۔

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جس منبر پر تشریف فرما ہو کر مسجد نبوی شریف میں خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے وہ منبر جنت میں حوض کوثر پر ہی نصب ہوگا اور اس پر میرے آقا علیہ السلام جلوہ افروز ہوں گے جیسا کہ حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ میں ہے کہ رسول معظم، حبیب مکرم، شفیع محتشم شاہ بنی آدم علیہ السلام نے فرمایا۔

ما بین بیتی و منبری روضة من ریاض الجنة و منبری علی حوض .

(بخاری شریف میں یہ حدیث تقریباً پانچ مقام پر وارد ہوئی ہے، مسلم، ابن حبان، موطا امام مالک، مسند احمد)

میرے گھر اور منبر کے درمیان جو جگہ ہے وہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ اور روز قیامت میرا منبر میرے حوض کوثر پر ہوگا۔

حوض کوثر کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ہوگا اور برف سے زیادہ ٹھنڈا ہوگا جس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

ٹھنڈا ٹھنڈا میٹھا میٹھا پیتے ہم ہیں پلاتے یہ ہیں
اپنی بنی ہم آپ بگاڑیں کون بنائے بناتے یہ ہیں

...ران حشر سرکار علیہ السلام کا لطف وکرم:

میرے پیارے اعلیٰ حضرت، محسن اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ الرحمۃ الرحمٰن ...نے اپنی کتاب تجلی الیقین میں احادیث کو یکجا جمع کرنے کی سعی فرمائی ہے مثلاً امام ...خاری وامام مسلم وامام ترمذی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے ...خاری ومسلم نے ہی دوسرے جگہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت فرمائی ہے اسی ...طرح ابن ماجہ نے بھی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے ترمذی وابن خزیمہ نے ...ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے اور احمد و بزار وابن حباب وابویعلیٰ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے اور احمد وابویعلیٰ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے انہوں نے مرفوعاً نبی پاک ...صلی اللہ علیہ وسلم سے اور عبداللہ بن مبارکہ اور ابن ابی شیبہ وابن ابی عاصم طبرانی نے ...بسند صحیح سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے موقوفاً روایت کی ہے ان تمام احادیث کے الفاظ ...جدا جدا ہیں جس سے انتہائی طوالت ہو جائے گی لہٰذا ان تمام احادیث کے منظم لفظوں ...کو ایک منتظم سلسلہ میں یکجا کر کے اس جاں فزا قصہ کی تلخیص کرتے ہوئے میرے امام ...فرماتے ہیں۔

روز محشر اللہ تعالیٰ اولین وآخرین کو ایک وسیع وہموار میدان میں جمع کرے گا جو ...کہ سفید ہو گا اس میں سب کے سب پیش نظر ہوں گے اور پکارنے والے کی آواز بھی ...سب سنیں گے دن پچاس ہزار سال کا ہو گا اور آفتاب کو اس دن دس برس کی گرمی دی ...جائے گی پھر سورج کو لوگوں کے سروں کے قریب کر دیا جائے گا یہاں تک کہ صرف دو ...کمانوں کا فرق رہ جائے گا اس کی حرارت سے زمین تانبے کی طرح سرخ ہو جائے گی ...اور لوگوں کو پسینے شروع ہو جائیں گے پسینہ کی حالت یہ ہو گی کہ پہلے زمین میں جذب ...ہو جائے گا پھر اوپر چڑھنا شروع ہو گا یہاں تک کہ آدمی غوطہ کھانے لگے گا غڑپ غڑپ ...کریں گے جیسے کوئی ڈبکیاں لیتا ہے آفتاب کی شدید گرمی سے غم وکرب اس درجہ کو

پہنچے گا کہ قوت برداشت ختم ہو جائے گی لوگ غم والم سے چلاتے ہوئے ایک دوسرے کو کہیں گے کہ دیکھتے نہیں نمبر کس آفت میں ہو اور کس حال کو پہنچے ہو؟ کوئی ایسا کیوں نہیں تلاش کرتے جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہماری شفاعت کرے اور ہمیں اس آفت سے نجات دلائے۔

پھر خود ہی تجویز کریں گے کہ آدم علیہ السلام ہمارے باپ ہیں ان کے پاس چلنا چاہئے پس آدم علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور پسینے کی حالت وہی ہو گی کہ لگام کی طرح منہ کو چڑھے گا کرب والم کے مارے دکھیارے بے چارے ہانپتے ہوئے عرض کریں گے۔

اے ہمارے باپ آدم! علیہ السلام آپ ابوالبشر ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو دست قدرت سے بنایا اور اپنی روح آپ میں ڈالی اور آپ کو اپنے فرشتوں سے سجدہ کروایا اور اپنی جنت میں آپ کو رکھا اور تمام چیزوں کے نام آپ کو سکھائے اور آپ کو اپنا صفی بنایا آپ ہمارے لئے اللہ کے ہاں شفاعت فرمائیں کہ ہمیں اس مکان سے نجات عطا فرمائے اے ہمارے باپ کیا آپ ہماری یہ حالت نہیں دیکھ رہے کہ ہم کس حالت میں ہیں اور کس آفت میں گھیرے ہوئے ہیں۔

ان کی گفتگو سن کر حضرت آدم علیہ السلام فرمائیں گے۔

میں اس قابل نہیں مجھے اب اپنی جان کے سوا کسی کی فکر نہیں آج میرے رب نے وہ غضب فرمایا ہے نہ ایسا کبھی پہلے کیا ہے اور نہ ہی بعد میں بھی فرمائے گا مجھے اپنی جان کی فکر ہے مجھے اپنی جان کا غم ہے تم کسی اور کے پاس جاؤ۔

لوگ پھر عرض کریں گے ہمارے باپ ہمیں کس کے پاس بھیجتے ہیں؟ حضرت آدم علیہ السلام فرمائیں گے تم اپنے باپ ثانی نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ وہ پہلے رسول ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے زمین پر بھیجا وہ خدا کے شاکر بندے ہیں لوگ حضرت

ح کے پاس جائیں گے اور عرض کریں گے اے اللہ کے نبی علیہ السلام آپ اہل زمین کی طرف پہلے رسول ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کا نام عبد شکور رکھا اور آپ کو برگزیدہ کیا اور آپ کی دعا قبول فرمائی کہ زمین پر کسی کافر کا نشان نہ رکھا کیا آپ ہم کو دیکھتے ہیں کہ ہم کس بلا میں ہیں اپنے ربّ کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے لئے شفاعت کریں کہ وہ ہمارا فیصلہ کردے اور ہم پر رحم فرمائے۔

حضرت نوح علیہ السلام فرمائیں گے اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک دعا کا اختیار دیا تھا جو میں نے اپنی قوم کے خلاف استعمال کرنی ہے۔

لہٰذا!

میں اس قابل نہیں ہوں۔ یہ کام مجھ سے نہیں ہوگا آج مجھے اپنی جان کے سوا کسی کی فکر نہیں میرے ربّ نے آج وہ غضب فرمایا ہے جو نہ اس سے پہلے کیا اور نہ اس کے بعد کرے گا، مجھے اپنی جان کی فکر ہے اور اپنی جان کا کھٹکا ہے مجھے اپنی جان کا ڈر ہے لہٰذا اب تم کسی اور کے پاس جاؤ۔

مجمع محشر عرض کرے گا اے ہمارے پیارے بدر ثانی! پھر ہمیں کس کے پاس بھیجتے ہیں حضرت نوح علیہ السلام فرمائیں گے تم خلیل اللہ ابراہیم کے پاس جاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں دینا دوست بنایا ہے لوگ ابراہیم علیہ السلام کے پاس حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے اے ابراہیم علیہ السلام آپ اللہ کے نبی اور اہل زمین میں اس کے خلیل میں اپنے رب کے حضور ہماری شفاعت کیجئے کہ اللہ تعالیٰ ہمارا فیصلہ فرمادے اور ہمیں اس مصیبت سے رہائی عطا فرمائیں اے اللہ کے خلیل آپ ہماری مصیبت کو کیوں نہیں دیکھتے کہ ہماری حالت کس قدر قابل رحم ہے۔

لست هنا کم الخ ۔

میں اس قابل نہیں یہ کام میرے کرنے کا نہیں آج بس اپنی جان کی فکر

میرے ربّ نے آج وہ غضب کیا ہے نہ اس لئے قبل کیا اور نہ ہی بعد میں فرمائے گا مجھے اپنی جان کا خدشہ ہے مجھے اپنی جان کا اندیشہ ہے مجھے انہی جان سے تردد ہے لہٰذا تم کسی کے پاس چلے جاؤ۔

لوگ عرض کریں گے اے اللہ کے خلیل! علیہ السلام اب ہمیں کس کے پاس بھیج رہے ہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام فرمائیں گے تم موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ کیونکہ انہیں اللہ تعالیٰ نے تورات عطا فرمائی اور ان سے کلام فرمایا اور اپنا دار دار کر بنا کر قرب بخشا اور اپنی رسالت لے کر گزیدہ بنایا۔

لوگ گرے پڑتے حضرت موسیٰ کے پاس پہنچیں گے اور اس عرض کریں گے اے موسیٰ علیہ السلام آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اللہ نے اپنی کو آپ رسالت اور اپنے کلام سے لوگوں سے فضیلت بخشی لہٰذا آپ ہمارے لئے اپنے ربّ کے ہاں شفاعت کیجئے آپ دیکھتے ہیں کہ ہم کس صدقہ میں ہیں اور کس قدر قابل رحم حالت میں ہیں؟ حضرت موسیٰ فرمائیں گے۔

لست هنا کم الخ۔

میں اس لائق نہیں یہ کام مجھ سے نہیں ہوگا آج مجھے اپنے سوا دوسرے کی فکر نہیں میرے ربّ نے آج وہ غصب فرمایا ہے ایسا نہ کبھی کیا اور نہ کرے گا مجھے اپنی جان کی فکر ہے مجھے اپنی جان کا خیال ہے مجھے اپنی جان کا خطرہ ہے لہٰذا تم کسی اور کے پاس جاؤ۔

لوگ روتے چلاتے عرض کریں گے اے اللہ کے کلیم علیہ السلام آپ ہمیں کس کے پاس بھیجتے ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ وہ اللہ کے بندے ہیں اور اس کے رسول اور اس کے کلیم ہیں اور اس کی روح بھی ہیں وہ مادرزاد اندھوں کوڑھ کے مریض کو اچھا کرتے اور مردے بھی جلاتے ہیں

لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور عرض کریں گے اے عیسیٰ علیہ السلام آپ اللہ کے رسول اور اس کے وہ کلیم ہیں جسے اللہ نے مریم علیہا السلام کی طرف القاء فرمایا آپ نے گھوارے میں لوگوں سے کلام کیا اپنے رب کے حضور ہماری شفاعت کیجئے کہ وہ ہمارا فیصلہ فرمادے۔

اے اللہ کے نبی علیہ السلام کیا آپ دیکھتے نہیں کہ ہم کسی ندوہ میں ہیں؟ اور کس حال میں ہیں؟ حضرت مسیح علیہ السلام فرمائیں گے۔

لست هناكم الخ .

یہ کام مجھ سے نہیں نکلے گا کیونکہ میں اس لائق نہیں مجھے اپنی جان کے سوا کسی کا غم نہیں میرے رب نے آج وہ غضب فرمایا ہے کہ نہ کبھی ایسا کیا اور نہ ہی کبھی ایسا کرے گا، مجھے اپنی جان کا ڈر ہے۔ مجھے اپنی جان کی فکر ہے مجھے اپنی جان کا غم ہے لہٰذا کسی اور کے پاس جاؤ لوگ عرض کریں گے اب ہمیں کس کے پاس بھیجتے ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے اب تمہیں دردر پھرنے کی ضرورت نہیں۔

ايتوا عبدا فتح الله على يديه ويحجى فى هذا اليوم امنا انطلقوا الى سيد ولد ادم فانه اول من تنشق عنه الارض يوم القيامة ايتوا محمدا ان كل متاع فى وعاء مختوم عليه اكان يقدر على ما فى جوفه حتى يفض الخاتم .

تم اس بندے کے پاس جاؤ جس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ نے فتح رکھی ہے اور آج کے دن بے خوف و مطمئن ہے اس کی طرف چلو جو بنی آدم کا سردار ہے اور سب سے پہلے زمین سے باہر تشریف لانے والے ہیں تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ۔ بتاؤ کیا آدمی اس چیز پر قادر ہوسکتا ہے جو ظرف ختم میں بندہ ہو بغیر اس کے کہ (اسے کوئی) خاتم توڑے۔

مراد اس سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں جب تک وہ شفاعت کا دروازہ نہیں کھولیں گے کوئی بھی کسی کی شفاعت نہیں کرسکتا لہٰذا قد حضر الیوم اذ بھوا الی محمد فیشفع لکم الی ربکم تحقیق آج وہ جلوہ فرما ہیں تم کو انہیں کے پاس جانا چاہئے کہ وہ تمہاری شفاعت کرے اللہ رب العزت کے حضور۔

اب آیا وہ وقت کے لوگ تھکے ہارے مصیبت کے مارے، ہاتھ پاؤں جھوڑتے، چاروں طرف سے امیدیں توڑے، بے سہارے، بے چارے، گرتے پڑتے، اٹھتے بیٹھتے، پسینے میں ڈبکیاں کھاتے، روتے چلاتے، بارگاہ جاہ و بے کس پناہ، خاتم دور رسالت، فاتح باب شفاعت، محبوب باوجاہت کی، مطلوب بلند عزت، ملجاء جزاں رسول اللہ ماورائے بے کساں، مولائے دو جہاں حضور پُر نور، شافع یوم النشور، محبوب رب غفور، محمد رسول اللہ افضل صلوٰۃ اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وعیالہ میں حاضر ہوں گے اس حال میں کہ ہزار نالیائے زار دل بے قرار، چشم اشک باریوں عرض کرتے ہوں گے۔

'یا محمد و یا نبی اللہ انت الذی فتح اللہ بك و جئت فی هذا الیوم امنا انت رسول و خاتم الانبیاء اشفع لنا الی ربك فلیقض بیننا الا تری الی ما نجن فیله الا تری ما قو بلغنا ۔

اے محمد! اے اللہ کے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام آپ وہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے سب دروازہ کھولا اور آپ امن و مطمئن تشریف لائے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول اور خاتم النبیین ہیں، آپ اپنے رب کی بارگاہ میں ہماری شفاعت کیجئے کہ ہمارا فیصلہ فرمادے حضور آپ ہم پر ذرا نگاہ کرم تو فرمائیں۔

ہم کس مصیبت میں مبتلا ہیں اور کس حال میں تڑپ رہے ہیں بے سہاروں، غم

کے ماروں، بے چاروں کی حالت دیکھ کر، لج پال، آمنہ کے لال، محبوب ربّ ذوالجلال صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اطہر جنبش میں آئے گی اور فرمائیں گے۔

انا لھا وانا صاحبکم ۔ میں ہوں شفاعت کے لئے اور میں تمہارا مطلوب ہوں جسے تم تلاش کرتے پھرتے ہو۔

جب اوروں کی زبان پر ہو گا اذھوا الیٰ غیری
میرے محبوب کے لب پر ہو گا انالھا انا لھا

میرے آقائے نعمت، امام اہلسنت، محسن ملت علیہ الرحمہ بارگاہ بے کس پناہ میں التجا کرتے ہیں۔

سب نے صف محشر میں للکار دیا ہم کو
اے بے کسوں کے آقا اب تیری دہائی ہے
زائر گئے بھی کب کے دن ڈھلنے پہ ہے پیارے
اٹھ میرے اکیلے چل کیا دیر لگائی ہے
بازار عمل میں ت و سودا نہ بنا اپنا
سرکار کرم تجھ میں عیبی کی سمائی ہے

اس صدا اور جانفزا مژدہ سنانے کے بعد آپ فرماتے ہیں۔

میں اپنے ربّ سے شفاعت کی اجازت طلب کروں گا تو مجھے اجازت مل جائے گی اور اللہ تعالیٰ مجھے حمد وثناء پر مشتمل ایسے کلمات الہام فرمائے گا جواب مجھے مستحضر نہیں۔ جن کے ساتھ میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کروں گا پس میں ان حمدیہ کلمات کے ساتھ اس کی تعریف کروں گا اور سر بارگاہ ربّ العزت میں رکھ دوں گا۔

جب سرکار علیہ السلام اپنا سر اقدس سجدے میں رکھ کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنے گنہگار امتیوں کی شفاعت فرمارہے ہوں گے اس منظر کو شاعر اپنے عشق محبت کے رنگ

میں یوں بیان کرتا ہے۔

سر سجدے میں ہو گا کھل جائیں گی زلفیں
رو رو کے امت کے لئے بخشش کا اصرار کریں گے

اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم سر سجدے اٹھا لیجئے میں آپ پر راضی ہوں۔ لجپال کریم صلی اللہ علیہ وسلم عرض کریں گے مولا میری امت! اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں نے بخش دیا۔ پھر عرض کریں گے مولا یہ تیرا قہر و غضب آواز آئے گی اے محبوب!

میرا یہ قہر و غضب تیرے دشمنوں کے لئے ہے
تیرے چاہنے والوں سے تم ہم پیاری کریں گے

اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔

اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنا سر مبارک سجدے سے اٹھا لیجئے اور کہئے آپ کی بات سنی جائے گی مانگئے آپ کو عطا کیا جائے گا اور شفاعت کیجئے! آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میں عرض کروں گا اے میری رب امیری امت امیری امت! میری امت!

میرے پیارے اعلیٰ حضرت کی نظر پڑی تو بول اٹھے۔

گرے ہوؤں کو مژہ سجدے میں گرے مولا
رو رو کے شفاعت کی تمہید اٹھائی ہے

اللہ تعالیٰ فرمائے گا

انطلق ان خرج منها من کان فی قلبا مثقال شعیرة من ایمان۔

اے محبوب! علیہ السلام آپ جائیں اور جہنم سے اسے نکال لائیں جس کے دل میں جو کے دانے کے برابر بھی ایمان ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میں جا کر یہی کروں گا یعنی ان لوگوں کو جہنم سے نکال لوں گا جن کے دل میں میں جو کے دانے کے برابر بھی ایمان ہوگا پھر آ کر انہی محامد کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کروں گا اور اس کے حضور سجدے ریز ہو جاؤں گا۔

پھر آواز آئے گی اے میرے محبوب! سر سجدے سے اٹھائیے اور کہیے کہ تمہاری بات سنی جائے گی مانگو کہ تمہیں دیا جائے گا اور شفاعت کرو کہ تمہاری شفاعت قبول کی جائے گی۔

آپ علیہ السلام فرماتے ہیں میں عرض کروں گا اے میرے رب! میری امت! میری امت! میری امت!

اللہ تعالیٰ پھر فرمائے گا: اے میرے محبوب علیہ السلام جائیں اور جہنم سے اسے بھی نکالیں جس کے دل میں ذرے کے برابر یا رائی کے برابر بھی ایمان ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

میں جا کر ایسے ہی کروں گا پھر واپس انہیں محاصر کے ساتھ اس کی حمد وثناء بیان کوں گا پھر اس کے حضور سجدہ میں چلا جاؤں گا پھر فرمایا جائے گا اے محبوب علیہ السلام اپنا سر سجدے سے اٹھا لیجئے جو کہیں گے وہ سنا جائے گا جو مانگیں عطاء کیا جائے گا اور شفاعت کیجئے شفاعت قبول کی جائے گی میں عرض کروں گا اے میرے پروردگار!

میری امت! میری امت! میری امت!

پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔

اے محبوب! علیہ السلام جائیے اور اسے بھی جہنم سے نکال لیجئے جس کے دل میں

رائی کے دانے سے بھی کم ایمان ہے۔

پس میں اوں گا اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کروں گا۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا اے محبوب علیہ السلام اپنا سر سجدے سے اٹھا لیجئے اور کہیے آپ کی بات سنی جائے گی جو مانگیں گے عطا کیا جائے گا اور جس کے بارے میں شفاعت کریں گے قبول کی جائے گی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میں عرض کروں گا اے میری پروردگار! مجھے ان کی بھی شفاعت کی اجازت عطا فرما جنہوں نے خلوص سے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہا۔ امام اہل محبت، محسن اہل سنت، مجدد دین وملت علیہ الرحمہ کی اس رحمت بھری ادا پر پڑی تو جھوم کر بولے۔

اپنے خطا واروں کو اپنے ہی دامن میں لو
کون کرے یہ بھلا تم پہ کروڑوں درود
ہم نے خطا میں نہ کی تم نے عطا میں نہ کی
کوئی کمی سرور اتم یہ کڑوروں درود
جائیں نہ جب تک غلام خلد ہے سب پہ حرام
بلک تو ہے آپ کا تم پہ کروڑوں درود

اللہ تعالیٰ فرمائے گا:

و عزتی و جلال و کبریائی و عظمتی لا خرین منها من قال لا اله الا الله (بخاری کتاب التوحید، مسلم کتاب الایمان)

مجھے اپنی عزت وجلال وکبریائی کی قسم! میں انہیں دوزخ سے نکالوں گا (جس پر آپ راضی ہیں) جس نے بھی صدق دل سے کلمہ پڑھا۔

اس حدیث مبارکہ سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ حضور پُر نور شافع یوم

النشور، محبوب ربّ غفور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی گنہگار امت پر کتنے مشفق و مہربان اور حریص ہیں۔

اس کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے میرے آقائے نعمت، پروانہ شمع رسالت علیہ الرحمہ شفاعت کی بھیک مانگتے ہوئے بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں عرض کرتے ہیں ؎

مجرم کو بارگاہ عدالت میں لائے ہیں
تکتا ہے بے کسی میں تیری راہ لے خبر
اہل عمل کو ان کے عمل کام آئیں گے
میرا کون تیرے سوا آہ لے خبر
مانا کہ سخت مجرم و ناکارہ ہے رضا
تیرا ہی تو ہے بندہ درگاہ لے خبر

دوسری جگہ گنہگاروں، بے سہاروں، غم کے ماروں، دلفگاروں کو تسلی دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

آنکھ کھولو غمزدہ دیکھو وہ گریاں آئے ہیں
لوح دل سے نقش غم کو اب مٹاتے جائیں گے
وسعتیں دی ہیں خدا نے دامن محبوب کو
جرم کھلتے جائیں گے اور وہ چھپاتے جائیں گے

(سبحان اللہ)

مذکورہ بالا حدیث مبارکہ سے کیا خوب ایمان تازہ ہوتا ہے کہ خالق کائنات اپنے محبوب علیہ السلام کو خوش کر رہا ہے گویا کہ فرما رہا ہے اے محبوب علیہ السلام جس میں آپ کی رضا ہے اس میں میری رضا ہے اے محبوب! ساری زندگی آپ نے مجھے راضی

کیا آج میں اپنے وعدے وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ۔ کے مطابق آپ کو راضی کروں گا جو مانگیں کے محبوب میں عطا کروں گا جس جس پر آپ راضی ہیں اگرچہ وہ کتنا بڑا مجرم ہے میرے پیارے میں بھی اسی پر راضی ہوں کیونکہ میں نے آپ کو راضی کرنا ہے۔

قربان جاؤں اس محبت بھرے لمحات کی ترجمانی پر، میرے آقا اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ اپنے کلام میں یوں فرماتے ہیں:

خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم
خدا چاہتا ہے رضائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم
عجب کیا اگر رحم فرمائے ہم پر
خدائے محمد برائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

کسی پنجابی شاعر کی نظر محبت اٹھی تو اس نے یوں نقشہ کھینچا۔

رب آکھدا محبوبا میں تیرے سو سو ناز اٹھانا واں
لوکی میریاں قسماں کھاندے نے میں تیریاں قسماں اٹھانا واں

شفاعت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقسام:

حضور پُرنور، شافع یوم النشور، محبوب رب غفور صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت سی شفاعتیں عطا کی گئی ہیں اور ان کا تذکرہ احادیث میں موجود ہے جن میں سے کچھ کا تذکرہ ہم یہاں پر کرتے ہیں۔

۱۔ مخلوق خدا کو سختی محشر سے بچانے کے لئے شفاعت: یہ شفاعت سب سے پہلی ہو گی اس کے لئے مخلوق پہلے تمام انبیاء علیہم السلام کے پاس حاضر ہو گی آخر میں تھک ہار کر بارگاہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوں گے تو آپ شفاعت کا دروازہ کھولیں گے۔

۲- کچھ امتیوں کو بلا حساب جنت میں داخل کروانے کے لئے شفاعت۔
۳- امت کے کچھ لوگ جن کا حساب ہوگا اور وہ عذاب کے مستحق ٹھہریں گے ان کو عذاب سے بچانے کے لئے شفاعت۔
۴- اپنی امت کے عاصی لوگوں کو جہنم سے نکالنے کے لئے شفاعت۔
۵- جنت میں بلندی درجات کے لئے شفاعت۔
۶- اہل مدینہ کے لئے خصوصی شفاعت۔
۷- اہل مدینہ کے لئے خصوصی شفاعت۔
۸- امت کے اہل کبائر کے لئے شفاعت۔
ان لوگوں کے لئے جن کی نیکیاں اور برائیاں برابر ہوں گی، دخول جنت کی شفاعت، راجح قول کے مطابق انہیں اہل اعراف کہا جاتا ہے۔
۹- تمام لوگوں سے پہلے اپنی اُمت کے دخول جنت کے لئے شفاعت۔
۱۰- اپنا چچا حضرت ابو طالب کے لئے شفاعت۔

(طبرانی، امام احمد، بزار نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے)

۱۱- اس شخص کے لئے شفاعت جس نے کلمہ توحید پڑھا اور کوئی خبر نہ کی۔
۱۲- ان قبور والوں کے لئے شفاعت جن پر آپ نے کھجور کی شاخیں گاڑی تھیں۔
۱۳- آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے بعض کی بعض کے حوالے سے شفاعت۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت بھی شفاعت کرے گی:

نبی پاک صاحب لولاک، سیاح افلاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں آپ کی امت کو بھی شفاعت کا حق دیا جائے گا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے متقی اور صلحاء بھی اپنی نجات کے بعد اپنے دوزخی بھائیوں کی شفاعت کریں گے اور ان کی شفاعت قبول بھی کی جائے گی اس پر متعدد احادیث شاہد میں ہم صرف دو کا تذکرہ

کرتے ہیں۔

۱۔حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے دیدار الٰہی اور حساب و کتاب میں جو روایت مروی ہے اس کا آخری حصہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ثم یغرب الجسر علی جھنم و تحل اشفاعة و یقولون اللھم سلم سلم ۔

پھر جہنم پر پل بچھایا جائے گا اور شفاعت حلال کر دی جائے گی وہ کہیں گے اے اللہ سلامی سلامتی۔

صحابہ کرام نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! صبر کیا ہے؟ فرمایا

رحض مزلہ فیہ، خطاطیف و ملالیب و تسلك خیمرا لمومنون تطرف العین و کا بوق و کالریح و کا لطیر و کا جاوید و ید الصیل و الزکاب ۔

وہ وحشت، اس میں گرنا، کڑک کتے اور کانٹے ہیں پس ایمان والے آنکھ جھپکنے کی طرح یا بجلی کی طرح یا ہوا کی طرح یا پرندے کی طرح یا گھوڑ سواروں کی طرح گزرے گے۔

جس کی حفاظت کی گئی وہ نجات پا جائے گا اور جس کو چھوڑ دیا گیا وہ جہنم میں چلا جائے گا حتی کہ اہلِ ایمان جہنم سے خلاصی پائیں گے قسم اس کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔تم میں سے ہر کوئی اللہ تعالیٰ کی بارگاہمیں روز قیامت اپنے دوزخی بھائیوں کے لئے التجائیں کرر ہا ہوگا کچھ کہیں گے۔

ربنا کانوا یصومون معنا ویصلون ویحجون ۔

اے ہمارے ربّ! انہوں نے ہمارے ساتھ روزے رکھے نماز میں پڑھیں اور حج کیے۔

تو ان سے کہا جائے گا۔

اخرجوا من عرضتم فتحرم مورهم على النار .

جنہیں تم پہچانتے ہو انہیں نکال لو ان کے اجسام پر آگ حرام کر دی گئی ہے۔

اسی طرح دوزخ سے کثیر مخلوق کو نکال لیا جائے گا اب دوزخ نصف ساق اور گھٹنوں تک رہ جائے گی پھر وہ عرض کریں گے۔

ربنا ما بقى فيها احد صمن امر تنا به .

اے ہمارے ربّ! جس کا آپ نے حکم دیا تھا اب ان میں سے یہاں کوئی نہیں رہا۔

حکم ہو گا پھر تم جاؤ!

فمن وجد تم فى قلبه مثقال دينار من ايمان فاخر جوه .

جس کے دل میں مثقال دینار کے مطابق ایمان پاؤ اسے دوزخ سے نکالو۔

اب دوبارہ کثیر مخلوق نکال لی جائے گی، پھر عرض کریں گے یا اللہ جن کے بارے میں حکم دیا تھا وہ تمام نکال لئے حکم ہو گا پھر جاؤ۔

فمن وجد تم فى قلبه مثقال نصف دينار من خير فا خرجوه .

جس کے دل میں نصف دینار مثقال کے مطابق ایمان پاؤ اسے نکال لو پھر خلق کثیر کو نکال لیا جائے گا اور عرض کریں گے اے ہمارے ربّ! جس کے بارے میں آپ نے ارشاد فرمایا تھا انہیں نکال لیا گیا ہے حکم ہو گا پھر جاؤ!

فمن وجدتم فی قلبه مثقال ذرة من خیر فاخرجوه ۔
پھر خلق کثیر باہر لائی جائے گی اور عرض کریں گے اے ہمارے پروردگار آپ نے جس میں کے بارے میں حکم دیا تھا ہم نے کسی وہاں نہیں چھوڑا۔ (المسلم کتاب الایمان، البخاری کتاب التوحید)

ایک میں کیا میرے عصیاں کی حقیقت کتنی
مجھ سے سو لاکھ کو کافی ہے اشارہ تیرا

دوسری جگہ میرے پیارے اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت، پروانہ شمع رسالت علیہ الرحمہ سرکار علیہ السلام کی رحمت کا تذکرہ یوں کرتے ہیں۔

ڈر تھا کہ عصیاں کی سزا اب ہو گی یا روز جزا
دی ان کی رحمت نے صدا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

۲۔ حضرت عبداللہ بن الجد عا مر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا۔

یدخل الجنة شفاعة رجل من امتی اکثر من بنی تمیم ۔
میرا امت کے ایک آدمی شفاعت سے بنو تمیم سے زیادہ لوگ جنت میں جائیں گے۔
صحابی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم نے عرض کی۔
سواک یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۔
یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی شفاعت کے علاوہ ہیں۔
اس حدیث کو امام احمد، حاکم، ابن حبان نے صحیح کہا، ابن ماجہ، ابویعلی رورداری نے بھی اسے نقل کیا ہے۔ (مسند احمد ۳/۴۶۹)
امام اہل محبت نے دیکھا تو فوراً جھومتے ہوئے کہنے لگے۔

ہم نے خطا میں نہ کی تم نے عطا میں نہ کی
کوئی کمی سرورا تم پہ کروڑوں درود
گرچہ ہیں بے حد قصور تم ہو غفور غفور
بخش دو جرم و خطا تم پر کروڑوں درود

بارگاہ ربّ العزت میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم کو بھی اپنے پیارے حبیب، بیماروں کے طبیب، گنہگاروں کے منیب، دکھا دلوں کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب فرمائے اور جنت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنگت عطا فرمائے (آمین)

◆◆◆◆◆

جمالِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر پاک

حضور سراپا نور، محبوب ربّ غفور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات عالی مقات حسن وکمال کا سر چشمہ ہے۔ کائنات حسن کا ہر ہر زرہ در مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ادنیٰ سا بھکاری ہے چمن دھر کا حسن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جوڑوں کا ہی صدقہ ہے خالق کائنات نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ جمال عطا فرمایا کہ اگر اس کا ظہور کامل ہو جاتا تو انسانی آنکھ اس کے جلوؤں کی تاب نہ لاسکتی۔

اس لئے نہ قلم میں اتنی سکت ہے کہ حسن مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو احاطہ تحریر میں لا سکے اور نہ ہی زبان میں جمال مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیان کرنے کی قوت ہے۔

حضور نبی کریم رؤف رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن لامحدود کا احاطہ ممکن ہی نہیں کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن پاک کی مثال تو بحر بے کراں کی سی ہے۔

جس میں کوئی ایک آدھ موج اچھل کر اپنے آپ کو ظاہر کرتی ہے اور دور دور تک پھیلے ہوئے سمندر کی گہرائیوں میں اترنا کسی کے لئے ممکن ہی نہیں بعینہ حسن مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تک رسائی کسی مرد بشر کے بس کی بات نہیں کہ وہ اپنی محدود نظر سے اس کا کماحقہ ادراک کر سکے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سرتا قدم مجسمہ حسن تھے اور یہ فیصلہ کرنا محال تھا کہ صوری حسن جسد اطہر کے کس کس مقام پہ کمال حس کی کن کن بلندیوں کو چھو رہا ہے،

صحابہ کرام علیہم الرضوان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حسن بیان کرنے میں عجز اور کم

کی کا احترام کرتے۔

حضور سراپائے نور صلی اللہ علیہ وسلم کے سراپائے جمال اور صورت زیبا کے دیدار سے اپنی آنکھوں کی پیاس بجھاتے تھے اپنے من کی تشنگی کا مداوا کرتے، کشت دیدہ و دل میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے گلاب بوتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے انہیں سکون وطمانیت اور فرحت وراحت کی دولت نصیب ہوتی، ایمان کو حلاوت اور قلب وجان کو تقویت ملتی۔

اسی لئے حضور پُرنور، محبوب ربّ غفور صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلی نظر دیکھنے والا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سراپائے اقدس کی وجاہت اور بے پناہ حسن وجمال سے مبہوت ہو کر رہ جاتا لیکن جوں جوں پرکشش اور جاذب نظر شخصیت سے محسور ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام ہو جاتا جیسے ایک بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب کی نعمت اور اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جدائی اختیار کرنا انتہائی شاق گزرتی۔

خالق کائنات نے اپنے محبوب علیہ السلام کے حسن باکمال کو ستر ہزار پردوں میں مخفی رکھا تا کہ میرے محبوب کی اصلیت کو میرے سوا کوئی اور نہ جان سکے جیسا کہ محمد فاسی علیہ رحمۃ نے مطالع المسرات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ذیشان کا نقل کیا ہے۔

یا ابا که ! والذی بعثنی بالحق لم یعلمنی حقیقة غیر ابی

(مطالع المسرات:۱۲۹)

اے میرے یار غار ابوبکر! رضی اللہ عنہ اس ذات کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث فرمایا میری حقیقت سوائے پروردگار کے اور کوئی نہیں جانتا اس کا سبب غیرت الٰہی ہے جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کا جس جس قدر درجہ کا حضرت یعقوب اور حضرت زلیخا علیہا السلام پر ظاہر کیا اوروں پر نہیں کیا۔

کسی شاعر کی نظر اٹھی تو اس کا یوں نقشہ کھینچا:

خدا کی غیرت نے ڈال رکھے ہیں تجھ پہ ستر ہزار پردے
جہاں میں لاکھوں ہی طور بنتے جو اک بھی اٹھتا حجاب تیرا

ایمان مکمل نہیں ہوتا:

تاجدار رسالت، شہنشاہ نبوت، محبوب ربّ العزت صلی اللہ علیہ وسلم مسند محبوبیت پر یکتا وتنہا جلوہ افروز ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا باطن بھی حسن بے مثال سے مزین اور ظاہر بھی انوار وتجلیات کا آئینہ دار ہے۔ جہاں پر نقطہ کمال کی انتہا ہوتی ہے وہاں سے حسن و جمال مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ابتداء ہوتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بے مثل ماننا ایمان ویقین کا بنیادی جزو ہے۔

کسی شخص کا ایمان اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتا جب تک وہ نبی بے مثال کو باعتبار صورت وسیرت اس کائنات ہست وبود کی تمام مخلوقات سے افضل واکمل تسلیم نہ کرے۔

ملاء علی قاری رحمۃ اللہ علیہ جمع الوسائل ۱/۱۰ پر لکھتے ہیں کسی شخص کا ایمان اس وقت تک مکمل نہیں ہوتا جب تک وہ یہ اعتقاد نہ رکھے کہ بلاشبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود اقدس میں ظاہری و باطنی محاسن وکمالات ہر شخص کی ظاہری و باطنی خوبیوں سے بڑھ کر ہیں۔

اس عقیدے کی وضاحت امام قسطلانی علیہ الرحمہ مواہب اللدینہ ۱/۲۴۸ میں یوں فرماتے ہیں:

ان من تمام الایمان به صلی اللہ علیه وسلم الایمان بان اللہ تعالٰی جعل خلق بد نه اشریف علی وجه لم یظهر قلبه ولا بعده خلق آدمی مثله۔

یہ یقینی اور قطعی بات ہے کہ ایمان کی تکمیل کے لئے یہ عقیدہ رکھنا ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے اور نہ ہی بعد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل حسین وجمیل بنایا ہے۔

حضرت امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ اپنی مشہور کتاب الجامع الصغیر ۱/۲۷ پر اور امام عبدالرؤف مناوی علیہ الرحمہ الشمائل برحاشیہ جمع الوسائل ۱/۲۲ پر اسی عقیدے کی وضاحت فرماتے ہیں کہ ایمان کی تکمیل کے لئے یہ عقیدہ رکھنا ضروری ہے کہ جیسے آقا علیہ السلام ہیں مخلوق میں ایسا کوئی بھی نہیں۔

حافظ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کا مذکورہ عقیدے پر قول مبارک ملاحظہ فرمائیں،

ان یجب علیك ان تعقد ان من تمام الایمان به علق الص رحمة اللہ علیه وة والسلام الا ایمان بان اللہ تعالیٰ او حد خلق بدنه الشریں علی وجه لم یظهر قبله ولا بعد منی آدمی مثله علیه السلام (جواہر البحار ۲/۱۰۱)

اے مسلمان! تیرے اوپر واجب ہے کہ تو اس اعتقاد کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان کامل کا تقاضا سمجھے کہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک کو حسین وجمیل اور کامل بنایا ہے اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے یا بعد میں کسی بھی شخص کو نہیں بنایا۔

حقیقت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا:

جس طرح اللہ رب العزت نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت کو اپنی مخلوق سے مخفی رکھا ہے اور کسی پر ظاہر نہیں کیا اسی طرح آپ کے اوصاف ظاہری کو بھی وہی پروردگار عالم خوب جانتا ہے۔

محدثین، مفسرین اور علمائے حقہ کا یہ عقیدہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف ظاہری کی حقیقت شناسی بھی مخلوق کی قوت بصیرت سے باہر ہے۔ اس ضمن میں صحابہ کرام علیہم الرضوان نے اور تابعین عظام نے جو کچھ فرمایا وہ بطور تمثیل ہے حقیقت یہی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف ظاہری کو بھی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا چنانچہ اس ضمن میں چند آئمہ محدثین کے اقوال ذکر کرتی ہوں۔

۱- امام علی بن برہان الدین حلبی رحمۃ اللہ علیہ سیرۃ حلبیہ ۲/۴۴۲ میں فرماتے ہیں۔

كانت منفاته صلى الله عليه وسلم الظاهرة لا تدرك حق نمها۔

حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے صفات ظاہرہ کے حقائق کا ادراک ممکن نہیں۔

۲- امام ابراہیم بیجوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

جب کسی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف بیان کئے وہ بطور تمثیل ہی بیان کئے ان کی حقیقت اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

۳- امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ مواہب اللدنیہ ۲/۲۴۹ پر لکھتے ہیں اسلاف نے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف کا جو تذکرہ کیا ہے یہ بطور تمثیل ہے ورنہ آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس اور آپ کا مقام اس سے بلند تر ہے۔

آخر میں امام حق، شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ کا قول مبارک شرح فتوح الغیب کے حوالے سے زیب قرطاس کرتی ہوں۔

آپ فرماتے ہیں میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے محامد ومحاسن پر اظہار خیال کرتے ہوئے ہمیشہ ہچکچاہٹ محسوس کی ہے کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ وہ ایسے اہم ترین متشابہات میں سے ہیں کہ ان کی حقیقت پروردگار عالم کے سوا کوئی نہیں جان سکتا جس

نے بھی سرکار علیہا السلام کی توصیب بیان کی اس نے اپنے فہم وفراست کے مطابق بیان کی جبکہ حضور پُرنور، شافع یوم نشور، محبوب ربّ غفور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس تمام اہل عالم کی فہم ودانش سے تر ہے۔

میرے آقائے نعمت، مجددِ دین وملت الشاہ احمد رضا خان علیہ الرحمۃ الرحمٰن اس کو یوں بیان کرتے ہیں۔

وہ کمال حسن حضور ہے گمان نقص جہاں نہیں
یہی پھول خار سے دور ہے یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں

دوسری جگہ محبت وعقیدت کے بحر میں غوطہ زن ہو کر فرماتے ہیں

تیرے تو وصف عیب تنا ہی سے ہیں بری
حیراں ہوں میرے شاہ میں کیا کیا کہوں تجھے

مُکھ چن بدر شاہ ثانی ایں:

اس کائنات میں وہ مبارک شخصیت جس میں حسن صورت اور حسن سیرت کے تمام محامد ومحاسن مکمل طور پر دیکھنے کو ملتے ہیں محبوب خدا، پیغمبر آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے یہ حقیقت بھی مسلمہ ہے کہ عالم انسانیت میں سرور کائنات، فخر موجودات نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم حسن وکمال کے اس مرتبہ کمال پر فائز ہیں جہاں سے ہر حسین کو خیرات ملتی ہے۔

چاہے وہ عام ہو یا خاص، حسن وجمال کے لئے بے مثال نظارے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات میں اس رتبہ کمال کی بلندیوں کو چھور ہے ہیں کہ ان کی مثال ازل سے لے کر ابد تک اس خاکدان ہستی میں ملنا ناممکن ہے۔

اسی حقیقت کو ظاہر کرتے ہوئے جبریل امین نے بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں عرض کی تھی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت

عیسیٰ علیہ السلام تک تمام انبیاء علیہم السلام کے پاس گیا، عرشوں کی سیر کی، فرش کی سیر کی لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کوئی بھی حسین میری آنکھ نے نہیں دیکھا۔

اسی واقعہ کو امام اہل محبت، محسن انسانیت علیہ الرحمہ یوں بیان فرماتے ہیں:

یہی بولے سدرہ والے چمن جہاں کے تھالے

سبھی میں نے چھان ڈالے تیرے پائے کا نہ پایہ

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

رایت رسول الله لی الله علیه وسلم فی لیلة افهیان فجعلن انظر الی زسول الله صلی الله علیه وسلم والی القمر و علیه حلة حمراء فاذا هو مندی احسن من القمر ۔

(ترمذی باب الادب، داری ۱/۴۴، بیہقی، ابن عساکر)

ایک رات چاند اپنے پورے جوبن پر تھا۔ ادھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی تشریف فرما تھے اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم سرخ دھاری دار چادر میں ملبوس تھے اس رات کبھی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن طلعت پر نظر ڈالتا تھا اور کبھی چمکتے ہوئے چاند پر، پس میرے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم چاند سے کہیں زیادہ حسین دکھائی دے رہے تھے۔

کیوں نہ ایسا ہوتا جب کہ چاند خود اس در اقدس کی خیرات لے رہا ہے اسی کو بیان کرتے ہوئے ایک صوفی شاعر یوں گویا کرتے ہیں۔

یا صاحب الجمال و یا سید البشر

من وجهك المنیر لقد نور القمر

لا یمکن الثناء کما کان حقه

بعد از خدا بزرگ توئی قصه مختصر

شام کو صبح بناتا ہے اجالا تیرا:

رب کائنات عزوجل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ جمال و کمال اور حسن بے مثال عطا فرمایا ہے کہ اگر اس کا ظہور کامل وہ جاتا تو انسانی آنکھ اس کے جلووں کی تاب نہ لا سکتی۔ صحابہ کرام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن و جمال کو کیا خوب محبت بھرے انداز میں بیان کیا ہے۔

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا مکہ مکرمہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعد از ولادت پہلی زیارت کے تاثرات بیان کرتے ہوئے فرماتی ہیں کہ جب میں مکہ میں آئی چونکہ میں آخر میں پہنچی تھی جب کہ باقی دائیں بچے لے کر جا چکی تھیں میں حضرت عبدالمطلب کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پنگھوڑے تک پہنچی تو کیا دیکھا کہ نبی لجپال، آمنہ کے لال، محبوب ربّ ذوالجلال صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرما رہے ہیں۔ میں نے حضور سراپا نور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے حسن و جمال کی وجہ سے جگانا مناسب نہ سمجھا پس میں آہستہ سے ان کے قریب ہو گئی میں نے اپنا ہاتھ ان کے سینہ مبارک پر رکھا۔

پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے اور آنکھیں کھول کر میری طرف دیکھا۔

گویا کہ فرما رہے ہوں اے حلیمہ! تجھے مبارک ہو تو بھی سب سے آخر میں آئی اور میں بھی تمام انبیاء علیہم السلام سے آخر میں جلوہ میں جلوہ گر ہوا ہوں (سبحان اللہ)

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضور سراپا نور صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے ایک نور نکلا جو آسمان کی بلندیوں میں پھیل گیا۔ جب میں نے محبوب کا چہرہ انور دیکھا تو میرے سب غم غلط ہو گئے اور میری خوشی کی انتہا نہ رہی۔

(انوار محمدیہ/۲۹)

میرے امام علیہ الرحمہ جھومتے ہوئے ہدیہ سلام پیش کرتے ہیں۔

جس کی تسکیں سے روتے ہوئے ہنس پڑے
اس تبسم کی عادت پہ لاکھوں سلام

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ، طیبہ، طاہرہ، زاہدہ، شاکرہ، عابدہ، عفیفہ رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں۔

کنت اخیط فقطتمنی الابرۃ قطلبتھا فلم اقدر علیھا خل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قتبینت الاھرۃ شعاع نور وجھا فاخبر تہ ۔ (ابن عساکر، خصائص کبری ۱/۲۶)

میں اندر بیٹھی کچھ سی رہی تھی میری ہاتھ سے سوئی گر گئی ہر چند تلاش کی مگر اندھیرے کے سبب سے نہ ملی۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی ماہ مدینہ تشریف لے آئے تو آپ کے رخ انور کی روشنی نے ہمارا کمرہ روشن ہو گیا اور سوئی چمکنے لگی تو مجھے اس کا پتہ چل گیا۔

جب کسی شاعر کی نظر اٹھی تو فرط محبت سے جھوم اٹھا اور یوں عکاسی کرنے لگا۔

سوزن گم شدہ ملتی ہے تبسم سے تیرے
شام کو صبح بناتا ہے اجالا تیرا

جب میرے پیارے اعلیٰ حضرت، عاشق ماہ رسالت علیہ الرحمہ کی نظر محبت اٹھتی ہے تو یوں فرماتے ہیں:

آنکھیں ٹھنڈی ہوں جگہ تازے ہوں جائیں سیراب
سچ سورج وہ دل آرا ہے اجالا تیرا

رخ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم دیکھ کر ایک عورت کا ایمان افروز جواب:

حضرت جامع بن شہزاد فرماتے ہیں کہ مجھ کو طارق بن عبداللہ نے بتایا کہ ہمارا قافلہ مدینہ طیبہ کی سرزمین پر وادی مدینہ سے باہر اترا ہوا تھا کہ حضور پُر نور، محبوب ربّ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اس وقت ہم آپ کو نہیں جانتے تھے ہمارے پاس ایک سرخ رنگ کا اونٹ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اونٹ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کیا تم اس کو بیچنا چاہتے ہو ہم نے کہا ہاں فرمایا قیمت کیا ہے؟ ہم نے کھجوروں کی ایک مقدار بتائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا منظور ہے اور اونٹ کی مہار پکڑ کر چل دیے اور ہمارے دیکھتے دیکھتے شہر میں داخل ہو گئے ہم نے ایک دوسرے سے کہا کہ ہم نے بہت برا کیا کہ ایک ناواقف آدمی جس کو ہم جانتے نہیں کہ کون ہے کہاں کا رہنے والا ہے قیمت وصول کئے بغیر اونٹ دے دیا۔ ایک عورت جو ہمارے ساتھ ہودج میں بیٹھی ہوئی تھی بولی:

واللہ لقدر ایت رجلا کان وجهه قطعة القمر ليلة البدر انا مضاضنة ثمن جملكم لا يفدر بكم فكا كان العشى اتا نا رجل فقال ان قا صط رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اليكم هذا تحركم فكلوا و اشبعوا وركتا لوا واستو فوا فاكلنا حتیٰ شبعنا و كتلنا و اشو فينا ۔

(المستدرک حاکم ۲/۶۱۶، زرقانی علی المواہب ۴/۴۹)

خدا کی قسم میں نے اس شخص کو دیکھا کہ ان کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح مثل تھا تمہارے اونٹ کی قیمت کی ضامن میں ہوں کیونکہ مجھے یقین ہے کہ وہ تمہارے ساتھ دھوکا نہیں کرے گا۔ جب شام کا وقت ہوا تو ایک آدمی آیا اور کہنے لگا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہاری طرف بھیجا ہے یہ کھجوریں ہیں ان سے خوب پیٹ بھر کر کھاؤ بھی اور اپنی قیمت بھی پوری کر لو تو ہم نے پیٹ بھر کر کھا بھی لیں اور قیمت بھی پوری کر لی۔

اللہ اکبر کیا شان ہے ہمارے آقا لج پال، محبوب ربّ ذوالجلال صلی اللہ علیہ وسلم کی کہ بغیر مانگے عطا فرما رہے ہیں۔

اس لئے محبت نے فرط محبت سے جھومتے ہوئے کہا

قربان میں ان کی بخشش کے مقصد بھی زباں پر آیا نہیں
بن مانگے دیا اور اتنا دیا دامن میں ہمارے سما یا نہیں

دوسرا اس عورت کے ایمان افروز جواب پر قربان جائیں جو جانتی تک نہیں فقط سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور کو دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف بیان کرتے ہوئے آپ کی ضامن بھی بن گئی۔

کاش کہ اللہ تعالیٰ ہم کو بھی چشم بصیرت عطا فرمائے اور ہمیں بھی والہانہ محبت عطا فرماتے جس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے میرے آقائے نعمت امام اہل محبت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

جس کا حسن اللہ کو بھی بھا گیا
ایسے پیارے سے محبت کیجئے

ایک دیکھنے کی تاب نہیں عالم کو:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن و جمال کو پردوں میں منشور رکھا گیا اس کی دو وجہیں ہیں۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ ربّ کائنات نے وہ آنکھ تخلیق ہی نہیں فرمائی جو تاجدار کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن و جمال کا مکمل طور پر مشاہدہ کر سکے اس لئے انوار مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو پردوں میں رکھا کہ انسانی آنکھ جمال مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تاب ہی نہیں لاسکتی۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں اور محبّ کی غیرت محبت کا تقاضا ہوتا ہے کہ اس کے محبوب کو سوائے اس کے اور کوئی نہ دیکھے اس

وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن و جمال کو صرف اپنے دیکھنے کے لئے لوگوں کی نظروں سے چھپا کر رکھا ہے جس کو قاسم نانوتوی قصائد قاسمی میں یوں بیان کرتا ہے۔

رہیا جمال پہ تیرے حجاب بشریت
نہ جانا کون ہے کچھ کس نے جز ستار

امام زرقانی اپنی کتاب زرقانی علی المواہب کے ۴/۱۷ پر امام قرطبی کا قول نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

لم یظهر لنا تمام حسنا صلی الله علیه وسلم لا نه لو ظهر لنا تمام حسنا لما اطاقت اعیننا رویته صلی الله علیه وسلم .

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حسن و جمال مکمل طور پر ہم پر ظاہر نہیں کیا گیا اور اگر آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا تمام حسن ہم پر ظاہر کر دیا جاتا تو ہماری آنکھیں حضور سراپائے نور صلی اللہ علیہ وسلم کے ولوؤں کا نظارہ کرنے سے قاصر رہتیں۔

امام اہل محبت علیہ الرحمہ کے برادر صغر کا قلم اٹھا تو آپ نے یوں نقشہ کھینچا۔

اک جھلک دیکھنے کی تاب نہیں عالم کو
وہ اگر جلوہ کریں تو کون تماشائی ہو

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مدارج النبوۃ کے ۱/۱۳۷ پر فرماتے ہیں۔

حضور رحمت عالم، سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سر انور سے لے کر قدم پاک تک نور ہی نور ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن و جمال کا نظارہ کرنے والے کی آنکھیں چندھا جائیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم انور چاند اور سورج کی طرح منور و تاباں تھا جس طرح کہ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا کیا حضور صلی اللہ علیہ

وسلم کا چہرہ تلوار کی طرح چمکتا تھا؟ تو جواب میں فرمایا اے سوال کرنے والے تلوار کی چمک کہاں میرے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا چہرہ انور تو کان مثل الشمس و القمر چاند اور سورج کی طرح روشن تھا۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن و جمال کے جلوے لباس بشری میں مستور نہ ہوتے تو روئے منور کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنا ناممکن ہوتا۔

یہ جو مہر و ماہ پہ ہے اطلاق آتا نور کا
بھیک تیرے نام کی ہے استعارہ نور کا

ملا علی قاری کا قول:

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ قصیدہ بردہ شریف کی شرح لکھتے ہوئے ایک مقام پر فرماتے ہیں۔

انه اذا ذكر علی میت حقيقی صار حيا حاضرا ......

اگر خدائے تعالیٰ ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم مبارک کی برکات کو آج بھی ظاہر کر دے تو اس کی برکت سے مردہ زندہ ہو جائے کافر کے کفر کی تاریکیاں دور ہو جائیں اور غافل دل ذکر الہٰی میں مصروف ہو جائے لیکن رب کائنات نے اپنی حکمت کاملہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن و جمال کے جوہر نایاب پر پردہ ڈال دیا ہے۔

شاید اس سے رب کائنات کی حکمت یہ ہو کہ ایمان بالغیب پردہ کی صورت میں ہی ممکن ہے اور مشاہدہ حقیقت اس کے منافی ہے۔

دوسری وجہ یہ لکھتے ہیں کہ حضور سراپائے نور صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن و جمال کو مکمل طور پاس کے لئے بھی ظاہر نہیں کیا گیا کہ کہیں ناسمجھ لوگ غلو کا شکار ہو کر معرفت الٰہی سے ہی غافل نہ ہو جائیں۔

اس کو مولانا حسن رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن بیان فرماتے ہیں۔

اک جھلک دیکھنے کی تاب نہیں عالم کو
وہ اگر جلوہ کریں کون تماشائی ہو

سر کٹاتے ہیں تیرے نام پہ مردان عرب:

حضرت یوسف علیہ السلام کا حسن مبارک بڑا مشہور ہے اس لئے کہ ان کو دیکھ کر مصری عورتوں نے ہاتھ کاٹ ڈالے لیکن خبر تک نہ ہوئی اور جب مصر میں قحط پڑا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم تخت نشین تھے ابھی تین ماہ قحط ختم ہونے میں باقی تھے۔

کہ غلہ ختم ہو گیا عرض کی اے ربّ العالمین غلہ ختم ہو گیا ہے مگر قحط ابھی باقی ہے آواز آتی ہے اے پیارے ذرا اپنے چہرے سے حجاب اٹھا دو جو آپ کو دیکھے گا اسے تین ماہ تک بھوک نہیں لگے گی لیکن یہ سب کچھ سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حسن کی خیرات تھی اس کی امام مہدی الفاسی علیہ الرحمہ مطالع المسرات میں یوں نقل فرماتے ہیں۔

حسن یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام وغیرہ جزء من حسنۃ صلی اللہ علیہ وسلم سورۃ اسما خلق ۔

حضرت یوسف علیہ السلام اور دیگر حسینان عالم کا حسن و جمال حضور سراپائے نور صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن و جمال کے مقابلے محض ایک جز کی حیثیت رکھتا ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم مبارک کی صورت پر پیدا کئے گئے ہیں۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے انسان کو چاہے وہ نبی ہے یا غیر نبی اپنے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اسم مبارک محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت پر پیدا فرما کر **لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم** ۔ کا خطاب دیا اور دوسری جگہ **ولقد کرمنا بنی آدم** (بنی اسرائیل: ۷۰) کا مژدہ سنایا جس کی وضاحت میں کعب الاحبار رضی اللہ عنہ فرماتے

ہیں اس کرامت اور احسن تقویم سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر پیدا فرمایا۔

صورت اسم پر پیدا ہونے والوں کا یہ عالم ہے اگر وہ اپنے رخ حسین سے حجاب اٹھا دیں تو تین تین مہینے تک دیکھنے والوں کو بھوک نہ لگے اور دیکھنے والیاں حسن میں گم ہو کر اپنے ہاتھ کاٹ ڈالیں تو بہتر نہ چلے تو اس ذات کے حسن کا کیا عالم ہوگا جس کے اسم کی یہ شان ہے اور اس ذات کی شان و عظمت کیا ہوگی؟

اسی کو میرے پیارے اعلیٰ حضرت، عظیم المرتبت، پروانہ شمع رسالت، مجدد دین و ملت، امام اہل محبت علیہ الرحمہ کس قدر پیارے انداز میں بیان کرتے ہیں۔

حسن یوسف پہ کٹیں مصر میں انگشت زناں
سر کٹاتے ہیں تیرے نام پہ مردان عرب

سبحان اللہ! قربان جاؤں اپنے پیارے اعلیٰ حضرت پر کہ عشق و محبت کا حق ادا کر دیا پہلے شعر کے دونوں مصرعوں میں ایک ایک لفظ ایسے تقابل سے بھرا پڑا ہے کہ ہر لفظ سے سرکار علیہ السلام کی عظمت و شان ظاہر ہو رہی ہے مثلاً۔

۱- وہاں حسن یوسف علیہ السلام ذات ہے اور یہاں اور لفظ نام ہے۔

۲- وہاں کٹنا عدم قصد پر دال ہے یعنی مصر کی عورتوں نے بے خیالی میں انگلیاں کاٹی تھیں لیکن یہاں کٹانا بغیر قاصد کے نہیں پایا جاتا۔

۳- وہاں مصر ہے اور یہاں عرب جس کی زمانہ جاہلیت میں سرکش اور خودی مشہور تھی۔

۴- وہاں صرف انگشت کٹی تھیں اور یہاں انگشت نہیں بلکہ سر کٹا رہے ہیں۔

۵- وہاں زناں یعنی انگشت کاٹنے والی عورتیں تھیں لیکن یہاں سر کٹانے والے مردان ہیں۔

٦- وہاں انگلیاں کٹیں یعنی ایک ہی بار وقوع ہوا اس کے برکس یہاں لفظ ہے، کٹاتے ہیں، جو کہ استمرار پر دلالت کرتا ہے یعنی ایک بار نہیں بار بار سر کٹا رہے ہیں جیسا کہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ قیامت میں صرف شہید ہی ایسا ہوگا جو دنیا میں دوبارہ آنے کی التجا کرے گا۔ کیوں؟ اس لئے کہ جو مزا سے سرکار علیہ السلام کے نام پر سر کٹانے والا تھا وہ جنت میں نہیں پائے گا تو عرض کرے گا مجھے بار بار دنیا میں بھیج تا کہ میں تیرے محبوب علیہ السلام کے نام پر اپنا سر کٹاتا رہوں اور یہ مزا پاتا رہوں وہ مزا کیا ہے؟ وہ مزا دیدار الٰہی ہے یعنی سرکار علیہ السلام کے نام پہ سر کٹ مرنے والوں کو اللہ تعالیٰ کے جلوے نظر آتے ہیں اسی لئے تو کہا گیا نہ!

جس نے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی اس نے اللہ کی زیارت کی:

آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم میں جمال الٰہیہ کے عکس کا ہر تو ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور سراپا مظہریت حق کا حامل ہے اس لئے اس چہرہ انور کے دیدار کو عین دیار حق قرار دیا گیا ہے جیسا کہ خود حضور سراپائے نور محبوب رب غفور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔

من رانی فقدر ای الحق فان الشیطن لا یتکوننی .

(بخاری کتاب التعبیر)

جس نے مجھے دیکھا اس نے حق کو دیکھا کیونکہ شیطان میری صورت اختیار نہیں کرسکتا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ان الشیطان لا یسطیع ان تستبابی ضمن رانی فی النوم فقد اتی . (مسند احمد، ترمذی)

بے شک شیطان میری صورت اختیار کرنے کی طاقت نہیں رکھتا تو جس نے خواب میں مجھے دیکھا اس نے مجھے ہی دیکھا۔

جواہر البحار میں امام نبہانی امام احمد بن ادریس رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے اس حدیث یعنی من رانی فقط رای الحق کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں اس سے مراد یہ ہے۔

من رانی فقد رای الحق تعالیٰ۔

جس نے مجھے دیکھا یقیناً اس نے حق تعالیٰ کو دیکھا۔

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کا اس بارے میں قول:

حاجی امداد اللہ مہاجر رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث مذکور کی شرح لکھتے ہوئے فرماتے ہیں حضور تاجدار کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس فرمان کے دو معنی ہو سکتے ہیں۔

ایک یہ کہ جس نے مجھے دیکھا یقیناً اس نے مجھے ہی دیکھا اس لئے کہ ابلیس لعین میری صورت اختیار نہیں کر سکتا اور دوسرے یہ کہ جس نے مجھے دیکھا اس نے اللہ تعالیٰ رب العزت کو دیکھا (شمائل امدادیہ)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور کو جمال خداوندی کا آئینہ قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں اما وجہ شریف صلی اللہ علیہ وسلم قرات الٰھی است و مظھر انوار نا متناھی ؐ بود۔ (مدارج النبوۃ)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ انور رب ذوالجلال کے جمال کا آئینہ ہے اور اللہ تعالیٰ کے انوار و تجلیات کا اس قدر مظہر ہے کہ اس کی کوئی حد ہی نہیں۔

میرے پیارے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی نظر اٹھی تو آپ یوں فرمایا۔

وہی ہے اول وہی ہے آخر وہی ہے باطن وہی ہے ظاہر
اس کے جلوے اس سے ملنے اسی سے اسی کی طرف گئے

چلنا پھرتا قرآن:

حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کو چلتا پھرتا قرآن کیا گیا ہے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان حضور نبی کریم رؤف رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور کو کھلے ہوئے قرآن کے اوراق سے تشبیہ دیا کرتے تھے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ صحابہ کرام نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ایام وصال میں یار غار، یار مزار، حقیقتوں کے راز دار، عاشقوں کے سالار، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اضاحت میں نماز ادا کر رہے تھے اچانک آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے حجرہ مبارک کا پردہ اٹھایا اور اپنے غلاموں کی طرف دیکھا تو ہمیں یوں محسوس ہوا۔

کان وجهة ورقة مصحت ۔(بخاری کتاب الاذان)

گویا حضور کا چہرہ انور قرآن کا ورق ہے حضرت عائشہ صدیقہ، طیبہ، طاہرہ، رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اخلاق کیا ہے؟ فرمایا کیا تو قرآن نہیں پڑھتا عرض کیا پڑھتا ہوں فرمایا قرآن ہی تو میرے محبوب علیہ السلام کا اخلاق ہے۔

گویا کہ فرما رہی ہیں کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سمجھنا ہو تو قرآن پڑھو اور اگر قرآن کو سمجھنا ہو تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھو۔

صحابہ کرام علیہم الرضوان کے ان ایمان افروز کلمات کو محدث کبیر امام عبدالرؤف لمناوی علیہ الرحمہ یوں بیان کرتے ہیں:

وجه الشبه حسن الوجه وصفاء بشرة ومعطوح الجمال لما الیفض سبه من مشاء قده جمال الذات ۔

(حاشیہ برجمع الوسائل)

چہرہ انور کے حسن و جمال ظاہری نظافت و پاکیزگی اور چمک دمک کا

قرآں مجید کے ورق سے تشبیہ دینا (یا قرآن بتایا ہے اس وجہ سے ہے کہ یہی وہ چہرہ اقدس ہے جو جمال خداوندی کے مشاہدہ سے فیض یاب ہوا ہمارا آقا الصلوٰۃ والسلام وعلیکم کا چہرہ انور اپنی صورت پذیری میں قرآن حکیم کے اوراق جیسی چمک دمک کا مظہر تمام تھا کیونکہ یہی وہ روئے مقدس ہے جس نے جمال خداوند کے شاہدہ سے فیض پایا ہے۔

اعلیٰ حضرت علیہ رحمۃ الرحمنا سک ومحبت بھرے انداز میں یوں فرماتے ہیں

ہے کلام الٰہی میں شمس الضحیٰ تیرے چہرہ نورخزا ہے کی قسم
قسم شب تار میں راز یہ تھا کہ حبیب کی زلف دوتا کی قسم

قرآن پاک کی ہر ہر آیت زبان سے اللہ کے محبوب علیہ السلام کی حمد وثناء بیان کررہی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے قرآن تجربہ ہے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زات برباکات اس کا پریکٹیکل ہے ہے

آئینہ علیہ الصلوٰۃ وسلم میں محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے جلوے ہی نظر آئے:

امام محمد الوسی رضی اللہ عنہ تفسیر روح المعانی میں نقل کرتے ہیں کہ صحابہ کرام علیہما لرضوان کو جب محبوب کی یاد ستاتی تو وہ آپ کے دیدار فروحت آثار کے لئے نکل کھڑے ہوتے اور آپ کو مبارک حجروں میں تلاش کرتے امہات امومنین سے عرض کرتے کہ آپ ہمیں دیدار محبوب علیہ السلام کے چین نہیں آتا چنانچہ بعض حضرت میمونہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے استعمال میں رہنے والے آئینہ لاتیں تو صحابہ الرضوان اس آئینہ کو دیکھتے تو بجائے اپنے آپ کو دیکھنے کے رسول اللہ کو جلوہ افروز پاتے۔

امام آلوسی روایت نقل کرتے ہیں یوں رقمطراز ہیں:

روی ان بعض الصحابه احب ان یری رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم خجاء اد میمونة فاخرجت له مرآنه فنظر فیها

مری صورۃ رسول ولم یر صورۃ نفسہ۔

(روح المعانی ۲۲/۳۹ لبنان دراحیاء التراث)

روایت ہے کہ جب محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد صحابہ کرام علیہم الرضوان کو تڑپاتی اور وہ رسول کی زیارت چاہتے تو حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے پاس آجاتے تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذاتی آئینہ اس صحابی کو عطا فرما دیتیں جب وہ صحابی اس آئینہ مبارک کو دیکھتا تو بجائے اپنی صورت کے اسے رسول اللہ کی صورت مبارک نظر آتی۔

یاد ہے کہ یہ منزل فنافی الرسول کی ہے اس کی منزل پر جب انسان پہنچتا ہے تو اسے ہر طرف بس رسول کے جلوے نظر آتے ہیں جیسا کہ فنافی اللہ کی منزل پر چلنے والے کو ہر چیز میں اللہ ربّ العالمین کے جلوے نظر آتے ہیں لہٰذا اس پر یہ اعتراض نہیں ہوسکتا کہ یہ کیسے ممکن ہے یا اس کو عقل تسلیم نہیں کرتی اس مقام پر پہنچ کر اعلیٰ حضرت عظیم المرتبت یوں فرماتے ہیں:

پیش نظر وہ ہے نور و سجدے کو دل ہے بے قرار
روکتے سر کو روکتے ہاں یہی تو امتحان ہے

جس نے دیکھا وہ دیکھتا ہی رہ گیا:

پیچھے آپ نے مطالعہ فرمایا کہ کائنات کا سارا حسن و جمال نبی آخرالزماں، محبوب دوجہاں، رحمت عالمیاں، والی بے کساں صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور میں سمٹ آتا تھا اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور کی زیارت کرنے والا ہر شخص جمال مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں اس طرح کھو جاتا کہ کسی کو آنکھ جھپکنے کا بھی یارا (حوصلہ) نہ ہوتا اور وہ نواہیں محو جلوہ ہوتیں کہ وہ اٹھی کی اٹھی ہی رہ جاتیں۔

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت فرماتی ہیں:

کان رجل عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم ینظر الیہ لا یطرف،

یعنی حضور، رحمٰن عالم، نورِ مجسم، شفیع معظم، حبیب مکرم، رسول ذی محتشم، صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں ایک آدمی آیا۔ جو سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ٹکٹکی باندھ کر دیکھتا ہی رہا۔

حضور سراپائے نور، محبوب ربّ غفور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے جانثار صحابی کی حالت دیکھ کر فرمایا۔

ما بالکَ

اس طرح دیکھنے کا کیا سبب ہے؟

بابی و امی من النظر الحلیک (الشفا ۲/ ۵۶۶)

میرے ماں باپ آپ پر قربان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے لطف اندوز ہوتا ہوں۔

اس روایت سے پتہ چلا کہ صحابہ کرام پر خود سپردگی ایک عجیب کیفیت طاری ہو جاتی اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن و جمال میں اس طرح کھو جاتے کہ دنیا کی، ہر شے سے بے نیاز ہو جاتے۔

تو پھر کیوں نہ جھوم کر اس حسن و جمال کا ذکر خیر بزبان اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کریں۔

قبر میں لہرائیں گے تا حشر چشمے نور کے
جلوہ فرما ہو گی جب طلعت رسول اللہ کی

چہرہ اقدس کے دیدار کے بعد بھوک اور پیاس کا احساس تک نہ رہتا:

جب حضرت یوسف علیہ السلام نے جب مصر کی حکومت سنبھالی اور مصر میں قحط

سالی کے دور میں حکومت کے جمع شدہ ذخیرے سے قحط زدہ عوام میں غلے کی تقسیم کا نظام قائم فرمایا۔ ابھی آئندہ فصل کے آنے میں تین ماہ باقی تھے کہ غلہ ختم ہو گیا حضرت یوسف علیہ السلام نے بارگاہ ربّ العزت میں عرض کی: یا اللہ! ابھی تین مہینے کا قحط باقی ہے لیکن غلہ ختم ہو گیا ہے اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو حضرت جبریل امین کے ذریعے پیغام دیا آپ پریشان نہ ہوں بلکہ اپنے چہرے کو بے نقاب کر دیجئے کیونکہ جو آپ کو دیکھے گا اس کی بھوک ختم ہو جائے گی۔

شمائل ترمذی کے حاشیہ میں مذکور ہے کہ جو بھوکا آدمی حضرت یوسف علیہ السلام کا دیدار کر لیتا اس کی بھوک مٹ جاتی یہ تو حسن یوسف علیہ السلام کی بات ہے جب کہ ہمارے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام تو تمام انبیاء علیہم السلام کی تمام صفات و کمالات کے جامع ہیں اس لئے حسن و جمال کی بے خود کر دینے والی کیفیت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس میں اس درجہ موجود تھی کہ اسے احاطہ بیان میں نہیں لایا جا سکتا۔

حضور پُر نور، محبوب ربّ غفور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت بھوکوں کی بھوک رفع کرنے کا ذریعہ بنتی چہرۂ اقدس کے دیدار کے بعد بھوک پیاس کا احساس تک نہ رہتا ایسا کیوں نہ ہو جب کہ حسن یوسف علیہ السلام تو صدقہ ہے سراپائے حسن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا۔

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

کوچہ کوچہ مہکتی ہے یہاں بوئے قمیص
یوسفستان ہے ہر ایک گوشہ کنعان عرب

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دن حضور، نبی کریم، رؤف رحیم صلی اللہ علیہ وسلم ایسے وقت کاشانہ نبوت سے باہر تشریف لائے کہ۔

لا یخرج مینھا و لا یلقاہ فیھا احد ۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہلے کبھی اس وقت باہر تشریف نہ لاتے تھے اور نہ ہی کوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس وقت ملاقات کرتا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی بھوک سے مغلوب ہو کر باہر نکلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے یار غار، حقیقتوں کے رازدار، عاشقوں کے سالار سے پوچھا۔

ماجاء ل یا ابوبکر ۔

اے ابوبکر رضی اللہ عنہ تم اس وقت کیسے آئے ہو؟

اس وفادار، عجز و انکسار کے پیکر نے از راہِ مروت عرض کیا۔

خرجت القی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وانظر فی وجھه واتسلیم علیه ۔

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی ملاقات چہرہ انور کی زیارت اور سلام عرض کرنے کی غرض سے حاضر ہوا ہوں۔

تھوڑی دیر بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے ان سے بھی اس وقت آنے کا سبب دریافت کیا۔

ما جاء ك یا عمر؟

اے عمر رضی اللہ عنہ! تمہیں کون سی ضرورت اس وقت یہاں لائی ہے۔

شمع رسالت کے اس پروانے نے عرض کیا۔

الجوع یارسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم ۔

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھوک کی وجہ سے حاضر ہوا ہوں۔

یہ سن کر اللہ کے محبوب، دانائے غیوب، منزہ عن العیوب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

وانا قد وجدت بعض ذالك .

اور مجھے بھی کچھ ایسا ہی محسوس ہو رہا ہے (ترمذی، ابواب الزہد)

اس حدیث پاک کے حاشیہ پر شمائل ترمذی میں یہ عبارت مذکورہ ہے۔

لعل عمر رضی اللہ عنہ جاء یتسلی بالنظر فی وجه رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم کی کان یضع اهل مصروفی زمن یوسف علیه السلام و لعل هذا المعنی کان مقصود ابی بکر رضی اللہ عنه وقد ادی باللطف وجه کانه خرج رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم لما ظهر علیه بنوره النبوة ان ابا بکر طالب ملاقاته الخ .

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس لئے تشریف لائے تھے۔ کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور کی زیارت سے اپنی بھوک مٹانا چاہتے تھے جس طرح مصر والے حضرت یوسف علیہ السلام کی زیارت سے اپنی بھوک مٹایا کرتے تھے اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عمل میں بھی یہی راز تھا مگر رفیق سفر نے اپنا مدعا نہایت ہی لطف انداز میں بیان کیا (کہ آپ کی زیارت کے لئے آیا ہوں تا کہ بھوک مٹ جائے)

اور یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ طالب ملاقات ہیں اور یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پُر نور نبوت کی وجہ سے واضح ہو چکا تھا اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پُر نور ولایت کی وجہ سے واضح ہو چکا تھا کہ اس وقت انہیں آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار نصیب ہوگا۔

حسن تیرا سا نہ دیکھا نہ سنا
کہتے ہیں اگلے زمانے والے

جگمگا اٹھی میری گور کی خاک

تیرے قربان چمکنے والے

کسی اور عاشق کی نظر اٹھی تو وہ یوں جمال مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرتے ہیں۔

آنکھوں میں بس گیا ہے جمال خدا

دیدار جب سے ان کا خدا نے کرا دیا

سالارِ قافلہ عشق کا سوال:

قافلہ عشق سالار حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں روایت منقول ہے کہ وہ اپنی والدہ کی خدمت گزاری کے باعث زندگی بھر حضور، سراپائے نور، محبوب ربّ غفور دکھیا دلوں کے سرور، جلوہ طور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں زیارت کے لئے حاضر نہ ہو سکے لیکن آپ رضی اللہ عنہ عشق و محبت کی اس منزل میں تھے کہ سرکارِ دو عالم، محبوب دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام میں اس عاشق کا زار کا اکثر ذکر فرمایا کرتے اور اپنا الم نشرح والا سینہ مبارک قرن کی جانب پھر کر ٹھنڈی سانس بھرتے اور فرماتے مجھے قرن کی جانب سے ٹھنڈی ہوا آتی ہے۔

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ظاہری قریب آیا تو آپ نے صحابہ کو ہدایت فرمائی کہ میرے بعد اویس قرنی کے پاس جانا اور اسے میرا یہ خرقہ دینا اور اس سے میری امت کی بخشش کے لئے دعا کروانا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کے پاس گئے تو انہیں سرکار کا پیغام سنایا تو گفتگو کے دوران حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے ان دونوں جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا تم نے کبھی فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار کیا؟ آپ نے پوچھا کہ آپ یہ بتائیں کہ آقائے رحمت، محبوب رب

العزت صلی اللہ علیہ وسلم کی ریش مبارک میں کتنے سفید بال تھے اس پر دونوں صحابہ نے لاعلمی کا اظہار کیا اس پر حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے مسکراتے ہوئے فرمایا۔

تریا من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظلہ ۔

تم نے حضور سراپا نور صلی اللہ علیہ وسلم کا محض پرتو یعنی عکس دیکھا آپ کے حسن و جمال کو حقیقتاً نہیں دیکھا۔ اس کو ملا علی قاری رضی اللہ عنہ یوں فرماتے ہیں:

قال بعض الصوفیہ اکثر الناس عرض اللہ عزوجل وما عرضو الرسول صلی اللہ علیہ وسلم لان حجاب البشریۃ عظمت ابصارھم ۔ (جمع الوسائل ۱/۱۰)

بعض صوفیا فرماتے ہیں اکثر لوگوں نے اللہ رب العالمین کا عرفان تو حاصل کر لیا لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انہیں عرفان حاصل نہ ہو سکا اس لئے کہ بشریت کے حجاب نے ان کی آنکھوں کو ڈھانپ رکھا ہے۔

اس پر جب کسی شاعر کی نظر پڑی تو کہنے پر مجبور ہو گیا اور بول اٹھا۔

خدا کی غیرت نے ڈال رکھے ہیں تجھ پر ستر ہزار پردے
جہاں میں لاکھوں میں طور بنتے جو اک بھی اٹھتا حجاب تیرا

◆◆◆◆◆

شان صحابہ کرام علیہم الرضوان

الحمد للہ، ربّ العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین ما بعد!

فاعوذ باللہ، من الشیطن الرجیم۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

الصلوٰۃ والسلام علیك یارسول اللہ

وعلٰی الك واصحابك یا حبیب اللہ

الصلوٰۃ والسلام علیك یا نبی اللہ

وعلٰی الك واصحابك یا نور اللہ

فضیلت درود پاک:

حضرت سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم صحابہ کرام دن رات مدینے کے سلطان، رحمت دو جہاں رسول ذیشان صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ رہتے تا کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ضروریات میں آپ کی خدمت کر سکیں۔

ایک دن نبیوں کے سالار، شفیع روز شمار صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کاشانہ نبوت سے باہر تشریف لائے تو میں بھی پیچھے پیچھے چل پڑا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک باغ

میں تشریف لے گئے اور نماز ادا فرمائی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدے میں سر رکھا اور سجدہ اتنا طویل فرمایا کہ میں رونے لگا اور خیال آیا کہ شاید اللہ تعالیٰ نے آپ کی روح قبض فرمالی۔ پھر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدے سے سر مبارک اٹھایا اور فرمایا تجھے کیا ہوا ہے؟ میں عرض کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے سجدہ اتنا طویل فرمایا کہ میں ڈر گیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک قبض فرمالی ہے اور اب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی نہ دیکھ سکوں گا۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ مجھ پر میرے ربّ عزوجل نے انعام فرمایا جس پر میں نے سجدہ شکر ادا کیا، وہ انعام یہ ہے کہ میری امت میں سے جو کوئی بھی مجھ پر ایک بار درود پاک پڑھے گا اللہ عزوجل اس کے لئے دس نیکیاں لکھے گا اور اس کے دس گناہ مٹا دیئے جائیں گے۔

آب کوثر صفحہ ۴۸ بحوالہ القول البدیع صفحہ ۱۰۵، الترغیب والترہیب صفحہ ۴۹۵

اگر کوئی اپنا بھلا چاہتا ہے
اسے چاہے جس کو خدا چاہتا ہے
درود اُن پہ بھیجو سلام اُن پہ بھیجو
یہی مومنوں سے خدا چاہتا ہے

صلو علی الحبیب: صلی اللہ تعالیٰ علیٰ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

ایک بار حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ حضور تاجدار مدینہ قرار قلب وسینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آج میں نے آپ کی دعوت کی ہے۔ آقا صلی اللہ علیہ وسلم کرم فرمائے اور میرے گھر تشریف لے چلئے۔ سرکار دو عالم، تاجدار عرب وعجم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت کو قبول فرمالیا اور اپنے صحابہ

سمیت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے گھر کی طرف چل دیئے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پیچھے چلنے لگے اور تاجدار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ایک قدم مبارک گننے لگے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا فرمایا۔ عثمان یہ میرے قدم کیوں گن رہے ہو؟ حضرت عثمان غنی نے عرض کی۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر قربان میں چاہتا ہوں کہ میرے غریب خانے تک آپ جتنے قدم چل کر جائیں میں ہر قدم کے بدلے آپ تعظیم و توقیر کی خاطر ایک ایک غلام آزاد کروں۔

(فیضان سنت قدیم صفحہ ۱۳۱، جامع المعجزات صفحہ ۶۵)

میٹھی میٹھی اسلامی بہنو!

محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک جھلک آپ نے سماعت فرمائی ہے، یہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کا اندازِ زندگی! عشق ومحبت کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر ان عاشقان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دلوں میں موجزن تھا اور وہ دنیا جہان کی ہر ہر شے کو عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں قربان کرنا اپنی زندگی کا مقصود سمجھتے تھے۔

صحابہؓ وہ صحابہؓ جن کی ہر صبح عید ہوتی تھی
نبی ﷺ کا ذکر کرتے تھے نبی ﷺ کی دید ہوتی تھی

آج بھی عاشقان رسول صلی اللہ علیہ وسلم دیدار مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کے لئے تڑپتے اور اشکبار رہتے ہیں، دن رات انہی کا ذکر خیر کرتے اور مدنی آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد میں بے قرار رہتے ہیں یقیناً ہر عاشق رسول کی یہی آرزو ہے

تمہاری یاد کو کیسے نہ زندگی [illegible]
یہی تو اک سہارا ہے [illegible]

میرے تو آپ ہی سب کچھ ہیں رحمت عالم ﷺ
میں جی رہی ہوں زمانے میں آپ ہی کے لئے

اور کوئی دیوانی عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے دل فگار، دیوانہ وار درود وسلام پڑھتی یہی گنگناتی نظر آتی ہے۔

سنا ہے آپ ہر عاشق کے گھر تشریف لاتے ہیں
میرے گھر میں بھی ہو جائے چراغاں یارسول اللہ ﷺ

میری پیارے پیارے اسلامی بہنو!

وہ خوش قسمت مسلمان جسے زندگی میں لحہ بھر کے لئے بھی اللہ عزوجل کے پیارے رسول، گلشن آمنہ کے مہکتے پھول، رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں بیٹھنے کا موقع مل گیا وہ صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کا اعزاز پا گیا اور ہمارا ایمان ہے کہ سب صحابہ بلاشبہ جنتی ہیں رشد ہدایت کے درخشاں ستارے ہیں، مدنی مدینے والے صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے ہیں کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اصحابی کالنجوم فبا یھم القتدیتم اھتدیتم ۔

میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں تم جس صحابی کی بھی پیروی کرو گے ہدایت پاؤ گے۔ (مشکوۃ صفحہ ۵۵۴، المرقاۃ، جلد ۱۱، صفحہ ۳۸۵)

میرے آقا ﷺ کے جتنے بھی اصحاب ہیں
اس مبارک جماعت پہ لاکھوں سلام

صحابہ کرام کی عظمت کی قربان صحابہ نے کلمہ پڑھا تو کلمے والے کو دیکھا، درود پڑھا تو درود والے کو دیکھا قرآن پڑھا تو، صاحب قرآن کو دیکھا، نماز پڑھی تو کالی زلفوں والے کو دیکھا۔ دعا مانگی تو والضحیٰ چہرے والے مدنی آقا صلی اللہ علیہ وسلم کو

دیکھا۔

دو عالم نہ کیوں ہو نثار صحابہؓ
کہ عرش ہے منزل وقار صحابہؓ
رسالت کی منزل میں ہر ہر قدم پر
نبی ﷺ کی رہا انتظاری صحابہؓ
کمال صحابہ نبیؐ نبی ﷺ کی تمنا
جمال نبی ﷺ ہے قرار صحابہؓ

میٹھی میٹھی اسلامی بہنو!

مومن کلمہ اس لئے پڑھتا ہے کہ خدا راضی ہو جائے نمازی نماز اس لئے پڑھتا ہے کہ خدا راضی ہو جائے۔ حاجی حج اس لئے کرتا ہے کہ خدا راضی ہو جائے۔ قاری قرآن اس لئے پڑھتا ہے کہ خدا راضی ہو جائے۔ عابد عبادت اس لئے کرتا ہے کہ خدا راضی کرے مجاہد جہاد اس لئے کرتا ہے کہ خدا راضی ہو جائے۔ مگر معلوم نہیں خدا راضی بھی ہوا نہیں

لیکن صحابہ وہ خوش نصیب افراد امت ہیں کہ اللہ خود ان جانثاروں اور وفاداروں کو اپنی رضا کا مژدہ سنا رہا ہے چنانچہ قرآن پاک میں ارشاد ہو رہا ہے۔

رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُمۡ وَرَضُوۡا عَنۡہُ (پ ۱۱، سورۃ التوبہ آیت ۱۰۰)

ترجمہ کنز القرآن: اللہ عزوجل ان سے راضی اور وہ اس سے راضی۔

سبحان اللہ! کیا انعام ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اعمال حسنہ کی بدولت اللہ عزوجل راضی ہو گیا اور وہ اپنے ربّ کی طرف سے ملنے والے انعامات پر راضی ہو گئے۔

یاد رکھئے! صحابہ وہ کامل الایمان مسلمان ہیں کہ ان کے ایمان و ایقان کی گواہی

خود خالق کائنات دے رہا ہے چنانچہ قرآن کریم اعلان فرما رہا ہے۔

والذین امنوا وھاجروا وجھدو فی سبیل اللہ والذین اوتوا وتعر واولئک ھم المومنون حقاط لھم مغفرۃ ورزق کریم ۔

(پ۱۰ سورۃ الانفال، آیت ۷۴)

ترجمہ کنز الایمان: اور جو ایمان لائے اور ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں لڑے اور جنہوں نے اپنے کو جگہ دی اور مدد کی وہی سچے ایمان والے ہیں، ان کے لئے بخشش ہے اور عزت کی روزی۔

اس آیت کریمہ میں ان غلامانِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان بیان کی جا رہی ہے جنہوں نے ایمان لانے کے بعد اللہ اور اس کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا کے لئے ہجرت کی یعنی مہاجرین مکہ نے وطن عزیز چھوڑا، خاندان چھوڑا، کاروبار چھوڑا، گھر بار چھوڑا اور اللہ عزوجل کی راہ میں جہاد کیا پھر وہ انصار مدینہ جنہوں نے اللہ کی رضا کے لئے بے سرو سامان مہاجرین کو جگہ دی اپنے مکان اور اپنے کاروبار ان کے لئے پیش کر دیئے انہیں خوش آمدید کہا اور دل و جان سے ان کی مدد کی۔ ان صحابہ کرام علیہم الرضوان کے کامل الایمان ہونے کی تصدیق کی جا رہی ہے انہیں مغفرت و بخشش اور پاکیزہ روزی کی خوشخبری سنائی جا رہی ہے۔

میٹھی میٹھی اسلامی بہنو!

اللہ رب العزت نے مخلوق کی ہدایت کے لئے وقتاً فوقتاً کئی انبیائے کرام کو مبعوث فرمایا، سب سے آخر میں اپنے پیارے محبوب دانائے غیوب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ختم نبوت کا تاج پہنا کر بھیجا۔ سرکار عالی وقار صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ حق کے اس فریضہ کو انتہائی خوش اسلوبی سے نبھایا اور تبلیغ دین متین کا حق ادا کر دیا۔

حجۃ الوداع کے موقع پر میدان عرفات میں کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار

انسانوں کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر آپ کی تئیس سال کی کوششوں کا ثمر تھا۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دوران خطبہ اپنے صحابہ دریافت فرمایا اے لوگو! کیا میں نے تم تک پیغام الٰہی پہنچا دیا؟ سب حاضرین بے ساختہ پکار اٹھے۔

ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ تبلیغ دین کا حق ادا کر دیا امانت ادا فرمادی اور امت کی پوری خیر خواہی فرمائی۔ (مشکوۃ المصابیح رقم الحدیث ۲۵۵۵ ج ۵ صفحہ ۴۳۹)

یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری میری جان ہے یہ امت کے لئے وصیت اور تاکید ہے کہ اس پیغام کو ان لوگوں تک پہنچادیں جو یہاں حاضر نہیں۔

(صحیح بخاری جلد ۱، صفحہ ۴۴ قدیمی کتب خانہ)

پھر پیغام رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اشاعت کے لئے صحابہ کرام دنیا بھر میں پھیل گئے اور دین اسلام کا بول بالا کر دیا۔ ان صحابہ نے بارگاہ رسالت سے علم دین حاصل کیا اور فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کرتے ہوئے راہ خدا میں سفر ادا کیا۔ جیسا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

بلغوا عنی ولو اٰیۃ (میری طرف سے پہنچادو اگرچہ ایک ہی آیت ہو)

(تفسیر نعیمی)

صحابہ کرام تعمیل حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر دنیا کے طول و عرض میں پھیل گئے یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام کے مزارات صرف مدینے شریف میں ہی نہیں بلکہ دنیا کے کئی ممالک میں موجود ہیں۔

میٹھی میٹھی اسلامی بہنو! گلستان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے [illegible] کی خوشبو سے مہک پا کر تابعین۔ تبع تابعین، علمائے ربانیین اور اولیائے کاملین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین اپنے اپنے دور میں شجر اسلام کی آبیاری میں مصروف ہیں [illegible]

رکت سے آج چمنستان اسلام لہلہاتا نظر آرہا ہے انہوں نے یہ پیغام حق لوگوں تک پہنچانے کے لئے اپنی زندگیاں وقف کردیں۔ دنیا سے پردہ کرنے کے باوجود آج بھی ان کا نام روشن ہے، ان کا پیغام زندہ تابندہ ہے۔ ان کے وصال کو صدیاں گزر گئیں مگر آج بھی ان کے مزارات منبع انوار وتجلیات ہیں۔ آج بھی عاشقان رسول صلی اللہ علیہ وسلم مزارات اولیاء پر حاضری دیتے اور منہ مانگی مرادیں پاتے ہیں۔

میٹھی میٹھی اور محترم اسلامی بہنو!

اگر آپ بھی عظمت صحابہ اولیاء سے سینہ مدینہ بنانا چاہتی ہیں تو آیئے دعوت اسلامی کے مدنی ماحول سے وابستہ ہوجایئے اپنے حلقع میں ہونے والے اسلامی بہنو کے سنتوں بھرے اجتماع میں پابندی کے ساتھ شرکت کیجئے، ان شاء اللہ اس کی برکت سے آپ کے سینے میں مدنی انقلاب برپا ہوجائے گا۔

الحمدللہ دعوت اسلامی فیضان صحابہ کرام کی عملی تصور پیش کررہی ہے، اسکے مشکبار مدنی ماحول سے متاثر ہوکر لاکھوں لوگ ہدایت پاگئے۔ فرض نماز تک قضاء کردینوالے تہجد کے پابند ہوگئے، فلمی گانوں کی شوقین یاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں غمگین ہو گئے۔ بے شمار اسلامی بہنیں دعوت اسلامی کے مدنی ماحول کی برکت سے پردے کی پابند، عبادت گزار، پرہیزگار اور مدنی آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی جانثار بن گئیں اللہ تعالیٰ ہمیں بھی دعوت اسلامی کے وفادار بنائے اور تادم آخر سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چرچا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

شان صحابہ کرام رضی اللہ عنہ:

صحابہ کرام علیہم الرضوان صف اول کے متقی اور پرہیزگار تھے، اخلاق و اعمال، سیرت وکردار میں بے مثال تھے، ان کے دل خوف خدا سے جزین اور جذبہ جہاد سے سرشار تھے امانت ودیانت، صداقت وعدالت، سخاوت وشجاعت

ان کا طرۂ امتیاز تھا، خود خالق کائنات ان کے فضل و کمال اور حسن کردار کا اعلان فرما رہا ہے۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ عزوجل کے رسول ہیں اور ان کے ساتھ والے کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں نرم دل، تو انہیں دیکھے گا رکوع کرتے، سجدے میں گرتے، اللہ (عزوجل) کا فضل و رضا چاہتے ان کی علامت ان کے چہروں میں ہے سجدوں کے نشان سے (پ ۲۶، سورۃ الفتح، آیت ۲۱)

معلوم ہوا صحابہ کرام کفار و منافقین کے سامنے آہنی دیوار بن جاتے ہیں اور آپس میں ایسے مہربان ہیں جیسے بھائی سگے بھائی پر مہربان ہوتا ہے عبادت گزار ایسے کہ ساری ساری رات رکوع و سجود میں گزار دیتے، ان کا مقصود صرف اور صرف رب تعالیٰ کا فضل، ان کا مطلوب اللہ کی رضا کے سوا کچھ نہیں، ان کی شب بیداری ان کی پیشانی پر سجدوں کے نشان سے عیاں ہے۔

خلافت، امامت، ولایت، کرامت
ہر اک فصل پر اقتدار صحابہ
نمایاں ہے اسلام کے گلستاں میں
ہر اک گل پر رنگ بہار صحابہ

میٹھی اسلامی بہنو!

جلوت ہو یا خلوت، جنگ ہو یا امن، دن ہو یا رات دھوپ ہو یا برسات، ہر ہر ساعت صحابہ کرام مدنی آقا صلی اللہ علیہ وسلم پر سینا تن من دھن سے قربان کرنے کو تیار رہتے۔

غزوۂ بدر کے موقع پر نبی پاک، صاحب لولاک، سیاح افلاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ سے مشورہ طلب فرمایا۔ سیدنا صدیق اکبر اور سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سمیت تمام مہاجرین نے دین اسلام کے لئے جان و مال سمیت سب کچھ

قربان کرنے کا اعلان کیا۔

انصار مدینہ میں حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔

حضور آپ کا حکم ہوا تو ہم سمندر میں بھی چھلانگ لگا دیں گے۔ پھر حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ اٹھے اور عرض کی آقا ہم آپ کے دائیں لڑیں گے، بائیں لڑیں گے، آپ کے آگے لڑیں گے، پیچھے لڑیں گے (یعنی آپ کی حفاظت پر ہم جان کی بازی لگا دیں گے)۔ (صحیح بخاری جلد ۲ صفحہ ۵۲۴)

صحابہؓ ہیں تاج رسالت کے لشکر
رسول خدا ﷺ ہیں تاجدار صحابہ
انہی میں ہیں بدر و احد کے مجاہد
لقب جن کا ہے جانثار صحابہؓ

میٹھی میٹھی اسلامی بہنو! صحابہ کرام کو راہ اسلام میں سخت ترین مصائب کا سامنا کرنا پڑا، کفار ومشرکین نے طرح طرح کی اذیتیں دیں، بے شمار تکلیفیں پہنچائیں لگر ان عاشقان رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر دکھ برداشت کیا۔ مصیبتوں کو گلے لگایا مگر انہوں نے سب کچھ برداشت کیا مگر دامن رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے دجا ہونا گوارا نہ کیا، گویا قول وفعل سے صحابہ نے ثابت کر دیا۔

زمانہ چھوٹ جائے روٹھ جائے فلق تو کیا غم
نہ چھوٹے ہاتھ سے دامن تمہارا یارسول اللہ ﷺ

حضرت سیدنا ابوبکر صدیق نے برسر عام تبلیغ اسلام کے لئے آواز بلند فرمائی تو مشرکین مکہ نے اس قدر ظلم کیا کہ آپ بیہوش ہو گئے۔ مگر آپ کے پائے استقلال میں ذرہ برابر فرق نہ آیا۔

حضرت بلال حبشی کو تپتی ریت پر مظالم کا نشانہ بنایا گیا مگر ان کی زبان پر مسلسل

نام خدا اور ذکر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جاری رہا۔

حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو کافروں نے سولی پر لٹکا دیا، آپ نے موت کو گلے لگالیا مگر رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن نہ چھوڑا۔

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی آنکھوں کے سامنے ان کے بچوں کو شہید کر دیا گیا مگر پھر بھی آپ کی زبان پر اللہ اکبر کی صدا جاری رہی۔

میٹھی میٹھی اسلامی بہنو! صحابیات بھی خدمت اسلام میں پیش پیش رہے یا کئی صحابیات کو غزوات میں زخموں کی مرہم پٹی کرنے، انہیں پانی پلانے اور کافروں کے ساتھ جنگ کرنے کی سعادت ملی۔

حضرت نسین ابن کعب رضی اللہ عنہ میدان احد میں مشکیزہ اٹھا کر مجاہدین کو پانی فراہم کرنے پر مامور تھیں کہ گھمسان کی جنگ شروع ہوگئی اور حضرت نینا بن کعب بھی قتال میں مصروف ہوگئی۔ آپ فرماتی ہیں میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد مشرکین کے حملے روکتی رہی یہاں تک کہ ایک کافر نے مجھ پر تلوار کا وار کیا لیکن وار ناکام ہوگیا میں نے اپنی تلوار سے اس کے گھوڑے پر وار کیا اس کا گھوڑا گر پڑا اور وہ کافر گھوڑے سے جدا ہوگیا۔ اس موقع پر سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے بیٹے کو آواز دی اے عمارہ! اپنی ماہ کے پاس جاؤ۔ چنانچہ میں نے اپنے بیٹے کے ساتھ مل کر اس کافر کو واصل جہنم کر دیا۔

(مقام عورت صفحہ ۳۲، مطبوع مکتبہ المدینہ کراچی)

حضرت عمار بن یاسر کی والدہ حضرت سمیہ رضی اللہ عنہ کو کفار مکہ نے قبول اسلام کی پاداش میں بہت ستایا۔ ایک بار بدترین دشمن اسلام ابوجہل نیزہ تان کر حضرت سمیہ کو کہنے لگا۔ کلمہ پڑھنا چھوڑ دو ورنہ یہ نیزہ ماردوں گا یہ سن کر حضرت سمیہ نے باآواز بلند کلمہ پڑھنا شروع کر دیا ابوجہل لعین نے اس کی ناف کے نیچے نیزہ مارا آپ خون

میں لت پت ہو کر گر پڑیں اور مرتبہ شہادت سے سرفراز ہو گئیں۔
(مقام عورت صفحہ ۳۳ مطبوعہ مکتبہ المدینہ کراچی)

حضرت زنیرہ رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ کے ایک گھرانے کی لونڈی تھیں، قبول اسلام پر سارا گھرانہ ان کی جان کا دشمن ہو گیا کفار نے ان کو اتنا مارا کہ ان کی بینائی جاتی رہی۔ اس پر وہ طعنے دینے لگے کہ تو نے بتوں کی پوجا چھوڑ دی ہے اس لئے تیری آنکھوں کی بصارت جاتی رہی ہے۔ اب پکار! اپنے خدا کو کہ تیری بینائی لوٹا دے۔ آپ یہ طعنہ سن کر بڑی جرأت کے ساتھ کہتیں۔ میں جس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائی ہوں وہ اللہ عزوجل کے سچے رسول ہیں میرا اللہ عزوجل وحدہ لاشریک ہے وہ اگر چاہے گا تو میری آنکھیں ضرور روشن ہو جائیں گی۔

ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار مکہ کا یہ طعنہ سنا تو فرمایا زنیرہ! صبر کر، پھر مدنی آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی اسی وقت حضرت زنیرہ رضی اللہ عنہا کی آنکھیں روشن ہو گئیں۔ (مقام عورت صفحہ ۳۳ مطبوعہ مکتبہ المدینہ کراچی)

اجابت نے بڑھ کر گلے سے لگایا
بڑی ناز سے جب دعائے محمد ﷺ
اجابت کا سہرا عنایت کا جوڑا
دلہن بن کے نکلی دعائے محمد ﷺ

میٹھی میٹھی اسلامی بہنو!

صحابہ وصحابیات بھی دین اسلام کی آبیاری میں سر دھڑ کی بازی لگاتے رہے، اپنی جان پر کھیل کر تبلیغ اسلام فرماتے رہے اور راہ اسلام میں آنے والے سب مصائب کو خندہ پیشانی سے برداشت فرماتے رہے۔

اے کاش! ہمیں وہ جذبہ ایمانی نصیب ہو جاتا جو صحابہ کرام کے دلوں میں موجزن تھا، وہ عشق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میسر آ جاتا جو صحابہ کرام کو حاصل تھا! کاش وہ جذبہ، وہ حوصلہ، وہ جرأت ہمیں بھی مل جاتی جو صحابیات وصالحات کو حاصل تھی۔ کاش! ہم بھی علم دین سیکھنے کا شوق رکھتیں! دین اسلام کی خاطر قربانی دیتیں! سنتیں سکھنے اور سکھانے کی کوشش کرتیں! دن رات خدمت اسلام میں مصروف رہتی مگر افسوس! ہمیں تو دنیا کے دھندوں ہی سے فرصت نہیں، خانہ داری ہی سے فرصت نہیں، کچھ ذمہ داریاں ہمارے ذمہ ضروری ہیں مگر کئی کاموں کو ہم نے خود ہی سر پر سوار رکھا ہے اور زندگی کو وبال جان بنا رکھا ہے؟ ان کاموں کے سبب ہم دن رات مصروف رہتیں اور دین سے دور ہوتی جا رہی ہیں۔ آج اگر کوئی دین کا درد رکھنے والی اسلامی بہن ہمیں بڑے جانِ مے کے ساتھ سنتوں بھرے اجتماع میں شرکت کرنے، کیسٹ اجتماع میں آنے اور نیکی کی دعوت میں بلاتی ہے تو ہم ٹس سے مس نہیں ہوتیں۔

میٹھی اسلامی بہنو!

مسائل اور مشکالت تو ہر اسلامی بہن کو درپیش ہیں، اگر ہم میں سے ہر ایک مجبوریوں کا شکار ہو گئی تو ان کا کام کون کرے گی؟ کیسے نور اسلام گھر گھر پہنچے گا؟

گھر گھر نیکی کی دعوت کون پیش کرے گا؟ آیئے صحابہ وصحابیات کے نقش قدم پر چلتی ہوئی آج ہی سید عوت اسلامی کے ہفتہ وار سنتوں بھرے اجتماع میں پابندی کے ساتھ شرکت کی نیت کر لیتی ہیں۔

الحمد للہ! دعوت اسلامی کے مہکے مہکے مدنی ماحول میں بکثرت سنتیں سیکھی اور سکھائی جاتی ہیں خوش نصیب اسلامی بہنیں گھر گھر نیکی کی دعوت پیش کر رہی ہیں

آپ بھی نیکی کی دعوت عام کرنے میں لگ جایئے۔ انگریزی فیشن چھوڑیئے۔ سنت رسول سے رشتہ جوڑیئے۔ اس کی برکت سے انشاء اللہ بارگاہ رب العزت میں عالی مقام حاصل ہوگا۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری بیٹی خاتون جنت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی سیرت مبارکہ اپنایئے اور دونوں جہانوں میں عزت پایئے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں صحابہ کرام کے نقش قدم پر چلنے، صحابیات کی مبارک زندگی کو مشعل راہ بنانے اور دن رات سنتوں کے پرچار میں مصروف رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔۔

آمین بجاہ النبی الامین ۔

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ اجمعین ۔

ذکر مصطفیٰ ﷺ اور صحابہ کرام علیہم الرضوان

عاشقان ماہ رسالت، صحابہ کرام علیہم الرضوان دنیا کے خوش قسمت ترین انسان ہیں کیونکہ انہوں نے حالت ایمان میں حبیب مکرم، شاہ بنی آدم آقائے محتشم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اختیار کی اور اپنی آنکھوں کی تشنگی کو دیدار مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے سیراب کیا اور ہر وقت محبوب دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی لحہ بھر کے لئے بھی گوارا نہ تھی اور وہ ایک دوسرے سے اقبال کی زبان میں یوں ذکر حبیب علیہ السلام کرتے۔

بیا اے ہم نشیں باہم بنالیم
منا و تو کشتہ شان جمالیم

میرے ساتھی! آمل کر روئیں میں اور تو ایک ہیش ان حسن وکمال کے کشتہ ہیں۔

ان غلامان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں ہر وقت یہی تمنا دھڑکتی رہتی تھی کہ ان کا محبب علیہ الصلوٰۃ والسلام کبھی بھی ان سے جدا نہ ہو اور ان حضرات قدسیہ کا یہ معمول بن چکا تھا کہ صبح وشام اپنے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذکر میں گم رہتے اور اپنے دلوں میں اپنے گھروں میں اور مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اوصاف وکمالات کا محبت بھرے انداز میں ذکر پاک کرتے، خصوصا جب سرکار علیہ السلام کا وصال ظاہری ہوتا ہے تو ہر عاشق ماہ رسالت ایک دوسرے سے ذکر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سن کر اپنے زخمی دل کی مرہم کیا کرتا۔ جیسا کہ حضرت ابوہریرہ رضی

اللہ عنہ کا معمول تھا جب بھی کوئی اجنبی ملتا تو وہ شخص جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نہ کی ہوتی آپ اس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف حمیدہ کا ذکر سناتے، جب ذکر خیر چھڑ جاتا تو خوب روتے اور اپنے آنسوؤں سے آتش عشق کو ٹھنڈا کرتے۔

امام اہل محبت، آقائے نعمت، مجدد دین وملت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن اس کو یوں بیان فرماتے ہیں۔

خاک ہو کر عشق میں آرام سے سونا ملا
جان کی اکسیر ہے الفت رسول اللہ ﷺ کی

سیدنا صدیق اکبرؓ اور ذکر رسول اللہ ﷺ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جو کہ عاشقوں کے سالار ہیں اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے یار غار اور یار مزار بلکہ حقیقتوں کے راز دار ہیں حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ میرے والد گرامی سارا دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر رہتے جب عشاء کی نماز سے فارغ ہو کر گھر آتے تو جدائی کے یہ چند لمحے گزارنا ان کے لئے دشوار ہو جاتا وہ ساری ساری رات بے چینی اور بے قراری میں گزار دیتے، ہجر و فراق کی وجہ سے ان کے جگر سوختہ سے اس طرح آہ نکلتی جیسے کوئی چیز جل رہی ہے اور ان کی یہ کیفیت اس وقت تک رہتی جب تک وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے کو دیکھ نہ لیتے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا سبب وصال بھی ہجر و فراق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی بنا۔ آپ رضی اللہ عنہ کا جسم مبارک بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صدمے سے نہایت ہی لاغر ہو گیا تھا حتیٰ کہ اس صدمہ سے آپ رضی اللہ عنہ کا وصال ہو گیا۔

آپ رضی اللہ عنہ سارا دن سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نیابت کے فرائض سر

انجام دیتے اور ساری رات محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد میں تڑپتے سلگتے گزار دیتے۔

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا وقت وصال قریب آیا تو آپ نے پوچھا۔

ای یوم حذا؟

آج کون سا دن ہے؟

قالوا یوم الاثنین

جواب میں عرض کیا آج پیر کا دن ہے۔

فرمایا اگر میں آج فوت ہو جاؤں تو آنے والے دن کا انتظار نہ کرنا۔ کیونکہ مجھے وہ دن اور راتیں زیادہ محبوب ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہیں۔

غسل و کفن کے بارے میں وصیت:

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب آپ رضی اللہ عنہ کا وقت وصال قریب آیا تو مجھے پیغام بھیجا۔ جب میں حاضر ہوا تو مجھ سے اشکبار آنکھوں سے فرمایا / اے علی!

مجھے بھی ان ہاتھوں سے غسل دینا جن سے تو نے میرے محبوب، منزہ عن العیوب صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا تھا تاکہ میری یہ نسبت بھی قائم رہے (کنز العمال ص ۱۲/ ۵۳۸)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ آپ نے کفن کے بارے میں پوچھا کہ تم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کیسا کفن دیا تھا؟ عرض کی ابا جان وہ تو تین کپڑے تھے نہ ان میں قمیص تھا اور نہ ہی عمامہ!

فرمایا: بیٹی!

النظر و ثوبی ھذین فاغسلو ھما و کفنونی فیھما۔

میرے ان دونوں کپڑوں کو دیکھو پس انہیں دھو کر انہیں دونوں میں مجھے کفن دینا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا ابا جان اللہ تعالیٰ نے ہمیں بہت کچھ دے رکھا ہے ہم آپ کو نیا کفن پہنچائیں گے۔ فرمایا میری بیٹی! میری اس وصیت کی وجہ غربت و امارت نہیں بلکہ زندہ آمی میت کی نسبت نئے کپڑے کا زیادہ حقدار ہے۔

پرانے کپڑوں میں کفن دینے کی حکمت:

بوسیدہ لباس میں کفن دینے کی حکمت محدثین کرام فرماتے ہیں۔

اس میں تبرک کا حصول تھا کیونکہ یہ لباس بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے عطا ہوا تھا اور ان کپڑوں کو نبی پاک صاحب لولاک، سیاح افلاک کے مبارک ہاتھ لگے تھے۔ حضرت سیدنا صدیق اکبر اس نسبت کو قائم رکھنا چاہتے تھے اس لئے ان کی وصیت فرمائی۔

توجہ طلب:

مذکورہ بالا حدیث میں دو کپڑوں کا ذکر ہے جب کہ المستدرک اور طبقات ابن سعد کی روایت میں تین ہی کپڑوں کا ذکر ہے۔

ہوسکتا ہے یہاں پر یہ سوال پیدا ہو کہ آپ رضی اللہ عنہ کے جاننے کے باوجود کیوں پوچھ رہے ہو؟ اس میں متعدد حکمتیں ہیں۔

۱- اس کے تزکرہ سے اپنے پیارے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یاد قائم رکھتا ہے۔

۲- دوسری وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ اگر ان کو معلوم نہیں تو بتا دیا جائے تا کہ آخری وقت بھی آقا علیہ السلام کی سنت ادا ہو جائے۔

ہجر نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں روتے رہتے:

غار یار، یار مزار، حقیقتوں کے راز دار عاشقوں کے سالار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں مختلف احادیث میں آتا ہے کہ وہ منبر پر کھڑے ہوتے اور سوئے ادب منبر کی ایک جانب، جب بھی رحمت عالم، جان عالم، محبوب دوعالم، شفیع معظم، حبیب مکرم، شاہ بنی آدم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر خیر کرتے تو رو پڑتے چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

قام ابوبکر علی المنبر فقال قد علمتم ما قام به رسول الله صلی الله علیه وسلم ولکی ثم اعادها ثم بکی ثم عادها ثم بلی.

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ منبر پر کھڑے ہوئے اور کہا تحقیق تم لوگ جانتے ہو اس کو جس کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے تھے پھر رو پڑے یہ کلمہ تین مرتبہ دہرایا۔

پھر فرمایا اے لوگو! اس دنیا میں معافی اور عافیت سے بڑھ کر کوئی شے نہیں لہٰذا اللہ تعالیٰ سے یہی مانگو، یعنی اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگتے رہو اور عافیت طلب کرتے رہو (بخاری، باب الابوب)۔

خاک ہو کر عزق میں آرام سے سونا ملا
جان اکسیر ہے الفت رسول اللہ کی ﷺ

راز دان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم گفتگو سنتے ہی:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مرض وصال منبر پر جلوہ فرما ہوئے اور خطبہ ارشاد فرمایا دوران خطبہ فرمایا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک بندے کو یہ اختیار فرمایا ہے کہ وہ اس دنیا میں رہنا پسند کرے یا اپنے ربّ کے ہاں جانا پسند کرلے پس اس بندے نے اپنے ربّ کے ہاں جانا پسند کرلیا ہے۔ یہ سنتے ہی صدیق اکبر بزار وقطار روئے۔ یہاں تک کہ داڑھی مبارک آنسوؤں سے بھیگ گئی۔ روتے روتے عرض کرتے ہیں۔

فدیناك با بائنا و امصا تنا (مشکوۃ المصابیح ۵۴۲)

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں ہمیں چھوڑ کر نہ جائیں (ہم یتیم ہوجائیں گے)

لوگ حیران ہوکر کہنے لگے اے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو کسی آدمی کی بات کررہے ہیں یار غار، یار مزار، عاشقوں کے سالار، حقیقتوں کے راز دار رضی اللہ عنہ روتے ہوئے فرماتے ہیں لوگوں تمہیں معلوم نہیں کہ جس آدمی کو اختیار دیا گیا ہے وہ ہمارے آقا علیہ السلام ہی تو ہیں۔ جو ہمیں چھوڑ کر جارہے ہیں۔ یہ سن کر صحابہ کرام تب سمجھے کہ اس بندے سے مراد سرکار علیہ السلام کی ذات اقدس ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور ذکر رسول صلی اللہ علیہ وسلم:

آپ رضی اللہ عنہ کا مقام ومرتبہ یہ ہے کہ آپ کی زبان پر اللہ تعالیٰ نے حق کو جاری فرمادیا۔ آپ کے سائے سے شیطان بھی بھاگ اٹھتا ہے حضور پرنور، شافع یوم النشور، محبوب ربّ غفور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی ایسی تربیت فرمائی کہ تاریخ اسلام میں ان جیسا عادل حکمران نہیں مل سکا۔

حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک رات حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت کے لئے رات کو نکلتے آپ نے ایک گھر میں دیکھا کہ چراغ جل رہا ہے اور ایک بوڑھی عورت اون کاتتے ہوئے ہجر وفراق میں ڈوبے ہوئے یہ

اشعار پڑھ رہی تھی جب کا ترجمہ یہ ہے:

""محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ان کے تمام ماننے والوں کی طرف سے سلام ہو اور تمام متقین کی طرف سے بھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم راتوں کو اللہ کی یاد میں کثیر قیام کرنے والے اور سحری کے وقت آنسو بہانے والے تھے ہائے افسوس اسباب موت کثیر ہیں۔ اے کاش! مجھے یقین ہو جائے کہ روز قیامت مجھے آقا علیہ السلام کا قرب نصیب ہوگا" (الشفا)

جب یہ اشعار ایک عاشق صادق نے سنے تو پرانے زخم تازہ ہو گئے۔ دل سے غم والم کا طوفان اٹھا اور آنکھوں کے ذریعے رخساروں پر بہتا ہوا ریش مبارک کو تر کرتے ہوئے زمین کو سیراب کرنے لگا۔ زاروقطار روتے ہوئے دروازے پر رک گئے اور دروازے پر دستک دی۔

خاتون نے پوچھا کون؟ آپ نے جواب دیا: عمر بن خطاب، اس عاشقہ، عفیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا۔ رات کے وقت عمر کو یہاں کیا کام ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: خدا تجھ پر رحم کرے تو دروازہ کھول تجھے کوئی پریشانی نہیں ہوگی۔

ففتحت لہ فدکل علیھا وقال ردی الکلمات التی قلتھا آزفا خددتھا فقال اذ خلینی معکھا و قولی عمر فاغفر لہ یا غفار ۔(نسیم الریاض ص ۳/۳۵۵)

اس خاتون نے دروازہ کھولا آپ رضی اللہ عنہ داخل ہوئے اور کہا جو اشعار تو ابھی پڑھ رہی تھی انہیں دوبارہ پڑھ۔ اس نے جب دوبارہ اشعار پڑھے تو آپ کہنے لگے کہ اے خاتون کل قیامت کے اجتماع میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت میں مجھے بھی شامل کر لے اور کہہ اے معاف کرنے والے عمر کو معاف کردے۔

قاضی سلیمان منصوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس واقعہ کے بعد عمر فاروق رضی اللہ عنہ کئی دن تک فراق نبی علیہ السلام کے غم میں صاحب فراش رہے اور صحابہ آپ کی عیادت کے لئے آتے رہے۔

فراق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں فاروق اعظم کی حالت:

جب نبی کریم رؤف رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ظاہری ہو تو ہجر و فراق کے غم میں تلوار بے نیام کر لی اور کہنے لگے جس نے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم وصال فرما گئے ہیں میں اس کی گردن تن سے جدا کر دوں گا۔ صحابہ کرام کی حالت دیکھ کر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے آپ کو سنبھالا اور خطبہ دیا جس سے صحابہ کی کیفیت کچھ بدلی۔ اس خطبے کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اقدس کے قریب حاضر ہوئے۔ سر اقدس سے کپڑا اٹھایا۔ جب منہ مبارک سے کپڑا اٹھایا تو بے اختیار روتے ہوئے عرض کرنے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ ہمیں واقعہ ہی چھوڑ گئے، ہمیں یتیم کر گئے اور بے سہارا کر گئے۔ دوبارہ کپڑا ڈالتے ہوئے بارگاہ اقدس میں سلام و درود کا ہدیہ پیش کرتے ہوئے کہنے لگے۔

السلام علیك یارسول الله با بی انت وامی لقد کنت تحطبنا علی جذع نخلة فلما کثر الناس اتغذت منبرا لالخ ۔(الرسول و عبدالحلیم محمود)

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ پر سلام ہو آپ پر میرے ماں باپ قربان، آپ ہمیں کھجور کے تنے کے ساتھ کھڑے ہو کر خطبہ دیتے تھے۔ جب صحابہ کرام کی کثرت ہوگئی تو آپ کے لئے منبر بنوایا گیا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس تنے کو چھوڑ کر منبر پر جلوہ افروز ہوئے۔ تو اس تنے نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی میں سسکیاں لے لے کر رونا شروع کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تنے پر اپنا دست اقدس رکھا تو

وہ خاموش ہو گیا۔ جب اس بے جان تنے کا آپ کے فراق میں یہ حال ہے تو پھر
س تنے کی نسبت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فراق پر نالہ شوق کے زیادہ حقدار ہیں۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر قربان آپ کو اللہ تعالی نے کتنی
فضیلتیں عطا فرمائی کہ آپ کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا۔ (دوسری روایت میں یوں
ہے)

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ صلی اللہ علیہ
وسلم کا یہ عالم ہے کہ عرش کے مہمان ہو کر ہم خاک نشینوں میں رہے ہم لوگوں میں نکاح
کیا۔ اور ہمارے ساتھ کھانا تناول فرمایا، صوف کا لباس پہنا، عام جانوروں پر سواری
فرمائی بلکہ ہم جیسوں کو اپنے پیچھے بٹھایا۔ اور اپنی تواضع کے پیش نظر زمین پر دستر خوان
بچھایا۔ (عبدالحلیم محمود، الرسول شائع کردہ لبنان، لبروت)

قحط سالی میں عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا عمل:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا دور خلافت تھا سترہ ہجری کے آخر اور اٹھارہ
ہجری کے ابتداء میں قحط سالی ہو گئی۔ لوگ اس قحط سالی کے سبب بڑے پریشان ہو
گئے۔

بلکہ حضرت عبدالرحمن بن کعب رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق کئی لوگ ہلاک
بھی ہو گئے۔

صحابی رسول حضرت بلال بن حارث لمونی رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے
روضہ اطہر پر حاضر ہوئے اور بارگاہ بے کس پناہ میں عرض کی۔

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم استسق لامتک فانھم قد
ھلکوا۔

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شفقت فرمائیے اپنے امت کے لئے بارش کی

دعا فرمائے کیونکہ وہ قحط سالی سے ہلاک ہو رہی ہے۔

رات کو حضرت بلال رضی اللہ عنہ سوئے تو قسمت انگڑائی لے کر جاگ اٹھی اور آپ کو خواب میں نبی پاک، صاحب لولاک، سیاح افلاک، آمنہ کے لال، محبوب ربّ ذوالجلال صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اذهب الى عمر فاقرئه السلام و اخبرها نكم ستقون و قل له عليك الكيس..

عمر کو میرا اسلام کہنا اور انہیں جا کر اطلاع کر دو کہ بارش ہو جائے گی مزید انہیں کہو کہ خوب دانائی اور محنت سے کام لو۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو جب حضرت بلال نے اطلاع دی تو آپ رو پڑے اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے حضور یوں دعا کرنے لگے۔

یارب ما الوا الا ما عجزت عنہ۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ص ١٢/٣٦)

اے اللہ عزوجل! میں اپنی طاقت کے مطابق خدمت خلق کی پوری کوشش کروں گا۔

اس کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حکمت و دانائی کے ساتھ کام لیتے ہوئے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو بلایا جو کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھا۔ ان کو بارگاہ خداوندی میں وسیلہ بنا کر دعا کی جس کو حضرت عبدالرحمٰن بن حاطب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر یہ دعا کرتے ہوئے دیکھا۔

اللهم انا نستعينك بعم رسولك صلى الله عليه وسلم .

(کنز العمال ص ٢/٢٧٣)

اے اللہ ہم تیری بارگاہ میں تیرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کو

سفارشی بناتے ہیں ہم پر بارش کا نزول فرما۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ لوگ ابھی تک اپنی جگہ سے منتشر بھی نہیں ہوئے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت کے وسیلہ جلیلہ سے بارش عطا فرما دی۔

محبوب کے قدموں میں پڑے رہنے کی آرزو: •

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ وقت وصال اپنے بیٹے کو فرماتے ہیں: اے عبداللہ! ام المومنین سیدہ عائشہ کی خدمت میں جاؤ۔ جا کو میرا سلام کہنا اور عرض کرنا۔ عمر بن خطاب کی خواہش ہے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پہلو میں دفن ہو۔ فقط میرا نام لینا امیر المومنین نہ کہنا۔

کیونکہ آج میں امیر المومنین نہیں رہا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ جب ام المومنین کی خدمت میں حاضر ہوئے کیا دیکھا کہ آپ اپنے حجرے میں بیٹھی رو رہی تھیں۔ سلام کیا اور والد گرامی کا پیغام پہنچایا۔

آپ نے فرمایا:

قد كنت و الله اريده لنفسي ولا و ثرنه اليوم على نفسي ۔

اللہ کی قسم وہ جگہ میں نے اپنے لئے رکھی تھی مگر آج میں عمر کو اپنے اوپر ترجیح دیتی ہوں۔

حضرت عبداللہ نے آکر خوشخبری دی کہ ام المومنین نے اجازت مرحمت فرما دی ہے تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ما كان شي اهم عندي منا ذالك المفجع ۔

میرے نزدیک اس مقام کے حصول سے بڑھ کر کوئی معاملہ نہیں۔

اے عبداللہ! جب میں فوت ہو جاؤں میری چارپائی کو حجرہ انور کے

سامنے رکھ کر ام المومنین سے یہ کہتے ہوئے اجازت لینا کہ عمر داخلے کی اجازت چاہتا ہے۔

فان اذنت لك فادفنوني وان لم تاذن فردوني الى مقابر المسلمين ۔(بخاری باب ما جاء فی قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

اگر سیدہ اجازت دیں تو مجھے روضہ اقدس میں دفن کر دینا اور اگر وہ اجازت نہ دیں تو مجھے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کر دینا۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا آقائے دو جہاں، رحمت عالمیان صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تعلق عشق اس حد تک پہنچا ہوا تھا۔ جو انسان اس منزل پر پہنچتا ہے تو پھر وہ کسی نہ کسی طریقے ہر وقت اپنے محبوب کے تذکرے کرتا رہتا ہے چنانچہ اس عاشق رسول، خدا کے مقبول، داماد رسول صلی اللہ علیہ وسلم گلشن رسالت کے مہکتے پھول رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول ہے کہ آپ ایک دن مسجد کے دروازے پر بیٹھ کر گوشت کا ٹکڑا تناول فرمانے لگے۔ لوگوں نے عرض کیا یہ دروازہ ہے اور لوگوں کی گزرگاہ ہے اور آپ کی شان کہ لائق نہیں کہ ایک گزرگاہ میں بیٹھ کر کھانا تناول فرمائیں۔ دیکھنے والے کیا خیال کریں گے۔ جس کے پیش نظر محبوب کی یاد ہو اور محبوب کے جلوے ہوں تو اس کو کہاں خبر رہتی ہے فرمانے والوں کی۔

عاشق صادق نے جواب میں فرمایا: اے لوگو! مجھے اور تو کچھ خبر نہیں بس محبوب کی یاد پیش نظر ہے وہ اس طرح ہے ایک بار میرے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں بیٹھ کر کھانا تناول فرمایا تھا۔ میں تو اس سنت پر عمل کر رہا ہوں۔ اور اپنے آقا علیہ السلام کی یاد کو تازہ کر کے اپنے دلوں کو تسکین دے رہا ہوں۔ اس وجہ سے اس وقت میری نظروں میں وہی ایمان افروز نظارے گھوم رہے ہیں۔ اور میں اپنے پیارے آقا علیہ

السلام کی اسی ادا کو دہرا رہا ہوں۔

اس پر کسی شاعر کی نظر پڑی تو وہ یوں بولنے لگا۔

مجھے کیا خبر تھی رکوع کی، مجھے ہوش کب تھا سجود کا۔

ترے نقش پا کی تلاش تھی جو جھکا رہا میں نماز میں

حسن سراپائے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ:

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم، نورِ مجسم، شفیع معظم، حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یمن بھیجا۔ ایک دن میں لوگوں کو خطاب کر رہا تھا اس وقت ایک یہودی عالم ہاتھ میں میرے سامنے کتاب لئے کھڑا ہوا اور مجھے کہنے لگا۔

اے علی رضی اللہ عنہ ابوالقاسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف بیان کرو۔ تو میں نے اپنی پیارے آقا علیہ السلام کے اوصاف بیان کرنا شروع کئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم طویل القامت ہیں نہ ہی کوتاہ قد بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم متناسب قامت ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک نہ زیادہ گھنگھریالے ہیں۔ نہ ہی بالکل سیدھے بلکہ درمیانے اور سیاہ ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر اقدس بڑا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ مبارک گورا مائل بہ سرخی ہے۔ مضبوط اندام، انگلیاں بھری ہوئی۔ حلق سے ناف تک بالوں کی لکیر، پلکیں دراز، ابرو ملے ہوئے، پیشانی چوڑی اور دونوں شانوں کے درمیان فاصلہ، جب چلتے ہیں تو جسم آگے کو جھکا ہوا معلوم ہوتا ہے گویا اترائی سے اتر رہے ہیں میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم جیسا کوئی نہیں دیکھا۔

حضرت علی فرماتے ہیں یہ اوصاف بیان کرنے کے بعد خاموش ہو گیا۔ تو اس یہودی عالم نے کہا کچھ اور اوصاف ہیں۔ میں نے پوچھا وہ کون سے؟ اس نے کہا ضیہ حقر یعنی آپ میں قدرے خمیر گی ہے میں نے کہا یہ وہی بات ہے جو میں بیان کر چکا

ہوں۔ یہودی عالم نے کہا کہ ہم یہ اوصاف اپنی کتابوں میں پاتے ہیں ہم اپنے اسلاف کی کتاب میں بھی پڑھتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے گھر اس کے حرم اور مقام امن سے مبعوث ہوں گے پھر اس حرم کی طرف ہجرت کریں گے جیسے آپ خود حرم قرار دیں گے اور اس حرم کی حرمت ایک سی ہوگی جیسی اللہ تعالیٰ کے حرم کی حرمت جہاں آپ ہجرت کر کے جائیں گے وہاں کے لوگ آپ کے انصار کہلائیں گے جو کہ عمرو بن عاص کی نسل سے ہوں گے اور یہ لوگ باغات اور زمینوں کے مالک ہوں گے اور ان سے پہلے یہودیوں کا تسلط ہوگا۔

یہ سن کر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ تو بالکل حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف ہیں۔

قال الحبر فانی اشهدانه النبی وانه رسول الله صلی الله علیه وسلم الی للناس کافة .

یہودی عالم نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبی ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام انسانوں کی طرف خدا کے رسول ہیں۔

اعلیٰ حضرت علیہ رحمۃ اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے یوں گویا ہوتے ہیں۔

ہے کلام الٰہی میں شمس وضحیٰ ترے چہرہ نور فزا کی قسم
قسم شب تار میں راز یہ تھا کہ حبیب کی زلف دوتا کی قسم
تیرے خلق کو حق نے عظیم کہا تیری خلق کو حق نے جمیل کہا
کوئی تجھ سا ہوا ہے نہ ہوگا شہا تیرے خالق حسن وادا کی قسم

تاجدار پیکر و دلنشین کو ربّ العزت نے ایسا حسین بنایا کہ ہر دیکھنے والا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن و جمال کی حلاوتوں میں گم ہو کر رہ جاتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت:

وہ حضرات قدسیہ جو فنافی الرسول کی منزل میں ہوتے ہیں۔ انہیں اور اہل بیت اطہار کو مرنے سے قبل رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوتی ہے۔ جو کہ اشارہ ہوتا ہے کہ اب تم ان دنیا فانی سے عالم بقا کی طرف سفر اختیار کرنے والے ہو۔ اسی طرح حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کا بھی جب وقت وصال قریب آیا تو آپ نے بڑے بیٹے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو سحری کے وقت بلایا اور فرمایا آج مجھے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی ہے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے آپ کی امت کی جانب سے یہ یہ تکالیف ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے علی تم ان کے خلاف دعا کرو۔ تم آپ رضی اللہ عنہ نے ان کے بارے میں دعا کی۔

اللھم ابدلنی یعم خیر ألی منھم وابط الھم شر الھر منی

(ابن سعد ص ۳/۳۲)

اے اللہ عزوجل مجھے ان کے شر کے عوض خیر کی صورت میں بدلا عطا فرما۔ اوران کے شر کی انہیں سزا دے۔

جب ابن ملجم خبیث نے مولائے کائنات، مولا مشکل کشا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم پر قاتلانہ وار کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نماز کی حالت میں تھے اس وار سے زخم کافی گہرا لگا۔ جب آپ رضی اللہ عنہ کو گھر لایا گیا اور آپ کے قاتل کو بھی پکڑ کر لایا گیا۔ اس وقت آپ کے صاحبزادے آپ کے لئے شربت بنا کر لے آئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے خاندان کی ریت کو نہ چھوڑا بلکہ فرمایا یہ شربت بھی اسے پلا دو کیونکہ یہ اس وقت گھبرایا ہوا ہے یہ ہمارا قیدی ہے اس لئے اسے دے دیا جائے۔

حضرت ابووائل رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں روایت

کرتے ہیں کہ ان کے پاس خوشبو تھی فرمایا اس خوشبو سے میرے کفن کو معطر کیا جائے کیونکہ یہ خوشبو وہ ہے جس سے مجھے اپنے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو آتی ہے وہ اس طرح کہ یہ وہ خوشبو ہے جسے سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے کفن پر لگایا گیا تھا اور یہ بچ گئی تھی، جس سے میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد تازہ ہوتی ہے۔

(عمدۃ القاری ص ۴۱/۸)

مولائے کائنات کا ذکر امام محقق کی زبانی:

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ ابد قرار، بے کسوں کے مددگار، شافع روزِ شمار صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دے رہے تھے تو پلکوں اور ناف مبارک پر پانی کے قطرات رہ گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرطِ محبت سے ان قطروں کو چولیا۔ اس کے بعد خود فرمایا کرتے تھے کہ میری قوت حفظ اور کثرت علم اس پانی کی وجہ سے ہے۔ جب غسل مکمل ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعضائے سجدہ پر خوشبو لگائی گئی اور تین بار کفن کو دھونی دی گئی، اس کے بعد جسم اقدس کو چار پائی پر رکھا گیا اور یہ بھی منقول ہے کہ اس خوشبو سے جو حصہ بچ گیا تھا وہ اپنے بیٹوں کے سپرد کرتے ہوئے فرمایا یہ میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو ہے، اسے محفوظ کرلو اور یہ میرے کفن پر لگا کر معطر کر دینا کیونکہ تا حشر قبر میں مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو آتی رہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور ذکر حبیب صلی اللہ علیہ وسلم:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں گھر میں چرخہ کات رہی تھی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سراپائے نور محبوب ربّ غفور صلی اللہ علیہ وسلم میرے سامنے بیٹھے ہوئے اپنے جوتے مبارک کو پیوند لگا رہے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی پر پسینے کے قطرے تھے جن سے نور کی شعاعیں نکل رہی تھیں۔ اس حسین منظر نے مجھے

چرخہ کاتنے سے روک دیا۔ پس میں یہ خوبصورت منظر دیکھ ہی رہی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تجھے کیا ہوا؟

میں نے عرض کیا آپ کی پیشانی مبارک پر پسینے کے قطرے ہیں جو نور کے ستارے معلوم ہوتے ہیں۔

ولو اراك ابو كبير الهذلي لعلم انك احق شعرٖ حيث يقول .

واذ انظرت الى اسرة وجهه

برقت بروق العارض المتتمعل

اگر ابو کبیر ہذلی (عرب کا مشہور شاعر تھا) آپ کو اس حالت میں دیکھ لیتا تو یقین کر لیتا کہ اس کے شعر کا مصداق آپ ہی ہیں کہ جب میں اس کے چہرے کو دیکھتا ہوں تو اس کے رخساروں کی چمک مثل ہلال نظر آتی ہے۔

میرے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی نظر محبت پڑی تو جھومتے ہوئے ہدیہ سلام پیش کرنے لگے۔

جس سے تاریک دل جگمگانے لگے
اس چمک والی رنگت پہ لاکھوں سلام

آپ رضی اللہ عنہ بطور تحدیث نعمت ذکر کرتیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بطور تحدیث نعمت فرمایا کرتی تھیں۔

ان من نعم على ان رسول الله صلى الله عليه وسلم توفى فى بيتى وضى يومى و بين سحرى و نحرى ۔ (بخاری ص ۲/۶۲۰)

مجھ پر اللہ تعالیٰ کے انعام میں سے ایک اعلیٰ انعام یہ ہے کہ اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال میرے حجرے، میری باری اور میری گود میں ہوا۔

ایک جگہ یوں فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری حیات کے چند لمحے باقی تھے، میری گود میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر اقدس تھا اتنے میں میرے بھائی عبدالرحمٰن آئے ان کے ہاتھ میں مسواک تھی آپ نے اس کی طرف چاہت کی نظر دیکھا۔ میں نے اپنے بھائی کو کہا کہ آپ کو مسواک شریف پیش کریں وہ سخت تھی میں نے اسے چبا کر نرم کیا اور وہی مسواک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا۔

پس اللہ تعالیٰ نے میرا اور آپ کا لعاب دہن دنیا کے آخری وقت اور آخرت کے پہلے دن جمع فرما دیا۔ (البخاری ص ۲/۶۴۰)

ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بھوک دیکھ کر رو پڑتیں:

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا خود بیان فرماتی ہیں کہ رحمت دو عالم، نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بھی سیر ہو کر کھانا نہیں کھایا اور کبھی بھوکے ہونے کا شکوہ بھی نہیں کیا۔ بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو غنا سے فاقہ محبوب تھا۔ ساری ساری رات کی بھوک و تھکاوٹ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو روزہ رکھنے سے مانع نہ تھی۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے تو اللہ تعالیٰ تمام زمین کے خزانے کے ثمرات اور عیش وعشرت عطا فرما دیتا مگر آپ نے فقر و فاقہ کو اختیار فرمایا۔

لقد کنت ربك له رحمة مماا ری به وامسع بیدی علی بطنا صحابه لعبوع ۔

مجھ سے سرکار علیہ السلام کی فقہ والی حالت نہ یکھی جاتی جب میں دیکھتی تو رو پڑتی اور اپنا ہاتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شکم اطہر پر رکھتی۔

اور عرض کیا کرتی میرے سر کے تاج، صاحب معراج، غریبوں کے لاج، صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے اتنا تو قبول فرمالو جو جسم کے لئے ضروری ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے اے عائشہ! میرا اور میرے بھائی اولوالعزم رسولوں کا دنیا سے کیا تعلق؟ انہوں نے اس سے زیادہ شدید حالت میں صبر کیا اور اسی حال میں رب کے ہاں پہنچ گئے۔ تو ربّ تعالیٰ نے خوب ثواب و کرام سے نوازا۔ میں معیشت میں ان سے بلند رہنا پسند نہیں کرتا۔ مجھے اپنے ان دوستوں اور بھائیوں سے ملنا ہر شے سے بڑھ کر محبوب ہے۔ (الشفاء ص ۱/۱۸۴)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جب یہ حالت دیکھتے تو بے اختیار رو پڑے۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے اے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کیوں روتے ہو؟ سنو!

فان شدة الجوع لا تعيب الجائع اذا احتسب فی ادار الدنيا

(زرقانی علی المواہب ۴/۳۱۹)

جو شخص رضائے الٰہی کی خاطر دنیا میں بھوکا رہا، وہ قیامت کی بھوک سے نجات پائے گا۔

امام اہل محبت ہدیہ سلام پیش کرتے ہوئے عرض کرتے ہیں۔

کل جہاں ملک اور جو کی روٹی غذا
اس شکم کی قناعت پر لاکھوں سلام

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قمیص مبارک اور عذاب قبر سے نجات:

حضرت سالم رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ سیدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا وصال سترہ رمضان المبارک کو نماز وتر کے بعد ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے رات ہی میں دفن کر دینا صبح کا انتظار نہ کرنا۔ اس کے بعد فرمایا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک قمیص

ہے، اس مبارک کرتے کو میرے سینے پر رکھ دینا اور دفن کر دینا شاید میں اس کی برکت سے عذاب قبر سے نجات پاؤں۔ (ابن سعد ص ۸/۷۷، سعادۃ المتقین ص ۱۰/۳۳۳)

وصال ظاہری کے بعد جب لوگ تدفین سے فارغ ہو کر لوٹے تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے لوگو!

تمہارے دلوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مٹی ڈالنا کیسے گوارہ کی۔

اس کے بعد خود قبر انور پر حاضر ہوئیں اور قبر کی مٹی اٹھا کر آنکھوں پر رکھی اور روتے ہوئے یہ اشعار پڑھنے لگیں جن کا ترجمہ یہ ہے۔

۱۔ جس نے میرے ابا حضور کے پاؤں کی خاک کو سونگھ لیا اسے ساری زندگی اور کوئی خوشبو سونگھنے کی ضرورت نہیں۔

۲۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کی وجہ سے مجھ پر وہ مصیبتیں ٹوٹی ہیں اگر وہ مصیبتیں دنوں پر پڑتیں تو وہ بھی شدت غم سے راتیں بن جاتے۔

۳۔ فراق حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں میرے رخساروں پر آنسوؤں سے نشان پڑ گئے اور میرا جگر چھلنی ہو چکا ہے۔

۴۔ مصیبت کے تمام مقامات پر صبر کرنا عمدہ ہے سوائے آپ کے غم کے۔

۵۔ میرے غم و حزن کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی عتاب نہیں اے کاش! میری آنکھیں ہمیشہ اشکبار رہیں۔

اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت، امام اہل محبت اس کو یوں بیان فرماتے ہیں۔

سنگ در حضور سے ہم کو خدا نہ صبر دے
جانا ہے سیر کو جا چکے دل کو قرار آئے کیوں

حضرت حسان رضی اللہ عنہ اور ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:

انسانی آنکھوں کی بے بسی کا یہ عالم تھا کہ شاعر رسول حضرت حسان بن ثابت

رضی اللہ عنہ جو اپنے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ بے کس پناہ میں درودوں کے گجرے اور سلاموں کی ڈالیاں پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رخ زیبا دیکھ کر اپنی آنکھیں تھیلیوں سے ڈھانپ لیا کرتے ہیں۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ خود فرماتے ہیں۔

لما نظرت الی انوارہ صلی اللہ علیہ وسلم وضعت کفی علی عینی خوفا من ذهاب بسری (جواہر البحار ص ۲/۲۵۰)

میں نے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انوار و تجلیات کا مشاہدہ کیا تو اپنی ہتھیلی اپنی آنکھوں پر رکھ لی۔ اس لئے کہ کہیں میں بینائی سے ہی محروم نہ ہو جاؤں۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے حضور، پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن و جمال کا تذکرہ بڑے ہی دلپذیر انداز میں کیا ہے۔

واحسن منك لم ترقط عینی

یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے حسین تر میری آنکھ نے کبھی دیکھا ہی نہیں۔

جب یہ مصرعہ پڑھا دل میں خیال آیا۔ اے حسان تیری نظر تو محدود ہے۔ ہوسکتا ہے تو نے نہ دیکھا ہو لیکن ان جیسا کہیں اور ہو۔ فوراً اس خیال کی تردید کرتے ہوئے کہا۔

واجمل منك لم تلد النساء۔

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے حسین و جمیل کو کسی ماں نے جنا ہی نہیں۔

اس کے بعد فرماتے ہیں۔

خلقت مبراءً من کل عیب ۔

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی تخلیق بے عیب ہے۔

یہاں پر عاشق رسول نے خلقت کہا ہے، ولدت یا بعثت نہیں کہا۔ کیوں نہیں کہا؟ اس لئے کہ ولدت اور بعثت بھی اس میں داخل ہو جاتے ہیں جب کہ اس کے برعکس ولادت اور بعثت کہنے سے خلقت شامل نہیں ہوتا۔

مراد اس سے یہ ہے کہ کامل تعریف ہوتی اسی طرح تھی اس لئے خلقت ہی کہا۔

پھر فرماتے ہیں۔

کانك قد خلقت کما تشاء ۔

گویا کہ آپ کو یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے ایسے پیدا کیا جیسے۔ آپ چاہتے تھے۔

جب امام اہل محبت کی نظر اٹھتی تو آپ یوں فرماتے ہیں:

تیرا مسند ناز ہے عرش بریں ترا محرم راز ہے روح امیں
تو ہی سرور ہر دو جہاں ہے شہا تیرا مثل نہیں خدا کی قسم

غم حبیب صلی اللہ علیہ وسلم میں حسان رضی اللہ عنہ کی کیفیت:

جب سرکار ابد قرار دو جہاں کے مالک و مختار، حبیب پروردگار صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ظاہری ہوا تو سب صحابہ کرام پر قیامت قائم ہوگئی۔ اس غم میں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے چند اشعار کہے جن کا ترجمہ یہ ہے۔

۱۔ تیری آنکھ کو اے حسان کیا ہو گیا کہ اس کی نیند اڑ گئی گویا کہ اس میں ارمد کا سرمہ لگا دیا ہے۔

۲۔ دوسرے شعر میں آنکھوں میں نیند نہ آنے کی وجہ خود ہی بتاتے ہیں کہ محبوب پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر آہ و بکا کی وجہ سے جو گوشہ قبر میں تشریف لے جا چکا ہے۔ اے

بہترین ہستی! آپ نے عاجزی وانکساری کی وجہ سے کبھی کنکریوں کو بھی دور نہیں کیا۔

۳-یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے بعد مہاجرین وانصار کا برا حال ہے۔

۴- میں قربان یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا پہلو آپ کو مٹی سے بچائے۔
اے کاش آپ سے پہلے ہی مین مر گیا ہوتا۔

۵-اس ہدایت یافتہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر میرے ماں باپ قربان جن کا وصال میری سامنے پیر کے دن ہوا۔

۶- یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کے بغیر کس طرح مدینہ طیبہ میں رہوں گا اے کاش! میں پیدا ہی نہ ہوا ہوتا۔

۷- اس لئے میں غم والم کے دریا میں ڈبکیاں کھا رہا ہوں اے کاش صبح صبح کالے ناگوں کا زہر پلا دیا جاتا۔

۸-اے کاش! آج کی شام یا کل صبح ہی ہمیں موت آجائے۔
پھر ہمارا وہی وقت بھی آئے کہ ہم اپنے کریم علیہ السلام سے جا کر ملیں جن کی فطرت خالص اور اصل شریف ہے۔

۹-خدا کی قسم یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اب میں آپ کی یاد سے روتا رہوں گا

(حجۃ اللہ علی العالمین، دیوانک حسان)

حضرت انس رضی اللہ عنہ اور ذکر سرکار علیہ السلام:

حضرت انس رضی اللہ عنہ اپنے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر خیر بڑے دلنشین انداز میں کرتے ہیں۔ آخر کیوں نہ کریں؟ جب کہ نبی اکرم، نورِ مجسم، شفیع معظم، حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حسن و جمال بے مثال تھا۔ اور جسم انور کی رنگت نور کی کرنوں کی رم جھم اور شفق کی جاذب نظر سرخی کا حسین امتزاج تھی آپ کے حسن و جمال کو کائنات کی کسی مخلوق سے بھی تشبیہ نہیں دی جا سکتی اور نہ ہی الفاظ ایسے ہیں جن

میں جلوہ ہائے محبوب علیہ السلام کا نقشہ کھینچا جا سکتا ہو۔ اس لئے کہ ہر لفظ اور ہر حرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس سے ضرور تر ہے۔ یعنی عاجز و مسکین تر ہے اور یہ وہ مقام ہے کہ جہاں جذبات و احساسات کی بیساکھیاں بھی ٹوٹ جاتی ہیں اس کے باوجود بھی عاشق صادق حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ (جو کہ نظر فیض نبوت سے پلنے والے ہیں) فرماتے ہیں۔

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ازھر اللون کان عرقہ اللو ؤ (بخاری، مسلم، مشکوۃ ص ۲/۵)

پیارے آقا علیہ الصلوۃ والسلام کا رنگ مبارک سفید اور روشن تھا پسینے کی بوند حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ اقدس پر ایسی نظر آتی جیسے موتی۔

دوسری جگہ یوں روایت کرتے ہیں۔

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احسن الناس لونا ۔(طبقات ابن سعد، ابن عساکر)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم رنگ کے اعتبار سے سب لوگوں سے زیادہ حسین وجمیل تھے۔

حضور پُرنور، شافع یوم النشور، محبوب ربّ غفور، جلوہ طور دکھی دلوں کے سرور صلی اللہ علیہ وسلم کے رنگ مبارک کی طرف جب اعلیٰ حضرت کی نظر اٹھی تو آپ جھومتے ہوئے ہدیہ درود وسلام پیش کرتے ہوئے کہنے لگے۔

جس سے تاریک دل جگمگانے لگے
اس چمک والی رنگت پہ لاکھوں سلام

خود بھی تڑپتے اور دوسرے کو بھی تڑپاتے:

سرکار مدینہ، راحت قلب وسینہ، فیض گنجینہ، صاحب معطر پسینہ صلی اللہ علیہ وسلم

کے خادموں میں عاشق ماہ رسالت حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بھی صف اول میں کھڑے نظر آتے ہیں۔ حب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو ان کی وراثت میں ملی تھی کیونکہ جب آنکھ کھولی تو گھر کے ماحول کو محبت رسول سے معطر پایا۔ پھر دس سال تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت پر مامور رہے۔ ہادیٔ برحق صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت وکردار سے اس قدر مبہوت تھے کہ ہر وقت تصور محبوب میں گم رہتے۔

جب تاجدار کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ظاہری ہوا تو اس خادم خاص پر بھی قیامت ٹوٹ پڑی۔ جس مشفق ومہربان کا ایک لمحہ بھی آنکھوں سے اوجھل ہونا دل پر شاق گزرتا تھا۔ اس عظیم ہستی کی یاد میں آنکھیں اشکبار رہتیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تبرکات کی زیارت کرتے تو دلوں کو اطمینان ہوتا جب ذکر محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی محفل سجاتے تو خود بھی تڑپتے اور دوسروں کو بھی تڑپاتے۔

ایک مرتبہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ تاجدار مدینہ، راحت قلب وسینہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک بیان فرما رہے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن و جمال کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمانے لگے۔

ولا مستخزة ولا حريرة الحين مناكف رسول الله صلى الله عليه وسلم ولا شحمت مسكة ولا عنبرة الطيب رائمة من رائحة رسول الله صلى الله عليه وسلم (بخاری کتاب الصوم)

اور میں نے آج تک کسی دیبا اور ریشم کو میں نہیں کیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتھیلی سے زیادہ نرم ہو اور نہ ہی ایسی کبھی خوشبو سونگھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر کی خوشبو سے بڑھ کر ہو۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فنافی الرسول کے اس مقیم پر تھے کہ شاید ہی کوئی رات ایسی گزری ہو جس میں سرکار علیہ السلام کی زیارت نہ ہوئی ہو چنانچہ

حضرت مثنیٰ بن سعید رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں جس نے انس رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے سنا ہے۔

ما من لیلة و انا اری فیھا حبیبی ثم یبکی۔

(طبقات ابن سعد س ۲۰/۷ (بیروت)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف کے بعد کوئی ایک رات بھی ایسی نہیں گزری جس میں میں اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نہ کرتا ہوں یہ کہہ کر آپ رضی اللہ عنہ زاروقطار رونے لگ پڑے۔

اعلیٰ حضرت امام اہل محبت بھی دعا کرتے ہوئے عرض کرتے ہیں۔

جلوہ یار ادھر بھی کوئی پھیرا تیرا
حسرتیں آٹھ پہر تکتی ہیں راستہ تیرا

تبرکات مقدسہ سے حضور کی یاد:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ وصال قریب آیا تو فرمانے لگے۔ اے ثابت یہ میرے آقا کے مقدس بال مبارک لے لو۔ جب میں فوت ہو جاؤں تو اسے میری زبان کے نیچے رکھ دینا اور اسی حال میں دفن کر دینا۔ کیونکہ مجھے امید ہے کہ ان موئے مبارک کا صدقہ اللہ تعالیٰ میری بخشش فرمائے گا۔

حضرت ثابت البنانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب آپ کا وصال ہوا تو میں نے وہ بال مبارک زبان کے نیچے رکھ دیئے (الاصابہ فی تفسیر الصحابہ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ محترمہ ام سلیم رضی اللہ عنہا کے پاس آپ کے موئے مبارک اور پسینہ مبارک تھا۔ جب حضرت انس رضی اللہ عنہ کا وقت وصال قریب آیا تو۔

اوصی ان یجعل فی حنوطه من ذالك المسك قال فجعل فی

حنوطه (البخاری الستیذان)

وصیت کی میرے کفن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے محفوظ پسینہ سے خوشبو لگائی جائے لہٰذا ان کی وصیت کے مطابق پسینہ مبارک کو ہی خوشبو کے طور پر لگایا گیا۔

موت کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد:

حضرت معرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی موت کا وقت قریب آیا تو دیوار کی طرف منہ کر کے خوب روئے۔ بیٹے نے عرض کی! ابا حضور آپ پریشان کیوں ہو رہے ہیں؟ کیا قاسم جنت علیہ السلام نے آپ کو بہت سی بشارتیں نہیں دی تھیں؟

فرمایا بیٹے! مجھ پر تین طرح کے احوال گزرے، ایک وہ دن تھے جب مجھے اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شدید بغض وعناد تھا۔ اور میں ہر وقت (معاذ اللہ) اس تاڑ میں کہ کسی وقت موقع پا کر آپ کو شہید کر دوں۔ اگر اس حال میں مجھے موت آجاتی تو میں ہمیشہ جہنم کی آگ میں سلگتا دوسری حالت اس کے برعکس ہے وہ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں اسلام کی محبت پیدا فرما دی تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت سراپائے عظمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ اپنا ہاتھ بڑھایئے تاکہ میں بیعت کرلوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا مبارک بڑھایا تو میں نے اپنا ہاتھ پیچھے کھینچ لیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عمرو کیا وجہ ہے؟ عرض کی میرے آقا میں ایک شرط پر بیعت کروں گا۔ نبی کریم، رؤف رحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شرط کیا ہے؟ عرض کی وہ شرط ہے کہ آپ میرے سابقہ گناہوں کی معافی کی ضمانت دیں۔ نبی کریم، نورِ مجسم، شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عمرو کیا تجھے علم نہیں کہ

ان السلام یهدم ما کان قبل

اسلام لانے سے ماقبل تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔
اس کے بعد میری حالت یہ ہو گی۔

وہ ماکان احد احب الی من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولا اجل فیٔ عینی صنہ و ما کنت اطیق انا ملاء عینی منہ اجلا لہ ولو سئلت ان اصفہ ما اطقت لانی لم اکن املاعینی صنا (مسلم، کتاب الایمان)

میرے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کوئی شخص محبوب نہ تھا اور نہ ہی میری نگاہوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے حسین تر تھا۔ میں حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس چہرہ کو اس کے جلال و جمال کی وجہ سے جی بھر کر دیکھنے کی تاب نہ رکھتا تھا۔ اگر کوئی مجھے محامد و محاسن بیان کرنے کے لئے کہتا تو میں کیونکہ ایسا کر سکتا تھا کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن بے مثال کی چمک کی وجہ سے آپ کو آنکھ بھر کر دیکھنا میرے لئے ممکن نہ تھا۔

اس حالت میں مجھے موت آجاتی تو یقیناً جنت میں جاتا۔ مگر اس کے بعد والا حال جو کہ میری زندگی کا تیسرا حال ہے اس میں بہت معاملات کی ذمہ داریاں مجھ پر آئیں، ان میں میرا حال کیسا رہا؟ اس کے بارے میں نہیں جانتا۔ یہ کہا اور پھر زار و قطار رونا شروع کر دیا۔

طبقات ابن سعد کی روایت ہے کہ آپ نے آخری کلمات یوں کہے۔

اللھم ان لا تدرکنی برحمۃ اکن من الھا لکین

(ابن سعد ص ۴/۲۶۰)

اے اللہ اگر تیری رحمت نے سہارا نہ دیا تو میں ہلاک ہو جاؤں گا دیکھا

آپ نے کہ ان حضرات قدسیہ کی زبان پر ہر وقت محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ ہوتا تھا۔ یہاں تک کہ وقت وصال بھی محبوب کے تذکرے تو پھر کیوں نہ کہیں۔

جب تیری یاد میں دنیا سے گیا ہے کوئی
جان لینے کو دلہن بن کے قضا آئی ہے

محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے فقر کی تصویر:

صحابہ کرام علیہم الرضوان میں حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے فقر کی تصویر تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نہایت ہی کھرے اور دنیاوی مصلحت سے بہت دور تھے۔ ۳۲ ہجری میں زبدہ کے مقام پر اپنی زوجہ اور اپنی لخت جگر کے ساتھ قیام پذیر تھے کہ حکم خدا آ پہنچا۔ یعنی مرض وصال شروع ہو گیا۔ زبدہ ایک چھوٹا سا گاؤں تھا۔ ادھر حج کا موسم تھا اور لوگ جو کوئی تھوڑے بہت تھے وہ بھی حج کے لئے روانہ ہو چکے تھے۔

آپ کی وفادار بیوی نے یہ دیکھ کر کہ آپ کی زندگی کا بہت کم وقت رہ گیا ہے اور گاؤں کے لوگ بھی حج کو چلے گئے ہیں۔ اس ویرانے میں میری بیٹی اس جاں گداز واقعہ کو کس طرح برداشت کرے گی اور میں کفن دفن کا کیسے انتظام کروں گی جنازہ کون پڑھے گا؟ اس رنج وفکر میں آپ رضی اللہ عنہ کی بیوی رونے لگی۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے نہایت اطمینان وسکون سے فرمایا ہرگز فکر نہ کرو، ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسی جماعت جس میں، میں موجود تھا اس سے فرمایا تھا۔

لیموتن منکم رجل بفلاة من الارض تشهده عصابة من المومنين۔

تم میں سے ایک شخص سنسان وادی میں فوت ہوگا لیکن اس کے جنازہ

کے لئے مسلمانوں کا ایک معزز گروہ آئے گا۔

میں دیکھ رہا ہوں اس مجلس میں جتنے بھی لوگ تھے وہ اس انتقال کر چکے ہیں صرف میں ہی رہ گیا ہوں۔

میرے آقا علیہ السلام کا فرمان بالکل برحق ہے اور ایک مسلمانوں کا گروہ ضرور آئے گا لہٰذا تم سڑک پر جاؤ اور دیکھو کون لوگ آ رہے ہیں۔ بیوی نے جوابا کہا آج اٹھ ذوالحجہ ہے جس نے مکہ پہنچنا تھا وہ جا چکا اور راستہ بالکل سنسان ہے۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا تھا وہ ضرور ہو کر رہے گا تم سڑک پر جا کر دیکھو کہ میرے جنازے میں شرکت کے لئے ضرور کچھ لوگ آ رہے ہیں۔ آپ کی بیوی بیان کرتی ہے۔ میں اس راستے پر گئی دیکھتی ہوں کہ ایک قافلہ چلا آ رہا ہے۔ مجھے تنہا اور پریشان دیکھ کر قافلے والوں نے اونٹ روک دیئے مجھ سے دریافت کیا۔ میں نے کہا ایک مسلمان کا آخری وقت ہے۔ اس کے کفن و دفن کا معاملہ در پیش ہے۔ قافلہ والوں نے پوچھا وہ کون ہے؟ جواب ملا وہ صحابی رسول حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ ہیں۔ یہ سنتے ہی قافلہ والوں میں شور اٹھا اور کہنے لگے ان پر ہمارے ماں باپ قربان۔ تمام لوگ روتے ہوئے اس خیمہ کی طرف آئے جس میں حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ لیٹے ہوئے تھے۔ جب یہ لوگ پہنچے تو ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے بشارت دی۔

جب آپ نے بیوی کو قافلہ والوں کی طرف بھیجا تو اپنی صاحبزادی کو حکم دیا کہ ایک بکری ذبح کر کے اس کا گوشت چولہے پر چڑھا دو۔ کیونکہ گھر میں مہمان آ رہے ہیں اور ساتھ ہی یہ بھی وصیت کر دی کہ جب وہ قافلے والے میری تجہیز و تکفین اور تدفین سے فارغ ہو جائیں تو انہیں کہنا کہ ابوذر نے تمہیں قسم دی ہے کہ جب تک تم کھانا نہ کھاؤ اپنی سواریوں پر سوار نہ ہونا۔ (تاریخ طبری ص ۵/۵۷)

مسند احمد کی ایک روایت میں یوں ہے کہ آپ نے قافلے والوں سے مخاطب ہو کر فرمایا، اگر میرے پاس اتنا کپڑا ہوتا جس سے مجھے کفن دیا جاتا تو اسی کپڑے میں کفن دیا جاتا۔ پھر فرمایا تمہیں اللہ کی قسم! تم میں سے جو بھی حکومت کے کسی منصب پر ہو خواہ امیر ہو یا نقیب، محاسب ہو یا پیغام رساں، وہ میرے تجہیز و تکفین میں شامل نہ ہو۔ ایک انصاری نے کھڑے ہو کر کہا اے ابوذر رضی اللہ عنہ آپ کی تمام شرائط پر میں پورا ہوں لہٰذا یہ میرے پاس دو چادریں ہیں جن کو میری ماں نے کاتا ہے آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تو میرا اصار رضی اللہ عنہ ہے پس ان چادروں میں مجھے کفن دے دو۔

(مسند احمد ص ۵/۱۶۶)

طبقات ابن سعد میں ہے کہ آپ نے اپنی بیوی کو یہ بھی وصیت فرمائی کہ جب میرا جنازہ تیار ہو جائے تو یعنی جب مجھے غسل دے کر کفن پہنا دیا جائے تو مجھے رستے کے ایک کنارے رکھ دینا جو پہلا سوار وہاں سے گزرے اسے بتاؤ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ابوذر ہیں۔

انہوں نے وصیت کے مطابق جنازہ سڑک کے کنارے رکھ دیا کیا دیکھتے ہیں کہ معلم امت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اپنے شاگردوں سمیت عمرہ کا احرام باندھے چلے آرہے ہیں۔ چونکہ آپ کو اپنے دوست قدیم اور رفیق کار، کا آخری حق ادا کرنا تھا۔ اس لئے حضرت ابن مسعود عین اس وقت زیدہ پہنچے۔ جب حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا جنازہ سڑک پر رکھ دیا گیا تھا۔ جب ایسے سرراہ جنازہ دیکھا تو آپ اور آپ کے ساتھی ٹھٹھک کر کھڑے ہو گئے۔ اور انہوں نے اپنی سواریوں کو روک کر پوچھا یہ کس کا جنازہ ہے؟ بتایا گیا یہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ جو کہ صحابی رسول ہیں انکا جنازہ ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ یہ کہتے ہوئے زار و قطار رو دیئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا تھا اے ابوذر تو اکیلا زندگی بسر کرے گا اور

اکیلے ہی تجھے موت آئے گی اور اکیلا ہی روز قیامت اٹھایا جائے گا۔

(طبقات ابن سعد ص ۴/۲۳۴)

مذکورہ بالا روایت سے بخوبی پتا چلتا ہے کہ کوئی بھی چیز نگاہ نبوت سے پوشیدہ نہیں۔

اسی کو اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ اپنے انداز میں یوں بیان فرماتے ہیں۔

اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا

جب نہ خدا ہی چھپا تم پہ کروڑوں درود

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور ذکر حبیب صلی اللہ علیہ وسلم:

جلیل القدر صحابی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی پاک، صاحب لولاک، سیاح افلاک، آمنہ کے لال، محبوب ربّ ذوالجلال صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر بے مثال یوں کرتے ہیں۔

ما رایت شیاء احسن من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان الشمس تجری فی وجھہ (ترمذی مشکوۃ ص ۵۱۸)

میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر حسین وجمیل کسی اور کو نہیں پایا (آقا علیہ السلام کی زیارت کر کے یوں محسوس ہوتا) گویا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روئے منور میں آفتاب روشن ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مقام فنا فی الرسول صلی اللہ علیہ وسلم:

وصال نبی علیہ السلام کے بعد صحابہ کرام علیہم السلام کی حالت عجیب وغریب تھی کوئی غم کی وجہ سے حواس ظاہری سے ہاتھ دھو بیٹھا اور کوئی اپنی آنکھوں کی بینائی کھو بیٹھا اور کسی نے غم فراق کی وجہ سے مدینہ ہی چھوڑ دیا اور کوئی تو محبوب علیہ السلام میں رہتا اور کوئی ہر وقت محسن اعظم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لطف وکرم کو یاد کر کے رونا اور ایسا

کیوں نہ ہوتا جبکہ۔

اس محسن اعظم کے یوں تو خلق پر ہزاروں احساں ہیں
مگر قرباں میں اس احساں کے احساں بھی کیا تو جتانا نہیں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بھی انہیں میں سے ہیں جن کا شب و روز کا اکثر حصہ سرکار علیہ السلام کی محبت میں گزرتا تھا ہر ہر لحمہ نبی پاک، صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کے لطف و کرم کے تلے پلنے والے جناب ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا وصال شریف کے بعد یہ معلوم تھا جب بھی باہر سے آنے والے لوگ مدینہ طیبہ کی پر کیف فضاؤں میں داخل ہوتے تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ان کے پاس تشریف لے جاتے اور ان سے پوچھتے کیا تم نے میرے آقا علیہ السلام کی زیارت کی ہے۔ جوب میں اگر وہ مثبت پہلو اختیار کرتے تو ان سے فرماتے۔ میرے آقا علیہ السلام کے اوصاف حمیدہ بیان کرو۔ جونہی والی بے کساں، والی یتیماں صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر خیر شروع ہوتا، آنکھوں سے بے اختیار آنسوؤں کی جھڑی لگ جاتی، دل بے قرار ہو جاتا، اور ہجر و فراق کا زخم پھر سے تازہ ہو جاتا۔ اور اگر وہ قافلے والے کہتے کہ ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نہیں کی۔ تو پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سرکار علیہ السلام کے خصائص و کمالات کا تذکرہ چھیڑ دیتے اور خوب ذکر سرکار علیہ السلام کرتے۔ یہاں تک کہ آپ پر بے خودی کی حالت طاری ہو جاتی اور یہ سلسلہ ساری زندگی جاری رہا (طبقات ابن سعد)

سیدی اعلیٰ حضرت، عظیم المرتبت، امام اہل محبت رحمۃ اللہ علیہ جھومتے ہوئے یون فرماتے ہیں کہ دل بھی وہی ہے جو یاد حبیب علیہ السلام سے معمور ہے۔

دل ہے وہ دل جو تیری یاد سے معمور رہا
سر ہے وہ سر جو تیرے قدموں پہ قربان ہو گیا

جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد میں:

حضور سراپا نور، محبوب ربّ غفور، شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معمول مبارک تھا۔ بچوں کے سر اور رخسار پر دست شفقت رکھتے۔ جن بچوں کو یہ برکت و عظمت نصیب ہوتی وہ دوسرے بچوں پر ممتاز نظر آتے۔ حتیٰ کہ ان کے جسم کا وہ حصہ جس کو مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مس فرمایا ہوتا وہ حصہ بھی دوسرے حصوں میں ممتاز ہو جاتا۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ ایک دن میں کھڑا تھا کہ میرے پاس سے سرکار علیہ السلام گزرے تو آپ صلیٰ اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک میرے رخسار پر شفقت سے پھیرا تو وہ رخسار دوسرے رخسار سے خوبصورت ہو گیا۔ اور پھر وہ رخسار دوسرے رخسار سے خوبصورت ہو گیا۔ اور پھر ساری زندگی لوگوں کے سامنے اس عطا کا ذکر کرتے رہے۔ (المعجم الکبرص ۱۹/۹)

ایسا کیوں نہ ہوتا؟ جب کہ یہ وہ دست مبارک ہے جس کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے محبوب پر تیرا ہاتھ نہیں یہ میرا ہاتھ ہے اور اگر کسی حبشی سیاہ غلام کے چہرے پر پھرتا ہے تو ایس رشک قمر بنا دیتا ہے اس کی طرف شاعر اشارہ کرتے ہوئے یوں گویا ہوتا ہے۔

تو نے قطرے کو دیکھا تو بحر کر دیا
تو نے بے ذر کو دیکھا تو ابو ذر کر دیا
تو نے حبشی کو دیکھا تو رشک قمر کر دیا

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کا فیصلہ:

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ ایک رات میں اپنے پیارے آقا علیہ السلام کی خدمت سراپائے عظمت میں حاضر ہوا۔ وہ رات بھی چودھویں کی تھی

چاند مکمل روشن تھا اور میں نے ایک منظر دیکھا وہ کیا تھا؟ آپ خود ہی فرماتے ہیں۔

رایت رسول الله صلى الله عليه وسلم في ليلة افحيان فجعلت انظر الى رسول الله صلى الله عليه وسلم والى الغمر و عليه حلة جمراء فاذاهوا عندى احسن من القمر

(ترمذی، شمائل محمدیہ ص ۱/۳۹)

ایک رات چاند اپنے پورے جوبن پر تھا اور ادھر امام الانبیائے علیہ السلام بھی تشریف فرما تھے۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم سرخ دھاری دار چادر میں ملبوس تھے۔ کبھی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن طلعت پر نظر ڈالتا اور کبھی چمکتے ہوئے چاند پر نظر ڈالتا۔ پس میرے نزدیک حضور سراپائے نور صلی اللہ علیہ وسلم چاند سے کہیں زیادہ حسین لگ رہے تھے۔

امام اہل محبت تو فرماتے ہیں سورج و چاند دونوں کی روشنی میں ہمارے آقا علیہ السلام کے نور کا صدقہ ہے۔

یہ جو مہرہ ماہ پہ ہے اطلاق آتا نور کا
بھک تیرے نام کی ہے استفارہ نور کا
چاند جھک جاتا جدھر انگلی اٹھاتے مہد میں
کیا ہی چلتا تھا اشاروں پر کھلونا نور کا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ معمولات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے زیادہ قریب تھے۔ چنانچہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ جو کہ رازدان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں آپ فرماتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں جس حال میں چھوڑا ہم میں اس کے بعد

تبدیلی آگئی مگر عمر فاروق اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما میں کوئی تبدیلی نہ آئی۔
(المستدرک ص ۳/۲۴۱)

آپ رضی اللہ عنہ کو سرکار صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قدر محبت تھی کہ دیکھنے والا آپ رضی اللہ عنہ کو مجنون گمان کرتا ہے۔ حضرت نافع رضی اللہ عنہ کا بیان ہے۔

اگر تم حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو حضور علیہ السلام کی سنت مبارکہ پر عمل کرتے ہوئے دیکھتے تو گمان کرتے کہ یہ تو کوئی دیوانہ ہے (المستدرک)

محبوب کی یاد کو باقی رکھنے کا انوکھا انداز:

حضرت عبداللہ ہر وقت تصور محبوب علیہ السلام میں گم رہتے اور اس تصور کو باقی رکھنے اور سرکار علیہ السلام کی یاد کو قائم رکھنے کے لئے ان درختوں کو ہمیشہ پانی دیا کرتے جن کے بارے میں معلوم ہو جاتا کہ ان کے نیچے سرکار علیہ السلام جلوہ افروز ہوئے تھے اور اگر کوئی سوال کرتا۔ اے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما تم ایسا کویں کرتے ہو اس کو جواب میں بناتے میں یہ کام صرف اس لئے کرتا ہوں تا کہ میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد قائم رہے۔ چنانچہ اروایت میں ہے حضرت نافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ان تمام مقامات کی زیارت کرتے جہاں جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا کی تھی یہاں تک کہ آپ رضی اللہ عنہ اس درخت کے پاس ہمیشہ جاتے جس کے نیچے رسول اللہ جلوہ فرما ہوئے تھے اور اس درخت کو پانی دیتے تا کہ کہیں سوکھ نہ جائے۔

اپنی یہ کیفیت تھی کہ نہ تو کوئی تعمیر کی اور نہ ہی وصال حبیب علیہ السلام کے بعد کوئی کھجور کا درخت لگایا۔ یعنی ہجر نبی علیہ السلام میں اپنے پودے لگانے تو ترک دیئے لیکن اپنے پیارے وغمخوار آقا علیہ السلام کی یادوں کو ہرا رکھنے کا اپنا مشغلہ بنالیا۔

ان حضرات قدسیہ کے بارے میں امام اہل محبت علیہ الرحمۃ یوں فرماتے ہیں:

تیرے غلاموں کا نقش قدم ہے راہ خدا
وہ کیا بہک سکے جو یہ سراغ لے کے چلے

مجھے اپنے محسن وغمگسار آقا کی یاد آگئی:

حضرت عبداللہ بن عمر کے بارے میں منقول ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ تصور محبوب علیہ السلام میں مقام عرفات پر کھڑے تھے۔ جب سورج ڈوبنے کے قریب ہوا تو آپ رضی اللہ عنہ کی نظر سورج پر پڑی تو گزرا ہوا کوئی وقت یاد آیا۔ جسے کوئی پرانا زخم تازہ ہو گیا ہے ساتھ ہی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی اور خوب جی بھر کر روئے۔ اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد گرامی تلاوت کیا۔ اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے کتاب حق کو نازل فرمایا اور میزان کو بھی۔ اور تمہیں کیا معلوم وہ گھڑی قریب ہی ہو۔

آپ کے ساتھیوں نے سوال کیا اے ابن عمر رضی اللہ عنہما ہم آپ کے ساتھ یہاں پر کئی مرتبہ کھڑے ہیں لیکن ایسا پہلے آپ نے کبھی نہیں کیا جو عمل آج کیا ہے آپ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔

ذکرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو واقف بمکانی ھذا (المستدرک ص ۲/ ۴۸۱)

مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد آگئی میرے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وسلم اسی وقت اس مقام پر کھڑے تھے۔

میرے آقائے نعمت امام اہل محبت، مجدد دین وملت علیہ الرحمہ جھومتے ہوئے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں۔

رفعت ذکر ہے تیرا حصہ دونوں عالم میں ہے تیرا چرچا
مرغ فردوس پس از حمد خدا تیری ہی مداح وثنا کرتے ہیں

سر ہے وہ سر جو تیرے قدموں پہ قربان گیا:

غزوہ احد میں جب دشمنوں کا سخت حملہ ہوا تو پیارے آقا علیہ السلام نے فرمایا۔

من رجل یشتری لنا نفسہ؟

آج کون ہے جو ہم پر اپنی ذات قربان کر دے۔

حضرت زیاد رضی اللہ عنہ اپنے پانچ انصاری ساتھیوں سمیت حاضر خدمت ہو گئے۔ بعض اہل سیر نے اس صحابی کا نام عمارہ بن یزید بن مسکن لکھا ہے۔

یہ عاشقان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا چھوٹا سا قافلہ آگے بڑھا اور پروانوں کی طرح نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے منصب کو سنبھالتا اس طرح حضرت زیاد رضی اللہ عنہ کے چاروں ساتھیوں نے بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کر دیا۔ حضرت زیاد ہی صرف باقی رہ گئے اور یہ بھی سخت زخمی تھے۔ اتنے میں مسلمان پہنچ گئے اور دشمنوں کو پیچھے دھکیل دیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زیاد رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا۔

ادنوہ منی فادنوہ فوسد قدمہ فمات وخدہ علی قدم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (سیرۃ النبویہ ص ۲۲۳)

انہیں میرے قریب لاؤ۔ صحابہ نے ان کے جسم کو قریب کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے سہارا عطا فرمایا۔ اس عاشق صادق کا وصال اس حالت میں ہوا کہ ان کا سر سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں تھا۔

اس پر جب میرے آقائے نعمت کی نظر پڑی تو آپ بے ساختہ بل اٹھے۔

دل ہے وہ دل جو تیری یاد سے معمور رہا
سر ہے وہ سر جو تیرے قدموں پہ قربان گیا

حضرت سعد بن ربیعہ کا آخری پیغام، امت کے نام:

حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کا آخری پیغام کیا تھا؟ اور کس کے نام اٹھا، اور کیوں ایسا پیغام دیا؟

ان سوالوں کا جواب مندرجہ ذیل روایت سے پڑھیے اور اپنے حال پر غور کر کے نصیحت حاصل کیجئے۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ احد کے میدان میں مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن ربیع کے بارے میں معلوم کرنے کے لئے بھیجا۔ اور فرمایا اگر تمہاری ان سے ملاقات ہو جائے تو میرا ان کو سلام کہنا اور میری طرف سے پوچھو تم کس حال میں ہو؟

زخمیوں کے درمیان تلاش کرتا ہوا ان کے پاس پہنچا اور اس مرد مجاہد کو دیکھا کہ زندگی کے چند سانس باقی ہیں اور ان کے جسم پر ستر سے زائد زخم تھے پورا جسم خون سے لت پت ہے حضرت زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے آواز دی اے سعد تیری خوش بختی کہ

ان رسول الله صلى الله عليه وسلم يقرء عليك السلام و يقول لك و اخبرني كيف تجدك۔

تجھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں اور آپ کا حال پوچھ رہے ہیں۔

اس عاشق صادق کے کانوں میں جب رحمت دو عالم، نور مجسم، شفیع معظم، حبیب مکرم، شاہ بنی آدم صلی اللہ علیہ وسلم کا بھیجا ہوا پیغام اور سلام پہنچا تو ان کی جاتی ہوئی روح بھی ٹھہر گئی اور قاصد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے کے لئے آنکھیں کھولیں اور دیکھا کہ سامنے حضرت زید بن ثابت کھڑے ہیں۔ ایسا سچے محب و عاشق نے کہا اے

زید میرا ابھی آخری سلام میرے لجپال کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو عرض کر دینا اور میری حالت بھی بتا دینا کہ میرے جسم پر ستر سے زائد زخم ہیں اور میری جانب سے یہ بھی عرض کرنا کہ میں جنت کی خوشبو پا رہا ہوں اور میرے ساتھیوں کو بھی یہ پیغام دے دینا۔

لا عذر لکم عند اللہ ان یخلص الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و فیکم ۔ (المستدرک ص ۳/۲۰۱)

تمہارا کوئی بھی عذر قبول نہیں کیا جائے گا، اگر تمہارے زندہ ہوتے میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کو دشمن کی جانب سے کوئی بھی تکلیف پہنچی۔

مقام غور:

ایک عظیم مفکر اس حدیث پاک کے تحت بحث کرتے ہوئے اپنی کتاب حب النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صفحہ ۵۷ پر لکھتے ہیں۔

غور کرو! اے مسلمانوں اس سچے محب نے آخری لحات میں کیا پیغام دیا؟ اور ان کا دل کس میں مشغول ہے؟ اور وہ اپنے ساتھیوں کو الوداع کہتے ہوئے کیا نصیحت کر رہے ہیں؟

حالانکہ وہ اپنی اولاد اور اہل کو چھوڑ رہے ہیں لیکن ان کا دل اپنے اہل و عیال کے متعلق متفکر نہیں بلکہ ان کا دل صرف ربّ العالمین کے محبوب رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی سلامتی کا فکر لے جا رہا ہے اور اپنے ساتھیوں کو یہ پیغام دے کر جا رہے ہیں کہ تم میں سے ہر کوئی میری طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر جان کو فدا کر دے مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی قسم کی تکلیف نہ آنے دے ورنہ تمہارا کوئی بھی عذر ربّ العالمین کی بارگاہ میں قبول نہیں ہوگا اس کے بعد امت مسلمہ سے ڈاکٹر فضل الٰہی صاحب سوال کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

اے مسلمانوں! آج ہمارا کیا حال ہے؟ اور ہماری سوچ کیا ہے؟ کیا ہمارے دلوں میں بھی وقت آخر اس جانباز صحابی کی طرح خیال آتا ہے؟ نہیں بلکہ ہمارا حال تو بالکل برعکس ہے کیونکہ ہم تو مال وعورت کے حصول میں ہی گم رہتے ہیں۔

اے اپنے آپ کو مسلمان کہلانے والے تجھے اس پر ضرور نظر ثانی کرنی ہوگی۔ اور اپنی زندگی کا رخ تبدیل کرنا ہوگا تا کہ ہمیں بھی رحمت خداوندی کا حصول ہو سکے۔

مزید دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی صحابہ علیہم الرضوان جیسا جذبہ ایمانی عطا فرمائے۔

(آمین)

دل میں ہو یاد تیری گوشہ تنہائی ہو
پھر تو خلوت میں عجب انجمن آرائی ہو

حضور اکرم ﷺ کی شان جود و کرم کا ذکر

عربی زبان میں جود، کرم، سخا اور سخاوت ایسے الفاظ ہیں جن کے معنی قریب قریب ہیں لیکن لغت عرب کے ماہرین نے ان میں بڑا لطیف فرق بیان کیا ہے جس سے پتا چلتا ہے کہ مترادف ہونے کے باوجود ان میں انفرادیت ہے۔

قاضی عیاض مالکی علیہ الرحمہ اپنی کتاب ''الشفاء'' میں اس فرق کو بیان کرتے ہیں۔

الکرم

کرم اس چیز کے خرچ کرنے کو کہتے ہیں جو بڑی قدر و منزلت کی مالک ہو نفع بخش ہو اور وہ خوش دلی سے خرچ کی جائے اسے حدیث بھی کہا جاتا ہے اس کا مد مقابل ہے خست یعنی کمینگی۔

السخا

کسی قبیح چیز کے کسب کرنے سے مجتنب رہنا یعنی پرہیز کرنا اور مال کو بڑی آسانی سے خرچ کرنا۔

الجود

اس کا بھی تقریباً یہی معنی ہے اس کا مد مقابل ہے التقتیر جس کا معنی ہے خرچ کرتے وقت تنگدستی اختیار کرنا۔

امام نحاس جو کہ نحو اور لغت کے مشہور امام ہیں فرماتے ہیں جواد وہ ہے جو مستحق کر ادا کرتا ہے اور کسی کو بغیر اس کے سوال کرنے کے دیتا ہے جب دیتا ہے تو قلیل نہیں بلکہ کثیر دیتا ہے اور اسے فقر و افلاس کا کوئی اندیشہ نہیں ہوتا۔ موسلادھا بارش کو عرب لوگ مطر جواور تیز رفتار گھوڑے کو فرس جواد کہتے ہیں۔

اور جو سائل کے سوال سے پہلے اس کی جھولی بھر دے اس کو عرب والے جواد کہتے ہیں بعض نے کہا ہے کہ جود اور سخا دونوں مترادف ہیں لیکن صحیح بات یہ ہے کہ جواد کا مرتبہ سخی سے ارفع ہے۔

السماحة

کسی آدمی کوئی کوئی چیز دوسرے کسی کے قبضہ میں ہو اور وہ مالک اُن کو واپس نہ لے بلکہ نظر انداز کر دے اس سماحت کہتے ہیں۔

سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں کسی کے لئے لفظ "نہیں" نہ تھا۔

صفت جود و کرم سخاوت وفیاضی میں کوئی بھی صاحب خلق عظیم، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمسری کا دعویٰ نہیں کر سکتا ہر شخص جس کو بھی بارگاہ نبوت میں حاضری کی سعادت میسر آئی ہو اور زبان مبارک سے رشد و ہدایت کے ارشادات سننے کا شرف حاصل ہوا ہو۔ وہ اس حقیقت کا اعتراف کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔

حضرت ابو عبد اللہ الفربری کہتے ہیں کہ میں نے امام بخاری سے سنا ہے اور وہ کہتے ہیں کہ محمد بن کثیر نے سفیان سے روایت کی ہے اور انہوں نے ابن المنذر سے اور وہ کہتے ہیں کہ انہوں نے حضرت جابر بن عبد اللہ کو یہ کہتے ہیں سنا ہے۔

ماسئل النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن شیء و اقال لا

(الشفاء ص ۱/۸۲)

ایسا کبھی نہیں ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رؤف رحیم صلی اللہ علیہ وسلم سے کبھی

سائل نے کوئی سوال کیا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جواب میں فرمایا ہو۔

شاعر نے کیا خوب کہا

ماقال لا قط الافی تشهد

لولا التشهد مانت الاؤه نعم

میرے ممدوح نے شہد کے بغیر کبھی "لا" نہیں کہا اور اگر شہید میں اشھد ان لا اللہ الا اللہ کہنا ضروری نہ ہوتا تو پھر ان کی "لا" بھی نعم ہوتی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان جودو کرم کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اجود الناس بالفیر وکان اجود مایکون فی سهر رمضان حین یلقاه جبرئیل بالوحی دیدارسه القران فلرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جود بالفیر من الریع المرسلة۔

نبی کریم، رؤف رحیم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کا بھلائی پہنچانے میں ساری دنیا سے زیادہ سخی تھے اور ماہ رمضان میں حضور کی شان جودو عطا نرالی ہوا کرتی تھی۔ حضور علیہ السلام کی جب جبرائیل امین سے ملاقات ہوتی تو آپ کی شان جود کا یہ عالم ہوتا جیسے تیز ہوا چلتی ہے۔

اس پر جب میرے آقائے نعمت، امام اہل محبت علیہ الرحمہ کی نظر پڑی تو جھوم کر کہنے لگے۔

مانگیں گے مانگے جائیں گے منہ مانگی پائیں گے
سرکار میں لا ہے نہ حاجت اگر کی ہے

گدا سے بادشاہ بنا دیا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ فرماتے ہیں ایک اعرابی سرکار ابدقرار، بے کسوں کے مددگار، شافع روز شمار صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت سراپا عظمت میں حاضر ہوا اور اپنی تنگدستی کی شکایت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زبان جنبش میں آئی فرمایا۔ بیٹھ جاؤ۔ اتنے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت میں ایک بکریوں کا ریوڑ پیش کیا گیا۔ فرمایا کہاں ہے وہ سائل؟

عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ساری بکریاں اس سائل کو دے دیں۔ راوی فرماتے ہیں بکریوں کی تعداد اتنی تھی کہ دو پہاڑوں کی وادی بھر گئی۔

جب وہ اعرابی اتنی بکریاں لے کر قوم کے پاس آیا اور ان سے کہنے لگا۔

”واسلموا فان محمد ایعطی عطاء من لا یخشی الفاقة“۔

(شمائل الرسول ص ۴۷)

اے میری قوم! وقت ضائع کیے بغیر اسلام قبول کرلو۔ کیونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی کو کوئی چیز عطا کرتے ہیں تو پھر ان کو فقر وفاقہ کا اندیشہ نہیں رہتا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ شان فیاضی صرف اس سائل کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ ان گنت لوگ آئے اور اپنی جھولیاں بھر کے لے گئے دینے والے نے انہیں ان کی توقعات سے بڑھ کر عطا فرمایا۔

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ اس کو اپنے انداز میں یوں بیان فرماتے ہیں۔

میرے کریم سے گر قطرہ کسی نے مانگا
دریا بہا دیئے ہیں در یا بہا دیئے ہیں

جس رات غار حرا میں حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کا نزول ہوا تو آپ صلی

اللہ علیہ وسلم واپس گھر تشریف لائے۔ حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہ سے سارا ورقہ بیان کیا۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر واقعہ بن نوفل کے پاس حاضر ہوئیں تو ورقہ بن نوفل نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات سن کر فرمایا۔

(آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں) آپ تو قرض کے نیچے دبے ہوئے لوگوں کا بوجھ اٹھانے والے ہیں اور نادار لوگوں کی ضروریات زندگی انہیں مہیا کرنے والے ہیں۔ اس واضح ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلان نبوت سے پہلے ہی حضور کی شان جود و کرم عالم و خاص سب کی زبان کا ترانہ تھی۔

ایسا کریم اور سخی کون ہے؟

ایسا کریم اور سخی لجپال کون ہے جو اپنے تو اپنے غیروں کی بھی جھولیاں بھرنے والا ہو؟ وہ ہیں بے زوروں کے زور، بے آسروں کے آسرا، بے سہاروں کے سہارا، رکھیوں کے چین مضموم دلوں کے سرور، محبوب ربّ غفور، رحیم و کریم آقا علیہ السلام۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص آیا، نبی پاک علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا باہر جا کر دیکھو کون ہے؟ جب میں باہر آیا تو ایک نصرانی کو کھڑا دیکھا۔ اس نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہاں ہیں؟ میں کہا ہاں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں۔

وہ نصرانی اندر آ کر بارگاہ نبوت میں عرض کرنے میں لگا۔ یا محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) تم کہتے ہو تو میں خدا کا رسول ہوں اور خدا کا بھیجا ہوا ہوں اور لوگوں کو دین اسلام کی دعوت دیتے ہو اگر تم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم برحق ہو تو اس کو دیکھو کہ وہ قول ضعیف پر ظلم نہ کرے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تم پر کس نے ظلم کیا۔ جواب میں اس نے

ابوجہل کا نام لیا اور کہا میرا سارا مال اس نے لے لیا ہے۔ یہ وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قیلولہ کرنے کا تھا کیونکہ گرمی شوت کی پڑ رہی تھی۔ لیکن لجپال آقا علیہ السلام اس وقت روانہ ہوئے تا کہ مظلوم کی مدد کر سکیں۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! قیلولہ کا وقت ہے! گرمی پڑ رہی ہے۔ ابوجہل بھی قیلولہ کر رہا ہو گا وہ برہم ہو گا لہٰذا آپ بعد میں تشریف لے جانا۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نہ رکے اور ابوجہل کے پاس جا کر اس مظلوم کا حق دیوایا۔ (بزم صوفیا)

اس ضمن میں قاضی عیاض رضی اللہ عنہ الشفاء'' میں امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ جامع ترمذی میں اور شمائل ترمذی میں اور امام احمد اپنی مسند میں نقل فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ بے کس پناہ میں ایک صحابی کھجور اور لکڑی کا ایک طباق لے کر آئے تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے زیور اور سونا عطا فرمایا۔

ایسا کریم اور سخی کون ہے؟
مانگتا جو آیا مانگنے سلطان بنا دیا

بے کسوں کی کفالت کا عام اعلان۔

سورۃ الاحزاب کی آیت ۶

النبی اولی با المومنین من انفسھم وازواجہ امھتھم واولوا الارحام بعضھم اولی ببعض فی کتب اللہ من المؤمنین والمھاجرین الا ان تفعلوا الی اولیائکم معروفا کان ذالك فی الکتب مسطورا۔

کے تحت علامہ آلوسی نے روح المعانی میں اور قرطبی نے الجامع الاحکام القرآن میں بخاری کے حوالے سے لکھا ہے کہ جب فتوحات ہونے لگیں اور بیت المال

میں مال غنیمت آنے لگا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم مذکورہ آیت کا حوالہ دیتے ہوئے اعلان عام فرمایا۔

من مات ارك مالا فير ثه عصبة من كا نوافان ترك دينا اوفيا عافيت نتني فانا مولا ۔ (روح المعانی)

جو مومن بھی مال چھوڑ کر مرے گا اس کے وارث اس کے عصبہ (قریبی رشتہ دار) ہوں گے جو کوئی بھی ہو۔

اگر وہ اپنے ذمہ قرض چھوڑ کر یا بچے (جن کے پاس کچھ نہ ہو) چھوڑ کر مرا تو وہ یتیم بچے اور قرض میرے ذمہ ہیں۔ میں ہی ان کا والی ہوں یعنی ان کی کفالت کروں گا اور اپنا مال خرچ کروں گا حضور شافع یوم الشور، محبوب رب غفور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اعلان مبارک آج کے کسی مطلب پرست، خود غرض، ابن الوقت اور مصنوعی خیر خواہ سیاستدان کا نہ تھا۔ جو ووٹ کی خاطر دوران الیکشن طرح طرح کے سبز باغ دکھاتا اور پرکشش وعدے اور اعلان کرتا ہے جب غریب کے ووٹ سے اسمبلی میں پہنچ جاتا ہے تو اس کے بعد اس منافق اور مفاد پرست کی حالت کچھ یوں ہوئی ہے کہ تو کون اور میں کون۔

مندرجہ بالا اعلان یا بیان اس لجپال غمخوار، غریب نواز، یتیم پرور، غریب پرور صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا جو زبانی دعووں کا نہیں بلکہ عمل اور صرف عمل کے قائل تھے وہ ایک فیصلہ فرماتے ہیں۔ بلکہ سو فیصلہ بلکہ اس سے بھی زیادہ عمل کیا کرتے تھے۔

سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ اسی بات کو اپنے انداز محبت میں یوں فرماتے ہیں:

منگتا ہا ہاتھ اٹھتے ہی داتا کی دین تھی
دوری قبول و عرض میں بس ہاتھ بھر کی ہے
اب واپس آنکھیں بند ہیں پھیلی ہیں جھولیاں
کتنے مزے کی بھیک تیرے پاک در کی ہے

ربیعہ بن کعب رضی اللہ عنہ کی شادی کا انتظام فرمادیا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خادموں میں ایک معروف نام حضرت ربیعہ بن کعب رضی اللہ عنہ کا بھی ہے یہ رات کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے استنجاء اور وضو کے لئے پانی وغیرہ لانے کی خدمت سرانجام دیتے باقی غلاموں کی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کو سب سے بڑی سعادت اور سب سے بڑی آرزو سمجھتے تھے یہی وہ خوش نصیب ہیں جن کو دنیا میں ہی جنت کی بشارت اور اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت کی خوشخبری مل گئی۔ حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ خود بیان فرماتے ہیں کہ ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے پوچھا اے ربیعہ رضی اللہ عنہ! کیا تو شادی نہیں کرے گا؟ فرماتے ہیں میں نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم میں نہیں چاہتا کہ کوئی چیز مجھے آپ کی خدمت سے غافل کردے۔ غلام کی گفتگو سنی تو خوش ہو گئے۔ کچھ دن گزرے تو پھر مجھ سے فرمایا: (اے ربیعہ! کیا تو شادی نہیں کرے گا؟ عرض کی: یارسول صلی اللہ علیہ وسلم ایک تو میں نہیں چاہتا کہ کوئی مشغولیت مجھے آپ کی خدمت سے غافل کرے اور دوسرا، میرے پاس اتنی رقم نہیں کہ بیوی کو مہر بھی دے سکوں۔

آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے سوچا حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس جو کچھ بھی ہے اس بخوابی جانتے ہیں اس کے باوجود مجھے شادی کی دعوت دے رہے ہیں لہٰذا مجھے انکار نہیں کرنا چاہئے اب اگر بولیں گے تو ضرور ہاں کروں گا۔ چنانچہ ایک دن پھر پوچھا اے ربیعہ رضی اللہ عنہ شادی نہیں کرے گا۔ میں نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے رشتہ کون دے گا میرے پاس رقم نہیں کہ بیوی کو دے سکوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم فرمایا کہ فلاں قبیلے کے پاس جا اور ان سے کہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں حکم فرمایا ہے کہ تم مجھے اپنی لڑکی کا نکاح دو۔ انہوں نے پیغام نکاح سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اور مجھے مرحبا کہا۔ اور میرا نکاح کردیا۔

میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوا اور سارا معاملہ کہہ سنایا اور عرض کیا کہ اب حق مہر کہاں سے دوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا حق مہر بھی ادا فرمادیا۔ پھر میں نے ولیمہ کے بارے میں عرض کی کہ میں ولیمہ کہاں سے کروں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مینڈے کا انتظام کروا دیا پھر فرمایا اے ربیعہ! (رضی اللہ عنہ) جاؤ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس اور ان سے کہو کہ ان کے پاس جتنے جو ہیں وہ تیرے حوالے کر دے۔

فرماتے ہیں میں گیا تو انہوں نے جو (یا آٹے کی ٹوکری) میرے حوالے کردی حالانکہ کاشانہ اقدس میں اس کے سوا کھانے کو کچھ نہ تھا جب مینڈھا اور جو آ گئے تو میرے سسرال والوں نے کہا کہ جو ہم تمہیں تیار کر دیتے ہیں اور مینڈھے کے متعلق اپنے ساتھیوں سے کہو کہ وہ اسے ذبح کریں اور پکائیں اور یوں کر کے روٹی اور گوشت کا ولیمہ تیار ہو گیا۔ (مسند امام احمد، السیرۃ النبویہ)

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ سے ہر سائل کی مراد پوری ہوئی چاہے اس نے دنیا مانگی یا عقبیٰ...... سرکار علیہ السلام کے جود و سخا پہ نظر اٹھی تو بلا اختیار کہنا پڑا۔

دین و دنیا دیئے مال و زر دیا
حور و غلماں دیئے خلد بریں دیا
در من مقصد زندگی بھر دیا
اس موج بحر سماعت پہ لاکھوں سلام

لگاتے ہیں اس کو بھی سینے سے آقا ہوتا نہیں جو منہ لگانے کے قابل۔

پاگل آدمی کی طرف کون توجہ دیتا ہے مگر نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے لوگوں کو بھی اپنی نظر رحمت سے محروم نہیں فرمایا۔

متعدد محدثین کرام نے ایک واقعہ نقل فرمایا ہے جن میں سے امام مسلم، امام

ابوداؤد، قاضی عیاض، امام قسطلانی، ابویعلیٰ، اور ذہبی وغیرہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے چنانچہ اس کو زبان میں تبدیل کر کے بیان کرتی ہوں۔

مسجد نبوی شریف علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے کنکریلے فرش پر سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرمائیں قبائل سے مختلف وفود بھی آئے ہوئے ہیں اجلاء صحابہ کرام بھی موجود ہیں نہایت اہم مسئلہ پر گفتگو ہو رہی ہے، خیر وشر کے درمیان امتیاز کرنے کے طریقے بتلائے جارہے ہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دی جارہی ہے۔ لوگ سوالات کر رہے ہیں اور انہیں تشفی بخش جوابات دیئے جارہے ہیں۔

لب ہائے مبارکہ سے رحمت کے پھول جھڑ رہے ہیں سورج نصف اپنا پر آگیا ہے گرمی بھی سخت ہے مگر کلمات نبوی میں ایسی خنکی ایسی مٹھاس اور ایسی شگفتگی ہے کہ مردہ دلوں کا حیات، گم گشتہ افکار کو راہ مستقیم اور بے چین احساسات کو طمانیت وسکون میسر آرہا ہے شمع رسالت کے پروانے ہمہ تن گوش ہو کر میراث مصطفیٰ علیہ السلام کو جمع کر رہے ہیں۔ اتنے میں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر رحمت اٹھی تو کیا دیکھا کہ ایک پھٹے پرانے کپڑوں میں ملبوس ایک بڑھیا خاتون مجمع کے آخر میں کھڑی ہے اور کچھ عرض کرنا چاہتی ہے۔

سرکار علیہ السلام کی اس طرف متوجہ ہو گئے اس بڑھیا خاتون نے عرض کی سرکار علیہ السلام! میں آپ کی خدمت میں چند باتیں پیش کرنا چاہتی ہوں اور وہ بھی تنہائی میں سب کے سامنے نہیں۔ صحابہ کرام نے جب اس بڑھیا کو دیکھا تو کہنے لگے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے دماغ میں کچھ خلل ہے اہل محلہ کہتے ہیں کہ یہ پاگل ہے اس کی طرف توجہ نہ فرمائیں یہ خواہ مخواہ آپ کو تنگ کرے گی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وقت ضائع ہوگا۔

صحابہ کرام کی یہ گفتگو سنی تو چہرہ انور متغیر ہونے لگا۔ جبین انور پر بل پڑ گئے، وما ینطق

عن الھویٰ والی زبان اطہر جنبش میں آئی اور رحمت کے پھول جھڑنے لگے۔ ارشاد فرمایا۔
پاگل ہے تو کیا ہوا کیا یہ انسان نہیں؟ کیا اس کے سینے میں دل نہیں؟ تم کیسی باتیں کرتے ہو، دکھ کی ماری، بے چاری میرے پاس آئی ہے اس کا تو کوئی نہیں اگر میں بھی نہ سنوں تو یہ کس کے پاس جائے گی، یہ ارشاد فرما کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو گئے کیونکہ

جس کا بھری دنیا میں کوئی نہیں والی
اس کو بھی میرے آقا سینے سے لگاتے ہیں

آگے بڑھے اور بڑھیا کے قریب تسریف لے گئے اور فرمایا: اے ام فلاں! بتا تیری کیا حاجت ہے؟ اس بڑھیا نے عرض کی آپ میرے ساتھ تشریف لے چلیں۔ زبان اطہر سے ارشاد ہوا اے ام فلاں! تو جہاں جہاں مجھے لے چلے گی میں چلوں گا تیری جو بھی حاجت ہوگی میں اسے پورا کروں گا۔

اللہ اکبر! کیا خوب منظر ہوگا آگے آگے وہ پاگل خاتون ہے وار پیچھے پیچھے دوجہاں کے مالک ومختار، محبوب پروردگار صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ دھوپ کی تمازت، لو کی لپیٹ گرمی کی شدت کوئی چیز بھی آپ کو روک نہ سکی۔ چلتے چلتے مدینہ طیبہ کی ایک گلی کے کونے پر جا کر اس پاگل بڑھیا نے کہا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم زمین پر بیٹھ جائیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے، بڑھیا نے اپنی ضرورت بیان کی جو بھی اس نے مانگا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے عطا کر دیا۔

خوش ہو کر دعا دینے لگی۔ نبی پاک علیہ السلام بھی خوش خوش واپس تشریف لائے کہ دل تو کعبہ کی طرح محترم ہوتا ہے عبادت، نماز، روزہ ہی نہیں، حج وزکوٰۃ ہی نہیں، بلکہ دکھی دلوں کو سکون پہنچانا اور بے سہاروں کو سہارا دینا سب سے بڑی عبادت ہے۔
کسی نے کیا خوب کہا

دل بدست آور کہ حج اکبر است
انور ہزاروں کعبہ یک دل خوش تر است

اس طرح کی کرم نوازیوں کا نقشہ ایک شاعر نے اس شعر میں یوں کھینچا ہے۔

جس کو حقارت سے دنیا نے دیکھا اور منہ پھیر لیا
اس کو بھی سینے سے لگایا میرے کملی والے نے

آواز کرم دیتا ہی رہا تھک ہار گئے لینے والے

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ صلاً رمجہان کے باشندے تھے ایک مرتبہ عیسائیوں کے ایک گرجے میں گئے تو ان کا مذہب پسند آ گیا۔ عیسائیت کا مزید علم حاصل کرنے کے لئے گھر سے بھاگ کر شام آ گئے کئی پادریوں کے پاس رہے، عموریا کا پادری جس کے پاس زیر تربیت تھے۔ انتقال کرنے لگا تو اس سے پوچھا تیرے بعد میں کس سے علم حاصل کرنے کے جاؤں؟

اس نے حقیقت بیان کرتے ہوئے کہا اب ہمارے مذہب کا کوئی عالم نہیں رہا البتہ آخرالزماں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا پیدا ہونے والا زمانہ قریب ہے جو عرب میں پیدا ہوں گے اگر ہو سکے تو وہاں پہنچ جا اس پادری نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جائے ہجرت کی نشانیاں بھی بتائیں۔

حضرت سلمان قبیلہ بنو کلب کے چند لوگ کے ہمراہ مکہ مکرمہ پہنچے تو انہوں نے آپ کو غلام بنا کر بنو قریظہ کے ایک یہودی کے ہاتھ بیچ دیا جو آپ کو مدینہ منورہ لے آیا۔ اصل میں اللہ تعالیٰ نے اس طالب صادق کو اصل منزل تک پہنچانے کا انتظام فرما دیا تھا۔

جب وہ علامات دیکھیں جو عیسائی پادری نے بتائی تھیں۔ فوراً پہچان لیا کہ یہ تو وہی سرزمین ہے جسے آخر الزمان نبی صلی اللہ علیہ وسلم جائے ہجرت بنائیں

گے۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ وہاں غلامی کی زندگی میں انتظار کرنے لگے کہ کب وہ وقت آئے کہ رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر یہاں تشریف لائیں۔

آخر وہ دن آ ہی گیا کہ امام الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام ہجرت فرما کر تشریف لائے تو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے علامات نبوت پا کر فوراً اسلام قبول کر لیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے عاشق صادق کے اخلاص اور وخود جذمات کو جانتے تھے۔ چنانچہ

ایک دن فرمایا: تم اپنے آقا سے مکاتبت کیوں نہیں کر لیتے۔ (غلام کا اپنے آقا سے آزادی کے ادلے معاوضہ مقرر کر لینا) حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے مکاتبت کر لی۔

مالک نے دو چیزیں بدلے کتابت قرار دیں ایک یہ کہ چالیس اوقیہ (اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے) سونا اور دوسری یہ کہ تین سو درخت کھجور کے لگاؤ اور ان کی پرورش کرو یہاں تک کہ وہ پھل لے آئیں۔ سلمان رضی اللہ عنہ کے لئے یہ بھی تکلیف دہ شرط بھی کیونکہ کھجور کا درخت کئی سالوں میں تیار ہوتا ہے جب کہ آپ جلد سے جلد یہودی کی غلامی سے نکل کر اپنے مقصد کو کماحقہٗ حاصل کرنا چاہتے تھے۔

شمائل ترمذی میں ہے کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے اپنے مالک کی شرائط عرض کی تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست اقدس سے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو یہ سارے درخت لگا دیئے۔ البتہ درخت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لگایا۔ اللہ کی شان دیکھئے اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ کہ دست نبوی کی برکت سے کھجور کا باغ سوائے ایک درخت کے اسی سال میں پھل لایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ایک درخت کا پھل لانے کی وجہ پوچھی تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ درخت میں نے لگایا تھا شاید اس لئے

پھل نہیں لایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اکھیڑ کر دوبارہ خود اپنے ہاتھوں سے لگایا تو وہ بھی اس سال پھل لے آیا۔ یہ سب کچھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے تھا ورنہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ برسوں تک محنت کرتے رہتے۔

اب بدل کتابت کی ایک شرط تو پوری ہو چکی تھی۔ دوسری کو پورا کرنے کا اللہ تعالیٰ نے یوں انتظام فرمایا۔ کہ تھوڑا سا سونا کسی جگہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ سونا حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو مرحمت فرماتے ہوئے کہا کہ اس کو اپنے بدلے کتاب میں دے دو۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے اس سونے کی ناکافی ہونے کا خدشہ ظاہر کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم لے جاؤ اللہ تعالیٰ اسی کو پورا فرمادے گا۔ چنانچہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے اس تھوڑی سی مقدار سے چالیس اوقیہ سونے کی مقدار پوری کر دی اور آزادی حاصل کر کے سرکار علیہ السلام کی خدمت بابرکت میں حاضر ہو کر اپنے اصل مقصد کا پالیا۔ شمائل ترمذی میں ہے کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو خرید کر آزاد کرنا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سخاوت کا حصہ ہے۔

(صحیح مسلم ج ا ص ۴۷۰، ۱۸۰ بیروت الشفاء جلد ص ۱۰۹)

تو پھر کیوں نہ سیدی اعلیٰ حضرت جھومتے ہوئے فرماتے۔

نعمتیں بانٹتا جس سمت وہ ذیشان گیا
ساتھ ہی منشیء رحمت کا قلمدان گیا
لے خبر جلد کے غیروں کی طرف دھیان گیا
میرے مولا میرے آقا تیرے قربان گیا

حضرت عباس رضی اللہ عنہ پر سحاب کرم کی بارش۔

ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سحاب کرم حضرت عباس رضی اللہ عنہ پر ایسا

برسا کہ گدا سے بادشاہ بنا دیا۔ وہ اس طرح کہ ایک دن انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بہت معروض ہوں، زیر بار ہوں غزوہ بدر کے بعد میں نے اپنا فدیہ بھی ادا کیا اور اپنے بھتیجے عقیل کا فدیہ بھی ادا کیا۔ اس لئے مجھ پر نظر کرم فرماتے ہوئے مجھ کچھ عطا فرمائیے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سونے چاندی کا ڈھیر لگا ہوا تھا حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اپنی چادر بچھادی اس ڈھیر سے سونا اور چاندی اٹھا اٹھا کر اپنی چادر پر رکھنے لگا۔ جب وہ اپنے دل کی حسرت پوری کر چلے تو گھڑی باندھی۔ جب اسے اٹھا کر اپنے سر پہ رکھنے لگے تو وہ اتنی وزنی تھی کہ اس اٹھا نہ سکے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے اٹھانے میں میری مدد کیجئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار کر دیا پھر عرض کی کسی اور کو حکم دیں کہ وہ اس کے اٹھانے میں میری مدد کرے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کرنے سے بھی انکار فرما دیا اس کے بعد اس میں سے وزن کم کیا اور باقی ماندہ کو بڑی مشکل سے اٹھایا اور سر پر رکھ کر گھر کی طرف روانہ ہو گئے جب تک حضرت عباس رضی اللہ عنہ نظر آتے رہے حضور محبوب ربّ غفور (صلی اللہ علیہ وسلم) دیکھتے رہے اور تعجب کرتے رہے۔

اس روایت کو لکھنے کو بعد ابن کثیر فرماتے ہیں کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ طاقتور بلند قامت اور سلیم الفطرت تھے اس قوت وقامت کے باعث جو کچھ انہوں نے اپنی گھڑی میں اٹھایا وہ چالیس ہزار سے کم نہ تھا۔ (سبل الھدیٰ ص۸۶)

میرے پیارے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ سرکار اسلام کے جود وسخا کو یوں بیان کرتے ہیں۔

منگتا کا ہاتھ اٹھتے ہی داتا کی دین تھی
دوری قبول وعرض میں بس ہاتھ بھر کی ہے

جو بھی آیا جھولی بھر کے گیا۔

ایک دفعہ بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں ہزار درہم پیش کیے گئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چٹائی پر اس کو رکھ دو پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کو تقسیم کرنے کے لئے خود کھڑے ہوئے۔ جو شخص بھی آیا جھولی بھر کے اسے واپس کیا۔ یہاں تک کہ وہ درہم ختم ہو گئے۔ ان کے بعد ایک اور سائل آ گیا جس نے اپنا طلب کا دامن پھیلا دیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے پاس تو اب کوئی چیز نہیں البتہ اس طرح کرو کہ فلاں دوکان دار کے پاس جا کر اس سے اپنی ضرورت کی چیزیں خرید لو اور ان کی ادائیگی میں میرا نام لے لینا اور جب یہ دوکان دار آئے گا تو اسے میں خود ہی رقم ادا کر دوں گا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بارگاہ اقدس میں حاضر تھے انہوں نے عرض کی۔

ما کلفك الله مالا تقدر علیہ۔

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس چیز کا مکلف نہیں بنایا جس کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم میں قدرت نہیں۔ نبی پاک، صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات پسند نہ آئی۔ ایک انصاری صحابی وہاں حاضر خدمت تھے انہوں نے عرض کی۔

یارسول اللہ انفق ولا تخف من ذی العرش اقلالا۔

(الشفاء ص ۱/۱۴۶)

اے اللہ کے حضور! آپ بے دھڑک خرچ کریں اور یہ اندیشہ نہ کریں کہ آپ کا رب جو عرش کا مالک ہے وہ آپ کو تنگ دست کر دے گا۔ اپنے غلام کی یہ بات سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسکرانے لگے اور خوشی کے آثار رخ پر دکھائی دینے لگے اور فرمایا۔

بھذا امرت۔

مجھے اسی بات کا حکم دیا گیا ہے۔

میرے پیارے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی نظر آٹھتی ہے تو آپ جھومتے ہوئے فرماتے ہیں۔

یہ فیض دیئے وہ جود کئے کہ نام لئے زمانہ جئے
جہاں نے لئے تمہارے دیئے یہ اکرمیاں تمہارے لئے

منگتوں کی ہمیشہ لاج رکھی۔

طبرانی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے آپ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بے چین دلوں کے سرور صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز بزاز کے ہاں تشریف لے گئے اور اس سے چار درہم کی ایک قمیض خریدی۔ وہ قمیض پہن کر باہر تشریف لائے تو ایک انصاری آ گیا۔ اس نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

اکنی قمیصا کساک اللہ من ثیاب الجنة۔

ازراہ کرم یہ قمیض مجھے عنایت فرما دیں اللہ تعالیٰ آپ کی جنت کا لباس پہناتے۔
والی بے کساں صلی اللہ علیہ وسلم نے بلا تامل وہ قمیض اتاری اور اس انصاری کو عطا فرما دی پھر دوبارہ دکان پر تشریف لے گئے۔ اور چار درہم کی ایک اپنے لئے قمیض خریدی حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب گھر سے تشریف لاتے تو آپ کے پاس دس درہم تھے ان میں سے آٹھ خرچ ہو گئے باقی دو تھے اچانک آپ نے دیکھا کہ راستے پر ایک لونڈی کھڑی ہے اور رو رہی ہے رحمت عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شفقت بھرے انداز سے پوچھا کہ کیوں رو رہی ہو اس نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے میرے گھر والوں نے دو درہم دیے تھے تاکہ ان کا آٹا خرید کر لاؤں اور وہ مجھ سے گم ہو گئے ہیں۔ اس لئے رو رہی ہوں کہ گھر میں مالکہ مجھے سزا دے گی سرکار علیہ السلام کے پاس دو درہم باقی بچے تھے وہ اس لونڈی کو عطا فرما دے پھر آپ نے رحمت اس بچی کی

طرف اٹھی دیکھا کہ وہ پھر رو رہی ہے فرمایا آپ کیوں رو رہی ہو؟ اس نے عرض کی میں ڈر رہی ہوں کہ میرے مالک تاخیر کی وجہ سے مجھے ماریں گے غریب نواز آقا علیہ السلام اس کی شفارش بن کر اس کے ساتھ چل پڑے جب ان کے گھر کے پاس پہنچے تو حسب معمولی گھر والون کو السلام وعلیکم فرمایا انہوں نے کوئی جواب نہ دیا پھر آپ نے اسلام فرمایا لیکن جواب نہ آیا کچھ دیر انتظار فرمایا کہ تیسری بار پھر فرمایا اس وقت اہل خانہ نے سلام کا جواب عرض کیا آپ نے پوچھا تم نے کیا میرے پہلے سلام کی آواز نہ سنی؟ عرض کی حضور ضرور سنی اور پہچان بھی لیا لیکن ہم خاموش اس وجہ سے رہے کہ اللہ کے محبوب بار بار سلام فرمائیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے اللہ تعالیٰ ہمیں ہر آفت سے محفوظ رکھے۔ گھر والوں نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ماں باپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان ہوں۔ آپ نے کیسے قدم زنجہ فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ بچی ڈر رہی تھی کہ تم اسے مارو گے اس کی سفارش کے لئے میں اس کے ہمراہ آیا ہوں اس بچی کے مالک نے عرض کی۔

ھی حرہ لوجہ اللہ لممثاك معھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ اس کے ہمراہ تشریف لائے ہیں۔ آپ کی تعظیم کی خاطر اس لونڈی کو لوجہ اللہ تعالیٰ آزاد کر دیا۔ قاسم جنت محبوب رب العزت نے انہیں بھلائی اور جنت کا مژدہ جانفزا سنایا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بھلائی جنت اور کانے اللہ تعالیٰ ان دس درہموں میں بڑی برکت ڈالی ہے اللہ نے اپنے نبی علیہ السلام کو بھی اس سے قمیض پہنائی اور ایک انصاری کو بھی قمیض پہنائی ایک لونڈی بھی اس کی وجہ سے آزاد کیا اس کے بعد آپ نے اللہ تعالیٰ کی ان الفاظ میں حمد بیان کی۔

احمد اللہ الذی رزمنا ھذا بقدرتہ۔

(شمائل رسول ص ۹۱/۱، ۶۷)

"میں اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا ہوں جس نے اپنی قدرت سے ہمیں یہ رزق عطا فرمایا"۔ اس کو شاعر نے اپنے رنگ میں بیان کرتا ہے۔

آواز کرم دیتا ہی رہا تھک ہار گئے لینے والے
منگتوں کی ہمیشہ لاج رکھی محروم کسی کو لوٹایا نہیں

کفن کے لئے چادر مانگ لی۔

امام بخاری اور دیگر محدثین نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک خاتون بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئی وہ ایک چادر ہمراہ لائی جس کا حاشیہ بھی تھا۔ عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے اس کو اپنے ہاتھوں سے بنا ہے تاکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیب تن فرمائیں۔ میرے آقا آپ اس چادر کو ازراہ کرم قبول فرمالیں۔ سرکار عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی جانثار خادمہ کی محبت بھر پیشکش کو قبول کرفرمالیا۔ راوی کہتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس چادر کو بطور تہبند باندھ کر ہمارے ہاں جلوہ گر ہوئے۔ فوراً ایک اعرابی نے عرض کی! میرے ماں، باپ آپ کی ذات اقدس پر قربان جائیں مہربانی فرما کر کہ چادر مجھے عطا فرمائیں۔ پیارے آقا علیہ السلام نے فرمایا ہاں میں ضرور عطا کروں گا کچھ دیر نبی کریم، رؤف رحیم صلی اللہ علیہ وسلم اس مجلس میں تشریف فرما رہے پھر کاشانہ اقدس میں واپس چلے گئے۔ اس چادر کو تہہ کیا اور اعرابی کی طرف بھیج دی۔ لوگوں نے اسے کہا تمہیں یہ معلوم تھا کہ سرور کائنات دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی عادت کریمہ ہے، آپ سے جب بھی کوئی چیز مانگی جاتی ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم دینے سے انکار نہیں کرتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس چادر کی ضرورت بھی تھی۔ تم نے یہ سوال کیوں کیا؟

اعرابی نے خدا کی قسم! میں نے یہ چادر تہبند بنانے کے لئے نہیں مانگی بلکہ میں

نے تو اس لئے اس کے بارے میں درخواست کی ہے کہ میں اس کو اپنا کفن بناؤں مجھے یہ امید ہے کہ سرکار علیہ السلام نے اس کو پہنا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے یہ میرے عذاب سے نجات کا باعث ہوگی۔ چنانچہ اس اعرابی نے اس چادر کو سنبھال کر رکھ دیا تا کہ اس کا کفن بنائے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک پارچہ باف یعنی جولاہا جو کپڑا بنتا ہے اسے کہا کہ وہ ایک نئی چادر بنائے تا کہ یہ نئی چادر اس اعرابی کو دے دی جائے اور وہ لے لی جائے لیکن اس سے قبل کہ نئی چادر تیار ہوتی وہ صحابی اس سے پہلے ہی پیغام حق کو قبول کر کے آخرت کا سفر اختیار کر گئے۔ اور اس خوش نصیب یہ کہ اس کو اُسی چادر میں ہی کفن دیا گیا۔ جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر کے ساتھ مس ہونے کا شرف حاصل تھا۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا۔

(سبل الھدی ۷/۸۲)

ایسا کریم اور سخی کون ہے؟
منگتا جو آیا مانگنے سلطاں بنا دیا

کریم ایسا ملا جس کے کھلے ہیں ہاتھ اور بھرے خزانے

امام بخاری اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ اپنے اونٹ پر سوار ہو کر روانہ ہوئے وہ اونٹ بہت تھکا ہوا تھا۔ جس کی وجہ سے بڑی مشکل سے قدم اٹھاتا تھا۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزرے دیکھا کہ ان کا اُونٹ بڑی مشکل سے قدم اُٹھا رہا ہے۔ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے چھڑی سے کچھیکا اور اس کے لیے دعا بھی فرمائی چنانچہ وہ بڑی تیز رفتار سے چلنے لگا۔ اس سے پہلے وہ اتنا تیز نہیں چلتا تھا سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے جابر یہ اُونٹ مجھے فروخت کر دو۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر قربان میں یہ اُونٹ آپ کی بارگاہ بے کس پناہ میں پیش کرتا ہوں قبول فرما لیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مفت نہیں لوں گا۔ بلکہ اس کی قیمت ادا کروں گا چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے وہ اُونٹ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کو فروخت کر دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلال جابر کو اس کے اونٹ کی قیمت دے دو۔ انہوں نے حکم کی تعمیل کی اور رقم ادا کر دی۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو فرمایا۔

اذهب بالثمن والجلمل بارك الله فيهما .

''اے جابر رضی اللہ عنہ یہ قیمت بھی لے جاؤ اور اپنا اُونٹ بھی لے جاؤ۔
اللہ تعالیٰ ان دونوں میں تیرے لئے برکت دے''۔

(سبل الھدی ۷/۸۷)

میرے آقائے نعمت جھومتے ہوئے فرماتے ہیں۔

کریم ایسا ملا کہ جس کے کھلے ہیں ہاتھ اور بھرے خزانے
بتاؤ اے مفلسو کہ پھر کیوں تمہارا دل اضطراب میں ہے

سب سے زیادہ سخی کون ہے؟

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک روز اللہ کے رسول، خدا کے مقبول، بی بی آمنہ کے مہکتے پھول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

الا اخبر کم عن الاجود الله الاجود وانا اجود ولد آدم (الخ)

میں تمہیں کیا یہ نہ بتاؤں کہ سب سے زیادہ سخی کون ہے؟ خود ہی جواب میں فرمایا اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ سخی ہے اور اولاد آدم میں سب سے زیادہ سخی میں ہوں اور میرے بعد سب سے زیادہ سخی وہ ہوگا جس نے علم پڑھا اور پھر اسے پھیلایا۔ اللہ تعالیٰ

اُسے قیامت کے دن اٹھائے وہ شخص فرد واحد نہیں ہوگا یعنی اکیلا نہیں ہوگا بلکہ پوری امت کی حیثیت سے حاضر ہوگا۔ نیز وہ شخص سب سے زیادہ سخی ہے جس نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا۔ یہاں تک کہ اس کو قتل کر دیا گیا۔

(سبل الہدیٰ ۸۷/۷)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

''اگر میرے پاس اتنا سونا ہوتا جتنے تہامہ کے پہاڑ ہیں تو سارے سونے کو میں تمہارے درمیان تقسیم کر دیتا تم مجھے نہ جھوٹا پاتے اور نہ ہی بخیل''۔

خلق کے حاکم ہو تم رزق کے قاسم ہو تم
تم سے ملا جو ملا تم پر کروڑوں دُرود

تم ہو جواد و کریم، تم ہو رؤف رحیم۔

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے جود و کرم اور فیض و عطا کے پیش نظر شہرت یا نیک نامی نہیں ہوا کرتی تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض و عطا کا ایک انداز نہ تھا۔ بلکہ متعدد انداز تھے کبھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنا سارا مال فقیروں اور محتاجوں میں تقسیم کر دیا کرتے تھے اور کبھی مجاہد فی سبیل اللہ کو جنگی ساز و سامان مہیا کرنے کے لئے خرچ کرتے۔ کبھی ان لوگوں کی تالیف قلب کے لئے خرچ کرتے جن کے اسلام قبول کرنے سے اسلام کو تقویت پہنچنے کی توقع ہوتی کبھی اپنی ذات اور اپنی اولاد کی ضرورتوں کو بھی پس پشت ڈال دیا کرتے اور جو کچھ ہوتا وہ محتاجوں میں بانٹ دیا کرتے، جس کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خود اور آپ کے اہل و عیال کو فقر و فاقہ کی طویل عرصہ تک مشقت برداشت کرنا پڑتی۔ کبھی ایسا بھی ہوتا کہ دو ماہ تک کاشانہ نبوت پہ آگ نہ جلتی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جود و کرم کا ایک اندازہ لگانا چاہتے ہیں تو صرف اس مال غنیمت سے اندازہ لگایئے جو جنگ حنین کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حصہ میں آیا۔ اللہ تعالیٰ نے اموالِ غنیمت سے پانچواں حصہ اپنے محبوب علیہ السلام کے لئے مقرر فرمایا تھا۔ جنگ حنین میں جو خمس نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے حصے میں آیا اس کی تفصیل یوں ہے۔

آٹھ ہزار بکریاں، چار ہزار آٹھ سو اونٹ، آٹھ ہزار اوقیہ چاندی، گیارہ سو جنگی قیدی، اس ایک مال غنیمت سے آپ کے حصے میں آیا اس کی تعداد اتنی ہے اس کے علاوہ بنی قریظہ، بنی نفیر کے اور دیگر غزوات میں جو اموال غنیمت مسلمانوں کو ملے تھے ان سب میں سے پانچواں حصہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا۔ ہمارے پیارے آقا علیہ السلام کے دل میں مال کی محبت ہوتی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس گراں بہا سرمایہ کو مزید کاروبار میں لگا کر بے شمار نفع حاصل کرتے لیکن اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے انتہائی سادگی اور قناعت سے زندگی بسر فرمائی اور کئی بار فاقہ کشی تک نوبت پہنچی۔ یہاں تک کہ جب حضور، محبوب رب غفور صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا سے رخصت ہوئے تو چند صاع جو کے عوض حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زرہ مبارک ایک یہودی کے پاس گروی تھی۔ جس کو حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے خلافت کی مسند پر بیٹھتے ہی چھڑایا۔

(ماخوذ من ضیاء النبی)

اس سے یہ بات آشکارہ ہوتی ہے کہ جو مال و دولت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حصہ میں آتا تھا وہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم بڑی دریا دلی سے ضرورت مندوں، فقیروں بیواؤں اور یتیموں پر خرچ کر دیا کرتے تھے یہ ہے اللہ کے محبوب علیہ السلام کا جود و کرم جس کی وجہ سے آپ جواد کہلاتے ہیں اس کی مثال پوری دنیا میں نہیں ملتی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جود و کرم کا نتیجہ تھا کہ وہ لوگ جن کے دلوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عداوت کی آگ بھڑک رہی تھی وہ اس جود و کرم کے باعث حضور، سراپائے نور صلی اللہ علیہ وسلم کے متوالے بن گئے اور شمع رسالت پر پروانوں کی طرح سب کچھ لٹانے کے لئے بے قرار ہو گئے۔ بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں ہدیہ دُرود بھیجتے ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جود و کرم کا ذکر کرتے ہوئے۔ امام اہل محبت یوں فرماتے ہیں:

تم ہو جواد و کریم تم ہو رؤف رحیم
بھیک ہو داتا عطا تم پہ کروڑوں دُرود

محسن اعظم ﷺ کی شفقت و رحمت کا ذکر

قرآن پاک کی بہت سی آیات ہیں جن میں سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس صفت جلیلہ کو بیان کیا گیا ہے ان آیات میں سے صرف دو آیتیں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی جاتی ہے۔

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ۔

(توبہ ۱۲۸)

''گراں گزرتا ہے آپ پر تمہارا مشقت میں مبتلا ہونا وہ بہت ہی خواشمند ہیں تمہاری بھلائی کے مومنوں کے ساتھ بڑی مہربانی فرمانے والے اور ہمیشہ رحم کرنے والے ہیں''۔

دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے۔

وَمَا أَرْسَلْنٰكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ ۔ (سورۃ الانبیاء آیت ۱۰۷)

''اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر سارے جہانوں کے لئے رحمت بنا کر''

اس رحمت و شفقت کا اندازہ اس ایمان افروز حدیث پاک سے لگا لیجئے۔

ایک ایمان افروز حدیث

ایک روز ایک بدو حضور کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور سوال کیا کہ اسے کوئی

چیز عطا کی جائے سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت جو میسر تھا اسے دے دیا اور پوچھا۔

کیا میں نے تیرے ساتھ احسان کیا ہے؟ وہ اعرابی بولا آپ نے میرے ساتھ نہ کوئی احسان کیا ہے اور نہ کوئی قابل تعریف بات کی ہے۔

اس اعرابی کی اس گستاخانہ جواب کو سن کر اہل اسلام نبی کے غلام غصہ سے بھر گئے اور اس کی طرف دوڑنے تاکہ اس گستاخ کا سر قلم کر دیں۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں سختی سے حکم دیا ''کعوا'' رک جاؤ۔ کوئی آگے نہ بڑھے۔

اس ارشاد کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کاشانہ اقدس میں تشریف لائے اور اس بدو پر کرم نوازی فرماتے ہوئے اس کو بھی بلا بھیجا جب وہ بدو حاضر ہوا تو اس کو مزید عطا فرمایا اور اتنا فرمایا کہ دوبارہ مانگنے کی حاجت ہی نہ رہی۔ پھر اس سے دریافت فرمایا۔ اب بتائیں میں تمہارے ساتھ کوئی بھلائی کی ہے؟ بلا اختیار بول اٹھا۔ ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے مجھ پر بھلائی کی ہے اور اللہ تعالیٰ کی جزا عطا فرمائے میرے اہل اور میرے قبیلہ کی طرف سے بھی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ جملہ سنا تو اسے فرمایا کہ تم نے پہلے جو بات کہی تھی اس سے میرے صحابہ کو بڑا دکھ ہوا۔ اگر تم پسند کرو تو یہی بات ان کے سامنے دہرا دو تاکہ ان کا رنج دور ہو جائے گا اور تیرے بارے میں ان کے سینے میں جو خلش ہے وہ نکل جائے اس نے عرض کی میں قربان جاؤں۔ میرے آقا میں بصد مسرت انکے سامنے یہ جملہ دہرانے کے لئے تیار ہوں۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔

اس اعرابی نے جو بات کل کہی تھی اور تم نے اس سنا۔ اس کے بعد ہم نے اسے اور عطا فرمایا جس سے مزید سوال کی گنجائش نہ رہی اور اس کی جھولی بھر گئی۔ پھر اس نے

کہا کہ میں اب راضی ہوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اعرابی کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔ اُکذالک۔ کیا یہ بات ٹھیک ہے؟ کہ تم راضی ہو اس نے جواب میں کہا۔

نعم یارسول الله وجزاك الله من اهل وعشرة خیرا ۔

''ہاں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں راضی ہوں اور اللہ تعالیٰ آپ کو میرے اہل اور قبیلہ کی جانب سے بھی جزائے خیر عطا فرمائے''۔

اس کے بعد نورِ مجسم، حبیب مکرم، شاہ نبی آدم، رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تعلق کی وضاحت فرمائی جو حضور کا اپنے امتیوں کے ساتھ ہے۔

حضور علیہ السلام کا اپنی امت سے تعلق

اس تعلق کو قرآن پاک بھی بڑے دل نشین انداز میں بیان فرما رہا ہے۔

عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ ۔

اسی آیت میں ''حَـرِيْـصٌ عَـلَـيْـكُـمْ'' کی صفت جلیلہ کے جلوے نمایاں نظر آرہے ہیں سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کی طرف نظر رحمت فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا میرے اور تمہاری مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص کی اونٹی بھاگ نکلے لوگ اس کو پکڑنے کے لئے اس کے پیچھے دوڑنے لگیں وہ اونٹنی لوگوں کے پاؤں کی آہٹ سن کر اور زیادہ بدلنے لگے اور تیزی سے بھاگنا شروع کر دے۔ اس اثناء میں اس کا مالک آجائے تو وہ تعاقب کرنے والوں کو بلند آواز سے کہے۔

خلوا بینی وبین ونا قتی ۔

میرے درمیان اور میری اونٹنی کے درمیان رکاوٹ نہ بنو۔ درمیان سے ہٹ جاؤ اس کا تعاقب نہ کرو۔

فانی ارفق بها منکم واعلم ۔

میں تم سے زیادہ اپنی اونٹنی کا مزاج شناس ہوں اور اس کے ساتھ نرمی کرنے والا ہوں۔

اس کی بات سن کر تمام لوگ رک گئے۔ اس نے اپنے دامن میں سبز چارہ ڈالا اور اونٹنی کی طرف بڑھا۔ اونٹنی نے اپنے مالک کی جب مانوس آواز سنی اس نے مڑ کر دیکھا کہ اس کا مالک اپنی جھولی میں سبز چارہ لیے دوڑا آرہا ہے وہ اونٹنی رک گئی اور جہاں اس کا مالک تھا اس طرف جانے لگی مالک نے اس کی نکیل پکڑ لی۔ اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا وہ اونٹنی بیٹھ گئی۔ پھر اس پر مالک نے اپنا کجاوہ کس کر باندھ اور اس پر سوار ہو گیا۔ یہ مثال بیان کرنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا۔

وانی لوترکتکم حیث قال الرجل ماقال وقتهسموهٗ دخل النار

(کل اس شخص نے جو گستاخانہ بات کی تھی اور تم اس کو قتل کرنے کے لئے دوڑے تھے) اگر میں درمیان میں رکاوٹ نہ بنتا تم اس کو قتل کر دیتے تو اس کا ٹھکانہ جہنم ہوتا۔

میں نے اسے اپنے حکیمانہ انداز سے بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم سکھائی اور ادب کو ملحوظ رکھنے کی جانب راہنمائی کی وہ جہنم سے بچ گیا اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کا مستحق قرار پایا۔

اپنے خطا واروں کو اپنے ہی دامن میں لو
کون کرے یہ بھلا تم پہ کروڑوں دُرود

اس روایت کا خلاصہ یہ ہے گویا ہم اس بھاگے ہوئے اونٹ کی طرح ہیں جس کو پکڑنے کی کچھ لوگ کوشش کرتے ہیں اور وہ ڈر کر مزید تیز بھاگتا ہے۔

ہمارے نبی رؤف رحیم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں وہ ہمارے مالک ہیں کریم لجپال

ہمارے مالک و مولا ہونے کے ناتے سے ہمیں جہنم کے گھڑے سے بچا کر جنت کی ابدی لازوال نعمتوں کا حقدار بنانا چاہتے ہیں۔

امت سے شفقت کا ایک انداز

حضور پرنور، شافع یوم النشور، محبوب ربّ غفور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت کا یہ عالم تھا کہ ایسے احکام کی بجا آوری کا انہیں مکلف نہیں بنایا کرتے تھے جوان پر گراں گزرتے ہوں۔ مثلاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میری امت پر یہ امر گراں نہ گزرتا تو میں ان کو حکم دیتا کہ جب بھی وضو کریں۔ مسواک ضرور کریں۔ اس حکم سے کئی لوگوں کو تکلیف پہنچنے کا اندیشہ تھا اس لئے یہ حکم نہیں دیا۔ اور نماز تہجد کے بارے میں فرمایا کہ میں نے اس نماز کو تم پر لازم نہیں کیا کہ کہیں تم پر یہ نماز فرض نہ کر دی جائے پھر تم اسے ادا نہ کرسکو اور مجرم و گنہگا ٹھہرو۔ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کرم نوازی پہ جب میرے آقا نعمت، امام اہل محبت علیہ الرحمہ کی نظر اٹھی تو آپ جھومتے ہو بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں عرض کرتے ہیں۔

اگرچہ ہیں بے حد قصور تم ہو عفو و غفور
بخش دو جرم و خطا تم پہ کروڑوں دُرود

امت کی خاطر ساری ساری رات قیام

سورۃ مزمل کی جب ابتدائی آیات نازل ہوئیں جن میں حکم ہوا، اے محبوب علیہ السلام آپ کی امت کی بخشش آپ کے قیام پر منحصر ہے اگر آپ ساری امت کو بخشوانا چاہتے ہیں تو ساری رات قیام کرنا پڑے گا اور اگر آدھی رات قیام کریں گے تو میں آدھی امت کو بخشوں گا اور تہائی رات قیام کریں گے تو میں تہائی بخشوں گا، لجپال نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی راحت کو نہیں دیکھا، اپنی آسانی کو نہیں دیکھا، اپنے سکون کو

نہیں دیکھا، بلکہ نظر اٹھی تو اپنی امت کی راحت پر نظر ٹھری تو امت کے سکون پر کہ میری ساری امت کو بخشش ہو جائے۔ ساری ساری رات قیام میں گزر جاتی اللہ اکبر کیسے رحیم و کریم آقا ملے، کیسے ہم پر حریص لجپال داتا ملے۔ ساری رات قیام میں کھڑے کھڑے پاؤں مبارک میں سوزش آجاتی، ورم آجاتا بعض اوقات خون بہنے لگتا۔

خالق کائنات کو اپنے محبوب کا مشقت میں پڑنا گوارا نہ ہوا فرمایا: اے محبوب ہم نے قرآن پاک اس لئے تو نہیں اُتارا کہ آپ مشقت میں پڑ جائیں۔ عرض کی مولا تو نے ہی تو فرمایا ہے کہ تیری امت کی بخشش موقوف ہے آپ کے قیام پر لہٰذا میں تو اپنی ساری امت کو بخشواؤں گا۔

فرمایا اے محبوب! آپ مشقت میں نہ پڑیں میں نے آپ کی خاطر آپ کی امت کو بخشش دیا۔

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت پروانہ شمع رسالت علیہ الرحمہ سرکار علیہ السلام کے عفو کرم کا ذکر کرتے ہوئے ہدیہ سلام پیش کرتے ہیں۔

کر کے تمہارے گناہ مانگیں تمہاری پناہ
تم کہو دامن میں آ تم پہ کروڑوں دُرود

امت کی بگڑی بن گئی

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں ایک رات حضور پُر نور، شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام فرمایا اس قیام میں ایک ہی آیت کی بار بار تلاوت فرما رہے تھے یہاں تک کہ صبح صادق کا ستارہ طلوع ہوا۔ وہ آیت یہ تھی۔

اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ○ (سورۃ مائدہ آیت ۱۱۸)

اگر تو ان کو عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہیں۔ اور اگر تو بخشش دے تو ان کو تو

بلاشبہ تو ہی سب پر غالب ہے اور بڑا دانا ہے۔ صبح کو میں سرکار! قرار، رحمتوں کے تاجدار صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا عرض کی: یارسول صلی اللہ علیہ وسلم آج ساری رات آپ اس آیت کی تلاوت فرماتے رہے۔ یہاں تک کہ صبح ہوگئی نبی کریم، رؤف رحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے اپنی امت کے بارے میں اپنے ربّ سے شفاعت کی التجا کی ہے۔

حضرت ابوذر فرماتے ہیں میں نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ نے کیا جواب دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ نے اس التجا کو قبول فرمالیا ہے۔

عرض کی میرے آقا اگر اجازت عنائیت فرمائیں تو میں لوگوں کو یہ مژدہ سنا دوں؟ فرمایا بے شک۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ خدمت اقدس میں حاضر تے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوذر کو یہ بشارت سنانے کی اجازت نہ دیں ورنہ لوگ عبادت سے غافل ہو جائیں گے۔ چنانچہ سرکار علیہ السلام نے ابوذر کو واپس بلالیا۔

(سبل الہدیٰ ۲۸/۷)

گندے نکمے کمین مہنگے ہوں کوڑی کے تین
کون ہمیں پالتا تم پہ کروڑوں دُرود

چڑیا پر ابر شفقت کی بارش

رحمت دو عالم، نورِ مجسم، شفیع معظم و کی رحمت صرف انسان تک محدود نہ تھی۔ صرف انسان ہی اس چشمہ رحمت وشفقت سے سیراب نہیں ہوا کرتے بلکہ پرندوں اور دیگر حیوانات پر بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ابر شفقت یوں ہی برسا کرتا تھا۔

امام بخاری ''الادب'' میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے

ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جگہ قیام فرمایا۔ وہاں پر ایک چڑیا کا گھونسلا تھا کسی شخص نے اس گھونسلے سے اس کے انڈے اٹھا لئے وہ چڑیا آئی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پر چکر لگانے لگی۔ حضور نے اس چڑیا کی زبان سمجھتے ہوئے اس کی فریاد رسی کرنے کے لئے فرمایا، اے میرے صحابہ اس چڑیا کے انڈے یا بچے کس نے اٹھائے ہیں؟ ایک صحابی نے عرض کی: یا رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں نے اٹھائے ہیں۔ پیارے محسن وغمخوار آقا علیہ الصلوٰۃ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جاؤ اس چڑیا کے انڈے اس کے گھونسلے میں رکھ کر آؤ۔

اس حدیث مبارکہ سے ہمیں سبق ملتا ہے کہ ہمیں جب مصیبت پہنچے، کوئی تکلیف پہنچے، کوئی پریشانی لاحق ہو تو اس غیر ذوالفقول چڑیا کی طرح اپنے پیارے غمگسار آقا علیہ السلام کی بارگاہ میں فریاد کریں۔ انشاء اللہ وہ مشکل وہ مصیبت وہ پریشانی خود بخود ہی چلی جائے گی۔ کیونکہ ہمارے آقا علیہ السلام اپنی امت کے احوال سے باخبر ہیں اور امتیوں کی مشکل کشائی بھی فرماتے ہیں اسی کو اعلیٰ حضرت مجدد دین دولت علیہ الرحمہ یوں بیان فرماتے ہیں۔

فریاد امتی جو کرے حال زار میں،
ممکن نہیں کہ خیر البشر کو خبر نہ ہو

کتیا کی حفاظت کے لئے صحابی کو مقرر کر دیا

عبداللہ بن ابوبکر بن حزم رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے موقعہ پر جب عرج کے مقام سے روانہ ہوئے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کتیا کو دیکھا جس کے چھوٹے چھوٹے بچے اس کا دودھ پی رہے تھے اور وہ غرا رہی تھی سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی کو بلایا اور حکم فرمایا آپ ادھر اس کتیا اور

اس کے بچوں کی حفاظت کے لئے یہاں کھڑے رہیں تا کہ کوئی لشکر انہیں اذیت نہ پہنچائے۔

(سبل الہدیٰ ۵/۷)

نبی پاک، صاحب لولاک، سیاح افلاک وکی رحمت وشفقت کا مضمون اس قدر وسیع ہے کہ جس کو احاطہ بیان میں لانا یا احاطہ تحریر میں لانا طاقت بشری سے باہر ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رحمت ہیں تمام جہانوں کے لئے اب ان جہانوں میں عالم ارواح ہے عالم دنیا ہے عالم برزخ ہے، عالم قیامت ہے، عالم حشر و میزان ہے۔

ان عالموں میں صرف دنیا کو لے لیں اس میں بسنے والی ہر مخلوق کے لئے سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات رحمت ہے اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پوری کائنات کے لئے اس میں بسنے والوں کے لئے رحمت ہونا، کسی کسی اعتبار سے ہے یہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں ہم تو بس اتنا ہی کہتے ہیں۔

اس محسن اعظم کے یوں تو خلق پہ ہزاروں احسان ہیں
قربان مگر اس احساں کے احسان بھی کیا تو جتانا نہیں

تین دن تک انتظار میں کھڑے رہنا

ہمارے پیارے آقا علیہ السلام خود کو مشقت میں ڈال لیتے لیکن کسی کو مشقت میں نہ ڈالتے چنانچہ عبداللہ بن ابی الحمساء رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ نبی کریمو کی بعثت سے قبل میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی چیز فروخت سرکار علیہ السلام کی خدمت میں پیش نہ کر سکا۔ اس کا کچھ حصہ ابھی بقیہ لے کر حاضر ہوتا ہوں۔ میں چلا گیا اور مجھے یہ بات بھول گئی اور دیگر کاموں میں معروف ہو گیا۔ تین دن کے بعد مجھے اچانک یاد آیا کہ میں تو آپ کے ساتھ وعدہ کر کرے آیا ہوں کہ میں بقیہ چیز آپ کو لا کر دیتا ہوں آپ میرا انتظار کریں۔ جب میں وہ چیز لے کر گیا تو رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس

جگہ تشریف فرما تھے جہاں میں حضور کو چھوڑ کر گیا تھا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی ناراضگی کا اظہار نہیں کیا بلکہ اپنے من موہنے انداز میں اتنا فرمایا۔

هافتی لقد شققت علی وان هی هنا منذ ثلاث انتظرك

(الشفاء ۱/۱۶۵)

اے نوجوان! تو نے مجھے بڑی تکلیف پہنچائی ہے میں تین دن سے تمہارے انتظار میں بیٹھا ہوں۔

شاعر کو کہنا پڑا

جو دشمن جاں تھے ان کو بھی دی تم نے امان اپنوں کی طرح
یہ عفو و کرم، اللہ، اللہ، یہ خلق کسی نے پایا نہیں

صحابہ کرام نبی پاک علیہ السلام کے وصال شریف کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے غلاموں پر اس قدر شفقت فرماتے کہ وہ اپنے والدین کی شفقت کا اکثر ذکر کرتے رہتے کہ "مجھ پر یوں کرم نوازی فرمائی تھی" آخر کیوں نہ کرتے؟ جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر اس دنیا میں کون مشفق و مہربان ہو سکتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پر شفقت و رحمت کو دیکھ کر قرآن بولا۔

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ○ (توبہ: ۱۲۸)

اس آیت میں واضح فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مومنوں کے بارے میں رؤف بھی ہیں اور رحیم بھی۔ نبی پاک، صاحب لولاک، سیاح افلاک صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت کو بھول جاتے۔ چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں دس سال تک نبی رحمت، محسن امت سراپائے شفقت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں گزرے لیکن کبھی مجھے "اُف" تک نہیں فرمایا بلکہ ہمیشہ شفقت کا ہی ابر برستا

رہا۔ سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

تیرے قدموں میں جو ہیں وہ غیر کا منہ کیا دیکھیں
کون نظروں پہ چڑھے دیکھ کے تلوا تیرا

دنیا کے سبھی رشتے بیکار نظر آئے

حضرت سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ جو کہ اپنے والدین سے کم عمری میں بچھڑ گئے تھے جب ان کے والدین کو پتہ چلا کہ ہمارا بیٹا رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ہے تو آپ رضی اللہ عنہ کے والد اور چچا فدیہ کی رقم لے کر اپنے بیٹے کو غلامی سے چھڑانے کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ مقدسہ میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ ہم پر احسان کیجئے اور کرم فرمایئے اور فدیہ قبول فرما کر ہمارے بیٹے کو آزاد کر دیجئے۔ محسن اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زید کو بلا لو، اگر وہ تمہارے ساتھ جانا چاہے تو بغیر کسی فدیہ کے لئے جاؤ۔

چنانچہ حضرت زید رضی اللہ عنہ کا بلایا گیا اور جانے یا نہ جانے کا اختیار دیا گیا تو حضرت زید رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کے مقابلے میں کس کو پسند کر سکتا ہوں؟ بلاشبہ آقا کی غلامی دونوں جہانوں کی سلطانی ہے پھر بھلا حضرت زید رضی اللہ عنہ سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسے شفقت کے سمندر اور حسن اخلاق کے پیکر کو کیسے چھوڑ دیتے؟

چنانچہ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے اپنے والدین کے مقابلہ میں سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کو ترجیح دی اور والدین کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا۔ شاعر کی نظر اٹھی تو یوں اس کا بیان کرنے لگا۔

سرکار (علیہ السلام) کے دامن سے ہو گئے وابستہ
دنیا کے سبھی رشتے بے کار نظر آئے

سیدی اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ اس کو یوں عکاسی فرماتے ہیں

یہ گھر یہ در ہے اس کا جو گھر در سے پاک ہے

مژدہ ہو بے گھرو! کہ صلا اچھے گھر کی ہے

والئی کائنات، قاسم نعمت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے غلاموں پر شفقت فرماتے ہوئے ان کے ہاں بھی تشریف لے جاتے تھے۔ چنانچہ

ابوطلحہ رضی اللہ عنہ پر شفقت

حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کا مسجد نبوی شریف کے سامنے کھجوروں کا باغ تھا اس میں ایک "بئر حاء" جامی کنواں تھا۔

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یدخلھا ویشرب من ماء فیھا طیب ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس باغ میں تشریف لے جاتے اور اس کنویں سے پانی نوش فرماتے۔ جب یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَیْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِیْمٌ ○ (آل عمران: ۹۲)

تم نیکی کو نہیں پا سکتے یہاں تک کہ تم اپنی محبوب چیز کو خرچ کرو اور جو تم خرچ کرتے ہو اسے اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔

آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے سب سے زیادہ پسند بیرحاء ہے میں اسے رب کی خوشی میں صدقہ کرنا چاہتا ہوں تاکہ میں نیکی کو پاسکوں اور اللہ تعالیٰ کے ہاں اپنی حقیقی زندگی کے لئے سامان کر سکوں۔

ففعھا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حیث اراک اللہ

آپ اسے وہاں خرچ کر دیں جہاں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔

شفقت سے میرے منہ پر کلی فرمائی

امام بخاری، امام مسلم، امام احمد، نسائی اور ابن ماجہ نے نقل کیا ہے کہ حضرت محمود بن ربیع رضی اللہ عنہ جب بھی اپنے ساتھیوں میں بیٹھے تو سرکار علیہ السلام کی شفقت و محبت کا ذکر کرتے ہوئے کہتے اس وقت میری عمر پانچ سال تھی جب میرے محسن و غم خوار لجپال صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے غریب خانے تشریف لائے اور مجھے یاد ہے کہ

عقلت من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجۃ وجھافی وجھی من دلو .

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ڈول سے پانی لے لیا اور مبارک منہ میں رکھا پھر میرے منہ پر کلی فرمائی''۔

تمہارے یاد کو کیوں نہ زندگی سمجھوں
کہ زمانے میں جی رہی ہوں آپ کے لئے

دست شفقت میرے سر پر ہے

حضرت عبداللہ بن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں بیمار ہو گیا اور بیماری شدت اختیار کر گئی میرے گھر والے میری زندگی سے ناامید ہو کر مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں لے گئے تو

وفع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یدہ علی رأسی وقال یعیش ھذا الفلام قرنا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست اقدس میرے سر پر رکھتے ہوئے۔ فرمایا یہ نوجوان ایک قرن یعنی ایک صدی زندہ رہے گا۔

حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ کے چہرہ انور پر تل تھے ان کو دیکھ کر غیب دان

آقا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

لاتموت حتی یذهب خیلاف من وجهه

اس کی موت اس وقت تک نہیں آئے گی جب تک یہ تل ختم نہ ہو جائیں۔

یہ صحابی رسول اکرم، فرمان مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کے مطابق سو سال تک زندہ رہے اور اس وقت تک فوت نہ ہوئے جب تک سارا چہرہ ان نشانات سے صاف نہ ہو گیا۔ (سیدنا محمد رسول اللہ، ص: ۳۷۹)

سبحان اللہ! دست شفقت جب صحابی رسول کے سر پر لگا تو دست اقدس کی برکت سے اس وقت شفا مل گئی اور یہ بتا دیا کہ تو نے ایک قرن یعنی صدی گزارنی ہے اور جب موت کا وقت قریب ہوگا اس وقت چہرے کے نشانات بھی ختم ہو جائیں گے۔ تو پھر کیوں نہ سیدی اعلیٰ حضرت جھومتے ہوئے فرمائیں۔

اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا
جب نہ خدا ہی چھپا تم پہ کروڑوں دُرود

دست شفقت کی برکت

حضور پُرنور، سافع یوم النشور محبوب رب غفور صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول مبارک تھا بچوں کے سر اور رخسار پر دست شفقت رکھتے جن بچوں کو یہ برکت و عظمت نصیب ہوتی وہ دوسرے بچوں سے ممتاز ہو جاتے حتیٰ کہ ان کے جسم کا وہ حصہ جس کو مصطفیٰ علیہ السلام میں فرمایا ہوتا وہ حصہ بھی دوسرے حصوں سے ممتاز ہو جاتا۔

جیسا کہ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ لوگوں کو اپنا وہ رخسار مبارک دکھاتے جس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دست شفقت پھیرا تھا اور فرمایا کرتے ہے کہ میرے اس رخسار کی خوبصورتی میں راز دست پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت و عظمت ہے اسی طرح حضرت ابوزید انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن مجھے رحمت دو عالم

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوزید رضی اللہ عنہ میرے قریب آؤ! آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں قریب ہوا تو۔

فمسع بیده عل رائس

آپ نے میرے سر پر دست شفقت رکھا

اور دعا فرمائی

اللهم جمله وادم جماں

اے اللہ! اسے خوبصورتی عطا فرما اور اس کے حسن کو دائمی کر دے حضرت ابوزید انصاری رضی اللہ عنہ کی عمر مبارک سو سال سے زائد ہو چکی تھی لیکن نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کا اثر اسی طرح باقی تھا وہ اسی طرح کہ

ولقد كان منبط الوجه لم ينقبض وجهه حتى مات

ان کا چہرہ فوت ہونے تک تر و تازہ رہا، اس میں بڑھاپے کے آثار نہ تھے۔

(مسند احمد)

سیدی اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

وہ دعا جس کا جوبن بہار قبول
اس نسیم اجابت پہ لاکھوں سلام

کسی اور شاعر کی نظر اٹھی تو وہ جھومتا ہوا کہنے لگا

ان کا اشعار کریمی ہے مائل بہ کرم ہی رہتے ہیں
جب یاد کیا اے صلی علیٰ وہ آ ہی گئے تڑپایا نہیں

مزید جب سرکار علیہ السلام کے اُنس و شفقت پر نظر پڑی تو جھوم کر بولے۔

وہ مونس ہیں معذوروں کے غمخوار ہیں سب مجبوروں کے
سرکار مدینہ نے تنہا کس کس کا بوجھ اٹھایا نہیں

باپ سے زیادہ پیار اور شفقت

دو دوستوں، دو بھائیوں، استاد و شاگرد، پیر و مرشد، آقا و غلام، حاکم و محکوم وغیرہ کے درمیان جتنا بھی تعلق گہرا ہو اور پیار و محبت بھی عروج کی بلندیوں کو چھو رہا ہو تب بھی اس درجے کا نہیں ہو سکتا جو ایک باپ اور اس کے لخت جگر کے درمیان ہوتا ہے یہ وہ خونی رشتہ ہے جس کا نعم البدل نہیں۔ اس قلبی محبت اور طبعی میلان کو ہر باپ، بیٹا اچھی طرح سمجھتا ہے۔

تاہم اس دھرتی پر دنیا نے وہ زمانہ اور دور بھی دیکھا ہے جس میں ایک ذات والا صفات نے بغیر تفریق مخلوق خدا کو ایسا پیار دیا جو وہ اپنے گھروں اور اپنے ماں باپ کے ہاں بھی نہیں پاتے۔

محسن اعظم، شاہ آدم و بنی آدم، شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و شفقت و رحمت کی نظر، پیار و محبت کی دنیا میں نہیں ملتی کیونکہ یہ خاصہ اس ذات پاک کا ہے جس کو خالق کائنات نے رحمۃ للعالمین، شفیع المذنبین، انیس الغریبین، محب الفقراء والمساکین کے القاب سے نواز اور ان صفات کا مظہر کامل بنایا۔ معروف مؤرخ ابو الفداء نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت و رافت عام کا نقشہ پیش کرتے ہوئے لکھا ہے۔

یعود المساکین ویجالس الفقراء ویجب دعوۃ العبد

(شرح الشفاء ج ۱، ص: ۲۸۹)

مساکین کی عیادت فرماتے فقیر لوگوں کے پاس اٹھتے بیٹھتے اور اگر کوئی غلام دعوت دیتا تو اس کی دعوت کو قبول فرماتے۔

اس دھرتی پر بلکہ پوری کائنات ارضی و سماوی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کوئی بڑا آدمی نہیں ہو سکتا آج کسی آدمی کو معمولی منصب مل جائے کوئی ممبر شپ مل

جائے تو پتہ نہیں اپنے آپ کو کیا سمجھتا ہے جب کوئی غریب آدمی اس کے لئے دروازے پر پہنچتا ہے تو گھنٹوں کے انتظار کے باوجود جواب ملتا ہے کہ "صاحب" میٹنگ میں ہیں یا "صاحب" سو رہے ہیں۔

مگر اس سید الاولین والآخرین، انیس الغریبین رحمت العالمین، شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم کی غریب پروری اور چھوٹے لوگوں پر شفقت کا یہ عالم ہے کہ مدینہ منورہ کی عالم باندیوں، اور لونڈیوں میں سے کوئی لونڈی دست پاک صلی اللہ علیہ وسلم تھام لیتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا دست مبارک اس وقت تک نہیں چھڑاتے جب تک وہ خود نہیں چھوڑ دیتیں۔ (بخاری شریف، ج ۲، ص ۷۹۷)

سیدی اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کی نظر محبت اٹھی تو جھومتے ہوئے بے سہاروں غم کے ماروں، دکھیاروں دلفگاروں کو بارگاہ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کا راستہ بتاتے ہوئے فرماتے ہیں۔

عاصیو! تھام لو دامن ان کا
وہ نہیں ہاتھ جھٹکنے والے

اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ پر ابر شفقت کی بارش

دنیا کا اصول ہے کہ بڑے لوگوں کے بچوں سے ہر کوئی پیار کرتا ہے انہیں ہر کوئی عیدی دیتا ہے انہیں ہر کوئی چیز دیتا ہے انہیں ہر کوئی ہنس کر بلاتا ہے انہیں ہر کوئی پیار دیتا ہے انہیں ہر کوئی گود میں لیتا اور کندھوں پر اٹھاتا ہے۔

مگر کسی غریب کے بچے کو بالخصوص جب اس پر لباس بھی پھٹا پرانا ہو اور اوپر سے رنگ بھی ساہ ہو اور ہو بھی وہ کسی غلام اور خادم کی اولاد تو ایسے بچوں کے ساتھ دل کی اتھاہ گہرائیوں سے پیار کرنے والا دنیا میں شاید ہی کوئی ملے۔

لیکن قربان جاؤں جس کو دنیا میں کوئی منہ لگانے والا نہیں اس کو بھی سرکار علیہ

السلام سینے سے لگاتے ہیں۔اسی لئے کسی شاعر نے یوں عکاسی کی ہے۔

لگاتے ہیں اس کو بھی سینے سے آقا
جو ہوتا نہیں منہ لگانے کے قابل

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ حضرت اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے تھے ان کی والدہ ام ایمن رضی اللہ عنہا تھیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے والد محترم سے ورثہ میں ملی تھیں۔

گویا حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نجیب الطرفین (دونوں جانب سے) غلام تھے علماء نسب اور سوانح نگاروں کی وضاحت کے مطابق ظاہری اور جسمانی شکل وشباہت کے اعتبار سے بھی حسین وجمیل نہیں ہے۔مگر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم جو رنگ، نسل، آقا، غلام اپنے پرائے کی تمیز مٹانے کے لئے مبعوث ہوئے ہیں۔

اپنے پرائے کا غم کھانے والے
مرادیں غریبوں کی برلانے والے

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے اسی طرح اور اتنا ہی پیار فرمائے تھے جتنا اپنے نواسے امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہ سے فرمایا کرتے تھے۔

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کا اپنا بیان ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اٹھا کر ایک ران پر اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو دوسری پر بٹھاتے پھر ہم دونوں کو پیار کرتے اور سینے سے لگاتے، پھر بارگاہ الٰہی میں یوں دعا کرتے۔

اللھم ارحمھما فانی ارحمھما (صحیح بخاری کتاب الآداب)

”اے اللہ! تو ان دونوں پر رحم فرما اور ان سے محبت فرما۔کیونکہ میں بھی ان دونوں سے محبت رکھتا ہوں“۔

بس اوقات جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سواری پر سوار ہوتے تو حضرت اسامہ

رضی اللہ عنہ کو اپنے ساتھ پیچھے بٹھا لیتے۔ صحیح ابن حبان کی اک روایت نے تو حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ لاجواب اور کمال محبت دکھائی ہے جس کی نظیر پوری تاریخ میں ملنا مشکل ہے۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ایک مرتبہ اسامہ رضی اللہ عنہ دروازے کی چھوکھٹ سے پھسل کر گر گئے ان کا چہرہ زخمی ہو گیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا ان کے چہرے سے مٹی صاف کرو میں نے تھوڑا سا گریز کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود اسامہ رضی اللہ عنہ کے چہرے سے مٹی کو جھاڑنے لگے اور فرمانے لگے۔

"اگر اسامہ لڑکی ہوتا تو میں اسے زیور پہناتا اسے عمدہ کپڑے پہناتا حتیٰ کہ اس کے کانوں میں (بالیوں کے لئے) سوراخ کرتا"۔

(صحیح ابن حبان، طبقات ابن سعد)

کسی غلام زادے کے ساتھ اس سے بڑھ کر محبت پیار اور انسانیت کا تصور نہیں کیا جا سکتا جس غلام زادے کو مالک کے صاحبزادے جتنا پیار مل رہا ہو وہ بھلا کیونکر اجنبیت یا کسی قسم کی غیرت محسوس کرے گا۔ تو پھر کیسے ممکن ہے؟

فریاد امتی جو کرتے حال زار میں
ممکن نہیں کہ خیر بشر کو خبر نہ ہو

کسی اور شاعر کی نظر اٹھی تو بول اٹھا۔

آتا ہے انہیں غلاموں پہ کچھ پیار ایسا
خود بھیک دیں خود کہیں منگتے کا بھلا ہو

ایمان افروز فرمان مشکبار

امام جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

۱۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے افراد امت! میں تمہارے لئے

باپ کی طرح شفیق و مہربان ہوں۔

۲- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں قیامت کے دن گنہگاروں کو روتا ہوا کب چھوڑ سکتا ہوں۔

۳- آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تم سے زیادہ تم پر مہربان ہوں۔

۴- اے امتی! میں تیری غمخواری کرتا ہوں اب تو غم نہ کر کیونکہ تجھ پر میری شفقت سو باپ کی شفقت سے زیادہ ہے۔

۵- خوش فارح اور بے فکر رہ کہ میں تجھ سے وہی سلوک کروں گا جو باران رحمت چمن سے کرتی ہے۔

سیدی حسن رضا خان علیہ الرحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں:

آج جو عیب کسی پر کھلنے نہیں دیتے
کب وہ چاہیں گے میری حشر میں رسوائی ہو

ایسا کوئی محبوب نہ ہوگا نہ کہیں ہے

نبی رحمت، محبوب رب العزت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پر حد درجہ شفقت اور بے پایاں غم کا ایک ایمان افروز واقعہ ملاحظہ فرمایئے اور اپنے محسن و مشفق کی محبت میں جھوم جائیں۔

چنانچہ ۲ ہجری میں غزوہ بدر کا عظیم معرکہ پیش آیا تو اس میں اللہ کریم نے اپنے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے جانثار صحابہ کرام علیہم الرضوان کو فتح عظیم عطا فرمائی۔ اہل مکہ کے ستر سورمے جہنم رسید ہوئے اور اتنے ہی قیدی بنا لیے گئے۔ جن کی مشکیں باندھ کر رات کو ایک کھلی جگہ پر ڈال دیا گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب گاہ بھی قریب تھی ان لوگوں کے کراہنے کی وجہ سے رات کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نیند نہ آئی۔ ادھر سے اُدھر کروٹیں بدلتے رہے جس سے کرب و اضطراب نمایاں ظاہر ہو رہا

تھا۔

ایک انصاری نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ کو کہیں تکلیف ہے فرمایانہیں مگر چچا عباس کے کراہنے کی آواز میرے کان میں آرہی ہے اس لئے میں بے چین ہوں، انصاری چپکے سے اٹھا اور جا کر عباس کی مشک ندی کھول دی۔ انہیں آرام مل گیا اور فوراً سو گئے۔ اور وہ انصاری صحابی رضی اللہ عنہ پھر سرکار علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہو گئے۔

رحمت دو عالم، نور مجسم، شفیع معظم، حبیب مکرمہ صلی اللہ علیہ وسلم نے استفسار فرمایا، اب عباس کی آواز کیوں نہیں آتی۔ انصاری صحابی بولے کہ میں نے ان کے بندھن کھول دیئے ہیں مشفق ومہربان، والی دو جہاں، شہنشاہ کون ومکاں صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم جاری فرمایا اگر تم نے عباس کے بندھن کھول دیتے ہیں تو جاؤ سب قیدیوں کے ساتھ ایسا ہی برتاؤ کرو جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی گئی کہ سب قیدی اب آرام سے ہیں تب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اضطراب دور ہوا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم خواب شیریں سے استراحت گزیں ہوئے۔

(دلائل النبوۃ)

اپنے پرائے کا غم کھانے والے
مرادیں غریبوں کی برلانے والے

لمحہ فکریہ

ذرا سوچنا چاہیے قیدی وہ تھے جنہوں نے تیرا سال تک متواتر اہل ایمان کو ستایا تھا کسی کو آگ پر لٹایا کسی کو خون میں نہلایا، کسی کو بھاری پتھروں کے نیچے دبایا۔ کسی کو سخت اذیتوں کے بعد خاک وخون میں سلایا تھا اور خود نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ انہوں نے کیا کچھ نہیں کیا، اس کے باوجود ان لوگوں پر یہ لطف وکرم، یہ شفقت

وعنایت، پرنرمی اور یہ سلوک کہ جو کوئی بھی اپنے قیدیوں کے ساتھ نہیں کرتا۔

یاد رہے! حضرت عباس رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے اور جہاں تک معتبر روایات سے معلوم ہوا ہے وہ یہ کہ حضرت عباس جنگ میں بادل نخواستہ صرف قوم کے اکراہ واجبار سے بدر میں آئے تھے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عدل و انصاف نے ان میں اور دوسرے قیدیوں میں کوئی امتیازی فرق قائم کرنا پسند نہ فرمایا۔

لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رحم دلی اور طبعی شفقت ورآفت کا یہ عالم تھا کہ جب تک تمام قیدی پرسکون نہ ہوئے اور سونے کی رپورٹ نہ ملی اس وقت تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نیند نہ آئی۔ جانی وایمانی دشمنوں اور حملہ آوروں پر ''عَزِیْزٌ عَلَیْہِ مَاعَنِتُّمْ'' کا یہ نظارہ چشم فلک نے نہ ہی پہلے دیکھا تھا اور نہ کبھی بعد میں دیکھ سکے گی۔ تو پھر کیوں نہ کہا جائے۔

ایسا کوئی محبوب نہ ہوگا نہ کہیں ہے
بیٹھا ہے چٹائی پہ مگر عرش نشیں ہے

پھر کوئی شاعر بولا تو کہنے لگا۔

جو دشمن جان تھے ان کو بھی دی تم نے امان اپنوں کی طرح
یہ عفور کرم اللہ اللہ یہ خلق کسی نے پایا نہیں
اس محسن اعظم کے یوں تو خلق پر ہزاروں احسان ہیں
قربان مگر اس احسان بھی گیا مگر جتایا نہیں

حضور ﷺ کی تواضع کا ذکر

تواضع کی تشریح کرتے ہوئے علامہ شامی لکھتے ہیں:

التواضع

مصدر ہے باب تفاعل کا اور اس کا معنی ہے عجز و انکسار اور یہ ان خصائص حمیدہ میں ہے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ بھی اس کے موصوف سے محبت فرماتا ہے اور اس کے بندے بھی اس سے پیار کرتے ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جن ارفع واعلیٰ مقامات پر فائز فرمایا وہ کسی پر بھی مخفی نہیں۔ بارگاہ ربّ العزت میں اتنا بلند و بالا مرتبہ اور مقام پا لینے کے باوجود صلی اللہ علیہ وسلم میں غرور اور تکبر کا شائبہ تک نہ تھا بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے قول وفعل میں عجز وانکسار کا اظہار فرمایا کرتے تھے۔

دنیا کو اپنے سے دور رکھا

ابن سعد نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اور ابو نعیم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً نقل کیا ہے۔

ایک روز سرور دو عالم رضی اللہ عنہ جلوہ فرماتے اور خدمت اقدس میں جبرائیل امیں حاضر تھے کہ اچانک آسمان ایک کنارے سے پھٹا اور وہاں سے ایک فرشتے ظاہر ہوا اور بارگاہ رسالت میں حاضر ہو گیا وہ حضرت اسرافیل تھے اس سے پہلے کبھی کسی نبی

پر نازل نہ ہوئے اور نہ آج کے بعد وہ آسمان سے اتریں گے حضرت اسرافیل علیہ السلام نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ پر سلام ہو اور آپ کا پروردگار بھی آپ کو سلام فرماتا ہے میں آپ کے لب کی طرف سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں آپ کو اختیار دوں چاہیے تو آپ ایسے نبی بنیں جو عبد ہے اور جو چاہے تو ایسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مشورہ طلب کرتے ہوئے ان کی جانب نظر فرمائی انہوں نے تواضع اختیار کرنے کے بارے میں عرض کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسرافیل علیہ السلام کو فرمایا۔

بل فبيا يا عائشه لو كنت فبيا ملكا ثم ثنت الصادت معى الحيال ذهبا۔ (سبل الہدیٰ ص ۷/ ۵۴)

"میں چاہتا ہوں ایسا نبی بننا چاہتا ہوں جو اپنے خالق مالک کو بندہ ہو اور اے عائشہ اگر میں ایسا نبی بننا پسند کروں گا جو بادشاہ ہو تو پہاڑ بن کر میرے ہمراہ چلتے"۔

ہمارے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام میں کوئی ایسی عادت نہ تھی جو متکبروں اور مغروروں کا شیوہ مفور اس کی دعوت کو قبول فرماتے زمین پر گری پڑی ہوئی کھجور پاتے تو اسے اٹھا لیتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت قبول فرماتے زمین پر گری ہوئی کھجور پاتے تو اسے اٹھا لیتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایسے گدھے پر سواری کرنے کو عار محسوس نہ کرتے جس کی پیٹھ پر کوئی کپڑا نہ ڈالا گیا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سراپا عجز وانکسار تھے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ایک روز سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کاشانہ اقدس سے باہر تشریف لے گئے کندھے پر جو عبا ڈالی تھی اس کے دونوں طرف کو گرہ دی ہوتی تھی ایک اعرابی حاضر ہوا اس نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم آپ نے ایسی عبا کیوں پہنی ہوتی ہے؟

فرمایا! میں نے یہ معمولی قبا! اس لئے پہنی ہوئی ہے تاکہ میں کبرونخوت کی بیخ کنی کرسکوں۔

(سبل الہدیٰ ص ۷/۵۵)

حجتہ الوداع کے موقع پر جب کہ جزیرہ عرب کے دور دراز گوشوں سے شمع جمال محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے پرادنے اپنے پیارے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں حج ادا کرنے جمع ہوگئے تھے اس وقت جس اونٹ پر آپ سوار تھے اس اونٹ کا کجاوہ پرانا اور بھر سیدہ تھا اور جو چادر ہم تھی۔ اس عجز وانکسار کے ساتھ حضور سراپا عجز و نیاز بن کر اپنے مولا کریم کی بارگاہ میں عرض کر رہے تھے۔

اللهم حجة صبرورة لارياء ولا سمعة

(سبل الہدیٰ ص ۷/۵۶)

اے اللہ! اس حج کو حج مبرور بنا جس میں کوئی دیا کاری اور شہرت کی خواہش نہ ہو۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں جو شخص بھی حضور کو پکارتا۔ وہ صحابہ سے ہو یا اہل خانہ سے کوئی بھی ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کے جواب میں ہمیشہ لبیک فرماتے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان تواضع کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم زمین پر بیٹھ جایا کرتے اس پر کھانا تناول فرماتے۔ بکری کی ٹانگیں باندھ کر اس کو دھوتے اگر کوئی غلام دعوت کے لئے عرض کرتا تو قبول

فرماتے۔ مریض کی عیادت کرتے جنازہ میں شمولیت فرماتے' جس روز بنو قریظہ حملہ کیا گیا اس وقت حضور ایسے گدھے پر سوار تھے جس کے منہ میں لگام کھجور کے پتوں کی بنا کر دی گئی تھی اور اس گدھے کے اوپر جو خوگیر تھا وہ بھی کھجور کے پتوں سے بنایا گیا تھا۔

حضرت ابن ابیٔ ہالہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول مبارک تھا کہ جب کوئی آدمی ملاقات کرتا تو سب سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسے سلام فرماتے پھر گفتگو کا سلسلہ شروع فرماتے۔ یہ سارے کام اس لئے کرتے تا کہ اپنے غلاموں کو بھی تواضع وانکسار کا طریقہ سکھائیں اور تکبر وغرور سے باز رہنے کی عملی تلقین کریں۔

معراج کی شب اللہ کی بارگاہ میں حضور علیہ السلام نے ایک تحفہ پیش کیا

شب معراج جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے بے حجاب جلووں سے نوازا تو فرمایا یہ محبوب یہ دستور ہے کہ جب کوئی دوست اپنے دوست ملنے کے لئے جاتا ہے تو اس کے لئے کوئی نہ کوئی تحفہ لے جاتا ہے اور اس کی کوشش ہوتی ہے کہ میں وہ تحفہ لے کر جاؤں جو میرے یار کے پاس نہ ہوتا کہ وہ اسے پا کر اور زیادہ خوش ہو اے میرے محبوب علیہ السلام آپ میرے پاس کیا تحفہ لے کر آئیں ہیں؟ ناز ونعم میں عرض کی اے میرے مالک ومولا میں بھی تیری بارگاہ میں وہ تحفہ لے کر آیا ہوں جو تیرے پاس نہیں۔ خالق کائنات نے فرمایا اے میرے لاڈلے محبوب علیہ السلام میں ہر چیز کا مالک ہوں اور ہر چیز پر قادر ہوں وہ کون سی چیز ہے جو میرے پاس نہیں ہے؟ عرض کی مولا جو تحفہ میں لایا ہوں وہ تیرے قدرت میں نہیں ہے فرمایا پیارے بتلاؤ تو سہی لے کے کیا آئے ہو۔

عرض کی اے میرے پاک پروردگار میں تیری بارگاہ میں عجز وانکساری کا تحفہ

لے کر آیا ہوں۔ فرمایا اے میرے محبوب واقعی میرے پاس عجز و انکساری نہیں ہے بلکہ میں تو متکبر ہوں جبار ہوں پھر فرمایا اے محبوب! ہم بھی آپ کو صلوٰۃ سلام یعنی نماز کا تحفہ دیتے ہیں۔ عرض کی مولا میرے امت کے لئے فرمایا:

اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِيْنَ آپ کی امت کے لیے ہے۔

میرے آقائے نعمت محسن اہل محبت، محمد الیاس عطار قادری دامت برکاتہم العالیہ جھومتے ہوئے فرماتے ہیں۔

معراج کی شب تو یاد رکھا پھر حشر میں کیسے بھولیں گے
عطار اسی امید پہ ہم دن اپنے گزارے جاتے ہیں

حضور، سراپائے نور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کے ساتھ خوش طبعی بھی فرمایا کرتے۔ ان کے ساتھ میل جول کرتے ان سے بلا تکلف گفتگو فرماتے۔ ان کے بچوں سے کھیلتے ان کو اپنی گود میں بٹھاتے۔ مدینہ طیبہ کے دور دراز محلوں میں اگر کوئی صحابی بیمار ہو جاتا تو اس کی عیادت کے لئے تشریف لے جاتے، اگر کسی شخص سے کوئی قصور سرزد ہو جاتا تو وہ معافی طلب کرتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسے معاف فرما دیتے۔

مریض کی عیادت کا ثواب

حضور نبی کریم، رؤف رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معمول تھا کہ آپ فقراء اور مساکین کی عیادت فرمایا کرتے اور ان کا حال دریافت کرتے۔ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نہ صرف خود ہی بیماروں کی عیادت کے لئے تشریف لے جاتے بلکہ مختلف اسالیب سے اپنے امتیوں کی بھی تلقین کیا کرتے کہ وہ بھی بیماروں کی عیادت کے لئے جایا کریں۔

امام ترمذی اپنی سنن میں یہ حدیث نقل کرتے ہیں۔

من عاد مریضا ناداہ فنا دجلت وطاب ممشاك و توئت من الجنة منزلا ۔

جب کوئی شخص کسی مریض کی عیادت کے لئے جاتا ہے تو ایک منادی کرنے والا ندا کرتا ہے تو پاک ہو گیا اور تیرا چلنا بھی پاکیزہ ہو گیا ایک بلند منزل پر تجھے جنت میں متمکن کر دیا گیا۔

امام ابوداؤد اپنی سنن میں روایت کرتے ہیں۔

من توضا فاحسن الوضوء وعادا فاہ المسلم محتسبا لوعد من جھنم سبھین خریفا ۔

"جو شخص وضو کرتا ہے اور بڑی احتیاط سے وضو کرتا ہے پھر محض رضائے الٰہی کے لئے اپنے بھائی کی بیمار پرسی کرتا ہے تو اسے جہنم سے ستر سال کی مسافت پر دور کر دیا جائے گا۔"

تنبیہ الغافلین کی ایک روایت میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو مریض کی عیادت کرتا ہے رحمت ہمیشہ اس کے شامل حال رہتی ہے اور جب وہ مریض کے قریب بیٹھتا ہے تو گویا وہ رحمت میں غوطہ لگا رہا ہوتا ہے۔

دلجوئی کا ایک ایمان افروز واقعہ

سیرۃ النبویہ میں یہ واقعہ منقول ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی جن کا نام عرفہ تھا انہیں جب مدینہ طیبہ میں حاضر ہونے کا ارتفاق ہوتا تو وہ ادھار پر کوئی چیز خریدتے اور اسے لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے اور عرض کرتے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس جا چیز کی طرف سے بطور تحفہ قبول فرمائیں۔ اس چیز کا مالک جب نعمان کو تلاش کرتے ہوئے پہنچتا تو آپ اس کو لے کر آقا علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوتے اور وہ عرض کرتا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا

سامان تھا اس کی قیمت ادا فرمائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے کیا تو نے یہ چیز تحفہ نہیں دی؟ وہ عرض کرتا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بطور تحفہ دی ہے لیکن بخدا میری جیب میں تو پھوٹی کوڑی نہ تھی میں نے اسے اس لئے پیش کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے کھائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس زندہ دلی پر ازراہ مسرت تبسم فرماتے۔ وہ اس آدمی کو اس کی قیمت ادا کرنے کا حکم دیتے خوش طبعی اور زندہ دلی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا لیکن اس وقت بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ سچ ہی بولا کرتے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو حکم دیا کہ وہ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کریں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ نے وہ ہیبت اور رعب عطا فرمایا تھا کہ جو شخص بھی سامنے آتا وہ شدت خوف سے لرزنے لگتا اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کے ساتھ خوش دلی سے پیش نہ آتے اور گفتگو کے وقت خوش طبعی اور زندہ دلی کا مشاہدہ نہ کرتے تو لوگ مارے خوف کے قریب آنے کی جرأت ہی نہ کرتے اور آب حیات کے اس چشمہ شیریں سے فیض یاب نہ ہوسکتے۔

ایک میرا ہی رحمت پہ دعویٰ نہیں
شاہ کی ساری امت پہ لاکھوں سلام

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خوش طبعی

امام ترمذی ابوداؤد اور دیگر محدثین نے روایت کی کہ ایک شخص جو کہ امورِ دنیا کے بارے میں نازل تھا وہ حاضر خدمت ہوا اور عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اونٹنی عطا فرمائیں اس پر سوار ہو کر میں جہاد کروں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ازراہ خوش طبعی اسے فرمایا میں اونٹنی کے بچے پر تمہیں سوار عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اونٹنی کے بچے پر سوار ہو کر کیا کروں گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ویحك هليلد الجحل الا الناقة .

تیرا بھلا ہو کیا اونٹ کو اونٹنی نہیں جنتی
یعنی ہر اونٹ بھی تو اونٹنی کا ہی بچہ ہوتا ہے

میرے آقائے نعمت، محسن اہلسنّت رحمۃ اللہ علیہ کی نظر اٹھی تو جھومتے ہوئے اس پیاری ادا پر سلام عرض کرنے لگے۔

جس کی تسکین سے روتے ہوئے ہنس پڑیں
اس تبسم کی عادت پہ لاکھوں سلام

ایک دفعہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا جو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی تھیں اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی والدہ تھیں بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئیں۔ عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے لئے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے جنّت میں داخل فرمائیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے زبیر رضی اللہ عنہ کی اماں بوڑھی خواتین جنت میں نہیں جائیں گی۔ یہ سن کر وہ گھبرا گئیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مطمین کرنے کے لئے فرمایا جب تم جنت میں داخل ہونے لگو گی تو اللہ تعالیٰ تم کو نوجوان بنادے گا کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا فرمان نہیں سنا۔

اِنَّآ اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَآءً ۝ فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا ۝

(سورۃ واقعہ: ۳۵)

”کہ ہم نے پیدا کیا ان کو بیویوں کو حیرت انگیز طریقہ سے اور واپس بنادیا انہیں کنواریاں“۔

جس کی تسکین سے روتے ہوئے ہنس پڑیں
اس تبسم کی عادت پہ لاکھوں سلام

ذکرِ حبیب! خصائص و معجزات کی صورت میں

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی، حبیب اور صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام مخلوق سے افضل تمام رُسل سے معزز بنایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قدر و منزلت کو عظیم، مقام کو بلند اور درجات کو اعلیٰ بنایا ہمارے پیارے پیارے آقا علیہ الصلوٰۃ السلام کو ایسے ایسے خصائص سے نوازا جو دیگر انبیاء علیہم السلام میں بھی نہیں پائے جاتے۔ ایسے ایسے امتیازات، کرامات، معجزات دیئے جن کا مقابل نہیں اور نہ ہی کسی دوسرے کے وہ حصے میں آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں تمام انبیاء علیہم السلام سے عہد لیا گیا حضرت آدم علیہ السلام ابھی آب وگل میں تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت بھی نبی تھے۔ اوّل وآخر کا تاج آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر ہی سجا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تعلق انبیاء سے ان امتوں سے بھی زیادہ ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کو تمام امت کی مائیں بنایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بندوں پر سراپا احسان قرار دیا۔ اہل ایمان کے ساتھ انسانوں سے بھی زیادہ قریب بنایا ہے تمام خلق سے بہتر اور اولاد آدم کو سردار بنایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور بیعت کو اپنی اطاعت اور بیعت قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر ایمان کے ساتھ متصل فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو رحمۃ اللعالمین اور اہل ایمان کے لئے رؤف الرحیم بنایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو عام بنایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی

حفاظت اور عصمت کا ذمہ لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اور شہر کی قسم اٹھائی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نام لے کر نہ پکارا اور دوسروں کو بھی حکم فرمایا کہ نام سے نہیں پکارنا بلکہ پورا پکارنے کا حکم فرمایا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر آواز کو بلند کرنے سے منع فرمایا۔ سراپا نور بنایا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلانے پر فی الفور حاضر ہونا لازم فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر دُرود سلام کو دائمی بنایا۔ اسراء و معراج عطا فرمایا۔ شق قمر اور شق صدر کا معجزہ دکھایا۔ باوجود یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم معصوم ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خطا نہیں کر سکتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اگلے پچھلے معاملات پر بخشش کا اعلان فرمایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جوامع الکلم عطا کیا گیا۔ تمام زمین کے خزانوں کی چابیاں دی گئیں رعب کے ساتھ مدد کی گئی اللہ تعالیٰ اور مقرب فرشتوں نے گواہی دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری حیات کے وقت کو تمام ادوار سے افضل بنایا۔ بیت المقدس میں تمام انبیاء علیہم السلام کا امام بنایا۔ بلکہ عیسیٰ علیہ السلام آپ کے امتی کے پیچھے نماز ادا کریں گے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پیچھے بھی آگے کی طرح دیکھتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خواب بھی حق تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر تمام انبیاء ان کی امتوں سمیت پیش کیے گئے علوم غیبیہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلع فرمایا۔ دونوں کندھوں کے درمیان ختم نبوت رکھی گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شاہد، مبشر، نذیر اللہ کی طرف داعی اور سراج منیر بنایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شفاعت عظمیٰ کا تاج پہنایا گیا۔

روز قیامت سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی اٹھیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء کے امام اور خطیب ہوں گے۔ تمام انبیاء علیہم السلام آپ کے جھنڈے کے نیچے ہوں گے پل صراط سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر پہلے ہوگا۔ جنت کے دروازے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی پہلے دستک دیں گے۔ پہلے داخل بھی

ہوں گے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو مقام وسیلہ اور فضیلت عطا کیا جائے گا۔ مقام محمود اور حوض کوثر اور محشر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں جھنڈا ہوگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء اور مرسلین کے سردار ہیں۔ سب سے پہلے آپ ہی شفاعت فرمائیں گے اور قبول بھی سب سے پہلے کی جائے گی۔ سب سے زیادہ قیامت کے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہوگی اور حالت مایوسی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی بشارت وخوشخبری سنانے والے ہوں گے جس مقدس ہستی کی اس قدر ان گنت شانیں ہوں اس سے محبت اس کا احترام واکرام کیوں نہ کیا جائے؟

اور اس کی ملاقات ودیدار کا شوق کیوں نہ رکھا جائے؟

جس طرح پیارے آقا علیہ السلام کے خصائص ان گنت ہیں اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات بھی ان گنت ہیں۔ جن کا احاطہ کرنا طاقت بشری میں نہیں کیونکہ باقی انبیاء علیہم السلام آئے معجزہ لے کر آئے مگر میرے آقا علیہ السلام تشریف لائے تو وہ معجزہ بن کر آئے۔

آپ کا دیکھنا بھی معجزہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بولنا بھی معجزہ آپ علیہ السلام کے دست اقدس معجزہ،

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک معجزہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گوش مبارک معجزہ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا لباس مبارک معجزہ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی واللیل زلفیں معجزہ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بیٹھنا معجزہ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کھانا معجزہ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پینا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جاگنا معجزہ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سونا معجزہ، فرش پر آنا معجزہ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دہن معجزہ، لب معجزہ، بال مبارک معجزہ، بول مبارک معجزہ، پسینہ مبارک معجزہ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری حیات معجزہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات معجزہ۔

الغرض آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی مبارک کے کسی پہلو پر نظر اٹھتی ہے تو وہ مثال اور سراپا معجزہ نظر آتا ہے۔ اس پر جب اعلیٰ حضرت عظیم البرکت، پروانہ شمع رسالت کی نظر اٹھتی ہے تو آپ پر یوں سلام عقیدت پیش کرتے ہیں:

مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام
شمع بزم ہدایت پہ لاکھوں سلام
سب اسریٰ کے دولہا پہ دائم دُرود
نوشۂ بزم جنت پر لاکھوں سلام
صاحب رجعت شمس و شق القمر
نائبِ دستِ قدرت پہ لاکھوں سلام
وصف جس کے ہے آئینہ حق نما
اس خدا ساز طلعت پہ لاکھوں سلام
ہاتھ جس سمت اٹھا غنی کر دیا
موج بحر سماعت پہ لاکھوں سلام
جس کے ماتھے شفاعت کا سہرا رہا
اس جبین سعادت پہ لاکھوں سلام
نور کے چشمے لہرائے دریا بہیں
انگلیوں کی کرامت پہ لاکھوں سلام
جس طرف اٹھ گئی دم میں دم آگیا
اس نگاہ عنایت پہ لاکھوں سلام
جس سے تاریک دل جگمگانے لگے
اس چمک والی رنگت پہ لاکھوں سلام

حصول محبت کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چند معجزات کا ذکر خیر کرتی ہوں کہ تمام کو بیان کرنا انسان کے بس میں ہی نہیں۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے سراپا معجزہ بنا کر بھیجا ہے۔

حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ کی لکڑی تلوار بن گئی

جنگ بدر میں جب مسلمانوں کی تعداد صرف تین سو تیرہ تھی اور مشرکین کی تعداد ہزار تھی اور وہ بھی اسلحہ سے لیس۔ اس طرح کہ ہر ایک کے پاس سواری اور ڈھال بھی تھی۔ ادھر مسلمانوں کے پاس سامان جنگ اس قدر قلیل تھا کہ کسی کے پاس تلوار ہے اور ڈھال نہیں کسی کے پاس صرف نیزہ ہے اور کسی کے پاس تیر ہیں تلوار نہیں۔ الغرض اس بے سروسامانی کی حالت میں جب میدان جنگ گرم ہوا تو آقا علیہ السلام کے غلاموں نے اپنی جوانمردی کے جوہر دکھانا شروع کیے۔ چنانچہ حضرت عکاشہ بن محض رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جنگ بدر میں لڑتے لڑتے میری تلوار ٹوٹ گئی جب تلوار ٹوٹی تو میں آقا علیہ السلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری تلوار ٹوٹ گئی ہے۔ فرمایا گھبرانے کی کیا ضرورت ہے یہ لو۔ یہ کہا اور ایک درخت کی ٹہنی تھمادی فرمایا جاؤ اس سے لڑو۔

حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ نے وہ ٹہنی لی اور پھر میدان میں کود پڑے۔ پھر کیا تھا؟

آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس ٹہنی نے ایسا کام دکھایا کہ وہ سفید دراز تلوار کی طرح صورت اختیار کر گئی اور جب میں کسی مشرک پر حملہ کرتا تو وہ تلوار کا کام کرتی اور جب کوئی مجھ پر تلوار سے حملہ کرتا تو میں اس ٹہنی کو آگے کر دیتا۔ اس پہ جب تلوار لگتی تو تلوار ٹوٹ جاتی لیکن اس ٹہنی پر کچھ اثر نہ ہوتا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں فتح و نصرت عطا فرمائی۔ اور مشرکین کو شکست فاش دی۔

راوی بیان کرتے ہیں کہ وہ لکڑی وقت وصال تک حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ کے پاس رہی۔

(بیہقی ابن عساکر)

جس کی تسکین سے روتے ہوئے ہنس پڑیں
اس تبسم کی عادت پہ لاکھوں سلام

خلاد بن ارفع رضی اللہ عنہ کا لاغر اونٹ تیز رفتار ہو گیا:

کمال الدین میری اپنی کتاب حیات الحیوان میں بصیر کے عنوان لکھتے ہیں کہ امام ابن اثیر نے فرمایا۔

خلاد بن رافع اور ان کا بھائی رفاعہ رضی اللہ عنہ ایک لاغر اونٹ پر سوار ہو کر جنگ بدر میں شریک ہونے کے لئے نکلے۔ راستے میں جب روحاء کے قریب پہنچے تو اونٹ بیٹھ گیا۔ اور مرنے کی قریب پہنچ گیا۔ حضرت خلاد بن رافع نے منت مانی کے اگر یہ اونٹ میدان بدر تک پہنچ گیا تو میں اس اونٹ کو اللہ کی رضا کے لئے ذبح کر دوں گا۔

اتنے میں رحمت دو عالم، نورِ مجسم، شفیع معظم، حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر رحمت اٹھی، اپنے غلام کو پریشان دیکھ کر پوچھا اے خلاد تمہیں کیا معاملہ دار پیش ہے؟

غلام نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ اونٹ کمزوری کی وجہ سے بیٹھ گیا ہے اور چلنے سے عاجز ہو گیا ہے۔

یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری سے اتر پڑے پھر وضو فرمایا اور وضو کے پانی میں اپنا لعاب مبارکہ ڈال کر انہیں دیا کہ وہ اپنے اونٹ کے منہ میں ڈالیں چنانچہ حضرت خلاد اور ان کے بھائی رفاعہ رضی اللہ عنہ نے وہ پانی لیا اور اونٹ کا منہ کھول کر اس کے منہ میں ڈال دیا اور حقے پر ڈالا اس کے بعد دعا فرمائی اے اللہ عزوجل اخلاد اور رفاعہ کو اس پر سوار ہونے کی توفیق عطا فرما۔

حضرت خلاد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد جب ہم سوار ہوئے اور کوچ کیا تو اب وہی اونٹ اس قدر تیز رفتاری سے چلنے لگا کہ ہم قافلے والوں سے آگے نکل گئے۔ جب ہم مقام بدر پر پہنچے تو اونٹ بیٹھ گیا۔ پھر ہم نے اس اونٹ کو ذبح کیا۔ اور اس کا گوشت تقسیم کر دیا۔

جس کے آگے کھچی گردنیں جھک گیں
اس خدا داد شوکت پہ لاکھوں سلام

فائدہ:

ابن سبع لکھتے ہیں کہ نبی اکرم، نورِ مجسم، شفیع معظم حبیب مکرم، شاہ بنی آدم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص سے ہے کہ آپ و نے جس اونٹ پر سواری فرمائی وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے بوڑھا نہ ہوا بلکہ تا حیات اپنی اسی حالت میں برقرار رہا۔ اسے امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب خصائص الکبریٰ میں ذکر کیا ہے۔

سردی، گرمی میں بدل گئی:

مؤذن رسول اللہ کے مقبول خادم بتول، بارگاہ رسالت کے مہکتے پھول حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ ایک سخت سردیوں میں جب میں نے صبح کی اذان پڑھی۔ اذان کے بعد میں مسجد نبوی شریف میں ہی تھا۔ اتنے میں قاسم نعمت، محبوب ربّ العزت، جان رحمت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور دیکھا کہ مسجد میں نمازی کوئی نہیں آیا۔ ارشاد فرمایا: اے بلال رضی اللہ عنہ آج لوگ کہاں ہیں؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہت سردی ہے جس کی وجہ سے لوگ نماز پڑھنے نہیں آسکے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے پیارے ہاتھ اللہ کی بارگاہ میں اٹھ گئے اور دریائے رحمت جوش میں آیا اور

بارگاہ ربّ العزت میں عرض کی: یا اللہ میرے صحابہ سے سردی کو دور فرما دے۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کا ہم نے اثر یہ دیکھا کہ صبح کے وقت یا چاشت کے وقت لوگ پنکھے کے ذریعے ہوا کر رہے ہیں یعنی اب سردی نہیں بلکہ گرمی ہو رہی ہے۔ (ابن عدی، بیہقی، ابو نعیم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا باکمال حافظہ:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں میرا قوت حافظہ بڑا کمزور تھا جو بات سنتا مجھے یاد نہیں رہتی تھی۔ ایک دن مدینہ کے سلطان، رحمت عالمیان، محبوب رحمٰن، دو جہاں کی جان صلی اللہ علیہ وسلم کا دریائے رحمت موجزن دیکھا۔ آگے بڑھ کر عرض کی: یارسول اللہ میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان میں اکثر آپ کی احادیث کی سماعت کرتا ہوں لیکن بھول جاتا ہے۔

سوالی کا سوال سن کر قاسم نعمت، محبوب ربّ العزت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے ابو ہریرہ! اپنی چادر بچھاؤ۔ آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں حکم کی تعمیل کرتے ہوئے اپنی اوپر کی چادر بچھادی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لپ بھر کر اس پر ڈالی اور ارشاد فرمایا: اسے اٹھالو اور اپنے اوپر لپیٹ لو۔

آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے ایسا ہی کیا یعنی اپنے اوپر لپیٹ لی۔ اس کے بعد مجھے کوئی بات نہیں بھولی (بخاری، مسلم)

سبحان اللہ کیا عطا کیا۔ ایک مرتبہ عطا کیا پھر کبھی زندگی بھر دوبارہ ہاتھ بڑھانے کی حاجت ہی نہیں پیش آئی۔

اعلیٰ حضرت، عظیم المرتبت، آقائے نعمت، پروانۂ شمع رسالت مجدد دین وملت، الشاہ احمد رضا خان علیہ الرحمہ الرحمٰن کی نظر تو یوں گویا ہوئے۔

میرے کریم سے گر قطرہ کسی نے مانگا
دریا بہا دیئے ہیں در بے بہار دیئے ہیں

شیخین کی دوسری روایت یوں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن حضور سراپا نور، محبوب ربّ غفور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے کلام فرمایا اور کہا کون ہے؟ اور اپنی چادر پھیلاتا ہے تاکہ میں اپنی بات اس کی چادر میں ڈالوں پھر وہ اپنی طرف سمیٹ لے۔ تو میں نے اپنی چادر پھیلا دی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کلام فرمایا تو میں نے اپنی چادر سمیٹ لی۔

اللہ کی قسم اس کے بعد کوئی شے نہیں بھولی۔

جب آئی جوش رحمت پہ ان کی آنکھیں
جلتے بجھا دیئے ہیں روتے ہنسا دیئے ہیں

عتبہ رضی اللہ عنہ کی خوشبو کا راز:

عتبہ بن فرتد رضی اللہ عنہ کی بیوی ام عاصم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ ہم عتبہ رضی اللہ عنہ کی زوجیت میں چار بیویاں تھیں اور ہم میں سے ہر عورت اچھی سے اچھی خوشبو لگاتی تاکہ خوشبو میں حضرت عتبہ رضی اللہ عنہ سے بڑھ جاؤں اور انہیں زیادہ خوشبو دار معلوم ہوں اور وہ مجھ سے زیادہ محبت فرمائیں۔

اس کے باوجود ہم حضرت عتبہ رضی اللہ عنہ سے خوشبو میں ہرگز نہ بڑھ سکتی بلکہ یونہی آپ رضی اللہ عنہ کا سامنا ہوتا تو آپ رضی اللہ عنہ کی خوشبو ہم پر غالب آجاتی حالانکہ وہ کوئی خوشبو نہیں لگاتے تھے۔ اسی طرح حضرت عتبہ رضی اللہ عنہ لوگوں کے پاس جاتے وہ کہتے ہم نے عتبہ کی خوشبو سے زیادہ تیز اور پیاری خوشبو نہیں سونگھی۔

حضرت ام عاصم رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں ہم نے ایک دن حضرت عتبہ رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ کیا بات ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ بظاہر کوئی خوشبو بھی استعمال نہیں فرماتے لیکن پھر بھی آپ کی خوشبو ہم پر غالب ہی رہتی ہے؟ حالانکہ ہم اچھی سے اچھی خوشبو استعمال کرتی ہیں۔ جواب میں حجرت عتبہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اس میں میرا کمال نہیں بلکہ میرے آقا و مولا، بے کسوں کے داتا، حضور سید عالم، نورِ مجسم، شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی عطا ہے۔ اصل میں اس خوشبو کا راز یہ ہے کہ میری بچپن کی عمر تھی مجھے جسم پر چھپاکی نکل آئی۔ اور میری والدہ محترمہ مجھے لے کر سرکار علیہ السلام کی بارگاہ میں لے آئیں اور بیماری کی شکایت کی۔

نبی پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بے لباس ہونے کا حکم دیا تو میں اپنے ستر ڈھانپ کر آقا علیہ السلام کے سامنے بیٹھ گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست اقدس پر دم فرما کر لعاب مبارک ڈالا اور میرے جسم پر مل دیا۔

وہ دست اقدس پھرنے کی دیر تھی میری ساری بیماری دور ہوگی اور میرا سارا جسم ایسے مہکنے لگا جس کی خوشبو ابھی تک باقی ہے (طبرانی، بیہقی)

میرے آقائے نعمت، اعلیٰ حضرت، عظیم المرتبت، پروانہ شمع رسالت، مجدد دین وملت ومحسن اہلسنت، عاشق ماہِ رسالت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن جھومتے ہوئے یوں بیان فرماتے ہیں۔

ان کی مہک نے دل کے غنچے کھلا دیئے ہیں
جس راہ چل دیئے ہیں کوچے بسا دیئے ہیں
ان کے نثار کوئی کیسے ہی رنج میں ہو
جب یاد آگئے ہیں سب غم بھلا دیئے ہیں

ایک اور مقام پر یوں فرماتے ہیں

ہے لب عیسیٰ سے جاں بخشی نرالی ہاتھ میں
سنگریزے پاتے ہیں شیریں مقالی ہاتھ میں
مالک کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے ہیں
دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں

بشیر بن عقربہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ

ابن عساکر اور اسحاق (رملی) بشیر بن عقبہ جہنی رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ۔

حضرت بشیر بن عقبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں چھوٹا سا تھا اور میرا باپ جنگ احد میں شہید ہو گیا تو میں روتا ہوا آقا دو جہان والی بے کساں، والی یتیماں صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ بے کس پناہ میں روتا ہوا حاضر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم کیوں رو رہے ہو کیا تمہیں پسند نہیں آیا کہ میں تمہارا باپ بنوں اور عائشہ رضی اللہ عنہا تیری ماں بنے۔ اس کے بعد نبی پاک، صاحب لولاک، سیاح افلاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست کرامت پھیرا۔ جس کی برکت سے میرا سارا غم دور ہو گیا۔ مزید کرم نوازی اور دست مبارک کی برکت یہ دیکھی کہ میرے سر کے جس حصے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دست مبارک رکھا تھا میرے سر کے وہ بال ساری زندگی سیاہ رہے جب کہ باقی تمام بال سفید ہو چکے تھے۔

دوسرا میری زبان میں گرہ تھی تو اس پر بھی نبی اکرم نور مجسم، صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا لعاب مبارک پھینکا جس سے گرہ کھل گئی نیز پوچھا تمہارا نام کیا ہے؟ میں نے بتایا بجیر فرمایا، تمہارا نام بشیر ہے۔

جو گدا دیکھو لئے جاتا ہے توڑ انور کا
نور کی سرکار ہیں کیا اس میں توڑا نور کا

پیر نصیر الدین گولڑوی اس کا نقشہ یوں کھینچتے ہیں:

جھولی میری بھر بھر کے کہا اور بھی کچھ مانگ

ایک ہرنی کی فریاد

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحرا میں تھے اچانک کسی نے پکارا یا رسول اللہ اغثنی! حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مڑ کر دیکھا تو کوئی چیز نظر نہ آئی۔ پھر دوسری طرف التفات فرمایا تو بندھی ہوئی ہرنی نظر آئی۔ اس نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے قریب تشریف لائیے۔ تو نبی کریم رؤف رحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے قریب جا کر پوچھا!

تیری کیا حاجت ہے؟

اس نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس پہاڑ میں میرے دو بچے ہیں۔ مجھے کھول دیجئے میں بھوکے بچوں کو دودھ پلا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں گی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو ایک جانور ہے میں تجھ پر کیسے اعتبار کروں کہ تو دودھ بلا کر واپس آجائے گی ہرنی نے کہا! اگر میں ایسا نہ کروں تو اللہ تعالیٰ عشار کے عذاب میں گرفتار کرے (عشار دس ماہ کی حاملہ اونٹنی کو کہتے ہیں جو بوجھ کے وقت فریاد کرتی ہے) القول البدیع کی ایک روایت میں ان الفاظ کا اضافہ ہے۔

اس ہرنی نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر میں لوٹ کر نہ آؤں تو مجھ پر ایسی لعنت ہو جیسی اس شخص پر ہوتی ہے جس کے سامنے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر خیر کیا جائے۔ اور وہ درود پاک نہ پڑھے۔ یا مجھ پر ایسی لعنت ہو جیسی اس شخص پر ہوتی ہے جو نماز پڑھے اور دعا کئے بغیر چلا جائے۔ پس نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کھول دیا تو وہ چلی گئی اور اپنے بچوں کو دودھ پلا کر واپس آگئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

نے اسے پھر باندھ دیا اس دوران وہ بدو بھی آ گیا۔ اس نے دیکھا اور کہا آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی کام ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں اس ہرنی کو رہا کر دے۔ پھر اس بدو نے اس ہرنی کو چھوڑ دیا۔ وہ چوکڑیاں بھرتی ہوئی جا رہی تھی اور کہہ رہی تھی۔

اشهد ان لا اله الا الله واشهد انك رسول الله ۔

(طبرانی، ابونعیم)

ایک روایت میں یوں ہے کہ وہ بدو مسلمان نہیں تھا اس نے ہرنی کی فرمانبرداری دیکھی تو مسلمان ہو گیا۔ میرے آقائے نعمت رحمۃ اللہ علیہ یوں عکاسی کرتے ہیں۔

فریاد امتی جو کرے حال زار میں
ممکن نہیں کہ خیر البشر کو خبر نہ ہو
ایسا گما دے ان کو ولا میں خدا ہمیں
ڈھونڈا کریں پر اپنی خبر کو خبر نہ ہو

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی خوشخبری

بخاری و مسلم وغیرہما محدثین نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خندق کھودنے کے وقت اس حالت میں دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھوک کی وجہ پیٹ پر پتھر باندھ ہوا تھا۔ میں ایک صاع جو لے آیا اور ایک بکری کا بچہ بھی حاضر خدمت کیا۔ ایک اور روایت کے دوران ایک چٹان نکل آئی جو بہت سخت تھی۔ صحابہ کرام نے اسے توڑنے کی کوشش کی لیکن وہ نہ ٹوٹی۔ آخر کار صحابہ کرام حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا اور ایک بہت سخت چٹان نکل آئی۔ فرمایا ''میں خود خندق میں اترتا ہوں''

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شکم پر پتھر بندھا ہوا تھا کیونکہ تین دن سے کچھ کھایا نہیں تھا حضور پر نور، شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دست اقدس میں کدال لی۔ اور اس چٹان پر ماری۔ وہ سخت چٹان ایک ہی ضرب سے ٹوٹ کر ریت کے بکھرے ہوئے ٹیلے کی طرح ہوگی۔

میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے گھر جانے کی اجازت مرحمت فرمائی جائے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت عطا فرمائی دی۔ میں نے گھر پہنچ کر اپنی بیوی سے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسی حالت میں دیکھا ہے کہ میں برداشت نہیں کر سکا۔ کیا تمہارے پاس کھانے کو کچھ ہے۔ انہوں نے جواب دیا گھر میں کچھ جو اور ایک بکری کا بچہ ہے پس میں نے بکری کا بچہ ذبح کیا اور میری بیوی نے جو پیس کر اس کا آٹا گوندھا۔ میں گوشت بنا کر اپنی بیوی کے حوالے کر کے سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں چلا گیا اور عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آٹا خمیر ہو رہا ہے اور ہانڈی چولہے پر ہے۔ جو پکنے کے قریب ہی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھانے کے لئے تشریف لے چلیں۔

پیارے آقا علیہ السلام نے میری دعوت قبول فرمائی۔ ساتھ ہی تمام صحابہ کو بھی دعوت دے دی کہ تمہارے بھائی جابر رضی اللہ عنہ نے تمہارے لئے کھانے کا بندوبست کیا ہے کھانے کے لئے جلدی سے چلو۔ یہ سن کر حضرت جابر رضی اللہ عنہ عرض کرتے ہیں: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کھانا بالکل قلیل ہے اتنے زیادہ آدمیوں کے لئے میں انتظام نہیں کر سکتا۔

فرمایا! اے جابر رضی اللہ عنہ فکر کیوں کرتا ہے وہی کھانا کافی ہو جائے گا۔ چنانچہ تمام مہاجرین و انصار اٹھے اور جابر رضی اللہ عنہ کے گھر کو روانہ ہو گئے۔ آپ فرماتے ہیں مجھے انتہائی شرمندگی ہونے لگی۔ میں نے کہا اتنی مخلوق کے لئے ایک صاع کھانا

اور ایک بکری کا بچہ کیا کرے گا۔ آ کر اپنی بیوی سے کہا آج بڑی رسوائی ہوئی۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو ساری فوج کو ہی لے کر آئے ہیں۔

بیوی نے کہا کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم سے کھانے کی مقدار پوچھی تھی میں کہا ہاں کہنے لگی پھر فکر مند کیوں ہو رہا ہے بلانے والا بھی اللہ تعالیٰ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور کھلانے والے بھی وہی ہیں۔ کیونکہ وہ تھوڑے کھانے میں بھی برکت کی دعا فرما دیں گے تو تمام کے لئے کافی ہو جائے گا یہ کوئی ان کے لئے مشکل امر نہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میرے آنے سے پہلے ہانڈی نیچے نہ اتارنا اور آٹے کی روٹیاں نہ بنانا۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آٹے میں اپنا لعاب مبارک ڈالا اور برکت کی دعا کی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہانڈی کی طرف تشریف لے گئے۔ اور اس میں جو اپنا لعاب مبارک ڈالا اور برکت کی دعا کی پھر فرمایا اے جابر رضی اللہ عنہ! روٹی پکانے والی کوئی اور عورت بھی بلا لو جو تمہاری بیوی کے ساتھ روٹی پکائے۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا: اے زوجہ جابر رضی اللہ عنہ (جن کا نام ہیلہ بنت معوذ تھا) تم سالن چولہے کے اوپر ہانڈی سے ہی نکالتی رہنا نیچے نہ اتارنا۔

نبی کریم رؤف رحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو جن کی تعداد ہزار تھی، دس، دس کی ٹولیوں میں بٹھا دیا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ قسم کھا کر بیان کرتے ہیں کہ تمام صحابہ نے جی بھر کر کھانا کھایا پھر رخصت ہو گئے مگر ہانڈی اسی طرح سالن سے بھرپور تھی جس طرح کھانے سے پہلے تھی۔ اسی طرح آٹے میں بھی کوئی کمی واقع نہ ہوئی۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی بیوی کو کھانے کی اجازت دی اور فرمایا: اسے لوگوں میں بھی تقسیم کرو۔ کیونکہ وہ بھوکے ہیں پس ہم نے خود بھی کھانا کھایا اور ہمسایوں کو بھی سالن بھجوایا۔ جب نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم

تشریف لے گئے تو کھانا بھی ختم ہو گیا۔

شواہد النبوۃ میں عبدالرحمٰن جامی رضی اللہ عنہ نمبر ۸۴ پر اس کو یوں بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بکری کے بچے کو ذبح کیا۔ آپ کے دو بیٹے بھی اس منظر کو دیکھ رہے تھے آپ رضی اللہ عنہ ذبح کر کے سرکار علیہ السلام کی بارگاہ میں واپس چلے گئے ادھر گھر میں بڑے صاحبزادے نے چھوٹے کو لٹایا اس کی گردن پر چھری چلا دی جس طرح باپ نے بکری کے بچے کو ذبح کیا تھا۔ جب خون دیکھا تو ڈر کے مارے خود چھت پر چڑھ گیا اور نیچے گر گیا۔ نیچے گرتے ہی اس کی روح بھی پرواز ہو گئی چند ساعتوں میں ہی حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے دونوں بیٹے فوت ہو گئے۔ ہنستا بستا گھر لمحوں میں غم کدہ بن گیا مگر حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حوصلہ مند بیوی نے اس درد و کرب کے عالم میں بڑے صبر سے کام لیا اور خود کو رونے دھونے سے باز رکھا تا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت میں کوئی فرق نہ آئے۔

دونوں بچے جو کہ ابدی نیند سو چکے تھے ماں نے بڑے حوصلے سے ان کے جسموں کو اٹھایا اور ایک کونے میں رکھ کر ان پر کپڑا ڈال دیا اور شوہر کو بھی اس واقعہ کی خبر نہ ہونے دی۔ جب کھانا بارگاہ اقدس میں پیش کیا گیا تو سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے فرمایا جاؤ۔ اپنے دونوں بچوں کو بھی لے آؤ تا کہ مل کر کھانا کھائے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا بچے کہاں ہیں صابرہ بیوی نے بڑے حوصلے سے جواب دیا کہ وہ گھر نہیں کہیں باہر گئے ہوں گے تا کہ سرکار علیہ السلام اس میں ان سے کھانا تناول فرمالیں۔ لیکن جب حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے عدم معلوم کا اظہار کیا تو سرکار علیہ السلام نے فرمایا۔ جاؤ جابر تلاش کر کے لاؤ۔ آخر کار بیوی نے اظہار کر دیا۔ آ کر سارا واقعہ عرض کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جاؤ لے آؤ۔ جب دونوں شہزادوں کی نعشوں کو لایا گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر کپڑا ڈال کر" فرمایا قم

باذن اللہ" یہ کہنا تھا کہ بچے کلمہ شریف پڑھتے کھڑے ہو گئے۔

(شواہد النبوۃ ص ۸۴)

اعلیٰ حضرت عاشق ماہ رسالت، مجدد دین وست الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن کی نظر محبت اٹھتی ہے تو یوں فرماتے ہیں:

جن کے تلووں کا دھوون ہے آب حیات
ہے وہ جان مسیحا ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم
کون دیتا ہے دینے کو منہ چاہیے
دینے والا ہے سچا ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ پر کرم

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک غزوہ میں شریک تھے کہ اہل لشکر کو راشن کی قلت کا سامنا کرنا پڑا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا! اے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ تمہارے پاس کھانے کو کچھ ہے میں نے عرض کیا میرے توشہ دان میں چند کھجوریں ہیں۔ فرمایا لے آؤ! میں گیا اور لے آیا۔ پھر ارشاد فرمایا! چرمی دستر خوان لا کر ڈال دو۔ تو میں نے دستر خوان بھی بچھا دیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے توشہ دان میں ہاتھ ڈال کر کھجوریں نکالی تو اکیس کھجوریں ہاتھ آئیں۔ پھر آپ علیہ السلام نے فرمایا! بسم اللہ، پھر آپ علیہ السلام ایک ایک کھجور کر کے رکھتے گئے اور بسم اللہ پڑھتے گئے جب مکمل اکیس ہو گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام کو دستر خوان پر جمع کر دیا۔

اس کے بعد فرمایا فلاں فلاں صحابہ کو بلا لاؤ۔ چنانچہ تمام مدعو صحابہ نے جی بھی کر کھجوریں تناول فرمائی اور چلے گئے پھر ایک جماعت کو بلانے کا حکم دیا۔ وہ بھی کھا کر چلے گئے پھر فرمایا اب تم بیٹھ کر کھالو۔ میں کھا چکا تو حضور علیہ السلام نے فرمایا اب جو

باقی رہ گئی ہیں ان کو اٹھا کر تھیلی میں ڈال لو۔ جب تم کو ضرورت ہو تو نکال کر کھا لینا مگر تھیلی کو الٹنا نہیں۔

پس حسب ضرورت اس تھیلی سے لیتا رہا جب کوئی سوال کرتا اس تھیلی سے اس کو بھی دیتا۔ یہاں تک کہ میں نے پچاس وسق تو راہ خدا میں خرچ کیں پھر وہ تھیلی میری سواری کے ساتھ لٹکتی رہتی تھی جب ضرورت پڑتی اس سے نکال لیتا۔ وہ تھیلی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ظاہری میں بھی میرے پاس رہی۔ عہد صدیق اکبر رضی اللہ عنہ میں بھی میرے پاس رہی عہد فاروق رضی اللہ عنہ میں بھی میرے پاس رہی، عہد عثمان رضی اللہ عنہ میں بھی میرے پاس رہی جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا اس وقت وہ تھیلی مجھ سے جاتی رہی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ زمانہ اسلام میں مجھ پر تین مصیبتیں ایسی پڑی ہیں کہ ان جیسی اور کوئی مصیبت نہیں آئی۔ پہلی نبی رحمت ﷺ کی رحلت، دوسری حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت اور تیسری میرے توشہ دان کا جاتے رہنا۔ لوگوں نے پوچھا کیسا توشہ دان؟ انہوں نے جواب دیا ہم ایک غزوہ میں ہمرکاب تھے۔ لشکر کا سامان رسد (غلہ) ختم ہو گا۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے پوچھا! اے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ تمہارے پاس کچھ ہے؟ میں نے عرض کیا کچھ کھجوریں ہیں۔ فرمایا! وہ لے آؤ میں لے آیا تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دستر خوان پر پھیلا دیا، ان کی تعداد اکیس تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایک کھجور لے کر اس پر بسم اللہ کا نام لیتے جاتے اور پھر ان سب کو اپنے دست اقدس سے جمع کیا اور فرمایا! دس دس آدمی آتے جائیں اور کھاتے جائیں یہاں تک کہ سب لوگوں نے سیر ہو کر کھائیں اور کچھ کھجوریں بچ بھی گئیں میں عرض کرنے لگا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان میں میرے لئے برکت کی دعا فرما دیں۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان

پر برکت کی دعا فرمائی پھر میں نے ان کو اپنے توشہ میں دان میں ڈال دیا ان کی برکت اس قدر ظاہر ہوئی کہ جب بھی میں ہاتھ ڈالتا کھجوریں نکل آتیں اور جتنی ضرورت ہوتی اتنی ہی نکل آتیں اس برکت کا اندازہ یہاں سے بھی کیا جا سکتا ہے کہ پچاس وسق تو میں نے اس سے راہ خدا میں خیرات کیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ادوار تک تو میں ان میں سے کھاتا رہا۔ اور اگر کوئی دوست یا عزیز بھی طلب کرتا تو اسے بھی دیتا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ہنگامہ شہادت میں اشیائے خانہ کے ساتھ یہ توشہ دان بھی جاتا رہا۔ سن لو میں نے دو سو وسق سے زیادہ اس میں سے خود بھی کھائی ہیں۔

(احمد، ترمذی، ابن سعد، بیہقی)

سبحان اللہ! میرے مولا کریم لجپال صلی اللہ علیہ وسلم کس قدر سخی ہیں جس کو ایک بار عطا فرمایا ہے اسے دوبارہ سوال کرنے کی حاجت ہی نہیں رہی۔ اعلیٰ حضرت احمد رضا خان علیہ الرحمہ کی نظر محبت اٹھتی ہے تو آپ یوں فرماتے ہیں:

خلق کے حاکم ہو تو رزق کے قاسم ہو تم
تم سے ملا جو ملا تم پہ کروڑوں دُرود

حضرت جابر رضی اللہ عنہ پر رحم ہی کرم

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ان کے والد احد کی لڑائی میں شہید ہو گئے انہوں نے بیٹیاں چھوڑیں نیز قرض بھی ان کے ذمہ کافی تھا جب کھجوریں توڑنے کا وقت قریب آیا تو حضرت جابر رضی اللہ عنہ سرکار ذی وقار، مدینے کے تاجدار، بے کسوں کے مددگار، جناب احمد مختار کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ جانتے ہیں کہ میرے والد ماجد غزوہ اُحد میں شہید ہو گئے ہیں ان کے ذمہ بہت قرض تھا میں چاہتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم

میرے ساتھ نخلستان تک چلیں تاکہ قرض خواہ آپ کو دیکھ لیں اور سختی نہ کریں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! جاؤ کھجوروں کا ایک جگہ پر ڈھیر لگادو۔ میں نے جا کر ان کھجوروں کو اکھٹا کر دیا۔ اکھٹا کر کے پھر میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ ڈھیر کے گرد چکر لگا کر اس کے اوپر بیٹھ گئے پھر ارشاد فرمایا اپنے قرض خواہوں کو بلاؤ۔ قرض خواہ جب آ گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ناپ ناپ کر دینا شروع کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ناپ ناپ کر دیتے رہے یہاں تک کہ میرے والد کا تمام قرضہ اتر گیا۔

میں چاہتا تھا کہ میرا سارا قرض اتر جائے۔ میں اپنے گھر اپنی بہنوں کے پاس ایک کھجور بھی نہ لے کر جاؤں۔ لیکن خدا کی عطا سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کریمی کے جب باپ کا سارا قرضہ اتر گیا نیز سارا قرض ادا ہونے کے بعد جب میں ڈھیر کی طرف نظر کی جس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرماتھے تو دیکھ کر ہکا بکا رہ گیا کہ اس ڈھیر میں سے ایک کھجور کی بھی کمی نہیں ہوئی۔

(بخاری)

میرے آقائے نعمت علیہ الرحمہ کی نظر عقیدت اٹھی آپ نے فرمایا۔

واہ یا جو دو رم ہے شہہ بطحا تیرا
نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا
دھارے چلتے ہیں عطا کے وہ قطرہ تیرا
تارے کھلتے ہیں سخا کے وہ ذرہ تیرا

جام شیر نے پینے والوں کا منہ پھیر دیا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں۔ قسم ہے اس کی جس کے سواء کوئی معبود نہیں کہ بعض اوقات میں بھوک کی شدت سے زمین پر لیٹ جاتا تھا اور کبھی

پیٹ کے ساتھ پتھر باندھ لیتا تھا ایک دن بھوک سے بے تاب ہو کر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور اصحاب رسول کے راستے میں بیٹھ گیا۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ کا گزر ہوا تو ان سے قرآن پاک کی ایک آیت پوچھی مقصد یہ تھا کہ اپنی حالت زار کی طرف توجہ دلاؤں، وہ گزر گئے اور کچھ توجہ نہ دی۔ پھر حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ گزرے ان سے بھی اس غرض سے ایک آیت پوچھی کہ مجھے ساتھ لے جا کر کھانا کھلائیں گے مگر وہ بھی چلے گئے اور کچھ توجہ نہ دی۔

بعد ازاں حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا وہاں سے گزر ہوا، میری حالت دیکھ کر آپ میرے ارادے سے آگاہ ہو گئے۔ اور مسکرا کر فرمایا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ میں نے عرض کی لبیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا! میرے ساتھ چلو میں ساتھ چل دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کاشانہ اقدس میں داخل ہوئے تو میں نے بھی اندر آنے کی اجازت طلب کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اذن عطا فرمایا۔ پھر گھر میں دودھ کے ایک پیالے پر نظر پڑی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ دودھ کہاں سے آیا ہے؟ گھر والوں نے جواب دیا کہ فلاں آدمی یا فلاں عورت نے بطور ہدیہ بھیجا ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''اباھریرہ! میں نے عرض کی لبیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیارے آقا علیہ السلام نے حکم فرمایا جاؤ اور اہل صفہ کو بلا لاؤ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اہل صفہ اسلام کے مہمان تھے ان کے رہنے کی کوئی جگہ تھی نہ کھانے کا انتظام تھا بس مسجد میں پڑے رہتے تھے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس صدقے کا مال آتا تو ان کے پاس بھجوا دیتے۔

جناب ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اہل صفہ کو بلانے پر میرے دل پر گرانی سی گزری اور دل ہی دل میں کہا کہ پی لیتا تو گزارا ہو جاتا اور کچھ طاقت سی آجاتی مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم مانے بغیر چارہ بھی نہ تھا میں گیا اور اہل صفہ کو بلا

لاتا۔ وہ آئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ان لوگوں کو دودھ پلاؤ۔ میں نے سب کو باری باری دودھ پلایا یہاں تک کہ سب سیر ہو گئے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پیالہ ہاتھ پر رکھا اور میری طرف دیکھ کر مسکرائے فرمایا! اب میں تو تم باقی ہیں آؤ بیٹھو اور پینا شروع کرو۔ پس میں نے سیر ہو کر پیا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم بار بار اصرار فرماتے رہے پیو، پیو میں نے عرض کیا اس ذات کی قسم! جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا اب قطعاً کوئی گنجائش نہیں۔ پھر پیالہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش کر دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کا شکر بجالاتے ہوئے اسے نوش فرمالیا۔ (بخاری جلد ۲، ص ۹۵۲)

ایمان افروز واقعہ

حضرت مقداد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں اور میرے ساتھی ایسے فقر وفاقہ کی حالت میں آئے کہ ہمارے کہ ہماری قوت بصارت وسماعت زائل ہو چکی تھی ہم نے اپنے آپ کو اصحاب رسول کے سامنے پیش کیا مگر کسی نے ہمارا بار اٹھانا منظور نہ کیا ہم نبی اکرم، نورِ مجسم، شفیع معظم، حبیب مکرم شاہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں آئے گئے۔ دیکھا تو گھر میں تین بکریاں تھیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان بکریوں کا دودھ آپس میں تقسیم کرلیا کرو۔ پس ہمارا معمول یہ تھا کہ ہم ان بکریوں کا دودھ نکالتے اور ہم میں سے ہر اک اپنا حصہ نوش کرتا۔ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حصہ رکھ دیتے۔ رات کے وقت جب کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے تو دھیمے لہجے میں سلام فرماتے ہیں جسے جاگنے والا سن لیتا مگر سونے والا اس سے بیدار نہ ہوتا۔ اس کے بعد مسجد میں تشریف لے جاتے اور نماز پڑھتے بعد ازاں آ کر دودھ نوش فرماتے۔

ایک رات کا واقعہ ہے کہ اپنا دودھ پی چکا تا شیطان نے مجھے بہکایا کہ نبی کریم

صلی اللہ علیہ وسلم تو انصار کے ہاں تشریف لے جاتے ہیں اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں کچھ نہ کچھ پیش کرتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے تناول بھی فرما لیتے ہیں بھلا اس گھونٹ بھر دودھ کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا ضرورت ہے یہ سوچ کر میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حصہ بھی پی لیا۔ جب پیٹ بھر گیا اور مزید گنجائش نہ رہی تو اب مجھے شیطان نے ندامت دلائی اور کہا، ارے کم بخت تو نے یہ کیا حرکت کی ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا حصہ بھی پی لیا ہے جب آپ تشریف لائیں گے تو اپنا حصہ نہ پائیں گے تو کہیں ایسا نہ ہو کہ تیرے حق میں بددعا فرمائیں اور تیری دنیا و آخرت دونوں تباہ ہو جائیں۔ میں نے ایک چھوٹی سی چادر اوڑھ رکھی تھی جس سے پیر ڈھانکتا تو سر کھل جاتا اور سر ڈھانکتا تو پیر کھل جاتے۔ اسی پریشانی میں مجھے نیند نہ آئی تھی اور نہ ہی سکون۔

اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور حسب عادت سلام کیا پھر مسجد میں تشریف لے گئے۔ اور نماز پڑھی۔ اس کے بعد آ کر برتن دیکھا تو اس میں کچھ نہ تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر مبارک آسمان کی طرف اٹھایا۔ میں نے سمجھا کہ اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے اوپر بددعا کی اور میں برباد ہوا مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بددعا نہ کی بلکہ دعا فرمائی۔ ''اے اللہ! جو مجھ کو کھلاتے تو اس کو کھلا اور جو مجھ کو پلائے تو اس کو پلا'' یہ دعا سن کر میں نے اپنی چادر نبھائی اور چھری ہاتھ میں لے کر بکریوں کی طرف بڑھا کہ ان میں سے جو فربہ ہوا اسے ذبح کروں۔ کیا دیکھتا ہوں کہ سب کے تھنوں میں دودھ بھرا ہوا ہے یہ دیکھ کر میں ایک بڑا برتن اٹھا لایا جس کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل کو یہ گمان نہ تھا کہ اتنا بڑا برتن دودھ سے بھرے گا لیکن میں نے اس میں دودھ دوہا تو وہ لب ریز ہو گیا میں اسے لے کر خدمت اقدس میں حاضر ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا تم لوگوں نے اپنا حصہ پی لیا ہے

میں نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نوش فرمالیجئے چنانچہ آپ نے کچھ نوش فرمایا اور بقیہ مجھے عنایت فرمایا۔ میں نے عرض کیا کچھ اور نوش فرمائیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور پیا اور باقی میرے حوالے کردیا میں نے سمجھ گیا کہ آپ نے سیر ہو کر پی لیا ہے اور آپ کی دعا قبول ہوگئی تو میں خوشی سے لوٹ پوٹ ہونے لگا۔

فرمایا اے مقداد اس قدر خوشی کا اظہار کیوں کر رہے ہو؟ تو میں نے سارا ماجرا عرض کردیا۔ پیارے آقا علیہ السلام نے فرمایا یہ ساری اللہ عزوجل کی رحمت ہے اور اسی کی جانب سے برکت ہے۔ پھر فرمایا اے مقداد کاش کہ تم اپنے دوسرے بھائیوں کا بھی اس برکت میں شامل کرلیتے۔ میں نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس ذات کی قسم جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا آپ کے صدقے سے حاصل ہونے والی برکت میں کسی اور کو ترجیح نہیں دوں گا۔

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں۔

کون دیتا ہے دینے کو منہ چاہیے
دینے والا ہے سچا ہمارا نبی ﷺ
جس کی دو بوند ہیں کوثر و سلسبیل
ہے وہ رحمت کا دریا ہمارا نبی ﷺ

میرے کریم سے گر قطرہ کس نے مانگا

امام مسلم بن الحجاج القشیری رحمۃ اللہ علیہ صحیح مسلم ج ۲، ص ۲۴۶ میں محمد بن عبداللہ تبریزی رحمۃ اللہ علیہ مشکوٰۃ شریف میں ص ۵۴۴ پر حدیث نقل کرتے ہیں۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک غریب اور مفلس آدمی امام الانبیاء سرور دو جہاں، مالک کون و مکاں، والی بے کساں، صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت سراپائے عظمت میں حاضر ہوا اس نے غمخوار آقا علیہ السلام سے اپنی غربت اور تنگدستی

کی شکایت کرتے ہوئے کچھ کھانے کو مانگا (کیونکہ اس وقت کسی کا یہ عقیدہ نہ تھا کہ نبی سے مانگو تو نکاح ٹوٹ جاتا ہے) تو لجپال داتا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کرم سے نوازتے ہوئے اس سوالی کو ایک سیر ''جو'' دیئے اس صحابی رضی اللہ عنہ نے وہ جو لئے اور گھر لے آئے جب گھر لے آئے تو ان میں اتنی برکت ہوئی اتنی برکت ہوئی کہ حضرت جابرب فرماتے ہیں۔

کئی سال وہ صحابی اور ان کی بیوی اور ان کے مہمان کھاتے رہے مگر وہ ختم نہ ہوئے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

ایک دن سے یہ غلطی ہوئی کہ انہوں نے پکانے سے قبل، جو کو تولا تو لنے سے اس کی برکت ختم ہوگئی اور جو بھی ختم ہوگئے پھر وہ صحابی سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت سراپائے عظمت میں حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فداك امی وابی میرے آقا جو ختم ہوگئے ہیں یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لو لم تاالله لا ملتم منه والقام لكم

اگر تم ان کو نہ تولتے تو وہ کبھی بھی ختم نہ ہوتے۔

بارش سے جل تھل

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں لوگ قحط سالی کا شکار ہوئے ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ ایک دیہاتی حاضر خدمت ہوا اور عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

هلك المال وجاع العيال

مویشی ہلاک ہوگئے ہیں اور کنبے فاقہ کشی میں مبتلا ہیں ہمارے لئے دعا فرمالیتے۔ اس کی درخواست پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کے لئے ہاتھ

اٹھائے۔ اس وقت آسمان پر بادلوں کا نام و نشان تک نہ تھا۔

اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے ابھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھوں کو نیچے نہیں کیا تھا کہ پہاڑوں کو مانند بادل اٹھ کر آ گئے۔ پھر منبر اقدس سے نہیں اترے کہ بارش کے قطرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ریش مبارک سے گرنا شروع ہو گئے پھر اگلے جمعہ تک مسلسل بارش ہوتی رہی، اگلے جمعہ کے روز ہی بدو اٹھ کر عرض کرنے لگا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بارش کی وجہ سے مکانات گر گئے ہیں یہ گزارش سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مبارک ہاتھ اٹھا دیئے اور دعا فرمائی ''اللہ تعالیٰ! ہمارے گردونواح پر برسا، ہم پر نہ برسا''۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرف انگلی کا اشارہ فرماتے گئے۔ بادل پھٹتے گئے یہاں تک کہ مدینہ شریف کا سارا مطلع صاف ہو گیا۔ ایک مہینہ تک وادی میں سیلاب رہا اور کسی بھی علاقے میں سے جو آدمی آیا اس نے بارش ہی کی خبر دی۔ (بخاری)

امام مسلم بھی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص کے روز دار القضاء کے دروازے سے مسجد نبوی میں داخل ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ اس شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑے ہو کر عرض کیا۔

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

هلكت الاموال و انقطعت السبل فادع الله ان يغيثنا ۔

مویشی ہلاک ہو گئے ہیں اور راستے رک گئے ہیں، اللہ سے دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ دے۔

راوی کا بیان ہے کہ حضور نور صلی اللہ علیہ وسلم نے دست اقدس اٹھائے اور دعا فرمائی۔

اللھم اغثنا اللھم اغثنا اللھم اغثنا ۔

اے اللہ بارش عطا کر، مولیٰ بارش دے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی قسم! اس وقت ہمیں آسمان پر کوئی بادل کا ٹکڑا نظر نہیں آ رہا تھا نہ اس زمانے میں کوہ سلع تک کوئی گھر تھا اچانک کوہ سلع کی پشت سے ڈھال کی مانند ایک ابر اٹھا جب بڑھ کر آسمان کے وسط میں آ گیا تو پھیل گیا، پھر برسنے لگا، اس کے بعد خدا کی قسم! ایک ہفتہ تک ہم نے سورج نہیں دیکھا؟ پھر دوسرے جمعہ کو اسی دروازے سے ایک آدمی مسجد میں آیا، اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑے ہو کر عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مال موشی ہلاک ہو گئے ہیں اور راستے رک گئے ہیں دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ اب بارش روک دے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً ہاتھ اٹھائے اور دعا کی۔

"اے اللہ! بارش آس پاس برسا ہم پر نہ برسا، اے اللہ! پہاڑیوں پر، ٹیلوں پر، پہاڑی نالوں پہ اور درختوں کے اگنے کی جگہ پر برسا راوی کا بیان ہے کہ اس دعا کا اثر یہ ہوا کہ بادل فوراً اچھٹ گئے اور ہم دھوپ میں چل کر گھروں کو گئے اس حدیث کے راوی شریک کہتے ہیں میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا! دوسرے جمعہ کو جو شخص آیا تھا کیا وہی تھا جس نے پہلے جمعہ بارش کے لئے التجا کی تھی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا "یہ مجھ کو معلوم نہیں" (مسلم)

سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

اجابت نے جھک کر گلے لگایا
بڑھی ناز سے جب دعائے محمد

ہانڈی میں برکت

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک رات ہم نے بغیر کھائے بسر کی جب صبح ہوئی تو میں تلاش میں نکلا، مجھے اتنے پیسے ہاتھ لگ گئے کہ میں نے ایک درہم سے گوشت اور آٹا خریدا پھر انہیں لے کر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آیا تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے روٹی تیار کی جب فارغ ہوئی تو کہنے لگیں۔ کاش! آپ میرے ابا جان کے پاس جا کر انہیں لے آتے، چنانچہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ اس وقت لیٹے لیٹے فرمارہے تھے۔

اعوذ باللہ من الجوع

میں بھوک سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں

میں نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس طعام ہے، آپ تشریف لے چلیے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اس وقت ہانڈی جوش ماررہی تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ عائشہ رضی اللہ عنہا کے لئے ایک پیالہ نکال لو تو انہوں نے ایک پیالے میں کھانا الگ کرلیا۔ پھر فرمایا: ایک پیالہ حفصہ کے لئے نکال لو تو انہوں نے ان کے لئے بھی ایک پیالہ نکال لیا یہاں تک کہ آپ نے نو ازواج کا حصہ علیحدہ کروایا پھر فرمایا: اپنے والد اور اپنے شوہر کے لئے بھی نکال دو، بعد ازاں فرمایا: اب اپنے لیے بھی نکال لو اور کھاؤ تو انہوں نے اپنا حصہ لے لیا، پھر جب ہانڈی کو اٹھایا تو وہ لبریز تھی اس میں کوئی کمی نہ ہوئی اور ہم نے اس قدر تناول کیا جتنا اللہ نے چاہا۔ (ابن سعد)

تو پھر شاعر کیوں نہ کہے؟

کسی کا احسان کیوں اٹھائیں کسی کو حالات کیوں بتائیں
تمہی سے مانگیں گے تم ہی دو گے تمہارے در سے ہی لو لگی ہے

پانی کے چشمے پھوٹ پڑے

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ غزوہ ذات الرقاع میں شمولیت کے لئے جا رہے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جابر! وضو کے لئے پانی لاؤ، تو میں نے قافلہ میں بلند آواز سے پکارا کسی کے پاس پانی ہے؟ کسی کے پاس پانی ہے؟ جب پانی نہ ملا تو میں نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قافلے میں تو کسی کے پاس ایک قطرہ پانی نہیں ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کو ایک انصاری کے پاس بھیجا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے پانی ٹھنڈا کر کے رکھتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ فلاں انصاری کے پاس جاؤ اور دیکھو کہ اس کے مشکیزہ میں کچھ پانی ہے؟ میں اس کے پاس گیا اور دکھا کہ اس کے نیزے دہانہ میں پانی کا قطرہ پایا اگر میں اس قطرہ کو خشک مشکیزہ میں ڈال دیتا تو وہ خشک ہو جاتا۔ میں نے اس صورتحال سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو آگاہ کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جاؤ اسی ایک قطرہ کو لے آؤ۔ چنانچہ میں گیا اور اس قطرہ کو ہاتھ میں لے آیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قطرہ کو اپنے ہاتھ میں لے لیا پھر اس قطرہ کو میرے سپرد کر دیا کہ ایک بڑے پیالے کا اعلان کرو۔ چنانچہ میں نے ندا دی کہ قافلے میں کسی کے پاس بڑا پیالہ ہو تو لے آئے۔ الغرض میں نے ایک بڑا پیالہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لا کر پیش کر دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ کی انگلیاں کشادہ کر کے پیالے میں رکھیں اور فرمایا: جابر! بسم اللہ پڑھ کر پانی کا قطرہ میرے ہاتھ پر ڈالو! میں نے حکم کی تعمیل کی تو دکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک انگلیوں سے پانی کا فوارہ پھوٹ پڑا ہے یہاں تک کہ پیالہ لبریز ہو گیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جابر رضی اللہ عنہ اعلان کر دو جس کو پانی کی ضرورت ہو لے جائے، حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے

کہ لوگ آنا شروع ہو گئے اور سب نے خوب سیر ہو کر پانی پی لیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست اقدس پیالے سے نکلا لیا تو اس وقت بھی لبریز تھا۔ سیدی اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کی نظر اٹھتی ہے تو جھوم کر یوں فرماتے ہیں:

انگلیاں ہیں فیض پر ٹوٹے ہیں پیاسے جھوم کر
ندیاں پنجاب رحمت کی ہیں جاری واہ واہ

عباد بن صمد کا بیان ہے کہ ہم انس رضی اللہ عنہ کے پاس تو انہوں نے اپنی خادمہ سے فرمایا: دستر خوان لگاؤ ہم کھانا کھانا چاہتے ہیں وہ لے آئی تو فرمایا اب رومال لے آؤ، پس وہ ایک میلا رومال لے آئی پھر فرمایا: تنور گرم کر کے یہ رومال اس میں ڈال دو، چنانچہ رومال اس تنور میں ڈال دیا گیا جب اسے نکالا گیا تو وہ دُودھ کی طرح صاف وسفید تھا۔ ہم نے حیرانی سے پوچھا یہ کیا؟ فرمایا: یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رومال ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے چہرہ اقدس پونچھتے تھے جب یہ میلا ہو جاتا ہے تو ہم اسی طرح اس کو صاف کرتے ہیں۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ آگ اس چیز کو نہیں جلاتی جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن اطہر کو چھو جاتی ہے۔ (ابو نعیم)

آقا کا گدا ہوں اے جہنم تو بھی سن لے
وہ کیسے جلے جو کہ غلام مدنی ہو

شاخ خرما چمک اُٹھتی

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت قتادہ کو جاتے وقت ایک شاخ خرما عطا کر کے فرمایا اسے ساتھ لے جایئے یہ تمہارے دس ہاتھ آگے اور دس ہاتھ پیچھے روشنی کرے گی جب تم گھر میں قدم رکھو تو ایک سیاہی نا چیز دیکھو گے پس اسے مارنا یہاں تک کہ گھر سے نکل جائے کیونکہ وہ شیطان ہو گا۔ پس حضرت قتادہ چلے تو شاخ

فرما جگمگا اٹھی، جب گھر آئے تو ایک سا ہی سی چیز نظر آئی جسے آپ نے مار کر گھر سے باہر نکال دیا جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی خبر دی تھی۔ (احمد)

ابونعیم کی روایت میں ہے کہ رات ابر آلود تھی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز عشاء کے لئے باہر تشریف لائے تو ایک روشن سی نظر آئی۔ آپ کو قتادہ بن نعمان دکھائی دیتے فرمایا: قتادہ جب نماز ادا کر چلو تو میرے حکم تک انتظار کرنا، چنانچہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرا تو قتادہ کو کھجور کی ایک شاخ عطا فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ یہ شاخ تمہارے دس ہاتھ آگے اور دس ہاتھ پیچھے روشنی کرے گی۔

(حجۃ اللہ علی العالمین)

سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے جب فیض عالم کا دریا جوش میں دیکھا تو فوراً استغاثہ کے لئے ہاتھ اٹھا دیئے۔

چمک تجھ سے پاتے ہیں ہیں پانے والے
میرا دل بھی چمکا دے چمکانے والے

ایک نور سارے گھر پر چھا گیا

ابونعیم حلیہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے ہاں شب کے بعد میں نے نماز میں آپ کی گریہ زاری کی آواز سنی تو وضو کر کے آپ کے ساتھ نماز میں شامل ہوگئی پھر آپ نے کافی دیر اللہ تعالیٰ سے دعا کی جس قدر اللہ کی مشیت تھی۔

اسی دوران ایک نور آیا جو سارے گھر پر چھا گیا اور ایک عرصہ تک برقرار رہا، پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعا میں مشغول تھے، یہ نور چلا گیا اس کے بعد یہ نور زیادہ شدت اور جگمگاہٹ کے ساتھ آیا جس کی روشنی میں رائی کا دانہ تک نظر آتا تھا پھر وہ نور غائب ہوگیا یہ منظر دیکھ کر میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ نور کیسا

تھا؟ جو مجھے نظر آیا ہے فرمایا کیا تم نے وہ نور دیکھا ہے؟ میں نے جواب دیا "ہاں" فرمایا: میں نے اپنے پروردگار سے اپنی امت (کی بخشش) کا تقاضا کیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک تہائی امت کی مغفرت کا وعدہ دیا ہے اس پر میں نے اللہ تعالیٰ کی حمد بجالائی اور اس کا شکر ادا کیا۔ اس کے بعد میں نے بقیہ امت کے بارے میں سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے ایک تہائی اور امت کی مغفرت کو نوید عطا فرمائی تو میں نے حمد و شکر ادا کیا۔ پھر تیسرے حصے کا مطالعہ کیا تو اللہ نے اس کی بخشش کا مژدہ دیا جس کی وجہ سے میں بارگاہ خداوندی میں سراپا سپاس بن گیا۔ (حجۃ اللہ علی العالمین)

سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نور کی بھیک مانگتے ہوئے عرض کرتے ہیں:

میں گدا تو بادشاہ بھر دے پیالہ نور کا

نورِ دن دونا تیرا دے ڈال صدقہ نور کا

رحمت کا دریا ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ہم ایک سفر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب تھے لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیاس کی شکایت کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ایک اور شخص کو طلب فرما کر حکم دیا کہ جا کہ پانی تلاش کرو۔ وہ دونوں پانی کی تلاش میں نکلے۔ راستے میں ان کی ملاقات ایک عورت سے ہوئی جو اپنے اونٹ پر پانی کے دو مشکیزے لاد کر جارہی تھی تو انہوں نے اس عورت سے پانی کے متعلق دریافت کیا تو اس نے جواب دیا یہاں پانی نہیں ہے پس وہ دونوں اس عورت کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں لے گئے آپ نے ایک بڑا برتن منگوا کر اس مشکیزوں سے کچھ پانی اس برتن میں ڈال لیا پھر منہ مبارک میں پانی لے کر اس برتن میں کلی فرمائی بعد ازاں دونوں مشکیزوں کا منہ بند کر دیا۔

اس کے بعد لوگوں میں اعلان کیا گیا کہ آ کر پانی پیو اور پانی بھر لو چنانچہ سب نے پانی سے پیاس بجھائی اور ضرورت کے لئے پانی ذخیرہ بھی کر لیا۔ وہ عورت کھڑے کھڑے سارا منظر دیکھتی رہی کہ اس کے پانی کے ساتھ کیا کیا جا رہا ہے۔

اللہ کی قسم! سب نے پیٹ بھر کر پانی نوش کر لیا وہ ادھر برتن کی یہ حالت تھی کہ وہ پہلے سے زیادہ بھرا نظر آنے لگا۔ بعد ازاں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ اس عورت کے لئے کچھ جمع کرو، تو لوگوں نے تعمیل ارشاد میں کھجوریں، روٹی کے ٹکڑے اور ستو جمع کیا۔ یہاں تک کہ انہوں نے کافی طعام اکھٹا کر دیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت سے فرمایا:

تمہیں پتا ہے بخدا ہم نے تیرے پانی کو کم نہیں کیا یہ تو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے پانی کا اہتمام فرمایا ہے۔ حضرت عمران رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ عورت کچھ تاخیر کے ساتھ اپنے خاندان والوں کے پاس آئی تو انہوں نے پوچھا، تمہارے رکنے اور دیر سے آنے کا سبب کیا ہے؟ اس نے کہا؟

بڑی عجب بات ہے کہ مجھے دو آدمی ملے اور پھر مجھے اس شخص کے پاس لے گئے جسے لوگ صابی کہتے ہیں اس شخص نے میرے پانی کے ساتھ ایسا ایسا کیا؟ بخدا وہ شخص تو زمین و آسمان کی ساری مخلوق سے زیادہ بڑا جادوگر ہے (اس نے اپنی درمیانی شہادت کی انگلی سے آسمان کی طرف اشارہ کیا) یا پھر وہ اللہ کا سچا رسول ہے۔

مسلمان بعد میں آس پاس کے مشرکین پر حملہ آور ہوتے رہے مگر کبھی ایسی جماعت سے تصادم نہ ہوا جس میں وہ عورت شامل ہو، ایک دن اس عورت نے اپنی قوم سے کہا: میں سمجھتی ہوں کہ یہ لوگ تمہیں سیدھے راستے کی طرف دعوت دیتے ہیں کیا تم اسلام قبول کرنے کے لئے تیار ہو؟ تو اس کے پورے قبیلے نے اس کی بات مان لی اور اسلام میں داخل ہو گئے۔ (بخاری و مسلم)

سیدی اعلیٰ حضرت عارفانہ بات کہتے ہوئے دُرود پاک کا ہدیہ پیش کرتے ہیں۔

مظہر حق ہو تمہیں، مظہر حق ہو تمہیں
تم مین ظاہر خدا تم پر کروڑوں دُرود

پھر دوسری جگہ فرماتے ہیں

جس کی دو بوند ہیں کوثر و سلسبیل
ہے وہ رحمت کا دریا ہمارا نبی ﷺ
کون دیتا ہے دینے کو منہ چاہیے
دینے والا ہے سچا ہمارا نبی ﷺ

معجزہ شق قمر

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَ انْشَقَّ الْقَمَرُ ○ وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ○ (القمر: ۱، ۲)

''پاس آئی قیامت اور شق ہو گیا چاند اور اگر دیکھیں کوئی نشانی تو منہ پھیرتے اور کہتے ہیں یہ تو جادو ہے چلا آتا''۔ (ترجمہ کنزالایمان)

علامہ قرطبی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ ایک دفعہ مشرکوں کا ایک وفد جس میں ولید بن مغیرہ، عاقل بن وائل، اسود بن مطلب، زفر بن حارث اور ان کے دیگر روسا قریش ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے اگر آپ سچے ہیں تو چاند کو دو ٹکڑائے کر دکھایئے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ان فعلت تو منون؟

اگر میں ایسا کروں تو کیا ایمان لے آؤ گے؟ وہ بولے ضرور

اسی رات کو چاند کی چودھویں رات تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم منیٰ میں تشریف فرما تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ مقدسہ میں عرض کی کہ اے میرے مالک ومولا! کفار نے جس چیز کا مطالبہ کیا ہے اس کو پورا کرنے کی قوت دی جائے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد فرمانے سے چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مشرکین کا نام لے لے کر فرما رہے تھے۔

"یا فلان، یا فلان، یا فلان اشھدوا"

"اے فلاں، اے فلاں، اے فلاں اب اپنی آنکھوں سے دیکھو اور اس بات پر گواہ رہنا تمہاری فرمائش پوری ہو گئی"۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کفار نے جب اس عظیم معجزہ کو دیکھا تو ایمان لانے کی بجائے انہوں نے کہا۔

"ھذا سحر ابن ابی کشہ"

یہ ابی کبشہ کے بیٹے کے سحر کا اثر ہے

اس نے تمہاری آنکھوں پر جادو کر دیا ہے چند دنوں کے بعد باہر سے قافلے آنے والے ہیں ہم ان سے پوچھیں گے اس جادو کی حقیقت خود بخود کھل جائے گی جب وہ قافلے مکہ میں آئے اور ان سے پوچھا گیا کہ فلاں رات کو تم نے چاند کو شق ہوتے دیکھا ہے تو سب نے اس کی تصدیق کی لیکن اس کے باوجود کفار مکہ کو ایمان لانے کی توفیق نصیب نہ ہوئی۔

یہ معجزہ ہجرت سے پانچ سال قبل وقوع پذیر ہوا اور یہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے سیدی کی اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

سورج الٹے پاؤں پلٹے چاند اشارے سے ہو چاک
اندھے نجدی دیکھ لے قدرت رسول اللہ کی

ذکر رو کے فضل کاٹے نقص کا جویاں رہے
پھر کہے مردک کہ ہوں امت رسول اللہ کی
ٹوٹ جائیں گے گنہگاروں کے فوراً قید و بند
حشر کو کھل جائے گی طاقت رسول اللہ کی

• قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ اپنی جلیل القدر تصنیف میں منکروں کے اعتراض کا جواب دیتے ہیں۔

اس باطل اعتراض کی طرف التفات نہیں کرنا چاہیے کہ اگر یہ ہوتا تو اہل زمین پر پوشیدہ نہ رہتا کیونکہ وہ شمس سب پر ظاہر ہے اور یہ اعتراض اس لئے باطل ہے کہ ہمارے پاس یہ بات اہل زمین کی طرف سے منقول نہیں کہ اس رات گھات میں لگے رہے ہوں اور انہوں نے چاند کے ٹکڑے ہوتے نہ دیکھا اور اگر ہم تک ایسے لوگوں کی روایت منقول بھی ہوئی جن کا جھوٹ پر بوجہ کثرت میدان جائز نہیں تو تب بھی ہم پر یہ حجت نہ ہوتی۔

کیونکہ چاند تمام زمین والوں کے لئے ایک حال پر نہیں ہوتا۔ بلاشبہ ایک قوم پر دوسری قوم سے پہلے طلوع کرتا ہے اور کبھی زمین میں سے ایک قوم پہ دوسری قوم کی طرف مخالف سمت میں ہوتا ہے یا پھر کسی قوم اور چاند کے درمیان بادل یا پہاڑ حائل ہو جاتا ہے۔

کیا تم دیکھتے نہیں کہ تم بعض شہروں میں چاند گرہن پاتے ہو اور بعض میں نہیں اور کسی شہر میں گرہن جزوی ہوتا ہے اور کسی میں پورا اور بعض جگہ اس کو صرف وہی جانتے اور پہچانتے ہیں جو اس علم کے مدعی ہیں۔

ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۔(انعام:۹۶)

یہ برتر علیم کی قدر ہے۔

دوسری بات یہ کہ چاند کا معجزہ تو رات کے وقت تھا اور عادتاً لوگوں میں رات کو سکون ہوتا ہے لوگ رات کو دروازے بند کر کے آرام کرتے اور اگر کوئی جاگ بھی رہے ہوں تو وہ اپنے کام میں مشغول ہوتے ہیں سوائے ان لوگوں کے جو اس کے منتظر ہوں اور اس کی گھات میں ہوں گویا کم لوگ ہی پہچانتے ہیں۔

جیسا کہ چاند گرہن اکثر ملکوں میں نہیں ہوتا اور اکثر لوگ اس کو جانتے ہی نہیں چہ جائیکہ اس کی خبر دیں اور اکثر فقہ حضرات بتاتے ہیں جو انہوں نے عجائبات کا مشاہدہ کیا ہے یعنی آسمان پر چمک بڑے بڑے ستارے آسمان پر رات کو چڑھتے ہوئے دیکھتے ہیں لیکن اور کسی کو ان کا علم نہیں۔

یہ تو قاضی صاحب علیہ الرحمہ نے عقلی جواب دیا ہے جب کہ اس سے قبل نقلی اور علمی جواب کی طرف اشارہ کیا وہ یہ ہے کہ شق قمر والی روایت حد تواتر کی پہنچی ہے اور حدیث متواترہ کا انکار ہو ہی نہیں سکتا۔

امام تاج الدین سبکی علیہ الرحمہ ابن حاجب کی کتاب ''المختصر'' شرح میں لکھتے ہیں۔

''میرے نزدیک انشاف قمر کی احادیث متواتر ہیں اور یہ معجزہ قرآن کریم کی نص سے ثابت ہے صحیحین کے علاوہ دیگر کتب احادیث میں بھی یہ واقعہ تنی سندوں سے مروی ہے کہ اس کے تواتر میں شک کی گنجائش نہیں ہے۔

مثلاً امام بخاری نے اس کو صحیح بخار میں چار مقام پر اور امام مسلم نے صحیح مسلم میں تین مقام پر کئی صحابہ سے روایت کیا ہے۔

اس طرح امام ترمذی نے جامع ترمذی میں دو مقام پر مختلف رواۃ سے اور امام محمد نے سند احمد میں تین مقام پر ان کے علاوہ شفاء میں، مستدرک میں تفسیر درمنثور میں دلائل النبوۃ میں طحاوی میں ان کے علاوہ بھی صحد تین کی ایک کثیر تعداد نے اس کو نقل

کیا ہے۔

سب سے قول بات کہ قرآن نے بھی اس معجزہ کا ذکر فرمایا۔ اب بھی کوئی تعجب اور بعض وعناد کی بنا پر کہے کہ میں نہیں مانتا تو اس کی مثال الو کی طرح ہے جو دن آنکھیں بند کے کر کے کہے کہ سورج نکلتا ہی نہیں کیونکہ مجھ نظر نہیں آرہا۔

سورج الٹے پاؤں پلٹے چاند اشارے سے ہو چاک
اندھے نجدی دیکھ لے قدرت رسول اللہ کی
نجدی اس نے تجھ کو مہلت دی کہ اس عالم میں ہے
کافر و مرتد پہ بھی رحمت رسول اللہ کی

اللہ عزوجل کی بارگاہ بے کس پناہ میں ملتجی ہوں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس تالیف کے پڑھنے، سننے والوں بلکہ سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ساری امت کی، اپنے وعدے کے مطابق بخشش ومغفرت فرمائے اور اس ادنیٰ سعی کو اپنی بلند وبالا بارگاہ میں قبول فرما کہ ہمارے لئے باعث نجات بنائے اور ہم بس کو عظمت مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم

◆◆◆◆◆

مدنی ماحول

الحمد للہ ربّ العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین ۔

اما بعد

فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ

وعلیٰ الٰک واصحابک یا حبیب اللہ

الصلوٰۃ و السلام علیک یا نبی اللہ

وعلیٰ الٰک واصحابک یا نور اللہ

فضیلت دُرودِ پاک

حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے سرکارِ دو عالم، نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ مجھ پر درود بھیجا کرو کہ تم جہاں بھی ہوتے ہو، تمہارا دُرود مجھ تک پہنچ جاتا ہے۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح جلد دوم، صفحہ نمبر ۹۷ بحوالہ نسائی)

سبحان اللہ! رحمت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمتوں پہ قربان! ہم جہاں بھی ہوں، یادگار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں دُرود و سلام پیش کریں تو آپ صلی اللہ

علیہ وسلم سماعت فرما لیتے ہیں۔

میٹھی میٹھی اسلامی بہنو!

قرآن پاک گواہ ہے کہ حضرت سیدنا یعقوب علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے سنکڑوں میل سے دور اپنے پیارے بیٹے حضرت سیدنا یوسف علیہ السلام کے لباس کی خوشبو پالی۔ حضرت سیدنا سلیمانؑ نے تین میل کی مسافت سے چیونٹی کی آواز سن لی۔ اسی طرح امام الانبیاء محبوب کبریا علیہ التحیہ والثناء بھی دینا بھر سے اپنے عاشقوں کے دُرود سماعت فرما لیتے ہیں۔

میٹھی میٹھی اسلامی بہنو! دنیا میں سائنسی ایجادات نے بڑی ترقی کی ہے یہاں تک کہ آج کی طاقت سے ہزاروں، لاکھوں میل دور سے ریڈیو اور ٹیلیویژن کی نشریات جارہی ہیں انٹرنیٹ پر ہم آن لائن بیان سن سکتے ہیں موبائل فون کے ذریعے ہم اپنی اسلامی بہنوں سے بات کر سکتے ہیں۔ جب بجلی کی طاقت کا یہ عالم ہے۔ تو مدنی آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی شان نبوت کا کیا عالم ہوگا۔

یقیناً حضور نبی کریم رؤف رحیم صلی اللہ علیہ وسلم طاقت نبوت سے عاشقان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دُرود کو ضرور سماعت فرماتے ہیں کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

ہم جہاں بھی پڑھیں وہ مدینے سنیں
مصطفیٰ کی سماعت پہ لاکھوں سلام

صلوا علی الحبیب: صلی اللہ تعالٰی علی محمد صلی اللہ علیہ وسلم

اللہ عزوجل کے لیے محبت

ایک شخص اپنے ایک اسلامی بھائی سے ملاقات کے لئے روانہ ہوا تو اللہ تعالیٰ نے راستے میں ایک فرشتہ بیٹھا دیا۔

فرشتے نے پوچھا: کہاں جارہے ہو؟

اُس نے جواب دیا: فُلاں اسلامی بھائی سے ملاقات کے لئے جارہا ہوں۔

پوچھا: اُس سے کوئی کام ہے؟

اُس نے جواب دیا: نہیں۔

فرشتے نے کہا: اُس نے تم پر کوئی احسان کیا ہے؟

اُس نے کہا: نہیں۔

فرشتے نے پوچھا: پھر اُسکی ملاقات کو کیوں جارہے ہو؟

کہنے لگا: میں اللہ عزوجل کے لئے اُس سے محبت کرتا ہوں۔ اس لئے! فرشتے نے کہا: مجھے اللہ عزوجل نے تمہاری طرف بھیجا ہے' تاکہ تجھے معلوم ہو کہ اللہ عزوجل تم سے محبت کرتا ہے، اور اُس نے تمہارے لئے جنت واجب کردی ہے۔

(صحیح مسلم، جلد ۲ کتاب البر صفحہ نمبر ۳۱۷)

ایک اور روایت میں ہے کہ رسول پاک، صاحب لولاک، سیاح افلاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان عالی شان ہے۔ جو شخص اللہ عزوجل کی رضا کی خاطر کسی دوسرے شخص سے ملاقات کا شوق رکھتا ہے۔ اور چاہت کے ساتھ ملاقات کرتا ہے تو اُسے ایک فرشتہ آواز دیتا ہے۔ تو پاک ہوا، تیرا سفر پاکیزہ ہے اور تیرے لیے پاکیزہ جنت ہے۔

(فیضان احیاء العلوم بحوالہ جامع ترمذی کتاب البر، صفحہ نمبر ۲۹۴)

میٹھی میٹھی اسلامی بہنو! اللہ عزوجل کے لئے محبت کا مطلب ہے کہ اگر کوئی اسلامی بہن دوسروں سے صرف اس لئے محبت کرے کہ اللہ عزوجل اُس سے راضی ہو جائے، اس میں کوئی دنیا میں غرض نہ ہو، یہ محبت والدین سے ہو یا اولاد سے رشتہ داروں سے ہو یا محلہ داروں سے، اسلامی بہنوں سے ہو یا پیر و مرشد سے، اگر رضائے الٰہی کے لئے ہے تو اجر یہی اجر ہے، اگر عاشقان خیرالانام (علیہ السلام) علماء کرام

(علیہم السلام) مشائخ عظام (علیہم السلام) اولیاء کرام (علیہم السلام انبیاء کرام (علیہم اسلام) بلکہ اللہ عزوجل سے محبت ہوتو کیا ہی بات ہے۔

میٹھی میٹھی اسلامی بہنوں! اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جو اپنے ماننے والوں کی ہر شعبہ زندگی میں بہترین راہنمائی کرتا ہے۔ یہ اللہ عزوجل کا پسندیدہ دین ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہوا۔

اِنَّ الدِّیۡنَ عِنۡدَ اللّٰہِ الۡاِسۡلَامُ ۟ (پ۳، سورۃ آل عمران آیت ۱۹)

ترجمہ کنزالایمان: ''بے شک اللہ تعالی (عزوجل) کے یہاں اسلام ہی دین ہے۔''

پس سب اسلامی بھائی اور اسلامی بہنیں نعمت اسلام کی حفاظت اور اللہ عزوجل کی رضا کے لئے ایک دوسرے سے محبت رکھیں، یہ محبت دینی محبت ہے، جو راہ حق دکھاتی ہے سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا بہت بڑا انعام ہے۔

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

لَوۡ اَنۡفَقۡتَ مَا فِی الۡاَرۡضِ جَمِیۡعًا مَّاۤ اَلَّفۡتَ بَیۡنَ قُلُوۡبِہِمۡ وَ لٰکِنَّ اللّٰہَ اَلَّفَ بَیۡنَہُمۡ ؕ (پ۱۰، سورۃ انفال، آیت ۶۳)

ترجمہ کنزالایمان: ''اگر تم زمین میں جو کچھ ہے سب خرچ کردیتے، ان کے دل نہ ملا سکتے (تھے) لیکن اللہ عزوجل نے اُن کے دل ملا دیئے۔''

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا۔

فَاَصۡبَحۡتُمۡ بِنِعۡمَتِہٖۤ اِخۡوَانًا ۚ (پ۴، سورۃ عمران، آیت ۱۰۳)

ترجمہ کنزالایمان: ''تو اُس کے فضل سے تم آپس میں بھائی ہوگئے''

معلوم ہوا دینی محبت بہت بڑی نعمت ہے۔ یہ نعمت کسی صورت بھی زائل نہ ہو، روز بروز اس میں اضافہ ہی ہوتا رہے۔ دنیاوآخرت کے ہر موڑ پر یہ محبت بہترین راہنما

ثابت ہوگی۔

ان شاء اللہ (عزوجل)

حضور انور، شہنشاہ بحروبر، محبوب ربّ اکبر (عزوجل) صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں سے وہ لوگ مجلس میں میرے زیادہ قریب ہیں جن کے اخلاق سب سے اچھے ہیں۔ جو اپنے پہلوؤں کو جھکا دیتے ہیں دوسروں سے محبت کرتے ہیں اور دوسرے بھی اُن سے محبت کرتے ہیں۔

(فیضان احیاء العلوم صفحہ ۲۳۶ بحوالہ شعب الایمان، ج ۶، صفحہ ۲۳۴ رقم الحدیث ۸۹۸۸)

ایک اور حدیث پاک میں ہے کہ سرکارِ دو عالم، نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ مومن محبت کرنے والا ہوتا ہے اور لوگ بھی اُس سے محبت کرتے ہیں جو لوگ دوسروں سے محبت نہیں کرتے، نہ اُن سے محبت کی جاتی ہے نہ ان میں کوئی بھلائی ہوتی ہے۔

(فیضان احیاء العلوم صفحہ ۲۳۶ بحوالہ تاریخ ابن عساکر، ج ۳ صفحہ ۲۲)

الحمد اللہ دعوت اسلامی کا مہکا مہکا مدنی ماحول بھی محبتوں کا درس دیتا ہے ہم سب اسلامی بہنیں اللہ (عزوجل) کی رضا کے لئے ہی اک دوسرے سے محبت کرتی ہیں۔ اگر ہم پابندی کے ساتھ سنتوں بھرے اجتماعات میں شرکت کرتی رہیں گی تو ہماری اس محبت میں اضافہ ہوتا رہے گا۔

میٹھی میٹھی اسلامی بہنو! اللہ عزوجل کی رضا کے لئے مسلمانوں سے محبت کرنے میں برکت ہی برکت ہے اس کی برکت دنیا میں بھی ظاہر ہوتی ہے اور آخرت میں بھی بلند درجات کی صورت میں ظاہر ہوگئی۔

حضرت سیدنا ابوادریس خولانی رضی اللہ عنہ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: میں آپ سے اللہ (عزوجل) کے لئے محبت کرتا ہوں۔ انہوں نے فرمایا۔ میں

آپ سے اللہ (عزوجل) کے لئے محبت کرتا ہوں۔ انہوں نے فرمایا تمہیں خوشخبری ہو، تمہیں خوشخبری ہو، کیونکہ میں نے سرکار علیہ السلام صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

''قیامت کے دن لوگوں کی ایک جماعت کے لئے عرش کے گرد کرسیاں رکھی جائیں گی اور وہ خوفزدہ نہیں ہوں گے، حالانکہ دوسرے لوگ خوفزدہ ہوں گے، اُن کو کوئی ڈر نہیں ہوگا۔ وہ تو اللہ تعالیٰ عزوجل کے دوست ہوں گے جنہیں نہ کوئی خوف ہوگا نہ کوئی غم''

عرض کی گئی: یارسول صلی اللہ علیہ وسلم وہ کون لوگ ہوں گے؟ ارشاد فرمایا:

''وہ اللہ عزوجل کی خاطر ایک دوسرے سے محبت کرنے والے ہیں''

(مسند امام احمد بن حنبل ج ۵ ص ۳۳۸، مرویات عبادہ بن صامت)

نبی مکرم، شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے۔ جب دو مسلمان اللہ عزوجل کے لئے آپس میں محبت کرتے ہیں تو ان میں سے جو شخص دوسرے سے زیادہ محبت کرتا ہے وہ اللہ عزوجل کو زیادہ محبوب ہوتا ہے۔

(المستدرک للحاکم جلد ۴ صفحہ ۱۷۱، کتاب البر والصلۃ)

معلوم ہوا جو شخص اللہ عزوجل کے لئے دوسرے مسلمانوں سے محبت کرتا ہے وہ اللہ عزوجل کا محبوب ہو جاتا ہے۔ ایسے نیکو کاروں کے لئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا۝ (پ ۱۶ سورۃ مریم، آیت ۹۶)

ترجمہ کنز الایمان: ''بے شک وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے، عنقریب اُن کے لئے رحمٰن محبت کر دے گا''

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ شہنشاہ دوعالم تاجدار عرب و

کا فرمان معظم ہے اللہ تعالیٰ جب کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو جبرائیلؑ سے فرماتا ہے میں فلاں شخص سے محبت کرتا ہوں تم بھی اُس سے محبت کرو۔ چنانچہ جبرائیلؑ اُس سے محبت کرتے ہیں پھر آسمان میں اعلان کرتے ہیں: اللہ تعالیٰ فلاں بندے سے محبت کرتا ہے تم لوگ بھی محبت کرو، پس اُس سے آسمان والے بھی محبت کرنے لگتے ہیں۔ پھر زمین والوں میں اُس کی مقبولیت ہو جاتی ہے۔

(رواہ مسلم، مرآۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح ج ششم صفحہ ۳۹۶)

سبحان اللہ عزوجل! جو اللہ عزوجل کا محبوب ہو جاتا ہے؟ کائنات میں اُس کا چرچا ہو جاتا ہے مخلوق اُسکی طرف کھنچی چلی جاتی ہے اس کی ذات محور کائنات بن جاتی ہے۔ دور حاضر میں بھی اس کی ایک جھلک امیر اہلسنّت عاشق اعلیٰ حضرت، امیر دعوت اسلامی حضرت مولانا محمد الیاس عطار قادری رضوی دامت برکاتھم العالیہ کی ذات والا صفات میں نظر آتی ہے۔ آپ نے بچپن ہی سے اللہ تعالیٰ کی محبت کا شربت پیا۔ اس کے لئے لاکھوں میل سفر کیا، اپنے بیانات مکتوبات تصنیفات و تالیفات، ملفوظات اور مدنی مذاکرات کے ذریعے محبتیں بڑھانے کا عظیم الشان سلسلہ شروع فرمایا۔

آپ نے علماء اہلسنّت کی سرپرستی میں سن ۱۴۰۱ھ میں باب المدینہ کراچی میں تبلیغ قرآن وسنت کی عالمگیر غیر سیاسی تحریک دعوت اسلامی کی بنیاد رکھی، پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر رحمت، صحابہ کرام کی عنایت، سرکار غوث پاک رضی اللہ عنہ کی کرامت اور علمائے دین کی شفقت سے یہ مدنی تحریک تیزی سے فروغ پانے لگی۔ جا بجا عاشقانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم دعوت اسلامی کے ماحول سے وابستہ ہوں گے اور دیکھتے ہی دیکھتے عالم اسلام کی سب سے مضبوط اور منظم تحریک بن گئی اس کے مہکے مہکے مدنی ماحول سے منسلک لاکھوں اسلامی بھائی اور اسلامی بہنیں دن رات تبلیغ قرآن وسنت میں مصروف ہیں۔

ہمارے مرشد چلے اکیلے
ہزاروں لاکھوں کے اب ہیں ریلے
یہی مدثر ہے اُن کا مقصد
ہر اک دل میں عشق احمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

الحمدللہ دعوت اسلامی کا پاکیزہ مدنی ماحول محبتیں بڑھانے اور نفرتیں مٹانے کا پیغام دے رہا ہے۔ اگر آپ بھی محبتوں اور چاہتوں کا پانا چاہتی ہیں تو دعوت اسلامی کے مہکے مہکے مدنی ماحول سے وابستہ ہو جائیے، پابندی سے ہفتہ وار سنتوں بھرے اجتماع میں شرکت کیجئے اور دونوں جہانوں میں عزت پائیے۔

میٹھی میٹھی اسلامی بہنو!

محبت کرنے والوں کا اکٹھا ہونا ایک ماحول کو جنم دیتا ہے اگر اُن کے خیالات پاکیزہ، اعمال اچھے اور اخلاق عمدہ ہوں تو ماحول نیک کہلاتا ہے ورنہ برے لوگوں کی محبت برے ماحول کا پیش خیمہ بنتی ہے محبت اچھی ہو یا بری انسانی زندگی پر اس کے گہرے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ عربی معقولہ ہے۔

الصحبة مؤثرة

(یعنی اچھی صحبت اثر کرنے والی ہے)

صحبت اچھی ہو تو اچھا اثر پڑتا ہے صحبت بری ہو تو برا اثر پڑتا ہے دنیا میں ہم دیکھتی ہیں کہ نمازی کی صحبت نمازی بنا دیتی ہے جواری کی صحبت جواری بنا دیتی ہے نیکوکاروں کی صحبت فرمانبردار بنا دیتی ہے اور بدکاروں کی صحبت نافرمان بنا دیتی ہے۔ ایک پنجابی شاعر نے کیا خوب کیا ہے۔

چنگے بندے دی محبت یا روجیویں دکان عطاراں
سودا بھانویں مول نہ لیتے ہلے اون ہزاراں

بُرے بھانویں کج کج بیہے چنگاں پین ہزاراں

صحابہ کرام کو امت میں جو بلند مقام حاصل ہے وہ اللہ (عزوجل) کے رسول گلشن ورفاقت ہی کہ وجہ سے ہے۔

تمام غوث، قطب ابدال اور اولیاء اللہ (رحمہم اللہ) کسی مرد کامل کی صحبت ہی کی بدولت اعلیٰ مقام کو پہنچے، لہٰذا کسی ولئی کادل کی صحبت اختیار کرنے میں برکت ہی برکت ہے۔

کیونکہ

یک زمانہ صحبت با اولیاء
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

ترجمہ: ''ایک لمحہ کسی ولی کامل کی صحبت میں بیٹھنا سو سال کی ریاکاری سے پاک فرمانبرداری سے بہتر ہے''۔

قرآن پاک شاہد ہے کہ اللہ والوں کی صحبت سے ایک کتا بھی جنت کا حقدار بن گیا، اصحاب کیف کا واقعہ ہمارے لئے درس الفت ہے۔ کہ اگر تمہارا کردار کتے جیسا بھی ہوا تو صحبت اولیاء کی برکت سے جنت کے حقدار بن جاؤ گے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

صحبت صالح ترا صالح کند
صحبت صالح ترا صالح کند

ترجمہ: ''اچھے کی صحبت اچھا بنا دیتی ہے جبکہ برے صحبت برا بنا دیتی ہے''

اچھوں کی صحبت میں بیٹھنے سے شرم وحیاء صدق وصفا خوف خدا، عشق مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء نصیب ہوتا ہے۔ جبکہ بری صحبت کی نحوست سے جھوٹ، غیبت، چغلی، گالی گلوچ، وعدہ، خلافی، والدین کی نافرمانی مسلمانوں کی ایذا رسانی اور دنیا و آخرت کی

رسوائی ملتی ہے۔

اچھا بھلا عاقل، بالغ نوجوان نشر کرنے والوں کی محبت کی وجہ سے نشئی کہلانے رکھتا ہے کئی نمازوں کے پابند سنتوں کے عادی جب بدکاروں کی رفاقت پاتے ہیں تو آہستہ آہستہ مسجد سے دوری اختیار کر لیتے ہیں اور اعمال بد کے خوگر بن جاتے ہیں۔

بری صحبت سے دین و دنیا تباہ و برباد ہو جاتے ہیں۔ انسان کی عادرت بگڑ جاتی ہیں، اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پامالی اور بدکاروں کی رفاقت انسان کو فسق و فجور کا مجسمہ بنا دیتی ہے۔

آج کل برے ماحول کے اڈے جابجا دیکھنے کو ملتے ہیں جگہ جگہ سینما ہال، ڈرامہ حال، فیشن کی اور مغربی تہذیب کی بھرمار ہے گھر گھر کیبل، ٹی وی اور وی سی آر، قدم قدم پر نافرمانیوں کی بھرمار اور مسلمانوں کا بگڑتا ہوا کردار...... یہ سب بڑے ماحول کی نحوست ہی تو ہے۔

میٹھی میٹھی اسلامی بہنو! اگر آپ اپنی اولاد کو نیکوکار، فرمانبردار اور اطاعت گزار دیکھنا چاہتی ہیں تو اُنہیں دعوت اسلامی کے مدنی ماحول سے منسلک فرما دیں کیونکہ اعمال و اخلاق کی تربیت میں ماحول اہم کردار ادا کرتا ہے۔

ایک پڑھا لکھا انسان چاہے پروفیسر ہی ہو اپنے بچوں کو خود نہیں پڑھاتا بلکہ سکول میں داخل کرواتا ہے باپ خود حافظ ہوتا ہے مگر اپنے بچے کو تعلیم کے لئے مدرسہ میں داخلہ دلواتا ہے۔

کیوں؟...... اس لئے کہ صحبت چاہیے، ماحول چاہیے!

میٹھی میٹھی اسلامی بہنو!

اچھے ماحول سے وابستہ افراد جہاں خود قابل تعریف ہوتے ہیں وہاں دوسروں کے لئے بھی سراپا ترغیب ہوتے ہیں اچھے ماحول سے ظاہر و باطن کی اصلاح ہوتی ہے

کیونکہ اچھے ماحول سے اچھی صحبت نصیب ہوتی ہے اور اچھی صحبت نہ صرف دنیا میں فائدہ دیتی ہے بلکہ قبر و حشر میں بھی برکتوں سے ہمکنار کرتی ہے۔ جیسا کہ

حضرت عبداللہ بن نافع مزنی علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ مدینہ منورہ میں ایک شخص انتقال کر گیا، اُس کی تدفین کے بعد کسی نے خواب میں دیکھا کہ وہ دوزخیوں میں سے ہے۔ اُسے اس پر غم ہوا پھر سات یا آٹھ روز بعد دوبارہ خواب دیکھا کہ وہ اہل جنت میں ہے اس نے پوچھا! کیا معاملہ ہوا؟ اُس نے اپنے پڑوس میں چالیس افراد کی سفارش کی تو اُن میں سے ایک میں بھی تھا۔

(شرح الصدور بشرح حال اموتی والقبور صفحہ ۴۴)

جے میں دیکھا عملاں ولے کجھ نہیں میرے پلّے
جے میں دیکھاں رحمت ربّ دی بلّے بلّے بلّے

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اگر کوئی شخص کعبہ شریف اور مقام ابراہیم کے درمیان کھڑا ہو کہ ستر سال اللہ عزوجل کی عبادت کرے تب بھی بروز قیامت اللہ عزوجل اُسے اُس کے ساتھ اٹھائے گا جس سے وہ محبت کرتا ہے۔

(فیضان احیاء العلوم صفحہ ۲۴۳، المدینۃ العلمیہ، اب المدینہ کراچی)

میٹھی میٹھی اسلامی بہنو!

الحمدللہ عزوجل ہم اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتی ہیں انبیا کرام صحابہ کرام، اہل بیت کرام، تابعین و عابدین، آئمہ مجتہدین اولیاء کاملین اور علماء دین (ارحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) سے محبت کرتی ہیں۔ ان محبوبان الٰہی کے صدقے سے ہمارا بیڑا بھی پار ہو جائے گا۔ (ان شاء اللہ عزوجل)

درس فیضان سنت ہو یا اجتماع ذکر و نعت مدرستہ المدینہ ہو یس سنتوں بھرا اجتماع یہ سب مدنی ماحول کی برکتیں ہیں۔ اگر آپ ذوق و شوق سے ان مدنی کاموں میں

شرکت کرتی رہیں گی تو ان شاء اللہ (عزوجل) قبر وحشر میں مکی مدنی سلطان، رحمت عالمیان صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کی حقدار بن جائیں گی۔

الحمدللہ ہمیں دعوت اسلامی کا پاکیزہ مدنی ماحول میسر آگیا جس کی برکت سے بے شمار نوجوان صوم وصلوٰۃ کے پابند اور سنتوں کے عامل بن گئے، کئی بے دل گناہوں سے توبہ کرکے باعمل اور باکردار بن گئے۔

اسلامی بھائیوں کے ساتھ ساتھ اسلامی بہنیں بھی مدنی ماحول کی برکت سے مالا مال ہونے لگیں، وہ جو پہلے بے پردہ گلیوں بازاروں میں گھوما کرتی تھیں، دعوت اسلام کے مدنی ماحول کی برکت سے مدنی برقع اوڑھنے لگی ہیں۔ گانوں باجوں کی شوقین نعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پڑھنے میں مشغول ہیں فلموں، ڈراموں کی دلدادہ مدنی ماحول کی برکت سے نمازوں کی پابند بلکہ تہجد گزار بن گئی ہیں۔ فضول گفتگو میں مصروف رہنے والیاں الحمدللہ ذکر درود میں مشغول ہیں۔

اِسی ماحول نے ادنیٰ سے اعلیٰ کردیا دیکھو
اُجالا ہی اُجالا ہی اُجالا کر دیا دیکھو

میٹھی میٹھی اسلامی بہنو!

یاد رکھیے! جب تک پتے کا درخت سے تعلق رہتا ہے۔ سرسبز وشاداب رہتا ہے جیسے ہی پتہ درخت سے دور ہوتا ہے مرجھا جاتا ہے بلکہ پاؤں تلے روندا جاتا ہے۔ نیست ونابود ہو جاتا ہے اسی طرح اگر ہم دعوت اسلامی کے مدنی ماحول سے وابستہ رہیں گی تو یقیناً فیضان اولیاء سے مستفید ہوتی رہیں گی اور اگر کسی نے شیطان کے بہکاوے میں آکر اس پاکیزہ مدنی ماحول سے کنارا کرلیا تو گویا اُس نے خود ہی اپنی آخرت تباہ کرڈالی اللہ تعالیٰ ہمیں دعوت اسلامی کے مدنی ماحول میں استقامت نصیب فرمائے۔ اے کاش! ہمارا جیسا مرنا اس مدنی ماحول میں رکھ دیا جائے۔ آمین

عطار کا پیارا

ثناخوان رسول مقبول، بلبل روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم مبلغ دعوت اسلامی حاجی محمد مشتاق عطاری رحمۃ اللہ علیہ زبردست عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور گلشن عطار کے مہکتے پھول تھے۔ دعوت اسلامی کے مدنی ماحول سے وابستہ ہوئے تو آپ کی شخصیت کو بارہ چاند لگ گئے۔ آپ کی آواز بہت سریلی اور مسحور کن تھی۔ آپ بڑے بڑے اجتماعات میں سنتوں بھرے بیانات اور مدحتِ سرکار کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عاشقان رسول کو تڑپانے لگے۔ مدنی کام کا جذبہ اس قدر تھا کہ ترقی کرتے کرتے آپ نگران شوری بن گئے، آپ کو مدنی ماحول میں جینا اور مدنی ماحول میں مرنا نصیب ہوگیا، آپ عرصہ دراز تک علیل رہے اور ۲۹ شعبان المعظم ۱۴۲۳ (بمطابق 05.11.2002) نعتیں سنتے، ذکر کرتے اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

اللہ عزوجل کی اُن پر رحمت ہو اور اُن کے صدقے ہماری مغفرت ہو۔ آمین

ایمان افروز خواب۔

جس رات حاجی محمد مشتاق عطاری رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا۔ ایک اسلامی بھائی نے اُس رات یہ ایمان افروز خواب دیکھا کہ مسجد نبوی شریف میں سرکار مدینہ سلطان باقرینہ، قرار قلب وسینہ صلی اللہ علیہ وسلم رونق افروز ہیں۔ اردگرد انبیاء کرام، خلفاء راشدین، حسنین کریمین اور بے شمار اولیاء کرام (رحمہم اللہ) حاضر ہیں۔ ہر طرف سکوت (خاموشی) طاری ہے، اتنے میں میٹھے میٹھے مدنی آقا صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ لبہائے مبارک کو جنبش ہوئی، رحمت کے پھول جھڑنے لگے اور الفاظ کچھ یوں ترتیب پائے محمد مشتاق عطاری آنے والے ہیں۔ ان سے مصافحہ کروں گا۔ تم بھی مصافحہ کرنا، وہ یہاں آکر ہمیں نعتیں سنائیں

گے۔

خواب دیکھنے والے اسلامی بھائی کہتے ہیں پھر میری آنکھ کھل گئی جب دن نکلا تو خبر آئی کہ آج حاجی محمد مشتاق عطاری وصال فرما گئے ہیں۔

(فیضان سنت تخریج شدہ، باب آداب طعام، صفحہ ۴۵۶)

یہی آرزو ہو جو سرخرو ملے دو جہان کی آبرو
میں کہوں غلام ہوں آپ کی وہ کہیں کہ ہم کو قبول ہے

میٹھی میٹھی اسلامی بہنو!

الحمدللہ (عزوجل) دعوت اسلامی کے مدنی ماحول پر عالم باعمل ولی کامل، شیخ طریقت امیر اہلسنت دامت برکاتہم العالیہ کی نظر رحمت ہے جن کی نگاہ ولایت سے لاکھوں لوگ نیکیوں کی خوشبو سے معطر ہو گئے۔ آپ اپنی صحبت فیض اثر سے شریعت و طریقت دونوں قسم کی تربیت فرما رہے ہیں اللہ تعالیٰ ہمیں بھی فیضان عطار سے فیض یاب ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

عطائے حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم مدنی ماحول
فیضان غوث و رضا مدنی ماحال
بچے نظر بد سے سدا مدنی ماحول
سوز جائے کی آخرت انشاء اللہ
تم اپنائے رکھو سدا مدنی ماحول

دعوت اسلامی کے مہکے مہکے مدنی ماحول میں باکثرت سنتیں سیکھی اور سکھائی جاتی ہیں خوش نصیب اسلامی بہنیں گھر گھر نیکی کی دعوت کی دھومیں مچا رہی ہیں آپ بھی نیکی کی دعوت عام کرنے میں لگ جاتے۔ اسلامی بہنوں سے سنتوں بھرے اجتماع میں پابندی کے ساتھ شرکت کیجئے اس کی برکت سے دنیا و آخرت اور قبر و حشر میں ہر جگہ

رحمتوں کی برسات ہوجائے گی۔ان شاءاللہ۔

اللہ عزوجل ہمیں اپنی اطاعت گزار، عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سرشار، اہل بیت اطہار کی طرفدار، صحابہ کرام کی وفادار، محبت اولیاء میں بیقرار مدنی ماحول میں استقرار (استقامت) اور جنتی نعمتوں کی حقدار بنائے۔ خداوند عالم ہمیں دن رات سنتوں کے پرچار میں مصروف رکھے۔ دنیا میں، قبر میں، حشر میں، ہر جگہ مدنی ماحول کی برکتوں سے مالامال فرمائے۔

نزع میں گور میں پل پہ سر حشر کہیں بھی
نہ چھوٹے ہاتھ سے دامان معلٰی تیرا

آمین بجاہ النبی الامین

صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلی الہ واصحابہ اجمعین ۔

مقصد حیات

الحمد اللہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سیدالمرسلین امابعد فاعوذباللہ من الشیطن الرجیم ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ

وعلی الک واصحابك یا حبیب اللہ

الصلوٰۃ والسلام علیک یا نبی اللہ

وعلی الک واصحاب یا نور اللہ

فضیلت دُرود پاک

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جب کوئی مجھ پر دُرود سلام بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس کا جواب دینے کے لئے میری قوت گویائی لوٹا دیتا ہے۔

(سنن ابی داؤد، کتاب المناسک، باب زیارۃ القبور، الحدیث ۲۰۴۱ ج ۲، صفحہ ۳۲۵)

دُور و نزدیک کے سننے والے وہ کان
کان لعل کرامت پہ لاکھوں سلام

صلوا علی الحبیب: صلی اللہ علیہ والہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

میٹھی میٹھی اسلامی بہنو!

اللہ تعالیٰ نے اس جہان فانی میں اٹھارہ ہزار قسم کی مخلوقات تخلیق فرمائی ہیں۔ان میں سے سب سے افضل سب سے اعلیٰ مرتبہ انسان کو بخشا ہے اس بہترین شکل وصورت سے نوازا۔

جیسا کہ ارشاد ہوا۔

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْۤ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ٥

(پ ۳۰، سورۃ التین: ۴)

ترجمہ کنز الایمان: بے شک ہم نے آدمی کو اچھی صورت پر بنایا۔

اور پھر طرح طرح کی نعمتیں لہلہاتے کھیت، پھول اور پھل، بہتی نہریں، اُبلتے چشمے، چمکتے ستارے، خوبصورت ماہتاب، روشن آفتاب لاجواب معدنیات مختلف جمادات اور بے شمار حیوانات الغرض روئے زمین کی ہر چیز اللہ (عزوجل) نے انسان کی ضرورت وراحت کے لئے تخلیق فرمائی۔چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا ۔

(پ ا، سورۃ البقرۃ: ۲۹)

ترجمہ کنز الایمان: وہی ہے جس نے تمہارے لیے بنایا جو کچھ زمین میں ہے۔

اس معبود حقیقی نے انسان کو لَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِیْۤ اٰدَمَ کا تاج پہنایا اسے اشرف المخلوقات اور حسن وجمال کا پیکر بنایا مقام غور ہے کہ جب اللہ عزوجل نے انسان کے لئے تمام اشیاء تخلیق فرمائیں اسے بہترین شکل وصورت سے نوازا تو آخر انسان کو کس مقصد کے لئے پیدا فرمایا؟......اللہ کا سچا کلام خود اس سوال کا جواب دے رہا ہے۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ ۔

(پ ۲۷، سورۃ الذریت۔ ۵۶)

ترجمہ کنزالایمان۔ اور میں نے جن اور آدمی اپنے لئے بنائے کہ میری بندگی کریں۔

جانور پیدا کیے تیری وفا کے واسطے
کھیتیاں سر سبز ہیں تیری غذا کے واسطے
چاند سورج اور ستارے ہیں ضیاء کے واسطے
سب جہاں تیرے لئے تو خدا کے واسطے

معلوم ہوا کہ ربّ کائنات نے انسان کو اپنی عبادت و معرفت کے لئے بنایا مگر افسوس! دور حاضر میں انسان اپنا مقصدِ حیات بھلا بیٹھا، دنیا کی رونقوں سے دل لگا بیٹھا اور حصول دولت کو ہی زندگی کا حاصل سمجھ بیٹھا ہے۔

اللہ ربّ العزت نے انسان کو اس کے مقصد حیات سے آگاہ کرنے کے لئے وقتاً فوقتاً انبیائے کرام علیہم الرضوان کو مبعوث فرمایا۔ سب سے آخر میں اپنے پیارے محبوب دانائے غیوب، سیدنا محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کو ختم نبوت کا تاج پہنا کر بھیجا۔ سرکار عالی وقار صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ حق کے اس فریضہ کو انتہائی خوش اسلوبی سے نبھایا اور تبلیغ اسلام کا حق ادا کر دیا۔

پھر اسی مقصد کو لے کر صحابہ کرام دنیا میں پھیل گئے۔ اپنی انفرادی و اجتماعی کوشش سے اسلام کا بول بالا کر دیا، انہی کے نقش قدم پر چلتے ہوئے تابعین تبع تابعین، علمائے ربانیین اور اولیائے کاملین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین بھی اپنے اپنے دور میں شجر اسلام کی ابیاری اور مقصد حیات کی پاسداری میں معروف رہے۔

یقیناً اولیاء کرام علیہم اسلام نے مقصد حیات کو پالیا۔ ان کے خیالات معمولات اور اخلاق و کردار سے اس کا اظہار ہوتا ہے ان کے کلام سے ان کی اعلیٰ مدنی سوچ کی عکاسی ہوتی ہے کسی اللہ والے نے کیا خوب فرمایا۔

میری زندگی کا مقصد تیرے دین کی سرفرازی
میں اسی لئے مسلمان میں اسی لئے نمازی

میٹھی میٹھی اسلامی بہنو!

اللہ تعالیٰ نے انسان کی ضروریات کی تمام اشیاء تخلیق فرمادیں۔ اُس نے کھانے پینے، پہننے، رہنے، آنے جانے، الغرض ضرورت کی ہر چیز فراہم فرمادی، ان تمام ضروریات زندگی کے مل جانے کے باوجود بھی اگر انسان اپنے مقصد تخلیق کو نہ نبھائے تو اس کا جینا فضول ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا۔

زندگی　آمد　برائے　بندگی
زندگی　بے　بندگی　شرمندگی

یعنی زندگی عبادت کے لئے نصیب ہوئی ہے اگر زندگی عبادت الٰہی سے مزین نہ ہوتو سراسر شرمندگی ہے۔

میٹھی میٹھی اسلامی بہنو! اللہ تعالیٰ نے جو چیز بھی تخلیق فرمائی اس کا کوئی نہ کوئی مقصد ضرور ہے۔ ایک ٹیوب لائٹ روشنی فراہم کرنے کے لئے نصب کی جاتی ہے پھر ضرورت کی ہر چیز مثلاً بورڈ، سوئچ، تاریں اور کرنٹ فراہم کردیا جاتا ہے پھر بھی ٹیوب لائٹ روشن نہ ہوتو اُسے کباڑ خانے میں پھینک دیا جاتا ہے۔ چاہے اعلیٰ کوالٹی کی ہی کیوں نہ ہو۔ اسی طرح انسان کو اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کیلئے پیدا فرمایا۔ اور اسے اس کی ضرورت کی تمام اشیاء فراہم کردیں۔ اس کے باوجود بھی اگر انسان اپنے مقصد تخلیق کو پورا نہ کرے تو وہ بیکار انسان ہے، چاہے اعلیٰ تعلیم یافتہ ہو، صحت مند تندرست ہو، چاہے ذہین وفطین اور حسین وجمیل ہی کیوں نہ ہو، وہ بے کار ہے دنیا میں بے کار چیزوں کا ٹھکانہ کباڑ خانہ ہے اور آخرت میں بے کار انسانوں کا ٹھکانہ جہنم ہے اللہ تعالیٰ ہمیں جہنم کی ہولناکیوں سے محفوظ رکھے اور اپنی رضا کے کاموں میں مشغول

رکھے۔ (آمین)

میٹھی میٹھی اسلامی بہنو!

ہم نے تو ضروریات زندگی کو ہی مقصد بنالیا ہے دیکھئے نا! ہماری ضرورت ہے جو ہمیں زندہ رہنے میں مدد دیتا ہے مگر یہ دن بدن کھلنے والے ہوٹل اور ریسٹورنٹ ظاہر کرتے ہیں کہ ہم کھانے کے لئے زندہ رہتے ہیں آج کل فوڈ کلچر (Culture) کا دور دورہ ہے ہر طرف کباب سموسے، دہی بھلے، بروسٹ اور چکن کڑاہی کی دکانیں کھلی ہیں۔ آئسکریم اور سوڈا واٹر کی بوتلوں کی بہاریں ہیں۔ لوگ فقط لذت نفس کی خاطر کھانے کے لئے ہوٹلوں پر منڈلا رہے ہیں۔ جو ہاتھ آیا پیٹ میں ڈال رہے ہیں نہ دنیوی نقصان کی فکر ہے نہ بیماری کی پرواہ گویا لوگ رقم دے دے کر طرح طرح کے امراض خریدنے میں مصروف ہیں۔

ایک اور چیز جسے آج کل لوگوں نے مقصد حیات بنا رکھا ہے وہ ہے مال و دولت کا حصول، ہر کوئی مال کھانے، بینک بیلنس بننے کا خواب لوگوں کو تڑپا رہا ہے جس کی وجہ سے انسان اپنا مقصد حیات فراموش کر بیٹھا ہے آہ آج! ہمیں روزگار کی فکر تو ہے لیکن رضائے پروردگار کی کوئی فکر نہیں۔

غم روزگار میں تو میرے اشک بہہ رہے ہیں
تیرا غم اگر رلاتا تو کچھ اور بات ہوتی

اللہ (عزوجل) کے محبوب بندے ساری ساری رات تلاوت قرآن، ذکر و بیان اور عبادت رحمٰن (عزوجل) میں گزار دیتے ہیں جیسا کہ کروڑوں سنتوں کے امام، امام اعظم ابوحنیفہ سیدنا نعمان بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ نے چالیس سال تک عشاء کے وضو سے فجر کی نماز ادا فرمائی۔ سرکار بغداد، حضور غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی چالیس سال تک عشاء اور فجر ایک ہی وضو کے ساتھ ادا فرمائی۔ (الحق

آپ ساری ساری عبادت وریاضت میں مشغول رہتے اور ایک پل بھی نہ سوتے کیونکہ سونے سے وضوٹوٹ جاتا ہے)(اخبارالاخیار)

میٹھی میٹھی اسلامی بہنو!

ہوسکتا ہے کسی اسلامی بہن کے دل میں یہ خیال آئے کہ ہم سے تو فرض نمازیں بھی صحیح طرح ادانہیں ہو پاتیں گھر کے کام کاج، رسم ورواج سے ہی فرصت نہیں ملتی کبھی کبھار شب برات یا شب قدر میں چند نوافل پڑھ لیتی ہیں۔ یا ماہ رمضان میں صلوٰۃ التسبیح ادا کرلیتی ہیں۔ اس سے زیادہ توفیق نہیں ملتی، مگر یہ اللہ والے کیسے ساری ساری رات عبادت میں گزار لیتے ہیں۔ آخر وہ کون سا جذبہ ہے جس کی وجہ سے اولیاء اللہ عبادات بھی بجالاتے ہیں اوران کے کاروبار معمولات اور معاملات میں بھی کوئی خلل نہ پڑتا؟

دراصل بات یہ ہے کہ اللہ (عزوجل) کے نیک بندے گناہوں کی دلدل سے دُور رہتے ہیں۔ ان کے خیالات پاکیزہ ان کی سوچ مدنی اوران کی زندگی کھلی کتاب ہوتی ہے جبکہ ہم ہروقت گناہوں میں معروف، نماز روزہ اور نفلی عبادات سے دور ہیں۔ ہم گھر میں ہوں یا باہر، مقیم ہو یا مسافر دانستہ ونادانستہ ہم سے کوئی نہ کوئی گناہ سرزد ہو ہی جاتا ہے۔ ہم گناہوں کی مریض ہیں جس طرح بیمار کو کھانا اچھا نہیں لگتا چاہے کتنا اچھا پکا ہو بے ذائقہ لگتا ہے اس لئے کہ اس کے منہ کا ذائقہ خراب ہے اسی طرح گناہوں کے مریضوں کو عبادت میں مزہ نہیں آتا بلکہ عبادت کو دل نہیں چاہتا۔

حدیث پاک میں ہے کہ جب بندہ گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر سیاہ نقطہ لگ جاتا ہے جب دوسرا گناہ کرتا ہے تو ایک نقطہ اور لگ جاتا ہے اور مزید گناہوں کیوجہ سے رفتہ رفتہ اس کا پورا دل سیاہ ہو جاتا ہے پھر اس پر نصیحت کی بات اثر نہیں نہیں۔

میٹھی میٹھی اسلامی بہنو!

ہماری بھی حالت کچھ ایسی ہی ہے کوئی لاکھ سمجھائے نیکی کی دعوت پیش کرے، سنتوں بھرے اجتماع کی دعوت دے، ہم ٹس سے مس نہیں ہوتیں، گویا زبان حال سے یہ کہہ رہی ہیں۔

ناحجامت کر نصیحت دل میرا گھبرائے ہے
اُس کو دشمن جانتی ہوں جو مجھے سمجھائے ہے

اللہ (عزوجل) بھی اپنے محبوب بندوں کی عظمت وشان اپنے پیارے قرآن میں بیان فرمارہا ہے چنانچہ ارشاد ہوا۔

وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا ۔ (پ۱۹، سورۃ الفرقان ۶۴)

ترجمہ کنزالایمان۔ ''اور وہ جو رات کاٹتے ہیں اپنے رب (عزوجل) کے لئے سجدے اور قیام میں''

اس آیت کی تفسیر میں خلیفہ اعلیٰ حضرت، حضرت مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:۔ (وہ جو) نماز اور عبادت میں شب بیداری کرتے ہیں اور رات اپنے ربّ (عزوجل) کی عبادت میں گزارتے ہیں اور اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے کرم سے تھوڑی عبادت والوں کو بھی شب بیداری کا ثواب عطا فرماتا ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جس نے بعد عشاء دو رکعت یا زیادہ نوافل پڑھے وہ شب بیداری کرنے والوں میں داخل ہے۔ (تفسیر خزائن العرفان صفحہ ۷۴۳ پاک کمپنی مرکز الاولیا لاہور)

اللہ اللہ کیے جانے سے اللہ نہ ملے
اللہ والے ہیں جو اللہ سے ملا دیتے ہیں
بندہ بننا ہے خدا کا تو گدا بن اُن کا
جو فقیروں کو شہنشاہ بنا دیتے ہیں

فلسفۂ موت وحیات

قرآن پاک میں ایک اور مقام پر مقصد حیات بیان کیا گیا ہے، چنانچہ ارشاد ہوا۔

الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ لِیَبْلُوَكُمْ اَیُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلاً ؕ

(پ۲۹، سورۃ الملک:۲)

ترجمہ کنز الایمان۔ ''اور جس نے موت اور زندگی پیدا کی کہ تمہاری جانچ ہو تم میں کس کا کام زیادہ اچھا ہے''

یعنی زندگی اور موت کی تخلیق کا فلسفہ یہ ہے کہ تم میں سے کون اعمال صالحہ کی طرف راغب ہوتا ہے پس نافرمانی کے کاموں سے اجتناب کرنا اور رضائے ربّ الانام (عزوجل) کے کاموں میں مشغول رہنا مقصد حیات ہے اسی میں عزت ہے اسی میں نجات کا راز پوشیدہ ہے ورنہ بدکاری وسیاہ کاری میں سراسر ذلت ورسوائی ہے۔

میٹھی میٹھی اسلامی بہنو!

فسق وفجور سے جان چھڑانا اور اعمال صالحہ سے دل لگانا جنت میں جانے کا بیان ہے اگر آپ بھی نافرمانیوں سے جان چھڑانا اور رضائے الٰہی کو پانا چاہتی ہیں تو اسلامی بہنوں کے سنتوں بھرے اجتماع میں پابندی کے ساتھ شرکت کیجئے۔ اس کی برکت سے آپ کا سینہ مدینہ بن جائے گا۔ ان شاءاللہ (عزوجل)

اعمال صالحہ کا اجر وثواب

قرآن پاک میں جابجا ایمان کے بعد عمل صالح کی اہمیت وافادیت بیان کی گئی ہے، چنانچہ ایک مقام پر ارشاد ہوا۔

فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ۝

(پ ۱۷، سورۃ الحج ۵۰)

ترجمہ کنز الایمان۔ ”تو جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے اُن کے لئے بخشش ہے اور عزت کی روزی“

اور اللہ عزوجل نے نیکوکار اور پرہیزگار مسلمانوں سے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ فرمایا۔ ارشاد ہوا۔

(پ ۶، سورۃ المائدہ۔ ۹)

ترجمہ کنز الایمان۔ ”ایمان والے نیکوکاروں سے اللہ عزوجل کا وعدہ ہے کہ ان کے لئے بخشش اور بڑا ثواب ہے“

ایمان کی برکتوں سے مالا مال ہو کر جو مسلمان اعمال صالحہ پر استقامت کے ساتھ قائم رہتے ہیں وہ بہترین انسان ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

(پ ۳۰، سورۃ البینۃ: ۷ تا ۸)

ترجمہ کنز الایمان۔ ”بے شک جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے وہی تمام مخلوق میں بہتر ہیں اُن کے رب کے پاس بسنے والے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں ہیں۔ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں۔ اللہ عزوجل ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی، یہ اس کیلئے جو اپنے رب سے ڈرے (یعنی نافرمانی سے بچے)“

ان آیات بینات سے واضح ہوا کہ ایمان لانے کے بعد نیک اعمال کرنا محبوب کام ہے ایسے نیکوکاروں کے لئے مغفرت عزت کی روزی، اجر عظیم، انسانوں میں بہترین ہونے کی خوشخبری ہمیشہ کے لئے بشارت جنت الفردوس اور رضائے رب الانام (عزوجل) کی نوید ہے۔

عبادت گزار خاتون

حضرت عطار بن مبارک علیہ الرحمہ فرماتے ہیں بصرہ میں ایک عابدہ زاہدہ خاتون رہتی تھی جس کا نام بردہ تھا جب رات ڈھلنے لگی اور دنیا نیند کی آغوش میں پہنچ جاتی تو وہ بستر چھوڑ کر اُٹھ جاتی اور یوں عرض کرتی۔ ستارے ڈھلنے لگے محبت کرنے والے آپس میں ملنے لگے لیکن اے میرے ربّ! اے میرے محبوب! میں تیری راہ میں بیٹھی ہوں، تیری محبت کی روشنی میرے دل میں بڑھ رہی ہے کیا اس پر بھی تو مجھے عذاب دے گا حالانکہ تیری محبت میرے دل میں ہے نہیں نہیں! اے میرے مالک! اے میرے محبوب! ایسا نہ کرنا۔ حضرت عطار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ یہ مناجات کرتے وقت اُس کی آواز درد بھری اور وقت اُس کی آواز درد بھری اور رقت انگیز ہوتی۔ عورتوں کی (حکایت صفحہ ۱۸۴ فرید بک سٹال لاہور)

الحمدللہ (عزوجل) دعوت اسلامی کے سنتوں بھرے اجتماع میں بھی رقت انگیز مناظر دیکھنے کو ملتے ہیں اسلامی بہنیں ذکر و دعائے وقت رو رو کر اپنے مالک وخالق سے اُس کی رحمت کا سوال کرتی ہیں اجتماع کی برکت سے بے شمار اسلامی بہنوں کی دعائیں قبول ہو جاتی ہیں اگر آپ بھی رقت قلبی اور بڑھانے اور عبادت الٰہی میں دل لگانے کی طلبگار ہیں تو دعوت اسلامی کے پاکیزہ مدنی ماحول سے وابستہ ہو جالیتے اور اپنے علاقے میں ہونے والے اسلامی بہنوں کے ہفتہ وار اجتماع میں پابندی وقت سے شرکت کیجئے۔ ان شاء اللہ اس کی برکت سے آپ کا سینہ مدینہ بن جائے گا۔

صلوا علی الحبیب ۔ صلی اللہ تعالیٰ علی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ۔

عمر رسیدہ خاتون

ایک عمر رسیدہ اسلامی بہن کے بارے میں منقول ہے کہ وہ رات بھر عبادت کرتی

تھیں حالانکہ وہ نابینا تھیں اور جب سحری کا وقت ہوتا تو درد بھری آواز میں کہتیں۔

اے مالک ومولا! عبادت گزار لوگوں کے تیرے لئے رات کی تاریکی کو برداشت کیا اور تیری رحمت فضل اور مغفرت کی طرف سبقت لے گئے اے اللہ عزوجل! میں تیرے ہی نام پر تجھ سے سوال کرتی ہوں کے تو مجھے سبقت لے جانے والوں کی صف اول میں شامل فرما اور اعلیٰ علیین میں مقربین کے ذریعے میں جگہ عطا فرما اور اپنی عبادت کے صدقے مجھے نیک لوگوں کے ساتھ ملا تو سب سے زیادہ رحم فرمانے والا ہے وہ نیک خاتون اسی طرح فجر تک روتیں اور دعائیں مانگتی رہتی۔

(فیضان احیاء العلوم صفحہ ۱۲۵ تا ۱۲۶، المدینۃ العلم باب المدینہ کراچی)

جنتی رفیق

حضرت عبدالواحد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے اللہ (عزوجل) سے تین راتیں سوال کیا کہ یا اللہ! مجھے میرے جنتی رفیق کی زیارت کرادے، چنانچہ مجھے ندا آئی۔ جنت میں تیری رفیقہ میمونہ سودا ہے میں نے عرض کیا وہ کہاں ہے۔ آواز آئی۔ وہ کوفہ (شہر) کے فلاں قبیلہ سے ہے۔

میں کوفہ میں اُسی پتہ پر گیا اور لوگوں سے اُس عورت کا نام لے کر معلوم کیا تو مجھے بتایا گیا وہ تو ایک دیوانی عورت ہے؟ بکریاں چراتی ہے میں نے کہا: میں اُس سے ملنا چاہتا ہوں لوگوں نے بتایا فلاں جنگل میں چلے جاؤ وہ وہاں ملے گی، چنانچہ میں جنگل میں گیا تو دیکھا کہ ایک عورت کھڑی نماز میں مشغول ہے اُس کی بکریاں اور جنگل کے بھیڑیئے اکٹھے گھاس چر رہے ہیں (گویا بھیڑیئے بکریوں کی رکھوالی کر رہے ہیں) اسے میرے آنے کا علم ہوا تو اس نے اپنی نماز کو مختصر کیا اور سلام پھیر کر کہا: اے ابن زید! اس وقت جاؤ، اس وقت کا وعدہ نہیں (یعنی ہماری ملاقات جنت میں ہو گئی گویا اُس نیک بندی کو بھی عالم غیب سے اپنے جنتی رفیق کی اطلاع مل چکی تھی۔

آپ نے پوچھا! یہ بھیڑیوں اور بکریوں کی آپس میں صلح کب سے ہوئی۔
کہنے لگی! جب سے میں نے اپنے مولا سے صلح کر لی۔
(نزہۃ البساتین صفحہ نمبر ۷۶)

میٹھی میٹھی اسلامی بہنو!

ایک وہ اسلامی بہنیں جو ساری ساری رات عبادت میں گزار دیا کرتی ہیں اور ایک ہم ہیں کہ بے شمار نعمتوں کو پانے کے باوجود فرائض بھی ادا نہیں کر پاتیں۔

دور حاضر میں تو خواتین کو نت نئے فیشن اپنائے بے پردہ، گلیوں، بازاروں میں آنے جانے اور فرسودہ رسومات کو اپنانے ہی سے فرصت نہیں! حالانکہ اسلام اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ دین ہے اسی دین کے ہمیں چادر حیا عطا فرمائی مگر افسوس! غیروں کے اشاروں پر چل کر ہم نے پردے کو جس بے جا اور قید تنہا سمجھا ہے اور اس سے آزاد ہونے کی راہ ڈھونڈنے لگیں، حالانکہ بے پردگی آزادی نہیں بلکہ بے غیرت انگریز کی غلامی ہے۔

کیونکہ چادر اور چار دیواری سے آزاد عورتیں بر سر عام شرم وحیا کا نیلام کرتی در در کی ٹھوکریں کھاتی، گلی گلی کی خاک چھانتی نظر آتی ہیں، دن بھر دفتروں ہسپتالوں اور سکولوں، کالجوں میں کام کر کے جب گھر لوٹتی ہیں تو گھر کا سارا کام بھی انہیں کرنا پڑتا ہے۔

میٹھی میٹھی اسلامی بہنو!

اگر آپ رضائے الٰہی کو پانا چاہتی ہیں تو دعوت اسلامی کے مدنی ماحول سے وابستہ ہو جائیں۔ اپنے حلقے میں ہونے والے اسلامی بہنوں کے سنتوں بھرے اجتماع میں پابندی کے ساتھ شرکت کیجئے۔ ان شاء اللہ عزوجل اس کی برکت سے آپ کا سینہ مدینہ بن جائے گا۔

الحمدللہ! دعوت اسلامی کے مہکے مہکے مدنی ماحول میں باکثرت سنتیں سیکھی اور سکھائی جاتی ہیں خوش نصیب اسلامی بہنیں گھر گھر نیکی کی دعوت کی دھومیں مچا رہی ہیں۔آپ بھی نیکی کی دعوت عام کرنے میں لگ جائیے۔سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنائیے۔سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری بیٹی خاتون جنت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی نورانی سیرت اپنا لیجئے اور دونوں جہانوں میں عزت پائیے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی عبادت وریافت میں مصروف رکھے اور اخلاص کے ساتھ اعمال صالحہ پر کاربند رکھے،

آمین بجاہ النبی الامین

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی الہ واصحبہ اجمعین۔

محبت الٰہی اوراس کی چاشنی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ ربّ العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین ۔

وعلی الہ و اصحابہ واھل بیتہ واولیاء امتہ اجمعین

امابعد: فاعوذباللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

والذین امنو اشد حباللہ ۔

(سورۃ البقرہ، آیت ۱۶۵)

صدق اللہ العظیم وصدق رسولہ النبی الکریم الامین ان اللہ وملٰئکتہٗ یصلون علی النبی یاایھا الذین اٰمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما ۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ

وعلٰی اٰلک واصحابک یا حبیب اللہ

الصلوٰۃ والسلام علیک یا نبی اللہ

وعلٰی اٰلک واصحاب یا نور اللہ

اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ وعم نوالہ واعظم شانہ واتم برہانہ کی حمد وثناء اور حضور

پرنور شافع یوم النشور دستگیر جہاں، غمگسار زماں، سید سروراں، حامی بے کساں، امام المرسلین، خاتم النبیین، احمد مجتبیٰ جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں بذریعہ دُرود وسلام عرض کرنے کے بعد وارثان منبر ومحراب' ارباب فکر ودانش' اصحاب محبت و مودت، حاملین عقیدہ اہلسنّت نہایت ہی محتشم ومعزز حضرات وخواتین۔

رب ذوالجلال کے فضل اور توفیق سے ماہ رمضان المبارک کی پرنور صبح میں آج ادارہ ''صراط مستقیم'' کے زیر اہتمام فہم دین کے اہم موضوع میں شرکت کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔

آج ہمارے گفتگو کا موضوع ''محبت الٰہی اور اس کی چاشنی'' ہے۔ میری دعا ہے کہ خالق کائنات جل جلالہ اپنی محبت ہمیں زیادہ سے زیادہ محسوس کرنے کی سعادت عطا فرمائے۔

میں نے قرآن پاک کی سورۃ بقرہ کی آیت نمبر ۱۶۵ کا ایک حصہ تلاوت کیا ہے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ؕ

قرآن پاک میں خالق کائنات جل جلالہ کا ارشاد ہے کہ کچھ لوگ اللہ تعالیٰ کے سوا اور محبوب بنا لیتے ہیں وہ انہیں اللہ کی طرح محبوب رکھتے ہیں اور ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ کے برابر کسی کی محبت نہیں۔ یمان والے اللہ تعالیٰ کے ساتھ بڑی شدید قسم کی محبت کرتے ہیں۔

خالق کائنات جل جلالہ نے قرآن پاک کے ایک دوسرے مقام پر بڑی وضاحت کے ساتھ اس محبت کے مضمون کو بیان کیا ہے۔

سورۃ توبہ کی آیت نمبر ۲۴ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ (سورۃ التوبہ آیت ۲۴)

اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان سے فرما دیں اگر تمہارے باپ اور

تمہارے بیٹے۔

وَاِخْوَانُكُمْ — اور تمہارے بھائی

وَاَزْوَاجُكُمْ — اور تمہاری عورتیں

وَعَشِيْرَتُكُمْ — اور تمہارا کنبہ اور تمہارا خاندان

وَاَمْوَالُ نِ اقْتَرَفْتُمُوْهَا — اور تمہاری تجارت کے مال اور کمائی کے مال

وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا — اور وہ سودا جس کے نقصان کا تمہیں ڈر ہے

وَمَسَاكِنُ تَرْضَوْنَهَا — اور تمہارے پسند کے مکان

اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۔

''یہ ساری چیزیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کی راہ میں لڑنے سے زیادہ پیاری ہوں''

فتربصواحتی یاتی اللہ بامرہ۔

تو پھر انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم لائے۔

وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفَاسِقِيْنَ

اور اللہ تعالیٰ فاسق قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔ (پ۱۰، سورۃ توبہ آیت ۲۴)

اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے تفصیل کے ساتھ یہ بیان کر دیا کہ اس انسان کی جتنی بھی رشتہ داریاں ہیں یا اس کی محبت کے جتنے بھی زاویے ہیں اس سب کی محبت کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ کی محبت کا جھنڈا بلند ہونا چاہیے۔

ایک طرف اس کی محبت اپنے باپ کے ساتھ ہے اپنے بیٹے کے ساتھ ہے

کے ساتھ ہے اپنے کمائے ہوئے مال کے ساتھ ہے اپنی تجارت کے ساتھ ہے' اپنی کوٹھی اور بنگلے کے ساتھ ہے اور دوسری طرف اُس کی محبت اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے اور جہاد کے ساتھ ہے جب یہ محبتیں آپس میں متعارض ہو جائیں اور مقابل آ جائیں تو مومن وہ ہوگا جو ان ساری چیزوں کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کو بلند کرے گا اور ان دو ذوات کی محبت کی باقی تمام ذوات کی محبتوں پہ غالب کر دے گا۔

تو اس آیت کریمہ میں حیات اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت کی تفصیل کا ذکر کیا وہاں ساتھ ہی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا بھی بیان کیا تا کہ کسی کو یہ غلط فہمی نہ رہے کہ کہیں اللہ تعالیٰ کی محبت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں کوئی فرق ہے خالق کائنات جیسے دوسری چیزوں کی محبت ہم سے چھڑانا چاہتا ہے ایسے ہی کہیں محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو نہیں ہے ؟

تو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کو اپنی محبت کے ساتھ ذکر کرے اس بات کو واضح کیا کہ اللہ تعالیٰ باقی چیزوں کی محبت کو چھڑانا چاہتا ہے۔

وہ محبت جو اللہ تعالیٰ کی محبت کے مقابل میں آ جائے۔ لیکن یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اللہ تعالیٰ کی محبت کی اپوزیشن نہیں ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ ہی کی محبت ہے اسی واسطے اپنی محبت کیساتھ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا ذکر فرمایا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ بخاری شریف میں اس بات کا ذکر کیا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وضو فرما رہے تھے۔ صحابہ کرام مستعمل پانی حاصل کر رہے تھے اور اُسے چوم رہے تھے ماتھوں پر لگا رہے تھے اُن سے جب پوچھا گیا۔

مایحلکم علی ھذا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا! میرے صحابہ تم ایسا کیوں کرتے ہو میں

وضو کرتا ہوں تو تم میرے وضو کے پانی کے لئے تڑپتے ہو جھگڑا کر کے اس کو حاصل کرتے ہو اس کی وجہ کیا ہے؟ تو اس مقام پر صحابہ کرام کا جواب یہ تھا کہ

رحب اللہ ورسولہ

یہ کام اللہ تعالیٰ کی محبت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے لئے ہم کرتے ہیں۔ وہاں پر وضو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا خالق کائنات تو اعضاء سے بھی پاک ہے لیکن اُس مستعمل پانی کے بارے میں صحابہ کرام کا نظریہ یہ تھا کہ اس پانی سے ہمیں دونوں محبتوں کی خوشبو آتی ہے۔

اس واسطے قرآن وسنت میں یہ دونوں محبتیں ہمیشہ یکجا رہی ہیں اور ان کو یکجا ہی بیان کیا گیا ہے اور نفس الامر میں ان دونوں محبتوں کا ایک ہی حکم ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے محبت الٰہی کا حکم جب اپنی امت کو دیا تو اس کا انداز بھی بڑا منفرد قسم کا تھا۔

آپ کا فرمان طبرانی نے معجم کبیر میں روایت کیا ہے اور اس کے علاوہ حدیث شریف کی متعدد کتب میں موجود ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اس حدیث کو روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

احبو اللہ لمایعذو کم بہ من نعمہ

(جامع ترمذی حدیث نمبر ۳۷۸۹)

اے میرے صحابہ تم اللہ سے محبت کرو اس واسطے کہ وہ تمہیں نعمت کی غذا دیتا ہے۔ اور وہ تمہیں نوازتا ہے اور وہ تم پر اپنے ابر کرم کی برسات جاری رکھتا ہے اللہ تعالیٰ کی محبت کے جو باعث ہیں وہ بہت زیادہ ہیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں پر سر فہرست اس چیز کو ذکر کیا کہ مومن کو آغاز محبت میں کم از کم اس چیز کو پیش نظر رکھنا چاہئے کہ وہ رب جو کھلاتا ہے پلاتا ہے اور

ہر وقت اُس کے کرم کی برسات ہو رہی ہے تو اس ربّ سے ضرور پیار کرنا چاہئے اس سے ضرور کرنی چاہئے۔ کوئی لمحہ ایسا نہیں جب اُس کا فضل ہم پر برس نہ رہا ہو اور کوئی گھڑی ایسی نہیں کہ جس میں اُس کے انعامات اور نوازشات کا سلسلہ جاری نہ ہو تو پھر ہمیں بھی اُس کے ساتھ محبت کرنی چاہیے اور اس محبت کا اظہار کرنا چاہیے۔

حضرت داؤد علیہ السلام اپنی دعا میں اکثر یہ جملہ استعمال کرتے تھے۔

اللهم اجعل جلك احب الى من سمعى وبصرى ومن الماء البارد۔ (شعب الایمان، صفحہ ۳۸۶)

''اے اللہ تو اپنی محبت کو میرے لیے میرے کان کے مقابلے میں اور میری آنکھ کے مقابلے میں اور نہایت سخت گرمی کے موسم میں ٹھنڈے پانی کے مقابلے میں زیادہ کر دے''

یعنی انسان کو اپنے کان اور اپنی آنکھ سے بڑی محبت ہے کہ یہ میرے اعضاء سلامت رہیں اور طبعی طور پر بندہ گرمی کے موسم میں ٹھنڈے پانی سے پیار کرتا ہے حضرت داؤد علیہ السلام کا یہ دعائیہ جملہ ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہر جہت کی جو محبت ہے اُس کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ کی محبت غالب ہونی چاہیے اور وہ ہمیشہ اس کے غلبے اور کثرت کی دعا مانگتے رہتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کے اجتماع میں خالق کائنات جل جلالہ کی محبت کا بڑا انوکھا واقعہ ذکر کرتے ہوئے اس کی محبت کو واضح کیا۔

ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں اس کو روایت کیا ہے طبرانی نے معجم کبیر میں اس کو ذکر کیا ہے۔

حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ اس حدیث کے راوی ہیں۔ صہیب رومی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی امتوں میں سے ایک نوخیز ولی

کا تذکرہ ایک اللہ کے ولی کی بچپن میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ جو محبت تھی اور اس کی جو چاشنی تھی اُس کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر کیا ہے۔

آپ تصور کریں کہ وہ کیسے پائے کے ولی ہوں گے کہ جن کا تعارف صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے سامنے کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

ان اُبرِءُ الاَکْمَهَ وَالْاَبْرَصَ

اُس ولی کی عمر اگرچہ چھوٹی سی تھی لیکن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان کا مقام اتنا بڑا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے وہ نوخیز اور نونہال ولی جس مادرزاد اندھے کے چہرے پہ ہاتھ پھیر دیتے تھے اللہ تعالیٰ اُس کو آنکھیں عطا فرما دیتا تھا۔ جس مریض پر وہ ہاتھ رکھتے تھے اللہ تعالیٰ اُس کو شفاء عطا فرما دیتا تھا۔ یعنی اتنا بڑا مقام و مرتبہ اُس کا اللہ تعالیٰ کے دربار میں تھا ان کا اظہار اس طرح ہوا کہ ایک قافلہ میں وہ ولی موجود تھے سامنے ایک شیر راستہ روکے کھڑا تھا کوئی بندہ اُس راستے سے گزر نہیں سکتا تھا تو قافلہ والے بہت پریشان تھے تو دور کھڑے ہو کہ اُس اللہ کے ولی نے ایک چھوٹا سا پتھر پھینکا وہ شیر اُس پتھر کے لگنے کی وجہ سے مر گیا اور تمام کے تمام قافلہ وہاں سے گزرنا آسان ہو گیا۔

اس کے بعد بات چلتی گئی چلتی گئی یہاں تک کہ اُس کے پاس پہنچی تو اس وقت کا جو حکمران تھا وہ بڑا ہی فاسق و فاجر تھا بلکہ اس نے اپنی الوہیت کا اعلان کر رکھا تھا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں اپنے آپ کو معبود قرار دیتا تھا اُس کے وزراء میں سے جب ایک شخص نابینا ہو گیا تو اس کو کسی نے بتایا کہ ایک اللہ کا ولی ہے وہ ہاتھ پھیرتا ہے تو آنکھیں بالکل درست ہو جاتی ہیں۔

لہٰذا وہ وزیر جب اُس ولی کے پاس پہنچا اور کہنے لگا کہ اتنے اونٹ، ہیرے اور جواہرات پیش کروں گا آپ میری آنکھوں کا علاج کر دیں۔ اللہ تعالیٰ کے ولی نے کہا کہ مجھے تیرے ان نذرانوں کی کوئی ضرورت نہیں۔ اُس ولی نے جب وزیر کی آنکھوں

پہ ہاتھ رکھا تو اس وزیر کی آنکھیں درست ہوگئیں اور بالکل روشن ہوگئیں۔

اس طرح بادشاہ کے قرب میں اللہ تعالیٰ کے اُس ولی کا چرچا پہنچا تو بادشاہ نے اُس کو اپنے لئے خطرے کی گھنٹی سمجھا۔ اگر اس حق پرست کی یوں تشہیر ہوتی گئی۔ تو خلق خدا اس کی طرف مائل ہو جائے گی اور پھر جو یہ پیغام دے گا تو لوگ اُس کو تسلیم کرلیں گے۔ جس کے نتیجے میں میرا تختہ الٹ دیا جائے گا۔ تو اس نے اپنی حکومت کو بچانے کے لئے اللہ تعالیٰ کے اُس ولی کے ساتھ دشمنی کی۔ اُس کو شہید کرنے کا اُس نے ارادہ کرلیا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ جب اُس بچے کو گرفتار کیا گیا تو بادشاہ نے اُس سے سوال کیا۔

ولك رب غیری

کیا میرے سوا تیرا کوئی اور ربّ ہے یہ بڑا عجیب سوال تھا اُس بادشاہ کو اپنے الا ہونے پر اتنا گھمنڈ تھا کہ پوچھنے لگا کیا میرے سوا تیرا کوئی اور ربّ ہے؟ تو اللہ تعالیٰ کے ولی نے بادشاہ کو جواب دیا۔

نعم ربی وربك الله ۔

ہاں اللہ صرف میرا ہی خدا نہیں بلکہ وہ تیرا بھی خدا ہے میرا ربّ بھی اللہ ہے اور تیرا ربّ بھی اللہ ہے۔ میں اُس کا کلمہ پڑھتا ہوں اور اُس کی محبت میں جیتا ہوں اور اس کی محبت نے مجھے یہ انعام دیا ہے کہ میں نے زندگی کے کچھ لمحات اُسکے قرب میں گزارے ہیں۔ اُس کی عبادت میں مصروف رہا ہوں۔ ربّ اللہ تعالیٰ نے یہ شان میرے ہاتھوں کو عطا کردی کہ میں ہاتھ پھیرتا ہوں۔ بیماریاں دور ہو جاتی ہیں یہاں تک کہ اندھوں کی آنکھیں اللہ کی دی ہوئی توفیق سے میرے ہاتھ کی برکت سے روشن ہو جاتی ہیں۔

جس وقت بادشاہ نے دیکھا کہ اُس پر کسی قسم کا کوئی گھبراہٹ طاری نہیں ہوئی اور یہ میرے سامنے بھی اپنے ربّ کی بات کر رہا ہے تو اُس نے یہ منصوبہ بنایا کہ اُس کو کسی طرح راستے سے ہٹایا جائے تو اُس نے خصوصی ٹیم ترتیب دی کہ اس بچے کو پہاڑ پر لے جاؤ جب تم چوٹی پر پہنچ جاؤ تو وہاں سے اس کو پہاڑ سے نیچے گرادو تا کہ نیچے آنے تک اُس کی ہڈیاں بھی سلامت نہ رہیں۔ یہ جو میری سلطنت میں معاذ اللہ ایک فتنہ پیدا کرنا چاہتا ہے میں اُس سے سلطنت کو بچا سکوں گا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں ''جب حکومت کے سپاہی اس بچے کو لے کر پہاڑ پر چڑھ گئے جس وقت چوٹی پر جا کر اس کو نیچے گرانے لگے تو فوراً اللہ کے ولی نے اپنا رابطہ اپنے ربّ سے بحال کیا اُن کی زبان پر یہ لفظ آ گئے۔

اللھم اکفنیھم بماشئت .

اے اللہ! یہ مجھے ہلاک کرنے کے لئے اپنی تدبیر کر رہے ہیں اور میرا سب کچھ تو ہے اگر تو اس پر راضی ہے کہ مجھے اس پر گرا دیا جائے تو پھر ٹھیک ہے ورنہ تیری حیثیت ہے اُس کے لحاظ سے تو ان کے مقابلے میں میرے لئے کافی ہو جا۔ یہ اپنا کام کر رہے ہیں تو اپنی قدرت کا اظہار کر دے۔ جس وقت اُس بچے نہ یہ دعا کی تو اُس پہاڑ پر لرزہ طاری ہو گیا۔ اس انداز میں آیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا ولی تو سلامت رہا لیکن بادشاہ کے جو سپاہی اس بچے کو گرانے پہاڑ پر چڑھے تھے وہ سارے نیچے گرے اور اُن کے پرخچے اُڑ گئے۔ اور وہ سارے کے سارے لقمہ اجل بن گئے۔

وہ پہاڑ سے مسکراتا ہوا نیچے آیا اور شہر کی طرف رخ کیا۔ بادشاہ کو انتظار تھا کہ ابھی میری ٹیم واپس آتی ہے اور میرے سپاہی آ کے بتاتے ہیں کہ وہ کیسے گرا اور کیسے اُس کی ہڈیاں ٹوٹیں اور کیسے اُس کی جان نکلی۔

لیکن جب اُس نے اللہ کے ولی کو دیکھا تو حیران رہ گیا کہ وہ بچہ تو صحیح سلامت

واپس پہنچ گیا ہے بادشاہ نے جب پوچھا تو اللہ کے ولی نے کہا "میرے ساتھ جو گئے تھے وہ مجھے ہلاک کرنے کے لئے پر اللہ تعالیٰ نے اُن کو ہلاک کر دیا" مجھے ہلاکت سے بچالیا ہے اور مجھے محفوظ رکھا ہے۔ بادشاہ کے لئے یہ بات مزید خطرناک تھی کہ میں نے جن کو ان کے ساتھ بھیجا تھا وہ سارے مر گئے اور یہ بچ گیا اب مزید اس کا پلڑا بھاری ہو گیا ہے۔

پھر اُس بادشاہ نے ایک نئی ٹیم تشکیل دی اور کہنے لگا کہ اب اس کو کشتی پر سوار کر لو اور سمندر کے درمیان میں جا کر اس کو کشتی سے دھکا دے دو تا کہ یہ پانی میں ڈوب جائے اور تم واپس آ جاؤ۔

جب اُس کو بادشاہ کے سپاہی لے کر سمندر کے وسط میں پہنچ گئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ اِن سپاہیوں نے اللہ کے ولی کو پکڑ لیا اور نیچے گرانا چاہتے تھے تو اس ولی نے پھر وہی لفظ بولے اور اپنے ربّ کو پکارا۔

اللھم اکفنیھم بماشئت ۔

اے اللہ! جو تیری مشیت ہے تو ان کے مقابلے میں میرے لئے کافی ہو جا تجھے میں پکار رہا ہوں۔ تیری محبت کی وجہ سے اے اللہ یہ میرے دشمن بن گئے ہیں اور مجھے یہاں گرانے کے لئے آ گئے ہیں۔

جس وقت اللہ کے ولی نے پھر یہ دعا کی تو وہ کشتی اس انداز میں ہچکولے کھانے لگی کہ اللہ کا ولی تو محفوظ رہا لیکن جتنے لوگ گرانے گئے تھے وہ سارے کے سارے غرق ہو گئے پانی میں ڈوب گئے اور وہ سلامتی کے ساتھ پھر ساحل پہ پہنچ گیا۔

جب وہ صحیح سلامت شہر میں پہنچ گیا تو پھر بادشاہ کو بڑی تشویش ہوئی کہ یہ کیسا انسان ہے یہ میری تدبیر اور میرے حملوں کے باوجود مر ہی نہیں رہا۔ وہ یہ نہیں جانتا تھا کہ اس کا ربّ کتنی قدرتوں والا ہے۔ اور اس کی وہ کس انداز سے حفاظت کر رہا ہے اور

اس کا اللہ کتنا قادر مطلق ہے اور اس کے حکم کے سامنے کسی کا کوئی بس چلتا ہی نہیں اُس بادشاہ کو تعجب تھا اور مزید سوچ رہا تھا کہ میں اس بندے کو کیسے راستے س ہٹاؤں۔ اگر یہ اسی طرح بڑھتا رہا اور اس کے الفاظ کی تاثیر میری رعایا پر اثر کر جائے گی اور لوگ اس کے خدا کو ماننا شروع کر دیں گے۔ وہ ایسا سوچ ہی رہا تھا کہ اللہ کے ولی نے کہا۔

کہ تم مجھے کبھی بھی مار نہیں سکتے۔ یہاں تک کہ تم وہ طریقہ اپنا لو جو میں تمہیں بتاتا ہوں تو بادشاہ بڑا خوش ہوا کہ یہ خود ہی اپنے مرنے کا طریقہ بتا رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے ولی نے کہا کہ تم ساری رعایا وعوام کو ایک میدان میں اکٹھا کر لو اور وہاں مجھے ایک ستون پر کھڑا کر دو اور مجھے وہاں کھڑا کرنے کے بعد اپنے ترکش سے ایک تیر نکالو اور اُس تیر کو جب تم کمان میں رکھو تو چلانے سے پہلے یہ الفاظ بولو۔

بسم اللہ ربّ الغلام ۔

اس بچے کے ربّ کے نام کے ساتھ میں تیر مارتا ہوں۔

جب تم میرے اللہ کا نام لے کر مجھے تیر مارو گے تو پھر میری شہادت ہو جائے۔ اگر نہ تم جس طرح بھی مجھے راستے سے ہٹانے کی کوشش کرو گے میرا ربّ مجھے اس طرح نہیں مرنے دے گا۔

یہ میری محبت ہے اگر میرے ربّ کے نام سے مجھے تیر لگے تو اس سے مجھے اتنی لذت ملے گی کہ اُس کا تم اندازہ نہیں کر سکتے اس سے میرا جو مقصد ہے وہ پورا ہو سکے گا اُس کا بھی تمہیں اندازہ نہیں کہ میں اپنی جان دے کر ربّ کے پیغام کو کس طرح آگے پہنچاؤں گا۔ لہٰذا تم اپنے ترکش سے تیر نکال کے میرے ربّ کے نام سے مجھے مارو اور تیر مارتے وقت اپنی زبان سے یہ لفظ بولو۔

بسم اللہ ربّ الغلام ۔

اس بچے کا جو ربّ ہے میں اُس کے نام کے ساتھ میں تیر مارتا ہوں۔

بادشاہ نے کہا کہ یہ تو ہم فوراً کرتے ہیں سلطنت میں اعلان ہو گیا کہ سارے ایک گراؤنڈ میں اکٹھے ہو جائیں۔ لہٰذا تمام کے تمام لوگ ایک گراؤنڈ میں جمع ہو گئے۔ دور دور تک اک جم غفیر تھا۔ ایک سٹیج پر نوخیزوں کو کھڑا کر دیا بادشاہ نے اپنے ترکش سے تیر نکالا اور اس نے اللہ تعالیٰ کا نام لے کر چلایا۔

بسم اللہ رب الغلام۔

بسم اللہ جب اُس نے کہا اگرچہ اُس وقت اللہ کے ولی کی طرف موت کا حملہ ہو رہا تھا لیکن اُن کو بڑی لذت آ رہی تھی کہ جو اپنے زمانے میں اپنے الٰہ ہونے کے دعوے کر رہا تھا آج اگرچہ میں دنیا سے جا رہا ہوں لیکن اُسی کی زبان سے میں اپنے ربّ کا نام نکلوا رہا ہوں وہ میرے ربّ کو مان رہا ہے اور میرے ربّ کا نام لے کر مجھے تیر مار رہا ہے۔ لہٰذا وہ ولی لذت محسوس کر رہے ہیں اس میں کوئی حرج نہیں کہ میری جان تو نکلے گی لیکن اس انداز میں نکلے گی جو میرے ربّ کا باغی بنا ہوا تھا اور زبان پر لفظ لانا ہی نہیں چاہتا تھا۔ میں اپنی جان دے دوں گا لیکن اُس کی زبان سے میں اپنے ربّ کا نام ضرور نکلواؤں گا۔ جب اُس کی زبان سے اپنے ربّ کا نام سنوں گا تو موت جیسی تلخی بھی مٹھاس میں بدل جائے گی۔

بھری مجمع میں جب بادشاہ نے ترکش س تیر نکالا اور بسم اللہ پڑھ کے جب اُس نے چلایا تو وہ بچے کے کان پٹی پر آ کے لگا تو اپنا ہاتھ اٹھا کہ اپنی کان پٹی پہ رکھا تو اسی کے ساتھ ہی وہ جام شہادت نوش پا گیا۔ جس وقت مجمع عام نے دیکھا کہ یہ بادشاہ سے مرتا ہی نہیں تھا اس نے پہاڑ پر چڑھایا پھر بھی بچ گیا، اس نے سمندر میں گرانے کی کوشش کی پھر بھی بچ گیا۔ اب جس وقت اس کو مارا گیا تو یہ آواز دی گئی۔

بسم اللہ رب الغلام۔

جب یہ آواز تمام مجمع میں گونجی تو ایک طرف اُس بچے کی شہادت ہو رہی تھی

دوسری طرف پورا مجمع یہ نعرہ لگا رہا تھا۔

امنا برب الغلام ۔(ابن کثیر جلد ۱، ص ۵۲۶)

ترجمہ: ''ہم اس بچے کے ربّ پر ایمان لے آئے ہیں''۔

اس کے نفس گرم کی تاثیر ہے ایسی
ہو جاتی ہے خاک چمنستان شرر آمیز

اللہ کے ولی کے اندر جو حرارت ہے وہ اثر کر کے ہی رہتی ہے انہوں نے کہاں ایک ایک کو پکڑ کر پیغام دیتا تھا اور اللہ تعالیٰ کی محبت کا پیغام بانٹتا تھا اور لوگوں کو اللہ کی توحید کی طرف متوجہ کرتا تھا کہاں بادشاہ نے ایک ہی مقام پر سب کو اکٹھا کر دیا۔ اگرچہ اُس کو تو خون بہہ رہا تھا مگر یہ بادشاہ جو ہمیں کہتا تھا کہ مجھے سجدہ کرو اور اپنے ربّ ہونے کے دعوے کرتا تھا آج اس بچے کے ربّ کا نام لے رہا ہے تو پھر سچا تو وہی ربّ ہے جو اس بچے کا ربّ ہے جس کے اندر اتنے کمالات ہیں تو سب نے بیک آواز کہا۔

اٰمَنَّا بِرَبِّ الْغُلَامِ ۔

پورے مجمع کے لئے اللہ کی محبت کو پیش کرتے ہوئے اور اللہ کی محبت کی چاشنی کو بانٹے ہوئے اس انداز میں اپنی جان پیش کی کہ ان کی روح نکل رہی تھی اور تمام لوگوں کے دلوں میں اللہ کا پیغام داخل ہوتا جا رہا تھا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں اس اللہ کے ولی کی قبر کی کھدائی اتفاق طور پر ہوگئی۔ ان کثیر نے اس کو لکھا ہے اور متعدد کتب حدیث میں یہ بات موجود ہے۔

اصبعه علی صدغه کما وضعها حين قتل ۔

(ابن کثیر ص ۵۶۷، مکتبہ حقانیہ پاکستان)

اب تک صدیاں گزر گئیں تھیں، ہزاروں سال پہلے کی اک امت کے ولی کا جسد اطہر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جب ظاہر ہوا تو اُن کا ہاتھ یہیں کان پر موجود تھا بدن سلامت تھا اور چہرے پر تازگی تھی۔ اللہ کے نام پر جس نے اپنی جان دی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اُس کے بدن کو محفوظ رکھا۔ اس حدیث کو حضرت امام ترمذی نے حسن قرار دیا ہے۔

اس انداز سے اللہ تعالیٰ کی محبت سرایت کر جاتی ہے کہ جب بندہ زندہ رہتا ہے اُس محبت کی تاثیر ہوتی ہے وہ دنیا سے جاتا ہے تو پھر بھی اُس سے اللہ تعالیٰ کی تاثیر دوسرے لوگوں تک پہنچ رہی ہوتی ہے یہ اللہ تعالیٰ کی محبت کا کمال ہے کہ جہاں یہ آجاتی ہے وہاں خاکی بدن بھی محفوظ ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی محبت اُسے اپنے حصار میں لے لیتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی محبت کے تقاضے اور اُس کی علامت۔

اس سلسلے میں امت کے اولیاء کرام کی بہت سی تشریحات موجود ہیں ایک دن حضرت رابعہ عدویہ رضی اللہ عنہ جو بہت بڑی اس امت کے ولیہ ہیں۔ اُن کے پاس حضرت سفیان ثوریں رضی اللہ عنہ تو حضرت ربعہ نے ان سے پوچھا۔

ماتعطون اسکافیکم ۔

اے حضرت سفیان یہ تو بتاؤ تمہارے نزدیک سخاوت کسے کہتے ہیں سخا کا مطلب کیا ہے۔ تو حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ سخا کی دو مختلف قسمیں ہیں۔

واما عند ابناء الدنیا

۱- ایک تعریف ہے ابنائے دنیا کے نزدک

۲- اور دوسری ہے ابنائے آخرت کے نزدیک

سخاوت کی ایک تعریف دنیا والوں کے لحاظ سے ہے اور دوسری تعریف آخرت

والوں کے لحاظ سے ہے۔

حضرت سفیان ثوری کہنے لگے کہ دنیاوالے سخاوت اس کو کہتے ہیں۔

فالذی یجود بماله .

جو شخص اپنا مال صدقہ کردے اور بے دریغ خرچ کردے لہو ولعب میں نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کی بہتری کے لئے اُس کو سخاوت کہا جاتا ہے جو اپنا مال دُنیاوالے اس کو سخاوت کہتے ہیں۔

اماعندابناء الاخره .

لیکن آخرت والوں کے نزدیک سخاوت یہ ہے۔

فهو الذی یجود بنفسه .

جو اپنا مال نہیں اپنی جان بھی اللہ کے لئے دے دیں۔

صرف مال ہی نہیں دیں بلکہ اپنی صلاحتیں رگڑ رگڑ کر اللہ کے لئے ختم کریں، اپنے بدن کو اللہ تعالیٰ کے لئے پیش کردیں اور اپنے آپ کو اللہ کے لئے صدقہ کردیں اپنی ہی سخاوت کرے یہ تعریف آخرت والوں کے لحاظ سے ہے۔ یہ سخاوت کی تعریف ہے یہ دونوں تعریفیں ہی بہت اہم تھیں۔

مگر حضرت رابعہ رضی اللہ عنہا کہنے لگیں۔

فقالت یا سفیان اخطات فیها .

اے سفیان تم نے سخاوت کی تعریف صحیح نہیں کی۔

سخاوت کی جو تعریف تم نے مجھے بتائی وہ درست نہیں ہے۔ تو حضرت سفیان کہنے لگے۔ پھر تم ہی اس کی تعریف کرو کہ سخاوت کس کو کہتے ہیں۔

ان تعبدوه حباله لایطلب .

(شعب الایمان ج ا،ص ۳۷۳)

سخاوت یہ ہے کہ تم اللہ کی عبادت محض اُس سے پیار کے لئے کرو اور کسی جزاء کے لئے نہ کرو یہ ہے سخاوت کی تعریف۔

ایک تھا مال دنیا ایک تھا اپنے بدن کی سخاوت کرنا۔ حضرت رابعہ رضی اللہ عنہا کہنے لگیں۔ نہیں بلکہ سخاوت یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت صرف اس لئے کرو کہ وہ تمہارا محبوب ہے اللہ کے پیار کے لئے اور اس کے شوق کے لئے تم اُس کی عبادت کرو۔

یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جنت کہ حصول کے لئے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے اور جہنم سے بچنے کے لئے اللہ تعالیٰ عبادت کرو۔

یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جنت کے حصول کے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے اور جہنم سے بچنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے۔

حضرت رابعہ رضی اللہ عنہا کہنے لگیں یہ دونوں باتیں پیش نظر نہ ہو۔ نہ جنت کا حصول پیش نظر ہو اور نہ ہی جہنم سے آزادی پیش نظر ہو۔ حالانکہ ان دونوں باتوں میں شرعی طور پہ کوئی حرج نہیں ہے لیکن یہ اس سے اگلا مقام ہے جو حضرت رابعہ رضی اللہ عنہا بیان کر رہی تھیں کہ اللہ تعالیٰ سے محبت کا تقاضا یہ ہے کہ اُس عبادت محض اُس کی محبت کے لئے کی جائے۔ کہ وہ محبوب ہے ہم اُس کو سجدہ کریں وہ محبوب حقیقی ہے وہ فرمانے لگیں یہ سخاوت ہے کہ۔ بندہ اللہ تعالیٰ کی عبادت صرف اس لئے کرتا ہے کہ اُسکی اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت ہے وہ محبت بندے کو مجبور کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اتنا بڑا محبوب ہے کہ اس کو سجدہ کیا جائے اُس کے حکم پر جہاد کیا جائے اُس کے فرمان پر اپنے قیمتی مال کی زکوۃ دی جائے اور اُس کے کہنے پر حج کی ادائیگی کے لئے سفر کیا جائے۔ طلب جزاء کے لئے نہیں بلکہ صرف محبت الٰہی کے لئے بندہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا رہے۔ یہ وہ سخاوت ہے جو حضرت رابعہ رضی اللہ عنہا نے حضرت سفیان

ثوری علیہ الرحمہ کے سامنے جس کا اظہار کیا۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اس لحاظ سے کہ وہ کھلاتا ہے، پلاتا ہے یہ اس راستے میں ڈالنے کے لئے آغاز ہے اور اہم بات ابتداء کے لحاظ سے ہے جب وہ چلتا جاتا ہے چلتا جاتا ہے تو آہستہ آہستہ اُس کو اتنی لذت ملتی ہے پھر اگرچہ اللہ تعالیٰ کے احسانات کی اُس کے نزدیک بڑی قدر و منزلت ہے لیکن عبادت کو صرف اس انداز میں کر دیا ہے کہ اُس کو اللہ تعالیٰ کی محبت ایسا کرنے پر مجبور کر رہی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں۔

بیہقی نے شعب الایمان میں لکھا ہے کہ ایک آدمی نے اللہ تعالیٰ کے ولی فضیل بن عیاض علیہ الرحمہ سے سوال پوچھا: کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت کی علامت کیا ہے، ہم کیسے سمجھیں گے کہ فلاں بندہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرتا ہے اور فلاں نہیں کرتا تو انہوں نے مختصر سے جملے میں دریا کو کوزے میں بند کر دیا اور کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت کو پہچاننے کا طریقہ یہ ہے کہ۔

اذا كان عطائه اياك ومنعه سواء (ابونعیم فی الحلیہ، ج ۸، ۱۱۳)

اللہ تعالیٰ کا حقیقت میں محب وہ ہے جس کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا اور منع دونوں برابر ہوں اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے نوازشات ہوں پھر بھی اگر اللہ تعالیٰ کی طرف محرومی ہو۔ پھر بھی یہ دونوں حالتیں برابر ہوں جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلسل نوازشات ہو رہی ہیں تو پھر بھی وہ خوش ہے اور اگر اللہ تعالیٰ کی طرف آزمائش آگئی تو پھر بھی خوش ہے اُس کے نزدیک عطا سے مراد نوازشات کا ملنا اور منع سے مراد اُس کی طرف سے نوازشات وانعامات کا رک جانا اور منقطع ہو جانا ہے۔

حضرت فضیل بن عیاض رضی اللہ عنہ جو بہت بڑے صوفی ہیں اس کو انہوں نے اپنے انداز میں بیان کیا کہ بندہ محبت ایزدی میں کمال کو تب پہنچتا ہے آغاز تو پہلے بھی

ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے انعامات کی بارش ہو تو خوش ہوا اور جب اُدھر سے محرومی کا سامنا ہو تو پھر اگرچہ طبیعت مرجھا بھی جائے یہ ابھی ابتدائی مراحل ہیں لیکن جو بندہ اللہ تعالیٰ کی محبت میں عروج تک پہنچ جائے اُس کا حال یہ ہوتا ہے کہ اُس کے نزدیک دونوں حالتیں برابر ہو جاتی ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ نواز رہا ہے تو پھر بھی یہ اُس سے پیار کرتا ہے اور اگر اس کی طرف سے منع ہو جائے اور اُسکی طرف سے اگر محرومی کا سامنا ہو تو پھر بھی وہ انعامات سے محرومی کی شکایت نہیں کرتا۔ زبان یہ تو کیا دل میں خیال تک بھی نہیں کرتا۔ دونوں حالتوں میں اپنی طبیعت کے لحاظ سے ایسے مسکراتا ہے اور اُس کا چہرہ پھول کی طرح کھلا ہوا ہوتا ہے۔

خالق کائنات اس کو اتنا پسند کرتا ہے کہ اس کی مجھ سے محبت محض میری ذات کیوجہ سے ہے یہ میری نعمتوں کیوجہ سے متوجہ نہیں بلکہ محض میری ذات کی وجہ سے ہے اگر میں دیتا ہوں تو پھر بھی مجھ سے پیار کرتا ہے اور اگر میں روک لیتا ہوں تو پھر بھی مجھ سے پیار کرتا ہے یہ محبت ایزدی کا وہ عروج کا نقطہ ہے جو حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا۔

حضرت فضیل بن عیاض علیہ الرحمہ کہتے ہیں ایک اللہ کے ولی کا پیغام مجھے بہت اچھا لگا جب وہ کہنے لگے۔

استحی من ربی اعبدرجاء للجنة فقط ۔

(شعب الایمان ۱/۳۷۲، اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ ۴/۵۳)

اللہ تعالیٰ کے ایک ولی کہنے لگے مجھے حیا آتی ہے کہ میں صرف جنت کی طلب میں اُس کی بندگی کروں۔ صرف میرا مقصود جنت کا حصول ہو اور میں اس کی بندگی کرتا رہوں مجھے اس کی بندگی کرنے میں حیا آتی ہے۔ اگرچہ بندے کو جنت بھی مطلوب ہے۔

سمجھنا اللہ تعالیٰ کی محبت کے مقابلے میں اس کی حیثیت کیا ہے۔ جنت کو مقصود بنا لیا جائے اور اللہ تعالیٰ کی ذات کی طرف توجہ ہی نہ ہو تو وہ فرمانے لگے کہ بندگی میں مجھے حیا آتی ہے اگر میں صرف جنت کے حصول کے لئے سجدہ کرتا رہوں اور میری چاہت کا مرکز میرے ربّ کی ذات نہ ہو تو میں ایسی بندگی میں حیا محسوس کرتا ہوں۔ میں تو وہ بندگی کرتا ہوں جس میں میری توجہ سرفہرست خالق کی طرف ہوتی ہے اور ضمناً جنت کا خیال آجائے تو کوئی حرج نہیں ورنہ میں اپنی تمام توجہ اپنے ربّ کی طرف رکھتا ہوں اور سجدے کرتے وقت، جہاد کرتے وقت دن رات اُس کا ذکر کرتے وقت یہ میں خیال ہی نہیں کرتا مجھے اس کے صلے میں جنت ملے گی۔ میں یہ خیال کرتا ہوں کہ اس کے صلے میں میرا ربّ اپنا قرب عطا فرمائے گا اور کہنے لگا ایک شخص مزدوری دنیاوی کر رہا ہے اُس ضروری کے پیش نظر یہ ہے کہ میں یہ کام کروں تو مجھے اتنے پیسے مل جائیں گے۔

تو فرمانے لگے میں اُس اجیر کی طرف ہو جاؤں گے لیکن میرے نزدیک محبت ایزدی کا یہ مرتبہ ہے کہ میں اس کو ہمیشہ سرفہرست رکھتا ہو اور اس محبت کی وجہ سے ہر وقت مسرور رہتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کی محبت میں سر جھکا تا ہوں وہ چاشنی ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو محبت کی شکل میں عطا فرماتا ہے۔

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ ”من یحب اللہ“ اس بندے کی علامت کیا ہے جو اللہ سے پیار کرے۔

من یحبه الله ۔ (شعب ایمان ۱/۳۶۹)

اور اُس بندے کی علامت کیا ہے کہ جس سے اللہ پیار کرے۔ یہ تو لازمی بات ہے کہ جو اللہ سے پیار کرے گا اللہ تعالیٰ اُس بندے سے ضرور پیار کرے گا۔

فَاذْكُرُوْنِیْ اَذْكُرْكُمْ

فرمایا تم میرا ذکر کرو میں تمہارا چرچا کروں گا۔

اور یہاں تک فرمایا۔

اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ ۔

اے میرے محبوب علیہ السلام ان لوگوں سے فرما دو جو مجھ سے پیار کرنا چاہتے ہیں۔ اے لوگو! اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرنا چاہتے ہو تو پھر تم میرے پیچھے پیچھے آ جاؤ۔ میری سنت کو اپنا لو، میری اتباع کر لو اللہ تعالیٰ تمہیں اپنا محبوب بنا لے گا۔ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ ''پھر اللہ تم سے پیار کرے گا''۔

یہ لازمی بات ہے جو بندہ ایزدی سے سرشار ہو جاتا ہے یقیناً اللہ تعالیٰ بھی اُس سے محبت فرماتا ہے اُس کو اللہ تعالیٰ اُس کے درجے کی محبوبیت دے دیتا ہے اور یہ طے شدہ بات ہے کہ سرفہرست محبوبیت پوری کائنات میں سے خواہ فرشتے ہوں، انبیاء علیہم السلام ہوں، صدیق ہوں یا شہداء وہ ہمارے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے جن اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنا حبیب قرار دیا ہے اللہ تعالیٰ ہر ایک کو اس کے مرتبے کے مطابق مقام محبوبیت عطا فرماتا ہے۔

یہاں تک فرما دیا کہ جو میرے محبوب علیہ السلام کے نقش قدم پہ چلے گا وہ صرف میرا محب ہی نہیں ہو گا۔

یحببکم واللہ

''اُس کو اللہ محبوب بنا لے گا''۔

جب ان دو علامات کے بارے میں حضرت بایزید بسطامی سے پوچھا گیا کہ آپ یہ بتائیں کہ یہ کیسے پتہ چلے گا کہ فلاں بندہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ فلاں بندے سے محبت کرتا ہے۔

یہ خدا رسیدہ لوگ تھے جنہوں نے اپنی زندگی دشت محبت میں گزار دی جنہوں

کے محبت کا فلسفہ سمجھانے میں اپنی زندگیاں وقف کر دیں۔ جن کے دل کا ہر محلہ اور گلی اور ہر مکان اللہ تعالیٰ کے ذکر سے آباد رہتا تھا۔

اُن کے الفاظ میں بھی بڑی تاثیر ہے آج ہم ان کا ایک ایک لفظ پڑھتے ہیں یا سنتے ہیں تو دل کو تازگی ملتی ہے کہ واقعی وہ ذات کتنی عظمت والی ہے جو اپنی محبت کا ایک قطرہ بے قرار دل میں منتقل کر دیتی ہے پھر اللہ تعالیٰ اُس کو سمندر کی شکل عطا فرما دیتا ہے اور روح کو وہ محبت عطا کر دیتا ہے جو دنیا کے کسی نظارے میں اور دنیا کی کسی مصروفیت میں اور دنیا کے کسی حسن میں وہ لذت نہیں ہے جو خالق کائنات جل جلالہ نے اپنی محبت میں لذت عطا فرما رکھی ہے۔

حضرت بایزید بسطامی علیہ الرحمہ سے جب پوچھا گیا تو فرمانے لگے۔

من یحب اللہ وھو مشغول بعبادتہ ساجد اور العا ۔

جو اللہ تعالیٰ سے محبت کرے اس کی علامت یہ ہوتی ہے کہ وہ اللہ کی عبادت میں مصروف رہتا ہے کبھی سجدہ کرتا ہے اور کبھی رکوع کرتا ہے یہ بندے میں اللہ تعالیٰ کی محبت کی علامت ہے اس مضمون کو بیان کرنے کا مطلب ہی یہ ہے کہ محض ہم کوئی کاروائی ہی نہیں کر رہے ہے بلکہ ہم ان سب باتوں کو سیرت میں اتارنا چاہتے ہیں کہ یقیناً ہم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ سے محبت کی علامت یہ ہے۔ حضرت بایزید بسطامی علیہ الرحمہ فرمانے لگے۔

ھو مشغول بعبادتہ ساجد اور العا ۔

وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مصروف رہتا ہے کبھی وہ سجدے کرتے ہوئے مصروف رہتا ہے کبھی وہ رکوع کی حالت میں مصروف رہتا ہے اگر وہ سجدہ کر کر کے تھک جائے قیام سے تھک جائے۔ رکوع کر کر کے تھک جائے، سجدہ کرتے کرتے تک جائے تو پھر بھی غافل نہیں رہتا بلکہ وہ ذکر لسان کی طرف آ جاتا ہے بیٹھے بیٹھے اللہ

تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے اور بیٹھے بیٹھے اللہ تعالیٰ کا نام لیتا ہے اور اگر زبان سے ذکر کرتے کرتے تھک جائے، عاجز آجائے تو پھر وہ بندہ دل کے ذکر کی طرف آجاتا ہے پہلے صرف ظاہری اعضاء سے ذکر کر رہا تھا سجدہ کر رہا تھا رکوع کر رہا تھا اس سے جب عاجز آگیا تو پھر زبان سے ذکر شروع کر دیا اور پھر جب وہ زبان سے بھی عاجز آگیا تو پھر اُس نے اپنے دل کو اللہ تعالیٰ کی یاد کا یوں محو بنالیا ہے اور گہوارہ بنالیا ہے کہ ہر وقت اپنے دل و دماغ میں وہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں سوچتا رہتا ہے اس کی ذات کے بارے میں اس کی صفات کے بارے میں اُس کی شان کے بارے میں سوچتا رہتا ہے۔ فرمانے لگے۔

یہ اُس بندے کی علامت ہے جو اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ محبت کرنے والا ہے۔ پھر پوچھا گیا کہ اس بندے کی علامت کیا ہے جس سے اللہ پیار کرتا ہے چونکہ ہم اللہ تعالیٰ کو تو دیکھ نہیں سکتے ہیں بندے کو دیکھ سکتے ہیں تو بندہ محبوبیت ایزدی کے درجہ پر فائز ہو چکا ہو اُس بندے کے اندر بندے کے اندر پیار کا رنگ نظر آئے گا۔

اما من یحبہ اللہ ۔

لیکن وہ جس بندے سے اللہ تعالیٰ پیار کرے تو۔

اعطاہ سخاوۃ البحر وشفقۃ کشفقہ الشمس وتوافعا کتوافع الارض ۔

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے "اس بندے میں تین چیزیں سرفہرست نظر آئیں گی۔ پہلے نمبر پر سخاوت، دوسرے نمبر پر شفقت اور تیسرے نمبر پر تواضع اور عاجزی تمہیں نظر آئے گی"۔

۱۔ سخاوت

اُس بندے میں سخاوت کیسے نظر آئے گی کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ اُس بندے کو

ایسی سخاوت دیتا ہے کہ جتنی سخاوت کوئی آئے اور زیادہ لے جائے اُس بندے کے اندر سخاوت ایسی ہوتی ہے جیسے سمندر کے اندر سخاوت ہوتی ہے۔

۲-شفقت

بندے میں شفقت کیسے نظر آئے گی۔ فرمانے لگے۔

شفقة كشفقة الشمس۔

اُس بندے کی شفقت سورج کی شفقت کی طرح ہوتی ہے وہ یوں نہیں کرتا کہ میں بادشاہ کے دربار کو تو روشن کروں گا مگر فقیروں کی کٹیا میں چاندنی داخل نہیں ہونے دوں گا۔

اُس کی شفقت ایسی ہے کہ دائیں بائیں، آگے پیچھے ہر طرف اپنی کرنیں بھیجتا ہے اپنے اُجالے بانٹتا ہے سب کو برابر حصہ دیتا ہے اور گورے کالے چھوٹے بڑے کے ساتھ امیر وغریب کے ساتھ، عربی عجمی کے ساتھ برابر سلوک کرتا جاتا ہے ایسے ہی اللہ اُس بندے کو جس سے اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے اُس کو اللہ تعالیٰ سورج جیسی شفقت عطا فرمادیتا ہے پھر

۳-تواضع

بندے میں تواضع کیسے نظر آئے گی۔

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے۔

اعطاه توافعا كتوافع الارض (شعب الایمان ۱/۳۶۹)

اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو زمین جسی تواضع عطا فرمادیتا ہے کہ زمین نیچے لیٹی ہوتی ہے اُس پہ عاصی بھی قدم رکھ کے چل رہے ہیں نیک بھی چل رہے ہیں اور کب سے اس نے اپنے آپ کو نیچے بچھایا ہوا ہے اور کبھی اُس نے تھکاوٹ کا احساس بھی ظاہر نہیں کیا اُس نے کہا ہو کہ اے لوگو! میں تھک گئی آج ایک بوجھ کہیں اور لے جاؤ نہیں

نہیں پوری طرح تواضع کے ساتھ نیچے لیٹی ہوئی ہے۔

فرمایا ایسے ہی اللہ تعالیٰ اُس بندے کو جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے محبت کی ہے اُس کو زمین جیسی تواضع دے دیتا ہے

پھر وہ تکبر نہیں کرتا وہ اکڑتا نہیں وہ مغرور نہیں ہوتا وہ لوگوں سے جب اچھی بات سنتا ہے تو پھر بھی وہ خوش ہوتا ہے جب کچھ لوگ اُس پر طعنہ زنی کرتے ہیں تو پھر بھی اس کے تیور نہیں بدلتے۔ اُسکے ماتھے پر شکن نہیں پڑتے وہ زمین جیسی تواضع کا اظہار کرتا رہتا ہے اُس سے جو بھی سلوک کیا جائے وہ اپنی اس تواضع کو برقرار کرتا ہے۔

یہ علامات حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے اُس شخصیت کی بیان کر دیں کہ جس کے ساتھ اللہ تبارک وتعالیٰ پیار کرتا ہے۔ اب جس وقت ہم ان علامات پر غور کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی محبت کے تقاضے اور اُس کی علامات کہ جب ہم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہیں تو ہم اللہ تعالیٰ کے دین سے بھی محبت کریں اللہ تعالیٰ کے احکام سے بھی محبت کریں اللہ تعالیٰ کے قرآن پاک سے بھی محبت کریں۔ محبت اس کا نام ہے اگر حکم سخت آ گیا تو ہم کہیں کہ یہ محبت تو ہم سے نہیں ہوتی یہ سردی کی رات ہے یخ بستہ رات ہے اور ہوا میں شمشیر کی سی تیزی ہے اور اب ہمارا جو رب ہے ہمارا جو رب ہے وہ کہتا ہے کہ اٹھو ٹھنڈے پانی سے وضو کر کے میرے دربار میں کھڑے ہو جاؤ اور اب یہ محبت کہے کہ یہ تو نہیں ہوتا، کچھ اور کر لوں گا نہیں نہیں اللہ سے محبت کا تقاضا یہ ہے کہ اپنی عقل کے اللہ تعالیٰ کی محبت کے تابع کر دو۔ اگر معاملہ سمجھ آ رہا ہے پھر بھی مانو اگر معاملہ سمجھ میں نہیں آتا پھر بھی مانو۔

اللہ تعالیٰ کی محبت پر اس کے ہر حکم کے پابند بن جاؤ۔ اس کے سارے احکامات کو ماننا اور امر پر اعمل کرنا اور نواہی سے باز رہنا یہ اُس محبت کا تقاضا ہے جس کو پورے

قرآن پاک میں بیان کیا گیا ہے۔ اور آج کی ہماری گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہیں اور قرآن پاک نے واضح کر دیا کہ ایمان والوں کی شان کیا ہے

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِلّٰهِ ۔

اگرچہ بتوں کے پجاری کہتے تو ہیں کہ ہم بتوں سے پیار کرتے ہیں مگر انہیں کہاں نصیب ایسا پیار جیسا ہم اپنے اللہ تعالیٰ سے کرتے ہیں۔ بتوں کے پجاری مشکل وقت پر بتوں سے بے زار ہو جاتے ہیں اور بھاگ جاتے ہیں اور سرکشی کا اعلان کر دیتے ہیں اور ان سے دستبردار ہو جاتے ہیں۔

لیکن اللہ تعالیٰ کی محبت کا علمبردار جس طرح کے آپ نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کا ولی کے لئے اپنی محبت کا اظہار کیا جب اُس کو اتنے امتحانات سے گزارہ گیا تو اس نے اللہ تعالیٰ کی محبت کا نعرہ بروقت بلند کیا ہے۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِلّٰهِ ۔

ایمان والوں کے دلوں میں جو اللہ تعالیٰ کی محبت ہے اس کے مقابلے میں اگر باپ کی محبت آجائے تو وہ بھی نیچے رہے گی۔ بیٹے کی محبت آجائے اُس کو بھی روند دیا جائے گا۔ والدہ کی محبت آجائے تو اس کو بھی پیچھے ہٹا دیا جائے گا۔

معاشرے کی محبت سوسائٹی کی محبت کسی چیز کی محبت بھی جو اللہ تعالیٰ کی محبت کے مقابلے میں آرہی ہے اس کو روند دیا جاتا ہے یہ محبت اللہ تعالیٰ کی اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے محبت اور اس محبت سے باپ کی محبت اللہ کے لئے والدہ کی محبت اللہ کے لئے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اپنی اولاد سے محبت اور اپنے شیخ سے محبت اپنے استاد سے محبت یہ ساری سمٹ کے اللہ تعالیٰ کی محبت میں شامل ہو جاتی ہے اور ان محبتوں کو برقرار رکھنے کا حکم بھی دیا گیا ہے لیکن جو محبت اللہ تعالیٰ کی اپوزیشن بن جائے اور اللہ

تعالیٰ کی شریعت سے ٹکرانے والی ہو تو اُس محبت کو روند کر اللہ تعالیٰ کی محبت کا جھنڈا بلند کیا جائے گا یہ اس آیت کریمہ مبارکہ کا مطلب ہے۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ۔

ایمان والے اپنے خدا سے ایسی محبت کرتے ہیں جتنی محبت بتوں کے پجاری بھی اپنے بتوں سے نہیں کرتے۔

اب یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ جو ہماری محبت ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی شریعت سے محبت ہو، اللہ تعالیٰ کے احکام سے محبت ہو تو پھر اللہ تعالیٰ کے ساتھ جو ہماری محبت ہے اُس کا کتنا بڑا تقاضا ہوگا وہ ذات جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنا محبوب بنا رکھا ہے اُن سے بھی پیار کیا جائے۔ اس واسطے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا۔

اجبونی یحب اللہ ۔

اے میرے صحابہ تم مجھ سے بھی محبت کرو کیوں؟ لحب اللہ اس واسطے جو تمہارا خالق ہے وہ میرا محب ہے۔

اجبونی یحب اللہ ۔

اللہ سے محبت کرو وہ تمہیں کھلاتا ہے پلاتا ہے یہ اللہ تعالیٰ کے محبت کے تقاضے ہیں اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فوراً اُس کے بعد جو اپنی محبت کا ذکر کیا۔ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ہی کی محبت کا تقاضا ہے کہ تم مجھ سے بھی محبت کرو، مجھ سے محبت نہیں کرو گے تو تم نے اللہ تعالیٰ کی محبت کا تقاضا پورا ہی نہیں کیا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ تم اللہ تعالیٰ سے تو محبت کرو لیکن اللہ تعالیٰ جس سے محبت کرتا ہے اُس کو تم چھوڑ جاؤ۔ ان کی محبت سے تم پیچھے ہٹ جاؤ۔ ان سے تم عداوت و بغض رکھ نہیں سکتے۔

اجبونی یحب اللہ ۔ (جامع ترمذی حدیث ۳۷۸۹)

مجھ سے تم اس لئے محبت کرو کہ میں تمہارے رب کا بھی محبوب ہوں للہذا اللہ تعالیٰ کی محبت کے لئے مجھ سے بھی محبت کرو۔ یہ ہے اہل حق کا محبت ایزدی میں فلسفہ یہاں محبت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی علیحدہ چیز ہے ہی نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی محبت کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت کامل تب ہوگی بندے کے اندر جب وہ اللہ تعالیٰ کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے تمام انبیاء کرام علیہم اسلام اور تمام اولیاء کرام سے صدیقین شہیداء سے اللہ کے لئے پیار کر رہا ہوگا تو پھر محبت ایزدی کے تقاضے پورے ہوتے نظر آئیں گے۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا تصوف اسلامی جو مقام ہے وہ کتنا اونچا ہے ان کی محبت کیا تھی اور ان کو جو محبت ایزدی کا جو فلسفہ حاصل تھا اس مقام پر حضرت جنید بغدادی سری سقطی کے حوالے سے بات کر رہے ہیں مجھے بار بار ان کے مزار کی حاضری نصیب ہوئی۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک دن سری سقطی سے ایک مکالمہ سنا۔ وہ کہنے لگے میں عالم روحانیت میں اپنے رب سے گفتگو کر رہا تھا اور میرا رب بول رہا تھا میں سن رہا تھا خالق کائنات نے فرمایا کہ میں نے مخلوق کو پیدا کیا تو سب ہی میری محبت کے دعوے کرنے لگے میں نے انسان کو پیدا کیا تو انہوں نے میری محبت کا دعوی کیا۔ یہاں بطور مثال یہ کہا گیا ہے کہ میں نے دنیا کو پیدا کیا تو اب وہ سارے جو محبت کے دعوے کر رہے تھے ان کی محبت میں فرق آنے لگا۔

فاشتعلوا بهامن عشرة الاف تسعة الاف و بقى الف

(شعب ایمان ۱/۳۷۴)

فرمایا ''یوں سمجھوں دل میں نے 10000 دس ہزار بندے پیدا کئے سب کا دعوی تھا کہ اے اللہ تعالیٰ ہم تیرے بڑے محب ہیں'' اللہ تعالیٰ

فرماتا ہے

''میں نے دنیا پیدا کردی وہ دنیا میں معروف ہو گئے ان دس ہزار میں سے نو ہزار جو میری محبت کا دعوی کرتے تھے وہ دنیا کی محبت میں پڑ گئے اور میری محبت کے اندر وہ جھوٹے نکلے یعنی جو حقیقی تقاضا تھا وہ پورا نہ کر سکے''

پھر خالق کائنات نے فرمایا۔

یعنی الف

ایک ہزار باقی رہ گیا تو پھر

خلقت الجنة

میں نے جنت کو پیدا کیا جب میں نے جنت کو پیدا کیا تو ان ہزار میں سے 9 سو جنت کے پیچھے پڑ گئے۔ انہوں نے میری بندگی کی لیکن غالب خیال جنت کا تھا تو 9 سو جنت کی طرف چلے گئے باقی ایک سو پیچھے رہ گیا خالق کائنات فرماتا ہے۔

فسلطت علیهم شیاء من البلاء

میں نے کسی آزمائش میں ان کو ڈال دیا، بیماری آ گئی یا کسی پریشانی میں ڈال دیا۔

فاشتغلوا عنی باالبلاء

وہ اس کے پیچھے پڑ گئے۔ اُن کے پیش نظر یہ تھا کہ یہ بیماری دور ہو جائے گی یہ اس طرح ہو جائے ہر وقت یہی دعا مانگتے تھے۔ خالق کائنات فرماتا اُس سو میں سے 90 لوگ بیماری والے معاملے میں چلے گئے۔ دس پیچھے رہ گئے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں نے ان سے پوچھا میرے بندوں میں نے دنیا بھی پیدا کی میں نے جنت بھی پیدا کی میں نے بیماری بھی بھیجی پھر بھی کوئی چیز میری محبت سے پیچھے ہٹا ہی نہیں سکی۔ وہ کہنے لگے اے اللہ! ہمیں ہر وقت تیرا ہی خیال رہتا ہے نہ دنیا

میں ڈوبے نہ جنت کی طرف متوجہ ہوئے اور نہ ہی بیماری ہمیں متوجہ کر سکی۔

خالق کائنات جل جلالہ نے ارشاد فرمایا:

انتم عبیدی حقا (شعب ایمان ۱/۳۷۴)

تم ہو میرے سچے بندے تم نے حق ادا کر دیا ہے یہ اللہ تعالیٰ کی محبت کا تقاضا ہے اگر چہ ہماری بساط مختصر سی ہے ہمارے اندر صلاحیت چھوٹی سی ہے۔

انتم عبیدی حقا۔

یہ بات ان بندوں کی ہے کہ جن کے دل سمندر ہیں لیکن یہ سبق تو ہمارے لئے بھی ہے ہم بھی تو کوشش کریں کہ محض محبت ایزدی کے لئے ہر کام کیا جائے۔

خالق کائنات جل جلالہ آج ہی ہماری اس حاضری کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا عَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ۔

◆◆◆◆◆

رسول اللہ ﷺ کی جسمانی نفاست

احمدك اللهم يا مجيب كل سائل والصلوٰة والسلام علٰى من هو افضل الوسائل وعلٰى اٰله واصحابه ذوى الفضائل امابعد فاعوذ بالله من الشيطٰن الرجيم ۔

بسم الله الرحمن الرحيم

يايها النبى انا ارسلنك شاهدا صدق الله العظيم وصدق رسوله النبى الكريم ان الله وملائكة يصلون على النبى يايها الذين امنو اصلو عليه وسلمو اتسليما ۔

الصلوٰة والسلام عليك يا سيدى يارسول الله
وعلى الك و اصحابك يا سيدى يا حبيب الله
مولاى صلو سلم دائما ابدا
على حبيبك خير تخلق كلهم

اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ وعم نوالہ واعظم شانہٗ کی حمد وثنا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نورِ مجسم شفیع معظم دستگیر جہاں مجتبیٰ جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار گوہر بار میں حدیہ درود وسلام عرض کرنے کے بعد۔

نہایت ہی محتشم ومعزز حضرات وخواتین

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اُسکی توفیق سے ہم سب کو صراط مستقیم پاکستان کے

زیر اہتمام اس پروگرام میں شرکت کی سعادت حاصل ہو رہی ہے میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اس پروگرام کے اپنے دربار میں قبول فرمائے اور ہمیں حق کا پرچم سولہرانے کی توفیق عطا فرمائے۔آج ہماری گفتگو کا موضوع ہے،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جسمانی نفاست

میری دعا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن وسنت کا فہم عطا فرمائے۔

اللہ تعالیٰ نے ہمارے آقا ومولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمہ بہت عظمتوں سے سرفراز فرمایا۔ یہاں تک کہ آپ کے پیکر کو اپنی نشانیوں میں سے ایک بڑی نشانی قرار دیا۔اور قرآن پاک میں آپ کے خطاب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا ۔

''اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بے شک ہم نے آپ کو گواہ بنایا ہے''۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پیکر اللہ تعالیٰ کی توحید کی دلیل ہے اب ذوالجلال نے آپ کو گواہ قرار دے کر اس بات کو واضح کیا کہ میں رحیم ہوں میری رحمت کے گواہ تم ہو۔میں کریم ہوں میرے کرم کے گواہ تم ہو۔

میں خبیر ہوں میری خبر کے گواہ تم ہو جس کے میرے علم کو دیکھنا ہو وہ تمہارے علم کو دیکھے جس نے میرے اختیار کو دیکھنا ہو وہ تمہارے اختیار کو دیکھے اور جس نے میری ذات کا مشاہدہ کرنا ہو تو تمہاری ذات کی طرف متوجہ ہو جائے جس نے میرے جمال کو دیکھنا ہے وہ تمہارے جمال کو دیکھے۔

اس بنیاد پر اللہ تعالیٰ نے آپ کے پیکر کو اتنا عظیم بنایا کہ جو شخص پیکر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہو۔اسے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے ہی اللہ تعالیٰ کے دربار تک رسائی حاصل ہو جائے۔

اس بنیاد پر آپ کے پیکر کی نفاست بھی توحید کا بہت بڑا مضمون ہے اور آپ کے

پیکر کی جو نظافت ہے اس سے بھی لوگوں کے دلوں کے اندھیرے دور ہوتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے جسم کے لحاظ سے اتنی عمدگی عطا فرمائی کہ جس شخص نے بھی غیر جانب دار ہو کر ضد اور ہٹ دھرمی سے ہٹ کے آپ کے پیکر کو دیکھا۔ اگر چہ اس سے پہلے وہ کافر تھا لیکن غیر جانب دار ہو کر پیکر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے ہی اللہ تعالیٰ نے نور ایمان سے مالا مال فرما دیا۔

اس واسطے آج ہم اپنے محبوب علیہ السلام کے جسم پُر نور اور پیکر انور کی نفاست کے چند حوالہ جات پیش کرنے والے ہیں تا کہ ماحول میں جو ایک روش لوگوں کی طرف سے چلی نکلی ہے کہ وہ ہر بات میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ برابری کی کوشش کرتے ہیں اور مثل ہونے کے دعوے دار بنتے ہیں اس روش کا رد ہو جائے (آج) ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کے ذریعے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تجلیوں کو بیان کرنا چاہتے ہیں۔

جنہوں نے براہ راست سرکار کا اپنی آنکھوں سے دیدار کیا اور سرکار کے نور سے جن کی آنکھوں ٹھنڈی ہوئیں۔ اللہ تعالیٰ نے پھر انہیں ہمیشہ کی روشنی عطا فرما دی۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔

قال ماشممت عنبر اقط ولا مسکا ولا شیاء اطیب من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۔(البیھقی فی دلائل النبوۃ ۱۸۹/۱)

وہ فرماتے ہیں کہ کوئی خوشبو خواہ ہو عنبر کی ہو یا کستوری کی ہو مجھے ایسی نہیں ملی کہ جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ برابری کا وصف موجود ہو۔ دنیا کی جتنی خوشبوئیں ہیں وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے آنے والی خوشبو سے کہیں نیچے ہیں۔ اگر چہ کائنات میں ان خوشبوؤں کے مختلف تذکرے ہیں اور ان خوشبوؤں کا بڑا وقار ہے مگر کستوری اور عنبر اور دیگر خوشبوؤں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن

سے کوئی برابری نہیں۔ آپ بغیر خوشبو لگائے۔ اپنے پیکر سے خوشبوؤں کو فضاؤں اور ہواؤں میں تقسیم کرتے ہیں اسی وجہ سے حضرت انس آپ کے پیکر کی خوشبو کو دیگر تمام خوشبوؤں پر بلند و بالا قرار دیتے ہیں۔

ایسے ہی شفا شریف میں روایت موجود ہے۔ حضرت جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ اُس حدیث کے راوی ہیں۔ حضرت جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ اپنی محبت پر داد وصول کرتے ہیں۔

ان صلی اللہ علیہ وسلم مسح خدہ ۔

جس وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مبارک ہاتھ حضرت جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ کے رخسار پر رکھے تو حضرت جابر بن سمرۃ کہتے ہیں۔

قال وجدت یدہ برادا فادا ھی ابر دمن الثتج ۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ جب چہرے یہ رخسار کو لگا تو مجھے ایک ٹھنڈک محسوس ہوئی وہ ٹھنڈک اولوں سے بھی زیادہ سرد تھی۔

ریحا کائما اخر جھا من جونۃ عطارَ

(البیھقی فی دلائل النبوۃ: ۱۹۰/۱) شفا نیم ار یاض: ۹/۲)

اور ایک خوشبو میں نے پائی تھی۔ اور وہ خوشبو ایسی تھی کہ آپ نے ابھی ابھی عطار کی صندوقچی جو خوشبوؤں سے بھری ہوئی ہو اُس میں ہاتھ کو رکھیں تو ہاتھ خوشبو والا ہو جاتا ہے۔ بغیر صندوقچی کے ہاتھ ڈالنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں میں ایسی خوشبو موجود تھی۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ایک تو مجھے سرکار کے ہاتھوں کی ٹھنڈک محسوس ہوئی اور دوسرا ایسی خوشبو تھی کہ ابھی آپ نے اپنا یا ہاتھ خوشبو کے مرکز میں ڈبویا ہوا ہو۔ اور آپ نے اس کو باہر نکالا ہو اتنی خوشبو مسلسل آپ کے دست مبارک سے آ رہی تھی۔

بیہقی نے اس بات کو دلائل النبوۃ میں نقل کیا ہے کہ جس وقت کوئی شخص سرکار سے مصافحہ کرتا ہے۔

فیظل یومہ یجد ریحھا

سارا دن گزر جاتا لیکن مصافحہ کرنے والے کے ہاتھ سے مسلسل خوشبو آتی رہتی تھی جس کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مصافحہ کا شرف ملتا تو آپ کے ہاتھوں سے مصافحہ کرنے والے شخص کو ایسا فیض مل جاتا کہ پورے دن کے اندر اُس کے ہاتھوں میں وہ خوشبو محسوس ہوتی رہتی۔

ویقع یدہ علی رائسا الصبی فیعرف من بین الصبیان بریحھا ۔(نسیم الریاض ۲/۱۳)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بچوں سے بڑا پیار کرتے تھے تو آپ جس بچے کے سر پر ہاتھ رکھ دیتے تو وہ تمام بچوں میں خوشبو کی وجہ سے دن بھر پہچانا جاتا۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ کی برکت سے اتنی خوشبو اُس بچے کے سر میں داخل ہو جاتی۔ جس کی وجہ سے یہ پہچان سب کے لئے آسان ہو جاتی اور واضح طور پر وہ بچہ دیگر بچوں سے نمایاں نظر آتا جس بچے کے سر پر سرکار نے ہاتھ رکھا ہے۔

ایسے ہی حضرت امام بخاری علیہ الرحمۃ نے اپنی کتاب تاریخ کبیر میں حضرت جابر سے اس حدیث کے روایت کیا ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔

لم یکن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی طریق ۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چلتے ہوئے کوئی راستہ اختیار کرے۔ کس رستے سے گزر جاتے۔ فیتعۃ احد۔ پھر اس راتے پر سرکار کے تشریف لے جانے کے بعد کوئی چلتا تو کیا ہوتا؟

الاعرف انہ سلکہ من طیبۃ ۔(نسیم الریاض ۲/ ۱۶)

پیچھے راستہ پر چلنے والے کو پتہ چل جاتا کہ یہاں سے راستے مہکتے رہتے تھے
سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا جس طرف گزر ہوتا تو بعد میں پہچان کیلئے وہ خوشبوئیں بکھر جاتیں۔ جو آپ کے گزر جانے کے بعد راستے مہکے رہے ہوتے تھے۔
اور وہ خوشبوئیں ہمیں سرکار کی خبر دینے والی ہوتی تھیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔

کنا نعرف رسول اللہ اذاقبل بطیب ریحہ۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی سفر سے واپس مدینہ شریف پہنچے یا کسی مقام سے چل کر وہاں پہنچ رہے ہیں جہاں صحابہ موجود ہیں۔
تو صحابہ کرام کہتے ہیں کہ ہمیں سرکار کی آمد کا پتہ سرکار کی خوشبو سے چل جاتا تھا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ابھی دور ہوتے لیکن خوشبوؤں سے ماحول معطر ہو جاتا تھا۔ اور جوں جوں خوشبو میں تیزی ہوتی ہمیں یقین ہو جاتا کہ سرکار اور واپس تشریف لے آئیں ہیں اور آپ ہماری طرف تشریف لا رہے ہیں۔
یہ وہ عظیم گواہیاں ہیں جن کو سن کر پتا چلتا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے جسمانی طور پر ایک نظافت اور نفاست عطا فرمائی ہے وہ روحانی نور اور آپ کی تعلیمات کی جو خوشبو ہے وہ تو اپنی جگہ ایک طے شدہ حقیقت ہے لیکن یہ جسم کے لحاظ سے ایک عظمت ہے جس کو بیان کرنے کی آج ضرورت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ہدایت اور نور معنوی کے لحاظ سے ہی عظیم نہیں ہے۔ بلکہ آپ اپنے جسمانی نور کے لحاظ سے بھی عظیم ہیں اور آپ کا پیکر اتنا عمدہ ہے کہ صحابہ کرام اس کی گواہی دے رہے ہیں کہ وہ پیکر جدھر سے گزر جاتے تو وہاں سے خوشبو آتی ہے اور جہاں سے گزرنا ہو تو وہاں گذرنے سے پہلے خوشبو پہنچ جاتی ہے۔ خود پیکر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے آنے والی خوشبو ایسی ہے جس سے لوگوں کے یقین محکم ہیں اور صحابہ کرام ہر لحہ ان

عظمتوں پر ایمان کی گواہی دیتے ہیں۔

ایسے ہی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نفاست کے بارے میں وہ بیان ہیں جن کو ہم مختلف طریقہ سے سمجھ سکتے ہیں۔

مثلاً پیکر نبوی جو نور ہے جس کو مصنف عبدالرزاق نے سند صحیح کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں۔

رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعینی ھاتین ۔

میں نے اپنی ان دو آنکھوں سے اپنے نبی علیہ السلام کو دیکھا تو

کان نورا کلہ ۔

تو سرکار مدینہ اپنے تمام بدن کے لحاظ سے نور تھے اپنے قدم کے ناخن سے لے کر سر کی چوٹی تک نور تھے۔

بل نور امن نوراللہ

آپ کوئی عام سا نور نہیں تھے بلکہ اللہ تعالیٰ کے نور سے نور تھے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جسمانی نفاست کو سمجھنے کے لئے اس بات کو سامنے رکھنا چاہیے۔ ابھی آثار سے واضح ہوگا کہ یہ جسم اس لائق ہے کہ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں ان کو برھان کہہ دے۔ قرآن مجید میں ان کے جسم کو شاھد سے تعبیر کرے۔ اس واسطے کہ اللہ نے جس نور سے آپ کی تخلیق کی ہے وہ کائنات میں ایک منفرد نور ہے جس کو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے (نور من نوراللہ) سے تعبیر کرتے ہوئے واضح کیا اگرچہ باقی بہت سی چیزوں پر لفظ نور کا اطلاق موجود ہے مگر سرکار کو اللہ تعالیٰ نے منفرد قسم کی نورانیت عطا فرمائی۔ جس کی وجہ سے ایسی نظافت اور نفاست اور ایسی لطافت بدن نبوی میں موجود تھی اور آج تک وہ چمک موجود ہے جس کی وجہ سے اندھیرے دور ہوتے ہیں اور دل میں نور کا چراغاں

ہوجاتا ہے۔

پسینہ مبارک۔

عن انس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یانی امہ سلم فیغیل عند ھا .

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لاتے اور وہاں ان کے گھر میں قیلولہ فرماتے ہیں۔

فتطسط لہ نطعا فیقیل علیھا .

حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے چمڑے کی چٹائی بچھاتی تھی۔

و کان کثیرا العرف

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت زیادہ پسینہ آتا تھا۔

فکانت تجمع عرفہ وتجعلہ فی الطیب والقواریر .

حضرت اُم سلیم رضی اللہ عنہا لکڑی کے ساتھ پسینہ اکٹھا کرلتی تھیں اور اس کو اپنی خوشبو میں ڈالتیں پھر اُس کو شیشی میں بند کرتی تھیں۔

تو سرکار علیہ السلام نے حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کو ایسے کرتے ہوئے دیکھ لیا تو آپ نے فرمایا۔

یا ام سلیم ماھذا .

اے ام سلیم رضی اللہ عنہا تم یہ کیا کر رہی ہو؟

سرکار نے جب پوچھا تو ام سلیم کہنے لگی۔

عرقك ادوف بہ طیبی .

(صحیح مسلم کتاب الفضائل باب طیب عرق النبی صلی اللہ علیہ وسلم والتبرک حدیث نمبر ۴۳۰۲)

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ آپ کو پسینہ مبارک ہے اور اس پسینے کو میں اپنی خوشبو میں رکھتی ہوں۔ دوسری روایت میں یہ ہے۔

نرجو ابر کتہ لعبیاننا۔

ہم اپنے بچوں کو برکت کے طور پر یہ پسینہ لگاتے ہیں۔ اس کو خوشبو اُن نے منتقل ہو جاتی ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے عمل کا ملاحظہ کیا ہے تو صحیح مسلم شریف میں تذکرہ موجود ہے کہ آپ اُس کے عمل سے ناراض نہیں ہوئے بلکہ بدن کی نفاست سے تبرک حاصل کرنے کا جو عقیدہ صحابہ کرام کا تھا۔ ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تصدیق بھی فرمادی ہے۔ اور اپنی طرف سے اُس کی تائید بھی فرمائی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔

جاء رجل الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

ایک شخص رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ گیا۔

فقال یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی زوخبت النبی۔

یارسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں نے اپنی بچی کی شادی کی ہے۔

واجب ان تعیننی قال ما عندی شی۔

میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ میرے ساتھ تعاون کریں میرے پاس اس وقت کچھ نہیں ہے۔ جس وقت اُس شخص نے یہ درخواست کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فی الحال میرے پاس کوئی چیز موجود نہیں ہے۔

ولکن ایتبی بقارورۃ اوسعۃ الراس وعوہ سجدۃ۔

لیکن تم ایک شیشی لے آؤ جس کا سر کھلا ہو اور ساتھ ایک چھوٹی سی لکڑی بھی لے

آؤ۔

فاتاه بهما .

تو وہ صحابی جس وقت شیشی اور لکڑی لے کر پہنچے۔

فهعل النبی صلی الله علیه وسلم یسلت العرق ذراعلیه .

سرکار نے اپنی کلائی سے لکڑی کے ساتھ پسینہ صاف کیا۔

حتی اقتلات ارقارورة .

یہاں تک کہ وہ شیشی پسینہ سے بھر گئی۔

قال خذها .

اس کے بعد آپ نے وہ شیشی اپنے صحابی کو دے دی اور آپ نے فرمایا۔

تطیب به .

آپ کی بیٹی یہ خوشبو استعمال کرے۔

فکانت اذاتطیبت به .

تو جس وقت اُس صحابی کی بیٹی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پسینے کی خوشبو لگاتی۔

یستم اهل المدینة رائعة دالك اطیب .

اُس خوشبو کی مہک پورے مدینہ شریف کے لوگوں کو محسوس ہوتی تھی۔

فسموابیت المطیبین . (الخصائص الکبریٰ ۱/۶۷)

تو جس گھر میں وہ خاتون رہتی تھی اُس گھر کا نام ہی خوشبو والا گھر پڑ گیا اور اُن لوگوں کو خوشبو والے لوگ کہا جانے لگا۔

یہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پسینہ مبارک میں ایسی تجلی ہے ایسا نور ہے اور اُس میں ایسی چاندنی ہے کہ جس کی وجہ سے فیض آگے بڑھتا ہے عام ہوتا ہے جس کو

دیا گیا وہ اُس کے لئے ہمیشہ نور اور روشن بن گا۔ اور اس عظیم سخاوت کی وجہ سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنا نواز ہے کہ جو بھی اس طرح کا سوال کرتا رہا۔ آپ نے اس کو ہر جہت میں مالا مال فرما دیا ہے۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں گھر میں موجود تھی۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مبارک ہاتھوں سے اپنا جوتا صحیح فرما رہے تھے اسی دوران آپ کی پیشانی مبارک پہ پسینہ آ گیا تو وہ پسینہ کیسا تھا۔

کان عرقہ یتولد نورا ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نورانی پیکر پر پسینہ بھی نور کا تھا۔

آپ ذر بنتا ہے عارض پہ پسینہ نور کا
مصحف اعجاز پہ چڑھتا ہے سونا نور کا

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ

ہمارے محبوب کے رخسار پہ جو پسینہ ہوتا ہے اُس پسینے کی عام حیثیت نہیں بلکہ ایک خاص حیثیت ہے وہ کہتے ہیں کہ جس طرح قرآن پاک ہو اور اُس پر سونے کے پانی سے ملمع کاری کر دی گئی ہو۔ ایسے ہی سرکار کے رخ انور پر جس وقت پسینہ آتا ہے تو وہ پسینہ معمولی نہیں ہے اتنا عظیم ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی اُس کو نور کہہ کر پکارتی ہیں۔ اور سارے عشاق اُس کو نور کہہ کر پکارتے ہیں لہذا نفاست نبوی کا یہ ظہور ہے۔

باقی ابدان پر پسینہ آنے سے تعفن پھلتا ہے اور اس سے ایک بڑی ہمک آنا شروع ہو جاتی ہے۔ مگر یہ ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن کی نفاست ہے کہ وہاں اگر پسینہ بھی آتا ہے تو پسینہ بھی مرکز مالات بنا ہوا ہے۔ پسینہ بھی خوشبوؤں کی وجہ سے لوگوں کو معطر کر رہا ہے اور دنیا کو بتا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے سرکار کے جسم کو

ہر لحاظ سے عظمتوں سے مالا مال فرمایا ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بغل مبارک کے پسینے کی حیثیت اور اُن کا مقام کتنا عظیم ہے دیگر لوگوں کے بغل کے پسینے کی جو صورت حال ہوتی ہے۔ وہ سب کے سامنے ہے۔ لیکن اگر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بغل مبارک کا پسینہ اگر کسی کو میسر آیا ہے تو اُس کے ایمان نے یہ گواہی دی ہے کہ دنیا میں کہیں ایسی خوشبو نہیں جو خوشبو اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بغل کے پسینہ کو عطا فرمائی ہے۔

كنت مع ابى .

میں اپنے والد محترم کے ساتھ تھا۔

حين رجم النبى صلى الله عليه وسلم ما عزبن مالك .

جس وقت حضرت ماعز بن مالک رضی اللہ عنہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رجم کیا۔

فلما اخذته الحجارة .

جس وقت حضرت ماعز بن مالک رضی اللہ عنہ کو پتھر لگے تو۔

ارعبت

تو میں ڈر گیا جس وقت میں ڈرا تو۔

فضمنى النبى صلى الله عليه وسلم اليه .

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنے ساتھ لگالیا۔ اور میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چمٹ گیا۔

فسال على عرق ابطه .

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بغل مبارک کا پسینہ اسی دوران مجھ پر گرا۔

بمثل ريح المسك (الخصائص الکبریٰ ۱/۶۷)

اُس پسینہ سے بھی کستوری جیسی خوشبو آ رہی تھی۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن مبارک کی نفاست اور نظافت کا یہ افدازپسینے کے لحاظ سے ہے۔ دیگر لوگوں میں یہ بات باعث نفرت ہے لیکن سرکار کی عظمت اس لحاظ سے دیگر تمام ذوات سے نرالی ہے۔

لعاب دھن۔

جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیکر نوری ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا لعاب دہن بھی ایک مثالی حیثیت کا ہے۔ حضرت عروۃ بن مسعود رضی اللہ عنہ جس وقت حدیبیہ میں آئے تھے۔ اس وقت مشرک تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ جس وقت حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہونٹوں سے لعاب دہن جدا کرتے تھے تو صحابہ زمین پر نہیں گرنے دیتے تھے اور وہ ماتھوں پر لگاتے تھے یہ بات قریش مکہ نے سنی تو وہ بڑے متعجب ہوئے۔

اور عروہ بن مسعود خود اس بات پر متعجب ہو کر کہنے لگے کسریٰ و قیصر اور نجاشی کے دربار میں وہ مجھے چمک نہیں نظر آئی جو حدیبیہ میں نظر آئی ہے اور وہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم کی ایسی نظافت اور نفاست ہے کہ۔

اگر وہ گاڑھا بلغمی تھوک جو باعث نفرت ہوتا ہے مگر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن مبارک سے جدا ہوا تو وہ باعث نفرت نہیں ہے بلکہ اُس کے لئے رشک کیا جا رہا ہے ہر کوئی اُس کو حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے اس لعاب میں اتنی تازگی ہے اتنا حسن و جمال ہے کہ جس صحابی کو جو لعاب ملتا ہے وہ اُس کو اپنے ماتھے پر لگاتا ہے اور دنیا والوں کو یہ بتا رہا ہے کہ جس جسم کے لعاب کی اتنی بڑی شان ہے اُس جسم کی اپنی کتنی بڑی شان ہو گی۔

ایسے ہی سرکار کے بدن سے جو پانی لگتا ہے وہ مستعمل پانی بھی صحابہ کرام

استعمال کرتے ہیں اور صحابہ کرام وہ پانی خود ہی استعمال نہیں کرتے بلکہ سرکار استعمال کرواتے ہیں اور صحابہ کرام کو سبق بھی دیتے ہیں۔

کا دوا یقتتلون علی وضونہ ۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم سے پانی لگ کے نیچے گرنا چاہتا تو صحابہ کرام نیچے نہیں گرنے دیتے بلکہ اس کو اپنے چہرے پہ لگاتے ہیں۔ جسے کوئی قطرہ نہ ملے وہ اُس ہاتھ پہ ہاتھ ملتا ہے جہاں پر پانی کا قطرہ گراتھا تو یہ اس بات کو واضح کر رہے ہیں کہ یہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن کی نفاست ہے کہ جہاں ایک مرتبہ عام سا پانی بھی لگ جاتا ہے تو وہ پانی پھر عام نہیں رہتا بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے خاص الخاص بن جاتا ہے۔ لعاب کی نفاست کا عالم یہ تھا۔

سالتہ جای یۃ وھو یا کل الطعام ۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کھانا تناول فرمار ہے تھے کہ اتنے میں ایک نوجوان لڑکی آگئی۔

و کانت قلیلۃ الحیاء

وہ حیا کی دولت سے محروم تھی اس میں حیا بہت کم تھی۔ اُس لڑکی نے سوال کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

یطعمھا من الذی فی فیہ

جو لقمہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ میں ہے آپ یہ لقمہ مجھے عطا فرمادیں۔

میرے کریم سے گر قطرہ کسی نے مانگا
دریا بہا دیئے ہیں ڈر بے بہا دیئے ہیں

آپ نے وہی لقمہ نکالا اور اُس لڑکی کو عطا فرمادیا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا لعاب دہن اُس لقمہ میں شامل ہو چکا تھا اور وہ لقمہ ایک خاتون نے حاصل کرلیا۔ اب

وہ خاتون اُس لقمہ کو کھانے لگی۔

فلما استقر فی جوفها .

جب وہ لقمہ اُس خاتون کے پیٹ میں پہنچا۔

القی الله علیها الحیا .

تو اللہ تعالیٰ نے اُسے شرم وحیا کی دولت عطا فرما دی۔

آپ کے فرامین سے ثابت ہے کہ حیا کو نصف ایمان کہا گیا۔ یہ حیا اس خاتون میں کہاں سے بنا آپ کے لعاب دہن سے حیا بنا۔ اس حیا کو ایمان کہا جاتا ہے۔ سرکار کے بدن کی نفاست ہے کہ آپ کے بدن کا لعاب ہو تو وہ لوگوں میں نور ایمان پیدا کرنے کے لیے کافی ہے۔

حتی لم یکن با المدینة أشد حیاء منها .

(طبرانی سیرۃ النبی المختار، ۱۵۵)

یہاں تک اُس خاتون میں احیاء اتنا کثیر ہو گیا کہ مدینہ شریف میں اُس سے زیادہ حیاء والا کوئی بھی انسان نہ تھا۔ یہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لعاب کی برکت ہے۔ ایسے ہی آپ کے لعاب میں وہ کمال ہے کہ جس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خیبر کی طرف بھیجنا تھا اور اُنکی آنکھیں خراب تھیں تو سرکار نے اُن کی آنکھوں میں اپنا لعاب دہن ڈالا تو آنکھیں درست ہو گئیں۔ اور آپ نے فرمایا تھا۔

لاعطین الرایة رجلا یفتح علی یدیه یحب الله ورسوله ویحبه الله ورسوله .

(صحیح، باب الجہاد والسیر باب فضل من اسلم علی یدیہ ج۱، صفحہ نمبر ۴۲۲)

میں کل اُس کو جھنڈا دوں گا جس سے اللہ تعالیٰ بھی پیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ کے نبی علیہ السلام بھی پیار کرتے ہیں اور وہ بھی اللہ تعالیٰ سے اور اُس کے رسول علیہ السلام

سے پیار کرتا ہے جس کو میں جھنڈا دوں گا وہ فاتح خیبر بن جائے گا۔

صبح جس وقت اُن کو بلایا تو اُن کی آنکھیں خراب تھیں آنکھوں کی خرابی اُن میں لعاب دہن ڈال کر دور کی حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایسے لگتا تھا کہ میری آنکھیں کبھی خراب ہوئی ہی نہیں ہیں۔

ایسے ہی حضرت معوذ بن عفراء رضی اللہ عنہ کا بازو ابوجہل کے خلاف لڑتے لڑتے کٹ گیا تو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی لعاب دہن استعمال کرتے ہوئے بازو کے ساتھ لگایا تو وہ کٹا ہوا بازو بدن کیساتھ لگ گیا۔

یہ ربّ ذوالجلال نے ہمارے محبوب علیہ السلام کو نفاست دی ہے باقی لوگوں کے لعاب جراثیم کا گڑھ ہوتے ہیں اور بیماریاں پھیلانے والے ہیں مگر میرے محبوب علیہ السلام کے لعاب میں ہر جہت سے کیسی نفاست ہے کہ جس وقت اُس کو استعمال کیا جاتا ہے تو کہیں آنکھیں ٹھیک ہو جاتی ہیں۔ اور کہیں بیماریاں دور ہو جاتی ہیں اور کہیں کسی کا بازو ٹھیک ہو جاتا ہے یہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی جسمانی نظافت کا فیض ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ انفرادی شان عطا فرمائی ہے۔

بول و براز کے لحاظ سے جسمانی نفاست۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا فرمان ہے کہ میں نے ایک دن سرکار سے پوچھا۔

انك تاتى الخلاء .

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ جس وقت قضائے حاجت کے لئے تشریف لے جاتے ہیں تو اُس مقام پر جس وقت ہم جائیں تو۔

فلا نرى منك شيئا من الاذى ۔(نسیم الریاض ۲/۲۰)

ہمیں وہاں پر کوئی گندگی نظر نہیں آتی۔

اس کا سبب کیا ہے؟

فقال لھایا عائشه

آپ نے ارشاد فرمایا اے عائشہ۔

اوما علمت ان الارض تبتلع ما یخزوج من الانبیاء علیھم السلام قل یری فه بشئی ۔(شفاء نسیم ریاض:۲/۲۰)

تمہیں یہ علم نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے انبیاء علیہم السلام کے لئے ایک خاص اہتمام ہے اللہ تعالیٰ کے انبیاء جس جگہ پر قضاء حاجت کریں تو زمین اُس کو نگل جاتی ہے لوگوں کو کچھ بھی نظر نہیں آتا زمیں کھا جاتی ہے۔ بہت سے آثار میں یہ بات موجود ہے کہ جہاں پر سرکار صلی اللہ علیہ وسلم قضاء حاجت فرماتے تھے وہاں پر کوئی چیز نظر نہیں آتی تھی۔ لیکن وہاں سے خوشبو ضرور آتی تھی۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وہاں جانے کی وجہ سے خوشبوؤں پھیل جاتی تھیں۔

اشعۃ اللمعات میں عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے لکھا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار عذر کیوجہ سے بول کے لئے ایک پیالے کا استعمال کیا۔

ایک مرتبہ رات کو جب آپ نے پیالے میں بول فرمایا تو وہ ابھی چارپائی کے نیچے پڑا تھا کسی نے اُٹھا کے اُس کو لے جانا تھا۔ ایک صحابی آگئے اُن کو علم نہیں تھا کہ یہ بول نبوی ہے۔ ویسے پانی سمجھ کر نوش کر گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بول جس وقت وہ صحابی پی گئے اور رہ اند کہ شخصے از تشنگان نادانستہ بگمان آب بول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکرح بخورد۔

ایک شخص نے بول کو پانی سمجھتے ہوئے نوش کر لیا۔ جب تک وہ بندہ زندہ رہا جدھر سے وہ گزرتا تھا تو اُس کے بدن سے خوشبو آتی تھی یعنی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا بول جس نے نہ جانتے ہوئے پی لیا۔ تو آپ کے اس بول کی وجہ سے جب تک وہ بندہ زندہ رہا اس کے بدن سے مسلسل خوشبو آتی رہی تھی۔ یہ خوشبو اُس تک محدود نہیں

بلکہ چند پشت دراولاد او نیز موجود بود۔ (اشعۃ اللمعات ۱/۲۰۷)

اُس کی اولاد میں یہ خوشبو نسل درنسل آتی رہی۔ اب ذرا سوچیے جن کے فضلات میں اتنی خوشبو ہو اُنکے پیکر میں کتنی بڑی خوشبو ہوگی۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ انداز زندگی میں اور وصال کے وقت بھی دستور قائم رہا۔

عن علی رضی اللہ عنہ غسلت النبی صلی اللہ علیہ وسلم .

حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے جب آپ کے وصال کے بعد آپ کو غسل دیا۔

فذهبت انظر وما يكون من الميت فلم اجد شياء .

میں غسل دیتے ہوئے تھوڑی تھوڑی دیر تک دیکھتا رہا تو کسی طرح کی آلودگی بدن سے باہر نہیں نکلی بلکہ اُس وقت بھی سرکار کے بدن سے خوشبو آرہی تھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ میری زبان سے الفاظ نکلے۔

قلت طبت حيا وميتا .

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت آپ حیات تھے اُس وقت بھی آپ خوشبو والے تھے اور جب دنیا میں ظاہری حیات ختم ہوگئی اور دنیا سے جا رہے ہو تو آج بھی آپ کے بدن سے خوشبو آرہی ہے۔

یہی الفاظ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بھی استعمال کیے تھے۔

آپ نے جس وقت سرکار کے چہرے کا بوسہ لیا تو یہ لفظ آپ نے بھی بولے تھے۔

طبت حيا وميتا .

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہاری ہر ادا نرالی ہے آج بھی دنیا میں خوشبوئیں ہیں اور آج دنیا سے جا رہے ہیں تو آج بھی بدن سے خوشبو آرہی ہے یہ سرکار علیہ

السلام کی دائمی نفاست ہے جس کے لحاظ سے آپ کا مقام و مرتبہ تمام سے منفرد رہا اور
حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔

وسطعت منه ريح طيبة لم يجدوا اقلها قط ۔

(نسیم الریاض ۲/ ۲۳-۲۴)

جس وقت ہم نے سرکار کو غسل دیا تو ایسی خوشبو آئی جسے پہلے کبھی بھی نہیں آئی تھی
ہم نے پہلے جو دنیاوی خوشبوئیں سونگھی ہوئی تھیں اُن میں سے کوئی خوشبو بھی اس کا
مقابلہ کرنے والی نہیں تھی۔ جو بوقت غسل سرکار کے بدن سے باہر آ رہی تھی۔ دوسرے
لوگ خوشبو کے محتاج ہیں مگر سرکار دنیا کی فضا میں خوشبو کو بانٹتے ہوئے تشریف لے کے
جا رہے تھے۔ تاکہ لوگوں کو یہ یقین رہے کہ بدن کی نفاست ایمان کا حصہ ہے ہمارا
ایمان ہونا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے بدن کو نفاست اعلیٰ درجے کی عطا فرمائی
ہے۔

خون نبوی صلی اللہ علیہ وسلم۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خون مبارک میں علیحدہ اپنی نفاست ہے حضرت
ابوطیبہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حجام تھے سنگی لگاتے تھے سرکار نے پچھنے لگوائے تو
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن کے خون نکلا وہ پیالے میں موجود تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ
وسلم نے حضرت ابوطیبہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ یہ خون لے جاؤ۔ اور اس کو کہیں زمین
میں دفن کر دو جس وقت یہ آپ کی بارگاہ سے پیالہ لے گئے دیوار کے پیچھے پہنچے تو دل
نے تسلیم نہ کیا کہ وہ پیکر جو عرش سے بھی مقدس ہو اُسکا خون زمین پر پھینک دیا جائے تو
انہوں نے وہ خون پی لیا۔ پھر واپس آ گئے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اُن سے پوچھا کہ تم نے خون کا کیا کیا؟
تو انہوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں برداشت نہ کر سکا نہ میں اس

خون کو نیچے گراتا میں نے وہ خون پی لیا۔

سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

''اب اللہ تعالیٰ نے تم پر جہنم کو حرام قرار دیا ہے''۔

ایسے ہی جس وقت سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم میدان احد میں زخمی ہوئے تو حضرت مالک بن سنان رضی اللہ عنہ نے سرکار کے جسم سے خون کو مرحم لگانے کے لئے چوس لیا پھر اُس کو نگل گئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس واقعہ پر انکار نہیں کیا ناراض نہیں ہوئے۔

یہ ارشاد فرمایا:۔

کن تصینه النار ۔(نسیم الریاض ۲/۲۹)

''کبھی نار جہنم تمہارے قریب نہیں آئے گی''

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خون مبارک کے لحاظ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے بارے میں بھی موجود ہے کہ انہوں نے بھی سرکار کا خون مبارک پیا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر بھی انکار نہیں فرمایا۔

ایسے ہی حضرت ام ایمن نے سرکام صلی اللہ علیہ وسلم کا پیشاب پی لیا تو اس پر بھی انکار نہیں کیا گیا۔ یہ ارشاد فرمایا۔

اذن لاتلج النار لطنك ۔(نسیم الریاض ۲/۲۱)

اے ام ایمن اب تمہارے پیٹ میں جہنم کی آگ داخل نہیں ہو سکے گی اب یہاں تک آثار کی کتابوں میں تفصیل کے ساتھ موجود ہے کہ ان فضلات کے لحاظ سے بھی محبت کا اظہار کیا جانے لگا تو وہ بھی اس سے محروم نہیں رہے۔

فی امراہ شربت بولہ ۔

ایک خاتون کے بارے میں روایت ہے جس کا نام برکت تھا تو اس نے سرکار کا

بول پیا۔

فقال لن تشتکی وجع بطنک ۔(نسیم الریاض ۲/ ۳۱)

آپ نے اس سے فرمایا دیا تجھے آج کے بعد کبھی بھی پیٹ کا درد نہیں ہوگا۔رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک کے ہمہ جہت مناظر ہمارے سامنے موجود ہیں بالخصوص وہ گواہی کتنی بڑی گواہی ہے جو آپ کی والدہ ماجدہ کی ہے وہ آپ کی نفاست کو بیان کرتی ہیں۔

ولدتہ تظیفا مابہ قذر (نسیم الریاض ۲/ ۳۴)

جس وقت بچہ پیدا ہوتا ہے تو اس کے بعد اُس کو غسل دیا جاتا ہے اور پھر اُس کا بدن صاف ہوتا ہے۔لیکن سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ولادت کے وقت ہی جو نفاست اللہ کی طرف سے دی ہوئی ہے اُس پہ خود آپ کی والدہ گواہی دے رہی ہیں۔ آپ فرماتی ہیں کہ میں نے جس وقت ان کو جنم دیا تو اُن کا بدن ایسا دھلا ہوا تھا کہ کسی قسم کی کوئی آلودگی بدن مبارک پر موجود نہیں تھی۔کسی طرح کی کوئی عیب دار چیز کا نام ونشان بھی آپ کے بدن پر نہیں تھا۔یہ ربّ ذوالجلال کو منظور نہ تھا کہ اسی حالت میں آپ پر نگاہ پڑے تو کوئی آنکھ دیکھ کر یہ نہ کہے کہ ابھی پاکیزگی کی ضرورت تھی یوں کرلیا جاتا تو بدن صاف ہوجاتا۔ایک لمحہ بھی اللہ تعالیٰ کو موقع نہیں دینا چاہتا تھا کہ میرے محبوب علیہ السلام کی والدہ آپ کو ایک گھنٹہ کے بعد غسل دیں اور اتنے میں کوئی یہ کہہ دے کہ ان کے بدن پر فلاں چیز لگی ہوئی ہے یہ میرے محبوب کے بدن کی نظامت کے خلاف ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جداگانہ اہتمام کیا جداگانہ بندوبست کیا۔ایسی ولادت کائنات میں کسی کی نہیں ہوئی جیسی ولادت ہمارے محبوب علیہ السلام کی ہوئی ہے ایسی نفاست اللہ نے ہمارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائی ہے تاکہ لوگوں کو پتہ

چل جائے کہ جن کی ولادت کے لمحے میں اللہ تعالیٰ نے اتنی شان دی ہے اتنی نفاست دی ہے۔

وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى ۔(سورۃ الضحیٰ آیت نمبر ۴)

وہ پھول بعد میں مزید مسکراتا چلا گیا۔

وہ چاند ہر لمحہ مزید چمکتا چلا گیا۔ مزید حسن و جمال اُن کو اللہ تعالیٰ عطا فرماتا چلا گا تو یہ سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جسمانی نفاست کا یک انداز ہے اور اسی کا ایک حصہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیکر کو اپنی تخلیق کا شاہکار بنایا اور آپ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی قدرتوں کا مظہر اتم ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے مطلقاً انسان کو احسن تقویم کہا ہے سب سے خوبصورت چیز انسان ہے مگر تمام انسانوں میں سب سے زیادہ حسن جن کو دیا وہ ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ یہ بھی نفاست کا ایک حصہ ہے کہ ایک سیرت نگار کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے جتنے موزوں اور خوبصورت اعضاء ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیئے ہیں وہ بھی آپ کے بدن کی عظمت کو اجاگر کرنے کے لئے ہے۔ جیسی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں ہیں ایسی کسی کی آنکھیں نہیں ہیں۔ جیسے آپ کے آبرو ہیں ایسے کسی کے ابرو نہیں۔ جیسے آپ کے ہونٹ گل قدس کی پتیاں ہیں ایسے کسی کے ہونٹ نہیں۔ جسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رخسار ہیں ایسے کسی کے رخسار نہیں۔ جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناک مبارک ہے ایسی کسی کی ناک نہیں۔ جیسی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن ہے ایسی کسی کی گردن نہیں ہے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ پر پُر نور داڑھی ہے ایسے کسی کی داڑھی نہیں ہے۔ آپ کے سینے جیسا کسی کا سینہ نہیں ہے۔ آپ کے بازو جیسے کسی کے بازو نہیں ہیں۔ آپ کے قدموں جیسے کسی کے قدم نہیں ہے آپ کے پیکر جیسا کسی کا پیکر نہیں۔ اعلیٰ حضرت اس تمام

مضمون کو سامنے رکھ کر کہہ رہے تھے۔

اللہ کی سرتا بقدم شان ہیں یہ
ان سا نہیں انسان وہ انسان ہیں یہ
قرآن تو ایمان بتاتا ہے انہیں
ایمان یہ کہتا ہے میری جان ہیں یہ

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نفاست کا یہ مضمون آج اجاگر کرنے کی ضرورت ہے صحابہ کرام نے آنکھوں سے دیکھا ہم نہ دیکھ سکے مگر ان کے بتائے ہوئے ضابطے تو ہمارے پاس ہیں۔

عن ابن عباس رضی اللہ عنھما لم یکن لہ ولم یقم مع شمس قط الا غلب ضوھاہ ضوء الشمس۔

(جمع الوسائل فی شرح الشمائل جلد نمبر ۱، صفحہ نمبر ۵۷)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔

ہمارے نبی علیہ السلام کا بدن اتنا نفیس ہے کہ آپ کھلے چہرے کے ساتھ باہر آجائیں تو سورج کی روشنی پر آپ کی روشنی غالب آجاتی ہے۔ اتنا بدن سے نور نکلنے والا ہے اس قدر اجالے بٹتے ہیں کہ آپ کے چہرے کا نور سورج پر غالب آجاتا ہے۔

اور صحابہ کرام کہتے ہیں کہ سرکار کا بدن تو بدن رہا ہم نے کبھی سرکار کے لباس پر مکھی کو بیٹھا ہی نہیں دیکھا۔ کیونکہ وہ گندگی پہ بیٹھتی ہے وہ آپ کے بدن پہ آکر بیٹھے یہ بدن کی نفاست کے خلاف ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اُس کو روک رکھا ہے۔

سرکار کا بدن تو بدن رہا سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم سے جو کپڑا الگ جائے

وہ کپڑا ابھی اتنا محترم ہے کہ مکھیوں کو بتا دیا گیا ہے اے مکھیو اور جہاں تم چاہو جا کر بیٹھو مگر یہاں نہ بیٹھنا اس لئے کہ یہ مقام ناز ہے یہ نفاست کا مقام ہے تو یہ دنیا میں نفاست کا اعلیٰ ترین منصب ہے جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمایا ہے۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ سب کا حامی و ناصر ہو۔ آمین

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ۔

مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم

الحمد للہ ربّ العالمین و العاقبۃ للمتقین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین وعلیٰ الہ واصحابہ و اھل بیتہ واولیاء امتہ اجمعین ۔ اما بعد!

فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاءوک فاستغفر اللہ واستغفرلھم الرسول وجدو اللہ توابا رحیما ۔

صدق اللہ العظیم

صلوا علیہ وسلموا تسلیماء

الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ

وعلیٰ الک واصحابک یا حبیب اللہ

مولای صل وسلم دائما ابدا

علیٰ حبیبک خیر الخلق کلھم

اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہٗ وعم نوالہٗ اتم برہانہ واعظم شانہ کی حمد وثناء اور حضور پُر نور شافع یوم النشور، دستگیر جہاں، غمگسار زماں سید سروار حامی بیکساں ختم الرسل مولا کل احمد

مجتبیٰ جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار گوہر بار میں ہدیہ دُرود وسلام عرض کرنے کے بعد نہایت ہی محتشم علماء کرام ارباب فکر دانش اور معزز حضرت وخواتین ربّ ذوالجلال کے فضل اور توفیق سے ہم سب کو اس نورانی ماحول میں ادارہ صراط مستقیم کی طرف سے درس میں شرکت حاصل کر رہی ہیں میری دعا ہے کہ خالق کائنات جل جلالہ آپ سب کو اور اُن حضرات کو جو اس پروگرام کو سن رہے ہیں سب کو اللہ تعالیٰ قرآن وسنت کا فہم عطا فرمائے۔ اور اس کے ابلاغ وتبلیغ اور اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

ہمارا آج کا موضوع ہے۔

مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

ہمارا عقیدہ ہے کہ ہمارے محبوب علیہ السلام اور تمام کائنات کے تاجدار تمام رسل علیہم السلام کے عقائد حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی حیات برزخی حسی حقیقی دنیاوی کیساتھ روضہ پاک میں زندہ ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ وعدہ الٰہی کے مطابق آپ پر موت کا لمحہ طاری ہوا لیکن وہ موت ہمیشہ کے لئے برقرار نہ رہ سکی اور دوسرے ہی لمحہ میں آپ کی روح مبارک کو بدن میں لوٹا دیا گیا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اُس حیات کی بدولت روضہ پاک میں زندہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کے دئے ہوئے علم کی وجہ سے امت کے احوال پہ مطلع بھی ہیں ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ خالق کائنات جل جلالہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس طرح کی حیات دی ہے جس کی وجہ سے وہ دور ونزدیک سے سن بھی لیتے ہیں اور جوان کو سلام کہتا ہے وہ سن کر اس کے سلام کا جواب ارشاد فرماتے ہیں یہ ہمارا یہاں ہرگز تصور نہیں کہ کوئی شخص حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اس ایک لمحہ بھی موت کا انکار کرتا ہو وہ حقیقت ہے اور قرآن پاک کی نص سے ثابت ہے۔

لیکن ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ وہ موت ایسی موت نہیں تھی جس طرح کہ دیگر ذی روح افراد پر آتی ہے اور اس کے بعد اس کا تسلط ہو جاتا ہے۔ یہاں موت کی حقیقت کچھ اور تھی اور وہ بھی باقاعدہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی چاہت کے مطابق آئی تھی۔ خالق کائنات نے آپ کو باقاعدہ اختیار دیا تھا اور اس اختیار کے مل جانے کے بعد پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے پاس جانے کو پسند فرمایا تھا۔ جبکہ دوسرے لوگوں کا معاملہ اس کے برعکس ہے۔ تو ہمیں موت کے اطلاق کے لحاظ سے بھی اور موت کے آنے کے لحاظ سے بھی پھر دوسرے لوگوں میں اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں واضح طور پر فرق کرنا چاہیے جو کہ عقیدہ کا حصہ ہے بخاری شریف کی حدیث نمبر 3654 میں یہ بات موجود ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کے بھرے مجمع میں یہ الفاظ بولے تھے:

ان اللہ خیر عبدا بین الدنیہ وبین ما عندہ۔

بے شک اللہ تعالیٰ نے ایک بندے کو اختیار دے دیا ہے دنیا اور اس چیز کے درمیان جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ خالق کائنات نے ایک بندے کو اختیار دے دیا اگر چاہے تو دنیا میں رہو چاہو تو میرے پاس آ جاؤ۔ جس وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ الفاظ بولے تو سارے صحابہ کرام اس پہ خاموش بیٹھے تھے لیکن حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور دیگر صحابہ کرام کہتے ہیں کہ ہم حیران تھے کہ اس میں ایسی کون سی پریشانی کی وجہ ہے کہ جس کا اظہار حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کر رہے ہیں تو کہنے لگے کہ ہمیں بعد میں اس کا پتہ چلا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا دیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک بندے اختیار دے دیا ہے تو اُس بندے سے مراد خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک تھی اور اللہ تعالیٰ نے اختیار دے دیا تھا کہ اگر چاہو تو دنیا میں رہو اور چاہو تو میرے پاس آ جاؤ۔ تو اس

اختیار پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے پاس جانے کو پسند فرمایا اور دیگر لوگوں کا خیال ادھر نہیں جا رہا تھا۔ لیکن جو مزاج شناس نبوت تھے حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فوراً ان کی سوچ پہنچ گئی کہ یہ مسئلہ کیا ہو رہا ہے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے وصال کی خبر دے رہے ہیں۔

اس حدیث شریف سے واضح طور پر پتہ چلا کہ دوسرے لوگوں کو اور دوسری ذوات کو موت آتی ہے تو فرشتہ آتا ہے اور روح قبض کر لیتا ہے پھر وہ چلا جاتا ہے نہ وہ کسی سے پوچھتا ہے نہ مشورہ کرتا ہے لیکن یہ وہ ذات ہے کہ جن کو اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا کہ تمہاری مرضی ہے چاہو تو دنیا میں رہو اور چاہو تو میرے پاس آ جاؤ۔ تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے اختیار پر خود اپنی مرضی کے ساتھ اس بات کا چناؤ کر لیا کہ میں نے کار نبوت مکمل کر دیا پیچھے میرے صحابہ کرام کام چلائیں گے اور پھر آگے ہمیشہ اس امت کے علماء برحق کام کرتے رہیں گے اور میں نے اپنے رب کا پاس جانے کو پسند کیا ہے تو پسند اختیار کی تھی تو یہ جو موت کا آنا تھا اس کا بھی دیگر تمام قسم کی اموات سے باقاعدہ طور پر فرق موجود تھا وہ آئی وعدہ الٰہی پورا ہو گیا روح مبارک نکلی اور اس کے بعد کوئی ایسی جگہ نہیں تھی اس بدن سے زیادہ افضل ہوتی جونکہ جو بھی روح نکلتی ہے اگر چہ اچھی ہے تو اس کو پہلے سے اچھا مقام دیا جاتا ہے تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک سے زیادہ مقدس روح کون ہو گی اور جس بدن میں اس نے اتنے سال گزارے ہیں اس سے مقدس کون سی ہو گی جگہ۔

یہاں تک کہ سب علماء کے اتفاق سے عرش عظیم سے بھی بدن نبوی کی عظمت کو تسلیم کیا گیا ہے کہ اس کو زیادہ عظمت عطا فرمائی گئی ہے۔ یہاں تک کے وہ مٹی جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن سے مس ہوئی تو اس کی عظمت کو بھی اجاگر کر دیا گیا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ نے وہ روح مبارک جو قبض کی تھی اس کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ

وسلم کے جسِ اطہر میں واپس لوٹا دیا اس کے بعد جو وعدہ تھا وہ پورا ہوا اور برزخ کا پردہ درمیان میں آ گیا۔ اگرچہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنی حیات مبارک میں ہیں لیکن صحابہ کرام کے لحاظ سے پردہ موجود تھا چونکہ اُن کے لحاظ سے وصال کے سارے تقاضے مکمل ہو چکے تھیں لہٰذا ان پر لازم تھا کہ قبر کی تھی تیاری کرتے اور مرحلہ تلفین و تدفین کے اندر بھی شریک ہوتے۔

جس طرح خالق کائنات جل جلالہ نے شہدا کو واضح طور پر احیاء کہا ہے زندہ کہا ہے۔

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَآءٌ۔

جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں شہید ہو جائیں تو ان کو مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن اس کے باوجود وہاں انکار کیا گیا کہ جب وہ زندہ ہیں تو ہم اُن کا جنازہ کیوں پڑھیں ان کو ہم دفن کیوں کریں زندہ ہونے کے باوجود یہ سارے کام کے گئے تو ایسے ہی بھی صحابہ کرام علیہم اجمعین کی ڈیوٹی تھی کہ وہ اس کام میں ضرور شرکت کریں۔

یہ وضاحت اس لئے کر رہی ہوں کہ کچھ لوگ محض اس لئے اعتراض کرتے ہیں کہ پھر صحابہ کرام نے معاذ اللہ زندہ نبی کو دفن کیا؟ انہوں نے ایسا کیوں کیا ایسا کر کے انہوں نے بڑی بے ادبی کی یہ ہرگز ایسا نہیں تھا وہاں چونکہ برزخ کا پردہ درمیان میں آ چکا تھا اس کے لحاظ سے صحابہ کرام پر یہی لازم تھا اور انہوں نے ادب کے سارے تقاضے پورے کیے اور اپنی ڈیوٹی مکمل کی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارک کو ایک لحہ کے بعد آپ کے بدن میں لوٹا دیا گیا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات کو شہید کرام کی حیات سے کہیں زیادہ عظمتیں عطا فرمائی ہیں جس کو شریعت مطہرہ میں اور قرآن و سنت میں تفصیل کے ساتھ جو آپ کی حیات کو شہدا کرام کی حیات پر فوقیت ہے اس کو بھی بیان

کر دیا گیا ہے۔ ان مختصر سی تمہید کے بعد یہ بات اب ذہن میں رکھیں کہ ہم میں کوئی شخص ایسا نہیں ہے جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر موت کے ایک لمحہ کے آنے کا انکار کرتا ہو یقیناً حی قیوم صرف ایک ذات ہے اور حی لایموت صرف ایک ذات ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی ہے اور یہ وہ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا اور موت کا جو لمحہ تھا وہ اپنے اختیار سے پسند کیا وہ موت آئی اس کے بعد برقرار نہیں رہ سکی خالق کائنات جل جلالہ نے روح کو واپس لوٹا دیا ہے اور اب وہ زندہ ہیں اور یہ وہ زندہ ہیں جو حی لایموت ہیں۔ یہ محبوب علیہ السلام حی بھی ہیں اور موت کا ذائقہ چکھا بھی ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ذات ہے جو حی لایموت ہے نہ اس پر موت آسکتی ہے اور نہ ہی کبھی آئی ہے اور نہ ہی کبھی آئے گی وہ ذات ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گی۔

واللہ جل جلالہ کا قرآن مجید برہان رشید میں فرمان ہے۔ سورۃ النساء کی آیت نمبر ۶۴ ہے۔ رب ذوالجلال فرماتا ہے۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ ۔

اے میرے محبوب علیہ السلام جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھیں تو اے محبوب علیہ السلام وہ تمہارے حضور حاضر ہو جائیں۔

جَآءُوْكَ ۔

تمہارے پاس آجائیں۔

فَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ۔

وہاں آپ کے پاس آکر اللہ تعالیٰ سے اپنی گناہوں کی معافی مانگیں۔

وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ ۔

اور رسول بھی اُن کے لئے سفارشی بن جائیں۔

لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ۔

تو وہ گنہگار اللہ تعالیٰ کو بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والا پالیں گے اور بہت مہربان پالیں گے۔

خالق کائنات کا یہ قرآن پاک اور یہ فرمان رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حیثیت کو واضح کر رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اگرچہ ہر جگہ ہے لیکن جب جَآءُوْكَ کے تقاضے پورے ہوں گے تو پھر لَوَجَدُوا اللّٰہَ لوگ اللہ تعالیٰ کو پالیں گے۔

اگرچہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ سے پکارنے والے کی پکار کو سن لیتا ہے لیکن فرمایا جب اُن کو ایسی مشکل آ گئی کسی گناہ میں مبتلا ہو گئے تو اب معافی چاہتے ہیں تو ان کے پاس آنا ہوگا آپ کے پاس جب وہ آئیں گے تو اس کی بنیاد پر وہ معافی مانگیں گے اور آپ اُن کی سفارش کر دیں گے اور اس سفارش میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی پابندی نہیں لگائی گئی کہ آپ نے فلاں غلط فہمی ہے کہ سفارش بالاذن کا مطلب یہ ہے کہ جو نام اللہ نے لیا ہے اُس کی سفارش کرنی ہے باقی کی نہیں کرنی۔

اذن کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اذن عام دے دیا کہ جس کی بھی چاہتے ہو اُس کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان ہے تو آپ اُس کی سفارش فرما سکتے ہیں تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب سفارش فرماتے ہیں تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اُس کو قبول کر لیتا ہوں اور جو گنہگار دعا کے لئے پہنچتا ہے اُس کی دعا قبول کرتا ہوں اُس کے لئے توبہ کا دروازہ کھول دیتا ہوں یہ حکم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری حیات میں بھی تھا اور آج بھی موجود ہے اُس وقت اگر کسی سے ایسا ہو جاتا تھا تو وہ پہنچتا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اُس کے دکھ کا درماں فرما دیتے اور بعد میں آج بھی اگر کسی کے پاس ایسے اسباب ہیں تو وہ وہاں چلا جائے اور اگر ایسا نہیں تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار کے ساتھ ایسا تعلق ہے کہ یہ جہاں بیٹھا ہوا ان پر صلوٰۃ وسلام پڑھتا ہے وہ اُس پورے ماحول کو زیر توجہ کر لیتے ہیں یہ جس وقت اپنی درخواست کو

پیش کرتا ہے تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دی ہوئی حیات کے ساتھ اس امتی کی سفارش فرمادیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اُس بندے کے گناہوں کو معاف فرمادیتا ہے اس سلسلے میں دیگر حوالہ جات پیش کرتی ہوں تفسیر ابن کثیر جلد نمبر ا اور صفحہ نمبر ۵۳۲ پر یہ حقیقت موجود ہے اور بالخصوص اس لئے اس کا حوالہ دے رہی ہوں کہ حیات اس شخص کو اپنا امام بھی تسلیم کرتے ہیں۔

امام حافظ ابن کثیر نے یہ روایت کیا کہ امام عتبی کہتے ہیں۔

کنت جالسا عند قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۔

کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے صدیوں بعد میں روضہ پاک پہ بیٹھا ہوا تھا۔ جاء اعرابی ۔

ایک دیہاتی آ گیا۔ ایک بدو آیا۔

فقال السلام علیک یارسول اللہ ۔

اُس نے آ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کہا جو کہ پوری امت کا مزاج تھا اور ہے کہ وہ ایسے نہیں کہ معاذ اللہ مٹی میں مل گئے ہوں جو آتا ہے بولتا ہے اُس کی سنتے ہیں اور سن کے جواب بھی دیتے ہیں اور مدد بھی فرماتے ہیں۔

جب اُس شخص نے اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ کہا۔

امام عتبی بیٹھے ہیں اور یہ سب کچھ سن رہے ہیں تو اُس شخص نے جو دیہاتی تھا سادہ تھا لیکن انداز اس کا بڑا عجب تھا اور مبنی بر حقیقت تھا کہنے لگا۔

سمعت اللہ یقول وَلَوْ اَنَّھُمْ اِذْظَّلَمُوْا اَنْفُسَھُمْ جَآؤُوْکَ فَاسْتَغْفَرُ اللّٰہَ وَاسْتَغْفَرَ لَھُمُ الرَّسُوْلَ لَوَجَدُو اللّٰہَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا ۔

”میں نے اللہ کا یہ کلام سنا کہ جب تم جانوں پہ ظلم کر بیٹھو تو ان کے پاس آ جاؤ اور وہاں آ کر اپنی بات بیان کرو وہاں اللہ تعالیٰ سے معافی مانگو یہ

سفارش کریں گے۔تمہارا کام بن جائے گا"

یہ آیت پڑھنے کے بعد وہ شخص کہتا ہے۔

قَدْ جِئْتُكَ مُسْتَغْفِرًا ۔

یارسول اللہ میں آپ کے پاس آ گیا ہوں اور خود نہیں آیا آیت کا حوالہ دے رہا ہوں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہاں پہنچ جایا کرو۔ میں آپ کے پاس پہنچ گیا۔

مشتغفر الذنبی

اس حال میں کہ میں اپنے گناہوں کی معافی چاہتا ہوں اور اللہ سے بخشش چاہتا ہوں۔منستشفعابك ۔

اور اس حال میں پہنچا ہوں کہ آپ سے سفارش بھی کروانا چاہتا ہوں۔

مستشفعابك ۔

اس میں ضمیر خطاب ہے یعنی سرکار کو اپنے سامنے موجود سمجھتے ہوئے کہا مستشفعابك ۔ میں آپ کی سفارش چاہتا ہوں کہ آپ میری بھی سفارش فرمادیں تاکہ خالق کائنات جل جلالہ میرے لئے در توبہ کھول دے اور رحمتوں کا نزول ہو جائے۔

یہ کہنے کے بعد اُس نے بڑی محبت سے یہ اشعار پڑھے جو آج بھی روضہ مبارک کے ستون کی جالی پر لکھے ہوئے ہیں اگرچہ ظالموں نے بہت کچھ مٹا دیا لیکن یہ اشعار ابھی تک وہاں لکھے ہوئے ہیں جو اس وقت امام عتبی سن رہے تھے اور دیہاتی مومن اشعار پڑھ رہا تھا کہتا تھا۔

یا خیر من دفنت بالقاع اعظمه

فطاب من طیبهن القاع والاکم

نفسی الفداء لقبر انت ساکنه

فیه العفاف و فیه الجود والکرم

کہنے لگا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جتنے لوگ بھی اس زمین میں دفن ہیں آپ ان سب کے سردار ہیں اور سب سے بہتر ہیں۔ قاع اُس زمین کو کہتے ہیں جو پہاڑوں سے تھوڑی سی ہٹ کے ہو اور وادی کے اندآئی ہوئی ہوا اور وہ اونچی پہاڑی نہ ہو تو آپ اس زمین کے اندر آرام فرما ہیں۔ آپ کا بدن مبارک یہاں پر موجود ہے۔

فطاب من طیبھن القاع والاکم ۔

آپ کے بدن کی خوشبو سے آپ کے اعضاء کی خوشبو سے یہ زمین بھی خوشبودار ہوگئی ہے اور جو دور دور تک پہاڑیاں اور ٹیلے ہیں سب سے خوشبو آرہی ہے اس جگہ جو اُس کا انداز ہے وہ بھی بڑا نرالہ ہے۔

یا خیر من یہ بھی لوگوں کو جو لفظ یا پر اعتراض ہوتا ہے کہ بعد از وصال یہ نہیں بولنا چاہئے پہلے بھی اُس نے آ کے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہا اور پھر یا خیر من دمنت جتنے بھی اس سے آپ بہتر ہیں آپ کو خطاب کر رہا ہوں۔ اور فرمانے لگا۔

نفس الفداء لقبب وانت ساکنة ۔

میری جان اس قبر پہ فدا ہو جائے جس میں آپ موجود ہیں آپ کی ذات تو ذات رہی لیکن میرے محبوب علیہ السلام۔

نفسی الفداء لقبر وانت ساکنة ۔

کتنا ادب ہے کہ جس قبر میں آپ محو آرام ہیں جس جگہ آپ آرام فرما ہیں میر جان بھی اس جگہ پہ فدا ہو جائے۔

فیه العفاف وفیه الجود والکرم ۔

یہ قبر جس میں آپ تشریف فرما ہیں اس میں پاکدامنی ہے اس میں کائنات کا جو آرام فرما ہے اور اس کے اندر کائنات کا کرم موجزن ہے اُس نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن کو جود عفاف اور کرم کے ساتھ تعبیر کر رہا ہے کہ یہ عام نہیں جس طرح

کوئی مردہ کسی قبر کے اندر پڑا ہوا یہ قبر کائنات میں سب سے بڑا مرکز برکت ہے اور مرکز عطا ہے۔

فیه العفاف فضیه الجو دو الکرم

زمانے نے پھر میں کہیں سے بھی اتنا نہیں ملتا جتنا یہاں سے ملتا ہے فیہ الجود یہاں پر جود وسخا ہے اور یہاں پر عفاف اور تقدس ہے والکرم اور یہاں پر اللہ تعالیٰ کے کرم کے مناظر نظر آرہے ہیں۔

جس قبر کے اندر اے محبوب علیہ السلام آپ تشریف فرما ہیں۔ امام عتبی کہتے ہیں کہ وہ دیہاتی یہ اشعار پڑھ کے رخصت ہو گیا میں وہاں بیٹھا تھا کہتے ہیں اسی دوران

غلبتینی عینی

مجھ پر نیند کا غلبہ ہو گیا میری آنکھیں فوراً بند ہو گئیں میں جب نیند میں پہنچا تو۔

رایت النبی صلی اللہ علیہ وسلم

میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لیا وہاں بیٹھے بیٹھے ابھی وہ دیہاتی گیا ہی تھا کہ اُس کی برکت کی وجہ سے میرا بھی کام بن گیا میں نے جب آنکھیں بند کیں مجھ پر نیند طاری ہو گئی تو میں نے دیکھا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں اور آپ فرمانے لگے:

یا عتبی الحق الاعرابی۔

اے عتبی میرا وہ امتی جو ابھی درخواست پیش کر کے گیا ہے تم اُس کے پیچھے جاؤ اُس کو جا کر یہ خوشخبری سنا دو۔ ان اللہ قد غعر له ۔

اللہ تعالیٰ نے اس کے گناہوں کو معاف فرما دیا ہے۔ یہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے صدیوں بعد کی بات ہے ایمان ہو تو ایسا ہو اور ایمان جب ایسا ہے تو کام بھی ایسا ہی بن جاتا ہے وہ سادہ انسان آ کے جھگڑ پڑا اللہ نے فرمایا تھا۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ

اب میں آ گیا ہوں اور میں اس عقیدے سے آیا ہوں کہ آپ میری سفارش کریں گے اب میں بول رہا ہوں میری سن لو اور میری سفارش کر دو اور کس خوبصورت انداز میں اُس نے اشعار پڑھے جو آج بھی امت کے تسلسل میں ہمارا یہ عقیدہ ہے۔

اور جس وقت بات ہوئی ہے زیادہ دیر نہیں لگی وہ فارغ ہوئے ہیں اب کام تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سنتے سمجھتے پھر دربار میں سفارش کرتے پھر اللہ تعالیٰ معاف کرتا اور پھر اس امتی کا کام بن جاتا۔

چند لمحوں میں یہ سارے مراحل پورے ہو گئے ہیں محبوب علیہ السلام نے سن بھی لیا اور سمجھ بھی لیا ہے اس کا مقصد کیا ہے یہ جان بھی لیا ہے اور پھر اللہ سے رابطہ بھی کر لیا ہے اور اللہ تعالیٰ سے بخشوا بھی لیا ہے اور پھر یہ خوشخبری سنوا بھی دی ہے کہ جاؤ اس کو کہہ دو کہ صرف یہ نہ سمجھنا کہ ابھی تمہاری درخواست پیش ہوئی ہے بلکہ اس درخواست پر اللہ نے جواب دیا ہے کہ میں اس کی بھی خبر دے رہا ہوں کہ میں نے درخواست کر دی ہے اور میرے رب نے تمہارے گناہوں کو معاف کر دیا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ ظاہری حیات جو بعد از وصال ہے یہ ہمارے نزدیک حسی ہے حقیقی ہے اور دنیاوی ہے اور یہ حیات شہداء کی حیثیت سے کہیں بالاتر ہے شہدا کو ایسی حیات نہیں ملتی جس طرح کہ خالق کائنات جل جلالہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائی ہے اور یہ واضح ہے کہ جب شہدا کو آپ کے صدقے ملی ہے تو ان کی حیات کی حیثیت اور ہے ہمارے محبوب علیہ السلام کی حیات کی حیثیت اس سے بالکل مختلف ہے۔

اس واسطے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے اس وقت لکھا جواب یہ اختلاف کی بات چلی ہے اُس وقت کوئی اس کا وجود نہیں ملتا۔ حضرت عبدالحق محدث

دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس وقت اپنی کتاب سفر اسعادت کے اندر اس بات کو تحریر کر دیا ہے۔ سفر السعادت کے اندر اس بات کو صفحہ نمبر 172 پر لکھتے ہیں۔ (کہ حیات انبیاء علیہم اسلام بحیات حسی دنیاوی موصوف اند)

حسی کا مطلب یہ ہے کہ یوں نہیں کہ حیات ہے لیکن اُن کے بدن کو پتہ ہی نہیں کہ میں زندہ ہوں یا میں مردہ ہوں حیات حسی ہے جو انہیں خود محسوس ہوتی ہے اور کوئی کشف والا ہو تو اسے بھی محسوس ہو جاتی ہے۔ اور بعض لوگوں کو وہ خود محسوس کروا دیتے ہیں یہ حیات حسی ہے۔

اور آپ کی حیات دنیوی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ جو دنیا میں آثار مرتب ہوتے ہیں وہ سرکار کی حیات پر اور انبیاء علیہم اسلام کی حیات پر بھی مرتب ہوتے ہیں کوئی بلائے اس کی بات کو سن لینا سمجھ لینا قبر میں نماز پڑھ لینا اور قبر میں اللہ کا دیا ہوا رزق کھا لینا قبر کے اندر رہتے ہوئے حالات پہ مطلع رہنا قبر کے اندر رہتے ہوئے امت کے حالات سے واقف ہونا اور جو سلام کرے اس کے سلام کا جواب دینا اور جو مدد چاہتے اللہ کے اذن سے اس کی مدد کر دینا یہ حیات حسی اور دنیوی کا مطلب ہے۔

موصوف اند بالاتر از حیات شہیداء

یہ انبیاء علیہم السلام کی جو حیات ہے یہ حیات شہدا سے کہیں زیادہ اونچی ہے کہ

ایں حیات معنوی اخروی است کہ شہدا

یہ انبیاء علیہم السلام کی جو حیات ہے یہ حیات شہدا سے کہیں زیادہ اونچی ہے کہ ایں حیات دنیوی اخروی است کہ شہدا کی جو حیات ہے وہ معنوی ہے وہ حسی نہیں اور ان کی حیات آخروی ہے وہ دنیوی نہیں اور انبیاء علیہم السلام کی حیات حسی ہے اور حقیقی ہے اور دنیوی ہے اسی وجہ سے ہی تو خالق کائنات نے حرام کر دیا ہے کہ انبیاء کرام کا جب وصال ہو جائے تو ان کی زوجہ سے کسی کا نکاح نہیں ہو سکتا کسی حال میں بھی نہیں

ہو سکتا۔ اس واسطے کہ جن کے شوہر زندہ ہوں ان آگے کس طرح نکاح ہو سکتے ہیں لیکن شہیدا جس کے بارے میں قرآن بل احیاء کہہ رہا ہے وہ زندہ ہیں لیکن پھر بھی ایسی زندگی نہیں جیسی انبیاء کی زندگی ہو اس واسطے شہدا کی وفات کے بعد اُن کی ازواج کا آگے نکاح ہو سکتا ہے۔ لیکن انبیاء علیہم السلام کو اللہ نے ایسی زندگی عطا کر رکھی ہے کہ جو شہدا اکرام کی حیات سے اتنی بالاتر ہے کہ ان کے عقد میں جو ازواج آ گئی ہیں وہ ان کے وصال کے بعد کسی اور کے عقد میں نہیں جا سکتا۔ تو کتنی سوچنے کی بات ہے کہ قرآن پاک نے جن کو بل احیاء کہا اُن کی حیات تو بندے تسلیم کر لیں۔ لیکن جن کے صدقے میں ان کو حیات ملی ہے اُن کی حیات کا انکار کر دیں۔ حیات شہداء ایک طے شدہ حقیقت کی حیات انبیاء اس سے بڑی حقیقت ہے اور اتنی بڑی حقیقت ہے کہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اس وقت لکھا۔

دریں مسلہ ہیچ کس راز اعلماء امت خلاف نیست حیات انبیاء کے بارے میں پوری امت میں سے ایک عالم دین کا بھی اختلاف نہیں ہے دسویں صدی ہجری کے اندر انہوں نے اس بات کا اعلان کیا حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ دسویں صد ہجری کے بعد اپنی اس حقیقت کو کہ امت اس وقت تک جس عقیدے پر موجود تھی بیان اور واضح کر دیا کہ امت میں سے کوئی انسان بھی نہیں ہے جو قابل ذکر ہوا اور اُس نے انکار کیا ہو یہ بعد کی پیداوار ہے جو کچھ لوگوں اپنے اختلاف بنائے اور اس عقیدے کے خلاف بھی بولنا شروع کر دیا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ امت کا اتفاقی مسئلہ رہا ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آج بھی امت اس عقدیے کی لطافت تو محسوس کرتی ہے اس واسطے بچے بچے سے پوچھ لو۔

لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۔

کا مطلب کیا ہے تو کوئی بھی ایسا نہیں ہے کہ جو یہ کہے گا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول تھے۔ نہیں نہیں بلکہ بچہ بچہ بولے گا کہ اللہ کے رسول ہیں۔ تو جب ان کی رسالت ڈنکے بج رہے ہیں تو ان کی حیات کے بھی ڈنکے بج رہے ہیں۔

محتشم سامعین حضرات۔

اس سلسلے میں خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنی تشریحات فرمادی ہیں کہ اب مزید کی گنجائش باقی نہیں رہی اور شک کا کوئی پہلو بھی باقی نہیں رہا۔

(سنن ابوداؤد شریف کی حدیث نمبر 1047 باب فضل یوم الجمعہ ولیہ الجمعہ)

یہی حدیث شریف ابن ماجہ میں حدیث نمبر 1036 ہے اور یہی حدیث نسائی شریف میں موجود ہے کہ۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ اس حدیث کی روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ان من افضل ایامکم یوم الجمعة ۔

میری امت تمہارے افضل دنوں میں سے ایک افضل دن جمعہ کا ہے اور بھی افضل ہیں لیکن ان میں سے ایک افضل دن جمعہ کا دن ہے اس دن کی فضیلت کی تاریخ کیا ہے فرمایا فیہ خلق ادم حضرت آدم علیہ السلام کا یوم میلاد ہے اس دن حضرت آدم علیہ السلام پیدا ہوئے۔ وفیہ قبض اور اسی دن آپ کا وصال بھی ہوا۔

وفیہ النفخة وفیہ الصعقة ۔ اسی کے اندر صور پھونکا جائے گا جب قیامت برپا ہوگی اور اسی دن لوگ قبروں سے اٹھیں گے اس دن کی یہ حیثیت بیان کرتے ہوئے میرے محبوب علیہ السلام فرمانے لگے جب یہ ماضی اور مستقبل کے لحاظ سے اتنا تاریخی دن ہے تو میری امت مجھے بھول نہ جانا۔

اکثر واعلی من الصلوٰۃ فیہ ۔

اس دن مجھ پر کثرت سے دُرود پڑھنا۔اب اس بات کو بھی ذہن میں رکھو۔کہ مقصود کیا ہے کہ قیامت اسی دن میں ہے تو یہ دن سخت ترین ہوگا تو اس میں وہ کام کرلو جس کر برکت سے سختی ٹل جائے اور اس دن حشر کی ہولناکیاں ہیں اس دن کہا جائے گا پہلے ان کا اس دن ہی بھول ہوتا تھا جب دُرود سلام کے سائے تلے بیٹھے تھے اگر چہ آج قیامت ہے مگر ان کا آج وہ اعزاز برقرار ہونا چاہتے قیامت کے دن کا تعارف کروا کے فرمایا پھر جب یہ بات ہے کہ اس دن قیامت آگے گی تو میری امت مجھ پر کثرت سے دُرود پڑھنا اور یہ بات بھی عرض کردوں جمعہ کو ہماری عید کہا گیا۔

الجمعۃ عید للمسلمین ۔

جمعہ مسلمانوں کے لیے عید کا دن ہے لیکن یہ ایک پیغمبر علیہ السلام کا یوم وصال بھی ہے تو پتہ چلا کہ اگر انبیاء علیہم السلام کے ولادت کے دن اگر وصال ہو جائے تو اس دن کا عید ہونا پھر بھی ختم نہیں ہوتا۔وہ پھر بھی عید ہوتا ہے۔جس طرح کہ حضرت آدم علیہ السلام جمعہ کو ہی پیدا ہوئے اور جمعہ کے دن وصال ہو گیا لیکن پھر بھی ہمیں کہا جا رہا ہے کہ یہ جمعہ تمہاری عید ہے اس واسطے جو ولادت سے نور آیا تھا وہ وصال کی وجہ سے ختم نہیں ہو گیا۔پھر بھی باقی ہے اور ایسے ہی ہمارے محبوب علیہ السلام کی آمد اور تمام مسئلہ ہے اس کو زیر غور کیجئے۔اب اس مقام پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرما رہے ہیں اس دن مجھ پر کثرت سے درود پڑھنا۔کیوں فرمایا۔

فان صلوٰۃ تکھم معروفۃ علی

اس واسطے کہ تمہارا دُرود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے میں تمہارا دُرود اس واسطے کہ تمہارا دُرود سنتا ہوں گا تم پڑھتے رہو گے۔ فاکثروا

مجھ پر زیادہ دُرود پڑھنا۔ یہ نہ سمجھنا کہ تمہارا کوئی دُرود سن نہیں رہا اور پہنچ نہیں

رہا۔ تمہارا دُرود پہنچے گا اور میں سنوں گا قَالُوْا صحابہ کرام نے سوال پوچھ کے ہماری الجھن کو دور کر دیا کہنے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ ابھی تو ہم حاضر خدمت میں ہیں دُرود پڑھتے ہیں لیکن ایک وقت وہ بھی آئے گا جب وعدہ الٰہی پورا ہوگا ہم پیچھے رہ جائیں گے آپ اپنے روضہ پاک میں تشریف لے جائیں گے تو پھر ہم کیسے دُرود پڑھیں گے۔

اب تو ہم سامنے بیٹھ کر پڑھتے ہیں اور آپ تو دُرود پڑھنے کا حکم قیامت تک کی ساری امت کو دے رہے ہیں تو جب آپ کا وصال ہو جائے گا موت آجائے گی وقد ارمت۔ کا معنی ہے کہ جب آپ بوسیدہ ہو جائیں گے تو پھر کیا ہوگا تو پھر کسی کو ہم دُرود سنائیں گے کون دُرود سنے گا کس کو دُرود بھیجیں گے جب یہ سوال کیا گیا تو میرے محبوب علیہ السلام کی مقدس زبان سے یہ لفظ نکلے جس نے قیامت تک کے عاشقوں کو سکون کے پیالے پلا دیے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دیا۔

ان اللہ عزوجل حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء

میرے صحابہ موت کی باتیں کیا کرتے ہو اور بوسیدہ ہونا یا پرانا ہونا اس کا تمہارے نزدیک کیا تصور ہے وہ اور ہیں جو مرتے ہیں مر جاتے ہیں سن لو بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر رکھا ہے وہ کسی بھی پیغمبر کو چھیڑ نہیں سکتی جسم کو کھا نہیں سکتی۔ اللہ کے نبی کا جسم قبر میں بھی سلامت ہوتا ہے اب سوال اور جواب کی ماسبت سنیئے سوال یہ نہیں تھا کہ جسم سلامت رہے گا یا نہیں رہے گا اور محض ایک تھوڑا سا تصور پیش کیا گیا تھا اصل مسئلہ تھا دُرود پہنچے گا۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ حیات سے اتنا واضح طور پر کنایہ ہے کہ بدن پڑا ہو اور اس میں کوئی حیات نہ ہو اور احساس نہ ہو تو پھر صلوٰۃ پڑھنے کا فائدہ کیا ہوگا اور سوال کے جواب کی حیثیت کیا ہوگی یہ کنایہ ہے کہ اصل

میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ لفظ بدلنا کہ ہمارے جسم محفوظ رہیں گے اس میں یہ اعلان تھا کہ ہماری حیات برقرار رہے گی جو تم پڑھتے رہو گے ہم اُس کو سنتے رہیں گے آپ نے واضح طور پر فرما دیا۔

حَرَّمَ عَلَی الْاَرْضِ

اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا کہ وہ پیغمبر کے جسم کو کھائے۔ اللہ کا ہر نبی زندہ ہوتا ہے اگلی حدیث میں یہ لفظ تفصیل سے آجائیں گے لیکن یہاں پر یہ فرمایا کہ زمین پر اجساد بنیاد کو حرام کر دیا گیا تو کہاں تک ان لوگوں کی سوچ جو بیان توحید میں یہاں تک گزر جائے ہیں کہ جب تک معاذ اللہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ لفظ بول دیں کہ وہ مٹی میں مل گئے اور ساتھ ارد گرد کی باتیں نہ کریں تو انکو چین نہیں آتا جبکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان تو اس حقیقت کو قیامت تک کے لئے واضح کر رہی ہے فرمایا صرف میرا ہی نہیں مجھ سے پہلے تمام انبیاء کرام کے اجسام اور میرا جسم قبور کے اندر محفوظ رہیں گے اور اللہ تعالیٰ سب کو حیات عطا فرماتا ہے۔

اس مقام پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان تھا کہ تمہارا دُرود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے یہ بہت بڑی عظمت ہے لیکن جو لوگ در پے ہی اس کے ہیں کہ ہم نے کوئی رخنہ تلاز کرنا ہے وہ کہتے ہیں دُرود پیش تو کیا جاتا ہے لیکن خود نہیں پہنچتا اور خود نہیں سنتے کوئی سناتا ہے تو پھر سنتے ہیں وہاں فرشتے جا کے پیش کرتے ہیں تو سن لیتے ہیں اگر چہ یہ بات بھی ہمارے ہی عقیدہ کی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مر کی مٹی میں مل گئے ہوتے پھر تو جا کر ہزار فرشتے بھی آوازیں دیتے رہتے تو کون ان کی آواز سنتا۔

سرکار اُس کو سنتے ہیں تو فرشتے وہاں جا کے پہنچاتے ہیں تو پتہ چلا کہ کان سننے کے قابل ہیں اور اس طرح کوئی بھی نہیں سنتا جس طرح کہ وہ سنتے ہیں اور اس قدر چمک قبر مبارک میں موجود ہیں فرشتوں پیش کیا ہوا دُرود سنتے ہیں اور یہ معروضتہ کے

الفاظ اس واسطے ہیں کہ یہاں سے کوئی بولے گا تو آپ کے کان سن نہیں سکیں گے جو فرش پہ بیٹھ کے آسمان کی آوازیں سن لیتے ہیں وہ یہاں سے وہاں تک سنتے ہیں اصل میں یہ ادب واحترام ہے کس کا؟ ایک تو دُرود شریف کا دوسرا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دربار کا کہ یہ ادب سے پیش ہونا چاہئے فرشتے نور کی پلیٹوں میں رکھتے ہیں اور جا کے پیش کر دیتے ہیں اس نے تو یہ ظاہر کرنا تھا کہ اس دربار کا ادب اتنا زیادہ ہے کہ انہیں خود تکلیف نہ کرنا پڑے ان کے دربار میں پیش کیا جا رہا ہے جیسے درجنوں احادیث میں ہے کہ جس وقت کوئی سبحان اللہ کہتا ہے الحمد للہ کہتا ہے اللہ کا ذکر کرتا ہے فرشتے نور کی پلیٹوں میں رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے دربار میں جا کے پیش کرتے ہیں تو کیا کوئی یہ کہے گا۔ کہ اللہ تعالیٰ کو ویسے سنائی نہیں دے رہا تھا فرشتے لے گئے ہیں تو پھر پتہ چلا نہیں نہیں وہاں یہ بات نہیں ایسے ہی اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہاں بھی یہ بات نہیں ہے ہر جگہ سے خود بھی سن لیتے ہیں لیکن ادب یہ ہے کہ فرشتے دربار میں پیش کر دیتے ہیں محتشم سامعین حضرات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان جس کو حضرت ابودردہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں اور یہ حدیث شریف "ابن ماجہ" کے باب ذکر وفاۃ صلی اللہ علیہ وسلم کے اندر ہے اور حدیث کا نمبر 1637 ہے حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ اس کو روایت کرتے ہیں۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثروا الصلوٰۃ علی یوم الجمعۃ فانہ یوم مشہود تشہدہ الملائکۃ۔

اب اس حدیث شریف کا مضمون پہلی حدیث سے مختلف ہے آگے جا کے سوال ایک طرح کا ہو جائے گا۔

آپ نے فرمایا کہ مجھ پر جمعہ کے دن کثرت سے دُرود پڑھو کیوں؟ فرمایا یہ دن یوم مشہود ہے مشہود شہادت سے بنا ہے کہ اس دن گواہی دینے والے تمہارے بارے

میں گواہی وصول کرنے کے لئے آتے ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جا کے گواہی دینی ہوتی ہے وہ آ کے دیکھتے ہیں کہ تم کیا کر رہے ہو وہ کون ہیں۔ فرمایا

تشہدہ الملائکہ

اس دن فرشتوں کی خصوصی ڈیوٹی ہوتی ہے جاؤ اور زمین پر جا کے دیکھو کہ میرے بندے کیا کر رہے ہیں اور یہ بھی اللہ تعالیٰ نے نظام بنا رکھا ہے جانتا تو وہ ویسے بھی ہے لیکن وہ فرشتوں کو بھیجتا ہے ہمارے محبوب علیہ السلام فرما رہے ہیں میری امت اس دن دُرود کثرت سے پڑھو کیونکہ فرشتے آئیں گے اور جب تم مجھ پر دُرود پڑھ رہے ہو گے تو حاضری اچھی لگ جائے گی یہ علت بیان کر دی کہ مجھ پر کثرت سے دُرود پڑھو یہ نہیں فرمایا کہ میں کوئی تمہارا محتاج ہوں فرمایا نہیں فائدہ تمہارا ہے۔

اکثرو الصلوٰۃ علی یوم الجمعۃ ۔

کثرت سے تم مجھ پر دُرود پڑھو کیونکہ، مشہود یہ یوم مشہود ہے۔

تشہد الملائکۃ ۔

فرشتے آ کے مشاہدہ کرتے ہیں اور دیکھتے ہیں پھر جا کے اللہ تعالیٰ کے دربار میں تمہاری کاروائی بیان کرتے ہیں جب وہ آئیں گے تم دُرود وسلام پڑھ رہے ہو گے رب کے دربار میں جا کے کہہ دیں گے اور ساتھ تمہارے ہفتے بھر کا کیا ہوا بھی پیش ہو گا ہر ایک کا رجسٹر اللہ کے دربار میں سامنے ہو گا چونکہ ایک روزانہ کا حساب ہے اور ایک ہفت روزہ ہے ماہانہ ہے اور سالانہ ہے تو جب ہفتے بھر کے تمہارے اعمال اللہ کے دربار میں سامنے ہوں گے ہو سکتا ہے کہ کتنی کجی اُس میں ہو گئی۔ ہو سکتا ہے کتنی خطائیں ہوں ہو سکتا ہے کتنی قابل گرفت باتیں ہوں۔ لیکن جب ساتھ یہ بھی پہنچے گا کہ اج یا اللہ جب ہم آئے تھے تو وہ دُرود پڑھ رہا تھا اور جب گئے تھے تو پھر بھی وہ دُرود پڑھ رہا تھا تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قوی امید ہے کہ وہ ہفتے بھر کے گناہوں کو اسی صدقے میں

معاف فرمادے کہ فرشتو ٹھیک ہے ہفتہ بھرتو اس سے ایسا ہوتا رہا لیکن تم خود گواہی دے رہے کہ وہ دُرود پڑھ رہا تھا اور محبوب علیہ السلام کو یاد کر رہا تھا تو ان حکمتوں کے پیش نظر اور ان کے علاوہ بھی درجنوں حکمتیں موجود ہیں میرے محبوب علیہ السلام نے فرمایا دیا جمعہ کے دن کثرت سے دُرود پڑھو کہ اس دن فرشتے تمہیں دیکھنے کے لئے آتے ہیں اور ان کو تم تب اچھے لگو گے جب تم میرے ساتھ محبت کر رہے ہو گے دُرود پڑھتے رہنا تاکہ فرشتے تمہیں دیکھ کہ خوش ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ کے دربار میں تمہاری اچھی حاضری لگوادیں۔ اس کے ساتھ آپ نے ایک اور جملہ ارشاد فرمایا!

ان احدالن یصلی علی الا عرفت علی صلونہ حتی یفرع منھا ۔

فرمایا کہ کوئی بھی تم میں جب دُرود پڑھے گا آج یا کل قیامت سے ایک صدی پہلے یا قیامت تک جب بھی یہاں بیٹھا ہوا یا ورکہیں جدھر سے بھی سلام پڑھے گا وہ سلام مجھ پہ پیش ہو گا تو کیا ہو گا میں سنوں گا کتنا سنوں گا فرمایا۔

حَتّٰی یَفْرُغَ مِنْھَا ۔

اُس وقت تک سنوں گا، جس وقت تک وہ سنائے گا، میں تھکوں گا نہیں میں تھکاوٹ کا اظہار نہیں کروں گا کہ یہ امتی مجھے آرام ہی نہیں کرنے دیتے بار بار سلام کہہ رہے ہیں اور بار بار صلوٰۃ کہہ رہے ہیں مجھے ہر بار توجہ کرنا پڑتی ہے فرمایا نہیں نہیں ایسی اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی صلاحیت ہے اگر کروڑ بلائیں گے تو میں کروڑ کا سنوں گا اگر اورب بلائیں گے تو میں ان سب کا سنوں گا کوئی بھی پڑھتا جائے گا میں سنتا جاؤں گا اور یہ میں نے اپنی محبت کا اظہار کر دیا ہے کوئی بھی اس طرح نہ پڑھے اس لہجے میں نہ پڑھے اس عقیدے سے نہ پڑھے کہ میں جو پڑھ رہا ہوں وہ ہواؤں میں شامل ہو رہا ہے پتہ نہیں ادھر حاضری لگ بھی رہی ہے یا نہیں لگ رہی یا جواب بولا ہے یہ سنا گیا

ہے یا نہیں سنا فرمایا۔

حتی یفرغ منھا ۔

اگر اس سے سو بار پڑھا ہے میں سو بار سنوں گا اس نے ہزار بار پڑھا ہے تو میں ہزار بار سنوں گا پہلے وہ پڑھنا بس کروں گا پھر میں اپنا کان پیچھے ہٹاؤں گا۔

حتی یفرغ منھا ۔

اب ان الفاظ نے یہ بھی واضح کر دیا ہے کہ اگر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو معاذ اللہ یہ حیثیت ہوتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بغیر روح کے لیٹے ہوئے بدن تو سلامت ہے باقی فرشتوں کا کام ہے کہ وہ صلوٰۃ وصول کریں اور وہ جواب دیتے رہے اور اگر یہ ایک حیثیت ہوتی تو ہرگز رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بارے میں یہ نہ فرماتے بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں سنتا رہتا ہوں۔

کب تک میں سنتا ہوں "حتی یفرع منھا" پہلے پڑھنے والا فارغ ہوتا ہے پھر میں اس کی طرف فارغ ہوتا ہوں اور یہ واضح بتا دیا ہے کہ کوئی غفلت وسستی کے ساتھ مجھے سلام نہ کہے یاد تو مجھے کر رہا ہے لیکن دھیان کہیں اور ہو تو پھر یہ بے ادبی ہو جائے گی مجھے یاد بھی کرنا اس عقیدے کے ساتھ کہ ہر وقت مسلسل تمہاری بات پہنچ رہی ہے اور میں تمہاری طرف توجہ بھی کر رہا ہوں۔

ایسے میں حضرت ابودرد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔

قلت میں نے کہا وبعد الموت یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب موت کا وقت آ جائے گا تو پھر کیا ہوگا موت کے بعد کیسا ہے تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء ونبی اللہ حیی یرزق ۔

فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر رکھا ہے کہ وہ انبیاء کے جسم کو کھا نہیں سکتی تو مطلب اس کا کیا ہے آپ نے خود بیان کر دیا۔

فنبی اللہ حی ۔

پس اللہ کا نبی زندہ ہے قبر میں بھی ''نبی الہ حی'' اللہ کا نبی زندہ ہے تو یہ کسی زندگی ہے کیا محسوس یا غیر محسوس حسی یا غیر حسی اُس کا دنیاوی عادات کے ساتھ تعلق ہے کہ نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا برزق قبر میں اس کو رزق بھی دیا جاتا ہے یوں نہ سمجھو کہ جس طرح ٹیسٹ ٹیوب میں کوئی پڑا ہوا اور غیر محسوس ہو اور اس کی کوئی حیثیت نہ ہو فرمایا نہیں نہیں اللہ تعالیٰ کا پیغمبر اپنی قبر میں زندہ ہوتا ہے اور زندگی اس حالت کی ہوتی ہے کہ وہ رزق وصول بھی کرتا ہے اور رزق تناول بھی کرتا ہے اور رزق اس مقام کے لائق ہوتا ہے تو میرے محبوب علیہ السلام نے واضح فرما دیا کہ اے ابو ودسب تک میرا پیغام پہنچا دینا وہ اور ہیں جو مر کے مر جاتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں جو موت کا ذائقہ لے کے بھی زندہ رہتے ہیں۔

اب نبی اللہ حی اللہ کا نبی زندہ ہے۔ یہ نعرہ ہمارا بنایا ہوا نہیں ہے یہ تو محبوب علیہ السلام کا پڑھایا ہوا نعرہ ہے۔ نبی اللہ حی اللہ کا نبی زندہ ہے اُدھر یہ ہے۔

اَللّٰہُ لَآ اِلٰـہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ۔

وہ بھی حی ہے یہ بھی حی ہے۔ لیکن فرق زمین و آسمان سے بھی زائد ہے وہ حی ہے اس کو حیات کسی نے عطا نہیں کی یہ حی ہیں اُس کی دی ہوئی حیات سے حی ہیں اور وہ زندہ ہیں۔ وہ ایسا حی ہے کہ جس پر زوال نہیں جس پر موت نہیں جن پر ایک لمحہ کے لئے بھی فنا نہیں۔ جس پر کوئی ایسا حملہ ہو نہیں سکتا یہ بھی حی لیکن موت کا ذائقہ چکھ لینے کے بعد بھی حی ہیں موت ضرور آئی تھی وعدہ پورا ہو گیا تھا مگر خالق کائنات جل جلالہ نے ایسی چمک دی ہے جس کی بنیاد پر پورا بدن چمکتا ہے اور حیات برقرار ہو جاتی

ہے۔اب دیکھئے قرآن پاک تو یہ بھی اعلان کرتا ہے کہ جو نیک کام کرے۔

فَلَنُحْيِيَنَّهُ حَيَاةً طَيِّبَةً ۔

ہم اُس کو پاکیزہ زندگی دیں گے محض نیکی کی بنیاد پر لیکن وہ سینہ جس میں نبوت موجود وہ مٹی میں مل جائے یہ کیسے ہو سکتا ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح فرما دیا۔ 'فنبی اللہ حی'' کے الفاظ کے ساتھ کہ ہر مومن کا یہ عقیدہ ہونا چاہئے اور اسی سے لذت ملتی ہے مجھے اس معاملہ پر بڑا افسوس ہے کہ وہ امتی ہو کیسے سکتا ہے اور اُس کو ایمان کی چاشنی کیسے مل سکتی ہے جو اپنے نبی کو معاذ اللہ مٹی میں ملا ہوا سمجھتا ہو اور انکے بارے میں لفظ مردہ بولتا ہو اور اس طرح کی باتیں کرتا ہو۔اس کو امان کی لذت یا ایمان کا پتہ کیسے چل سکتا ہے ہم تو ہر لحہ ایمان کی لذت محسوس ہی اس لئے کر رہے ہیں کہ جن کا کلمہ پڑھا ہے۔خالق کائنات نے اُن کو یوں چمک دی ہے کہ۔

چمک تجھ سے پاتے ہیں سب پانے والے
میرا دل بھی چمکا دے چمکانے والے

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین عرض کر رہی ہوں۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اس حدیث شریف کو روایت کرتے ہیں۔یہ حدیث شریف ابوداؤد میں بھی ہے اور بیہقی نے الدعوات کبیر میں بھی اس کو روایت کیا یہ مشکوۃ المصابیح کے صفحہ نمبر 86 پر موجود ہے۔رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔

آپ نے فرمایا جو بھی مجھے سلام کہتا ہے یا کہے گا اللہ تعالیٰ مجھ پر میری روح کو لوٹا دے گا چونکہ اُس وقت تو کوئی سوال ہی نہیں تھا بات تھی ساری بعد کے معاملے کی۔کہ جب وصال ہو جائے گا تو پھر کیا ہو گا تو میرے محبوب علیہ السلام نے یہ الفاظ بول دیئے ''مامن احد'' عربی گرائمر کے لحاظ سے اس کا مطلب یہ ہے کہ جو بھی آج پڑھے یا دس صدیوں بعد پڑھے چھوٹا پڑھے یا بڑا پڑھے۔عربی پڑھے یا عجمی پڑھے اردو میں

سلام پڑھے یا انگلش میں پڑھے عربی میں پڑھے یا پشتو میں پڑھے جو بھی مجھے سلام کہے جس طرح بھی سلام کہے جس وقت بھی سلام کہے جس جگہ سے بھی سلام کہے جو بھی سلام کہے گا۔

رد اللہ علی روحی ..

مجھ میں میری روح موجود ہوگی۔

حتی ارد علیہ السلام ۔

یہاں تک کہ سن کے خود ارشاد فرماؤں گا۔ اب اس مقام پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان "رد اللہ علی روحی "اللہ تعالیٰ مجھ پر میری روح لوٹا دے گا یہ الفاظ بڑے قابل غور نہیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ روح پہلے بدن سے نکل گی اس سے بہت تکلیف لازم آے گی۔ اس واسطے کہ وہاں کوئی سال میں ایک دو سلام تو نہیں جائے وہاں تو لاکھوں مزشی بھی سلام پہنچاتے ہیں اور لاکھوں عرشی بھی سلام پہنچاتے ہیں تو اگر ہر سلام کے وقت آئے اور پھر نکل جائے پھر آئے اور پھر نکل جائے تو پھر یہ ایک تکلیف کا معاملہ بن جائے گا حالانکہ اسلام کو مطل تو ایک راحتوں کی دعا ہے تو خالق کائنات نے یہ بندوبست کر رکھا ہے۔

دد روح کا مطلب یہ ہے کہ پہلے اللہ تعالیٰ کے جمال میں یوں مستغرق ہیں کہ وہ توجہات اللہ کے دربار میں زیادہ ہیں لیکن جب امتیوں کا سلام پہنچتا ہے تو ادھر سے توجہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ان پر بھی فرما دیتے ہیں کہ یہ تمہارے غلام ہیں اگر چہ تمہیں دیکھ نہیں سکے اب دور سے قریب سے پڑھ رہے ہیں ان پر توجہ کر دو یہ رد روح کا مطلب ہے فرمایا کہ مجھ پر میری روح لوٹا دیا جائے گا کہ میں ادھر سے عالم ملکوت سے جو استغراق ہوتا ہے اس مشاہدہ نے نکل کر ادھر بھی توجہ کروں گا اور جو سلام کہے گا اس کا جواب میں اپنے کسی سیکٹری سے نہیں دلواؤں گا میرے غلامو! سہارا رکھو اور خوش ہو جاؤ تم

مجھے کہتے ہو سلامت رہو میں تمہیں کہتا ہوں سلامت رہو میں خود جواب دوں گا۔

اس میں کتنی لذت اور اس میں غمزدوں کے لئے کتنا سہارا ہے اور قیامت تک کے لئے یہ کتنا ہمارے لئے حصار ہے کہ انسان جہاں کہیں غموں کی دھوپ میں جھلسے لگے فوراً اس دربار میں سلام کہے فائدہ اس کا کتنا ہوگا۔ یہ کہے گا۔

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ ۔

میں آپ کے لئے سلامتی کی دعا کر رہا ہوں۔ تو ادھر سرکار مدینہ کہیں۔

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا اُمَّتِیْ ۔

اے میری امتی میں تجھے سلامتی میں دیکھنا چاہتا ہوں۔ اور سرکار جس کے لئے سلامتی کی دعا کریں اُسے غم نڈھال کیسے کر سکتے ہیں تو یہ قیامت تک کے لئے اُن لوگوں کو جو بالخصوص بعد میں آنے والے تھے ایک ذریعہ دے دیا گیا کہ تم اپنے آپ کو نبی علیہ السلام کے دربار سے دور نہ دے دیا گیا کہ تم اپنے آپ کو نبی علیہ السلام کا جواب بھی ارشاد فرماتے ہیں اور جواب دینا پہلے سننے کو مستلزم ہے اگر کوئی سنائی نہ دے تو جواب کیسے دے یہ نہیں ہوسکتا لہٰذا اقتضاء النص سے یہ ماننا پڑے گا اس مقام پر کہ پہلے سنتے ہیں پھر جواب دیتے ہیں اور پھر جب بیک وقت کروڑوں کے پہنچ رہے ہوں تو ان کے ہاں اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق سے اتنا وسیع مطالعہ ہے کہ ہر لمحہ جو جو بولتا ہے اس کو جانتے ہیں اور اس کو اسی طرح کا جواب دیتے ہیں جس طرح کا وہ سلام کرتا ہے وہ محبت جو اس نے ظاہر کی ہے اسی طرح اپنی طرف سے محبت کا اظہار فرما دیتے ہیں۔

تو یہ رد روح کا مطلب ہوا۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اشعۃ اللمعات میں اس کو بیان کیا ہے رد روح کے اس پورے معنی پر بحث کرتے ہوئے انہوں نے اشعۃ

اللمعات کی جلد نمبر ا اور صفحہ نمبر 407 پر تفصیل سے اس بات کو بیان کیا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ظاہری حیات میں جب وحی نازل ہوتی تھی تو صحابہ کرام نے گفتگو نہیں کرتے تھے ادھر سے توجہ پھیر لیتے تھے نگاہیں ہٹا لیتے تھے آنکھیں بند کر لیتے تھے جب وحی کے نزول کا وقت گزر جاتا جو گھنٹہ تھا آدھا گھنٹہ پانچ منٹ وہ جب گز جاتے تو پھر صحابہ کرام کی طرف دیکھنا شروع کر دیتے تھے اور فرماتے کہ مجھ پر میری روح کو لوٹا دیا گیا تو کیا جب وحی نازل ہو رہی تھی تو روح بدن سے نکل گئی تھی نہیں نہیں روح بدن میں موجود تھی لیکن ساری توجہ روح کے خالق کی طرف تھی اب مخلوق کی طرف کر دی ہے تو اسے قبر شریف میں موجود ہیں جس وقت ان غلاموں کا سلام پہنچتا ہے اللہ کی توفیق سے اس کے اذن کے مطابق اپنے غلاموں پر جو توجہ فرماتے ہیں اس کو رد روح سے تعبیر کیا گیا ہے اب یہاں ہے جو نقطہ اخذ ہوا وہ کتنا حسین نقطہ ہے یہ حدیث شریف ہی اصل میں عقیدے کو ثابت کر رہی ہے کہ ہمارے محبوب علیہ السلام پر موت آئی تو صرف ایک لمحہ کے لئے اس کے بعد نہیں کیوں اس واسطے کہ جس وقت وہ لمحہ پورا ہوا فوراً ایسی بات سامنے آئی۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان موجود تھے اور آج ہمارے لحاظ سے مثال کے طور پر پاکستان کے اندر کوئی ایک منٹ بھی نہیں بتا سکتا کہ جس میں کہیں نہ کہیں سے صلوٰۃ کا نذرانہ پیش نہ کیا جا رہا ہو۔ ایک نہیں بیک وقت ہزاروں پیش کر رہے ہیں اور پھر دیگر مخلوقات میں اب صحابہ کرام کا جونہی لمحہ وصال کے بعد اگلہ لمحہ آیا تو صحابہ کرام کی طرف سے سلام پہنچ چکا تھا تو یہ حدیث شریف ہے کہ جب بھی سلام آئے گا تو میری روح لوٹا دی جائے گی اب پہلا سلام جو بعد از وصال پہنچا تو وعدے کے طور پر حقیقی طور پر لوٹا دیا گیا اور اس وقت سے لے کر قیامت تک رب کعبہ کی قسم ہے ایک لمحہ بھی ایسا نہیں گزرے گا جو سلام سے خالی ہے جب سلام ہمیشہ کے لئے موجود ہے تو پھر روح بھی بدن میں موجود ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بدن روح سے خالی صرف ایک لمحہ کے لئے ہے
اس پر ہمیشہ امت کا عقیدہ رہا ہے اور اس میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ
نے لکھا ہے۔ یہ صرف

بحریان سنت الٰہی موت است بیکرار

اللہ کی سنت کو پورا کرنے کے لئے جو قانون تھا اور وہ بھی اختیار کے ساتھ اور
چاہت کے ساتھ۔

وبعدازاں ہیچ زمانہ خالی نیست

اُس وقت سے لے کر ہمیشہ تک کوئی ایک منٹ بھی ایسا نہیں ہے ک جس میں
محبوب علیہ السلام کا بدن روح سے خالی ہو ہر وقت وہ روح بدن میں موجود ہے حیات
حسی حقیقی دنیاوی اس انداز میں اس میں جلوہ گر ہے کہ جو جو پکارتا ہے وہ سنتے بھی
ہیں۔ جس طرح کے آپ نے ابھی امام عتبی کی بات سنی اعرابی کا آپ نے سلام سن بھی
لیا اور سن کے امداد بھی فرما دی۔ اس واسطے امام اہلسنّت امام احمد رضا خان فاضل
بریلوی علیہ الرحمۃ نے اس تمام بحث کو سمیٹ کے ان اشعار میں بند کر دیا۔

انبیاء کو بھی اجل آنی ہے
مگر ایسی کہ فقط آنی ہے
اُس آن کے بعد اُن کی حیات
مثل سابق وہی جسمانی ہے
اُس کی ازواج کو جائز ہے نکاح
اُس کا ترکہ بٹے جو فانی ہے
یہ ہیں حی ابدی ان کو رضا
صدق وعدہ کی متضاء مانی ہے

یہ موت کا اتنا فلسفہ تھا کہ وہ آئی ہے اور پھر حیات لوٹا دی گئی ہے اور سارے انبیاء کرام کا معاملہ یہی تھا۔ اسواسطے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم معراج کی رات کا منظر بیان کرتے ہوئے خود یہ ارشاد فرماتے ہیں۔

یہ حدیث شریف مسلم شریف میں موجود ہے حدیث کا نمبر 2375 ہے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ اس کے راوی ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

مررت علی موسیٰ لیلۃ استری بی،

جس رات مجھے سیر کرائی گئی اُس رات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا۔

عندالکچیب الاحمر۔

سرخ ٹیلے کے پاس سے

وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّيْ فِيْ قَبْرِهٖ۔

وہ اپنی قبر میں کھڑے ہوکر نماز پڑھ رہے تھے اب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود اس بات کی وضاحت کر رہے ہیں اور پھر یہ دیکھو کہ وہ سفر کتنی تیزی کا تھا اس وقت آپ براق پہ بیٹھے ہوئے تھے وہ سفر کتنی تیزی کا تھا اس وقت آپ براق پہ بیٹھے ہوئے تھے۔ مگر اتنی تیزی کے باوجود بھی نگاہ نبوت قبروں کے اندر بھی دیکھ سکتی ہے۔ حالانکہ تیزی میں بندے کا بھائی بھی سڑک سے تیز رفتاری میں گذرتے ہوئے اس وقت روڈ پہ موسیٰ علیہ السلام کھڑے ہوئے نہیں تھے قبر کے اندر تھے لیکن پھر بھی محبوب علیہ السلام نے دیکھ لیا مگر حیات حسی ہے، حیات حقیقی ہے اگرچہ برزخ کے اندر ہیں مگر دنیوی اس انداز سے ہے کہ جیسے دنیا میں نماز پڑھتے ہوئے قیام کیا جاتا ہے قبر میں بھی قیام کر رہے ہیں قبر میں کھڑے ہوکر نماز پڑھ رہے ہیں یہ کوئی گھڑی ہوئی باتیں نہیں ہیں۔ یہ

تو محبوب علیہ السلام سے پڑھی ہوئی باتیں ہیں۔

وہ اجساد جن پر خالق کائنات نے اتنا کرم کیا اور ان کو نبوت کا مرکز بنا دیا اور اتنی تجلیات عطا فرما دیں کہ جب وہ دنیا سے چلے جاتے ہیں تو اس کے بعد خالق کائنات اُن کو ایسی حیات سے دیتا ہے جس کی بدولت وہ کھڑے بھی ہیں اور نماز بھی پڑھ رہے ہیں حیات سلامت ہے ذہانت موجود ہے عقل ہے حافظہ ہے سب کچھ ہے اور پھر نماز ادا کر رہے ہیں تو یہ شان ہے اللہ کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کہ خالق کائنات جل جلالہ ان کو مرنے کے بعد ایسی حیات عطا فرما دیتا ہے۔

یہ معاملہ تو ایک حقیقی معاملہ ہے اور اس پر جو دلائل ہیں وہ ایک انبار ہے لیکن ہم تو یہ بیان کر رہے ہے کہ محبوب علیہ السلام کو جن نگاہوں نے دیکھا اور جہاں جہاں بھی ایمان جلوہ گر ہو گیا اگر چہ محابیت پر فائز نہ ہو سکے لیکن آپ کی چمک ایسی ہے کہ جس سینے پر پڑ گئی وہ سینہ بھی قبر میں مدینہ بن گیا، آپ کے بارے میں ایسا سوچنا کہ قبر میں مر کر مٹی میں مل گئے ہیں یہ تو کتنی بڑے بے وقوفی اور کم ظرفی ہے کہ کلمہ بھی پڑھیں اور یہ باتیں بھی کرتے ہیں آپ کے صحابہ کرام کا اتنا واضح عقیدہ ہے۔

یہ حدیث شریف مسلم شریف کی جلد نمبر ا صفحہ نمبر 76 پر موجود ہے کہ جس وقت حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا تھا تو انہوں نے اپنے دوستوں سے کہا تھا کہ جب مجھے دفن کرنا تو پھر کیا کرنا

اقیمو حول قبری

میری قبر کے گرد دائرہ بنا کے کھڑے ہو جانا کیوں؟

حتی استا نس بکم

تا کہ تمہیں دیکھ کر قبر میں میرا دل لگ جائے۔

واعلم ما اراجع رسل ربی

تا کہ فرشتوں کے سوالوں کے جواب دینے میں آسانی پیدا ہو جائے تم ذکر کرتے ہو گے میں سنتا رہوں گا جواب دنیا آسان ہو جائیں گے؟ تو حقیقت میں اُن کے لئے کوئی مشکل کا معاملہ نہیں تھا بلکہ یہ تعلیم تھی بعد والوں کے لئے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تو بہت زیادہ عظمت ہے اور آپ کی حیات کی حیات شہداء سے کہیں زیادہ عظمت ہے یہ تو آپ کے غلاموں میں درجہ بدرجہ ایسی روشنی موجود ہے کہ قبر میں جا کے بعد والوں کو دیکھ کے قبر میں دل لگا سکتے ہیں اور یہ کوئی توہم پرست نہیں بلکہ صحابی ہیں جو حکم دے رہے ہیں کہ تم پڑھتے رہنا میں سنتا رہوں گا تو یہ وہ انداز ہے جو شریعت مطہرہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی چمک کو عطا فرمایا ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ۔

جنتی آنکھ

مدنی ماحول

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ربّ اشرح لی صدری ویسرلی امری واحلل عقدۃ من لسانی یفقھو قولی ۔

احمد ک اللھم یا مجیب کل سائل والصلوٰۃ والسلام علی من ھو افضل الوسائل وعلی الہ واصحبہ ذوی الفضائل

امابعد! فاعوذباللہ من الشیطٰن الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یعلم خائنۃ الاعین وما تخفی الصدور

صدق اللہ العظیم وصدق رسولہ النبی الکریم الامین

ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی یایھا الذین آمنو صلوا علیہ وسلموا تسلیما

الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ

وعلیٰ آلک واصحابک یا حبیب اللہ

مولای صل وسلم دائما ابدا

علی حبیبک خیر الخلق کلھم

اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ وعم نوالہ اتم برھانہ واعظم شانہ کی حمد وثناء اور حضور سرور کائنات، فخر موجودات، زینت بزم کائنات دستگیر جہاں غمگسار زماں سید سروراں حامی بیکساں قائد المرسلین خاتم النبیین احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار گوہر بار میں ہدیہ دُرود وسلام عرض کرنے کے بعد وارثان منبر ومحراب ارباب فکر ودانش نہایت ہی معزز محتشم حضرات وخواتین ربّ ذوالجلال کے فضل اور توفیق سے اس نورانی محفل میں شراکت کی سعادت حاصل ہوئی آج ہماری یہ بھی سعادت ہے کہ بندہ ناچیز کے والد محترم آج کی اس نشست کی صدارت کر رہے ہیں ہمارا آج کا موضوع بھی نہایت اہم موضوع ہے۔

جنتی آنکھ

میری دعا ہے کہ خالق کائنات جل جلالہ، ہم سب کو اپنی نگاہوں کا تحفظ اور ان کی حفاظت کرنیں کی توفیق عطا فرمائے اے خالق کائنات جل جلالہٗ ماہ رمضان المبارک کی عظمتوں کا صدقہ ہم سب کی آنکھوں کو جنتی آنکھ کی روشنی عطا فرمائے۔

پیاری اسلامی بہنو! ہر درس میں ایک پیغام محاسبہ نفس کا بھی ہوتا ہے اور تعمیر سیرت کا بھی ہوتا ہے آج کا موضوع سننے کے ساتھ ساتھ اور سمجھنے کے ساتھ ساتھ پورے کا پورا اپنی عملی زندگی میں اُتارنے والا موضوع ہے اور اس تصور اور اس شوق سے ہم نے اس کو سننا سنانا ہے کہ اگر کہیں ہماری سیرت اور کردار میں کوئی کوتاہی ہے تو ہم فوراً اس کو درست کرتے ہوئے اپنے آئینہ کردار کو بالکل صاف اور شفاف کرلیں۔

میں نے قرآن پاک برہان رشید کی سورۃ غافر کی آیت نمبر 19 تلاوت کی ہے۔

خالق کائنات جل جلالہ ارشاد فرماتا ہے۔

يَعْلَمُ خَائِنَةَ الْأَعْيُنِ

رب کائنات جل جلالہٗ آنکھوں کی خیانت کو جانتا ہے چھپ چھپا کر دیکھنے والی آنکھ کی چوری سے وہ پوری طرح واقف ہے وَمَا يُخْفِي الصُّدُوْرِ اور دل میں سے جو غلط کام کا خیال ہے اللہ تعالیٰ اُسے بھی جانتا ہے۔

خالق کائنات جل جلالہٗ نے انسان کو جن مقاصد کے لئے اعضاء دیے ہیں اگر انہیں مقاصد میں ان کو استعمال کیا جائے تو ربّ ذوالجلال کی طرف سے رحمت کے پھول برستے ہیں اور اگر ان مقاصد سے ہٹ کر ان اعضاء کا استعال کیا جائے تو خالق کائنات جل جلالہٗ بندے سے ناراض ہو جاتا ہے ربّ ذوالجلال نے انسان کو آنکھ جن اعلیٰ مقاصد کے لئے دی ہے اگر ان حدود کے دائرے میں آنکھ کو استعمال کیا جائے تو یہی آنکھ صدیوں منزل تک وصول عطا کرتی ہے اور اگر اس کا صحیح استعمال نہ کیا جائے تو خالق کائنات جل جلالہٗ کا قرآن پاک کہتا ہے۔

ثُمَّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ

اس آنکھ کو بینا نہیں نابینا کہا جاتا ہے اور اس کو اپنے کردار کے لحاظ سے جو اس کا عمل تھا اُس کی نفی کے لحاظ سے اُس کی آنکھ کی افادیت کھو جاتی ہے اور خالق کائنات جل جلالہٗ اس بندے کو نابینا قرار دے دیتا ہے اور دوسرے مقام پر خالق کائنات جل جل لہٗ سورۃ اعراف میں فرماتا ہے آیت نمبر ایک سو اُناسی 179 ہے۔

وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا

کفار کی آنکھیں تو ہیں مگر وہ اُن آنکھوں سے دیکھنے نہیں اب یہ بات بڑی قابل غور ہے کہ اس کا مطلب تو نہیں کہ کفار کو دکھائی کچھ نہیں دیتا اور وہ دنیا کے راستوں میں چلتے ہوئے نابینوں کی طرح چلتے ہیں نہیں نہیں وہ آنکھوں سے دیکھتے تو ہیں مگر وہ نہیں دیکھتے جو اللہ کو پسند آتا ہے خالق کائنات جل جل لہٗ کی مرضی کے مطابق چونکہ نہیں دیکھتے تو خالق کائنات فرماتا ہے کہ ان کی آنکھیں آنکھیں نہیں اور انکار دیکھنا

دیکھنا نہیں رب ذوالجلال نے اُس تمام عمل کی نفی کر دی اُن کی آنکھوں سے جس کا صدور ہو رہا ہے اس واسطے کہ وہاں پہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق آنکھ کا استعمال نہیں ہو رہا مسلم امہ کو خالق کائنات جل جلالہٗ نے یہ ہدایت کی ہے کہ میری رضا کے مطابق اپنی آنکھ کو رکھو اور آنکھ کا تمام تر کردار شریعت مطہرہ کی روشنی میں استوار کرو۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں ایک باقاعدہ حصہ ہے آنکھ کے دائرہ کا اگر ان خطوط کی روشنی میں ہماری آنکھ کھلے گی اور ہماری آنکھ بند ہو گی تو رب کائنات کے فضل سے آنکھ کو وہ لمحہ بھی ملے گا جب خالق کائنات جل جلالہٗ جنت کے دار اسلام میں اس کو اپنا دیدار عطا فرمائے گا۔ دنیا میں آنکھ کی جو افادیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہم نے آنکھ کو چار حصوں میں تقسیم کیا ہے کہ جنتی آنکھ کی چار قسمیں ہیں۔

جنتی آنکھ کی پہلی قسم

پہلی قسم جنتی آنکھ کی یہ ہے کہ وہ آنکھ جنتی ہے کہ جس کو حالت ایمان میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار نصیب ہوا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نورِ مجسم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اس کے جنتی ہونے کا اعلان کیا ہے۔ جامع ترمذی میں صفحہ نمبر ۷۰۵ ابواب المناقب کی حدیث نمبر 3858 میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان موجود ہے فرمایا:

لاتمس النار مسلمارانی اورای من رانی ۔

جہنم کی آگ اس مسلمان کو چھو نہیں سکتی کونسا مسلمان، جس نے مجھے دیکھا ہے جہنم کے قریب وہ نہیں جاسکے گا اور فرمایا اورای من لانی وہ اتنا تابناک انسان ہے کہ جس نے اس کو دیکھ لیا جہنم کی آگ اُس کے قریب نہیں جائے گی۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آنکھ کی اتنی بڑی عظمت بیان کی ہے۔ اگر چہ دنیا میں اس کو اللہ کا دیدار جاگتے ہوئے نہیں ہوسکتا چونکہ دنیا میں ایک ہی آنکھ ہے

جس کو خالق کائنات نے عالم بیداری میں اپنا دیدار عطا کیا ہے اور وہ ہمارے دلوں کے محبوب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں لیکن آپ کو دیکھنے والی آنکھ جو ہے اور یہ تعلیمات اپنا لینے والی آنکھ جو ہے اُسے یقیناً خالق کائنات جل جلالہ جنت میں اپنا دیدار عطا فرمائے گا۔ اسی لئے روزہ کی فضیلت بیان کرتے ہوئے ہمارے محبوب علیہ السلام نے یہ فرمایا ہے۔

للصائم فرحتان فرحة عند فطره و فرحة عند لقاء ربه

کے روزے دار کے لئے دو خوشیاں ہیں ایک تو فطر کے وقت خوشی ہوتی ہے اور دوسری اس وقت خوشی ہوگی جب اللہ تعالیٰ کا دیدار کر رہا ہوگا محشر کے دن جنت کے اندر خالق کائنات جل جلالہٗ اس بندے کو اپنا دیدار عطا فرمائے گا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار کرنے والی آنکھ کی پھر وہ قسمیں ہیں ایک وہ کہ جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری حیات میں حالت ایمان میں آپ کا دیدار کیا (۲) دوسرا وہ کہ جو اس وقت تو نہ کر سکا صدیوں بعد پیدا ہوا لیکن کبھی اس کے خواب میں وہ تجلی رونما ہوئی اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اپنے دیدار سے مشرف کر دیا اس آنکھ کی بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت زیادہ عظمت بیان کی ہے جس کو آج اپنے تقدس کی بنیاد پر یہ انعام ملتا ہے کہ وہ ماہ مدینہ اس کے خواب میں تشریف لے آتے ہیں کنز العمال کے اندر حیات نمبر 41487 میں یہ مضمون موجود ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔

مَنْ رَّاٰنِیْ فِی الْمَنَامِ لَایَدْخُلِ النَّارَ

جس شخص نے مجھے خواب میں دیکھ لیا وہ بھی جہنم میں داخل نہیں ہوگا۔ اگرچہ اس کے ساتھ اس کی کچھ شرائط اور تقاضے ہیں جن کو ملحوظ خاطر رکھا جائے گا۔

لیکن صحیح بخاری کے اندر محبوب علیہ السلام کا یہ جملہ موجود ہے حدیث نمبر

6996 میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ من رانی فقد رای الحق۔ کہ جس نے مجھے دیکھا اس نے میرے ربّ کے جلوؤں کو دیکھا حق کہ یہ معنی دوسرے طبقے کے لوگوں نے بھی یہ کیا ہے ایک تو یہ ہے کہ بالقطع والیقین کہ جس نے مجھ دیکھا تو اس نے مجھے ہی دیکھا کیونکہ شیطان میری مثل اپنا نہیں سکتا اور صورت بنا نہیں سکتا دوسرا یہ ہے کہ جس نے مجھے دیکھا اُس کو خالق کائنات کے جلوؤں کا من وجہ منظر نظر آ گیا اور یہی دیکھنا ایک دن جنت میں اس کے لئے دیدار الٰہی کا سبب بن جائے گا۔

جنتی آنکھ کی دوسری قسم

میری محبوب علیہ السلام فرماتے ہیں:

غفسی عن معارم اللہ

جو دنیا میں غیر محرم کو دیکھنے سے باز رہتی ہے وہ آنکھ محشر کے دن نہیں روئے گی جو دنیا میں فحاشی سے دور رہتی ہے جس آنکھ کے اندر عریانی فحاشی کی وباء کا کوئی اثر نہیں اور جس آنکھ کے اندر عریانی کا کوئی داغ نہیں اور جس کے اندر شبنم سے بھی زیادہ شفاف پن ہے وہ آنکھ جو دنیا میں بالکل طہارت اور تطہیر کے مقام پر فائز ہے غفت عن معارم اللہ وہ ہر طرف دیکھتی ہے مگر جدھر دیکھنے سے ان کا ربّ ناراض ہوتا ہے ادھر وہ نہیں دیکھتی جس آنکھ کو حرام وادی میں داخل ہونے سے بند کر دیا جائے گا میرے محبوب علیہ السلام فرماتے ہیں حشر کے دن اُس آنکھ کے وارے نیارے ہوں گے اور اس کے لئے عجیب نظارے ہوں گے اس دن بڑے بڑے بادشاہوں کی آنکھوں سے جھڑی لگی ہوگی مگر یہ آنکھ اطمینان سے اپنی منزل کا سفر طے کر رہی ہوگی۔

جنتی آنکھ کی تیسری قسم۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیان فرماتے ہیں۔

وعینا سھرت فی سبیل اللہ

وہ آنکھ جو رات جاگ کے پہرے دار کی طرح سلطنت کے گرد پہرہ دیتی ہے سارے لوگ سوئے ہوئے ہیں مگر وہ مجاہد سرحد پر کھڑا ہے اور اپنے ملک کی اسلامی سلطنت کے اندر لوگوں کی عزتیں محفوظ ہیں لوگوں کے آرام محفوظ ہیں اور مال محفوظ ہیں اس مجاہد کی آنکھ کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنا بڑا کردار عطا کیا ہے فرمایا حشر کی ہولنا کیوں کیوجہ سے جب دوسری آنکھوں عطا کیا ہے فرمایا حشر کی ہولنا کیوں کیوجہ سے جب دوسری آنکھوں سے اشک جاری ہوں گے اس آنکھ کو خالق کائنات جل جلالہ یوں اطمینان دے گا کہ اس سے اشک نہیں بہہ رہے ہوں گے اور خالق کائنات جل جلالہ اس کو اپنی نوعیت کی چمک عطا فرمائے گا یہ مجاہد فی سبیل اللہ کی آنکھ ہے یہ اس غازی اور شیر دل انسان کی آنکھ ہے جو خالق کائنات جل جلالہ کے حکم پے اسلام کی جغرافیائی حدود پہ پہرہ دیتا ہے۔

اُس خالق کائنات جل جلالہ نے یہ مرتبہ عطا فرمایا ہے اور یہاں سے ہی اُس بات کو سمجھ لینا چاہئے کہ جو نظریاتی حدود کا محافظ بن جائے اور نظریاتی حدود پر دن رات پہرہ دے اُس آنکھ کا مرتبہ تو اس آنکھ سے بھی زیادہ ہے جو لوگوں کے یقین پر پہرہ دے لوگوں کے عقیدے پہ پہرہ دے لوگوں کے ایمان پہ پہرہ دے لوگوں کے دل کے اندر جو تقوی کا ایک کردار ہے اس کو محفوظ رکھنے میں ہر وقت جاگ کے پہرہ دیتا ہے کہ کہیں شیطان نقب نہ لگا جائے اور کہیں شیطانی حوس کے مارے لوگ دلوں سے عقیدے لوٹ کر نہ جائیں یہ پہرہ بھی بہت بڑا پہرہ ہے جس کی بنیاد خالق کائنات جل جلالہ اس کو آنکھ کو جو پہرے دے رہی ہے خواہ جغرافیائی حدود کے اوپر خواہ نظریاتی حدود کے اوپر اللہ تبارک وتعالیٰ اس کو بھی قیامت کے دن ذلیل ہونے سے بچالے گا۔

جنتی آنکھ کی چوتھی قسم۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

وعینا یخرج منها مثل راس الذباب من خشیة الله

قیامت کے دن وہ آنکھ نہیں روئے گی جو آج اللہ کے ڈر سے روتی ہے آج جس سے اشک بہتے ہیں آج جس سے آنسو جھڑتے ہیں میرے محبوب علیہ السلام فرماتے ہیں اگر چشمہ زیادہ نہیں مثل رأس الذباب مکھی کے سر جتنا چھوٹا سا آنسو آج جس آنکھ سے اللہ تعالیٰ کے ڈر کی وجہ سے نکل آتا ہے اس آنکھ کو بھی خالق کائنات جل جلالہٗ حشر کے دن رسوا نہیں ہونے دیگا آج کی روتی ہوئی آنکھ آج کی پرنم آنکھ آج کی یہ آنکھ جس سے خشیت ایزدی کے موتی جھلکتے ہیں اگر چہ زیادہ نہ ہوں ایک آنسو اس طرح کا جو چھوٹا سا ہے لیکن شرط یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے خوف کیوجہ سے نکلا اور اُس کی تاثیر آگے بدن سے مسلط ہوگئی اور دل میں اُسکا اثر باقی رہا میرے محبوب علیہ السلام فرمارہے ہیں خالق کائنات جل جلالہٗ اُس آنکھ کو بھی محشر کے دن محفوظ رکھے گا۔

اب دیکھئے ان میں سے سب سے پہلی آنکھ وہ ہے کہ جو غیر محرم کی طرف نہیں دیکھتی جس نے اپنے آپ کو پابند کیا ہوا ہے۔اور ہر وقت اس نوز کے زیر سایہ وہ آنکھ موجود ہے کہ جو شریعت نے حدود لگائی ہیں ان سے وہ آگے نہیں گزرتی شریعت کے دائرے میں رہتی ہے اس کے نزدیک تفریح اور ریفریشمنٹ کا جو ایک انداز ہے وہی جو شریعت نے متعین کر دیا ہے جہاں شریعت دیکھنے کی اجازت دیتی ہے ادھر وہ آنکھ دیکھتی ہے اور جدھر سے شریعت روکتی ہے ادھر وہ آنکھ ہر گز نہیں دیکھتی اور نہ ہی چوری اور نہ اعلانیہ۔ بالکل اُس آنکھ نے اپنے آپ کو محفوظ کیا ہوا ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سے فرامین میں ایسی آنکھ کو موضوع بنا کر قیامت تک کے امتیوں کے لئے ایسی آنکھ کو پسند فرمارہا ہے۔

یہاں تک کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے الزواجہ جلد نمبر 2 صفحہ نمبر 4 پر ایسے ہی طبرانی کی معجم کبیر اور حاکم کی مستدرک میں یہ حدیث شریف موجود ہے حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا۔

النظر سهم متهوم من سهام ابليس

آنکھ جس طرح کے میں نے عرض کیا کہ اگر چاہے تو بندوں کو گھنٹوں میں صدیوں کو ہلاکت کی طرف لے جائے میرے محبوب علیہ السلام فرماتے ہیں کہ یہ آنکھ سے دیکھنا ایک تیر ہے کون سا فرمایا جو تیز زہر میں بجھایا گیا ہے اور یہ آنکھ برابر دیکھ رہی ہے تو یہ آنکھ ایک تیر ہے جو دیکھنے والے کو لگ رہا ہے اور ہے کیسا زہر میں بجھا ہوا ہے زہر آلود ہے جب ایک انسان غیر محرم کی طرف نگاہ ڈالتا ہے چوری چھپے دیکھ رہا ہے یا اعلانیہ دیکھ رہا ہے اس کو تصویر کو اخبار میں دیکھتا ہے کسی ناول میں دیکھتا ہے اس کی تصویر کوئی ٹی وی کی سکرین پر دیکھتا ہے یا ویسے اس کو چلتا پھرتا دیکھتا ہے۔

میرے محبوب علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اے انسان تیری روحانی زندگی کو ایک تیر لگ گیا ہے اور تیر بھی عام نہیں وہ جو زہریلا تیر اب اِس کے بعد بچنا مشکل ہو جائے گا تیرے اندر جو نیکی کا ایک گراف تھا وہ نیچے گر چکا ہے اب اس سے تجھ پر لازم ہو گیا ہے کہ فوراً توبہ کرو اور جو ایک مرتبہ ہو گیا اس کے بعد کبھی بھی ایسا نہ ہونے پائے اس واسطے کہ اتنی تیزی سے یہ آنکھ بندے کو گناہ کے دہانے پر پہنچاتی ہے کہ ہاتھ سے گناہ کرتا تھا تو کچھ قوت لگانی پڑے گی اور اگر گناہ قدم کرنا تھا تو چل کے جانا پڑے گا لیکن جہاں بیٹھے ہوئے ہیں بیٹھے بٹھائے یہ بندے کو جہنمی بنا دے گی یہ بیٹھا ہے ٹی وی کی سکرین پہ اُس کی آنکھ لگی ہوئی ہے اور کوئی ناجائز منظر دیکھ رہا ہے تو وہاں بیٹھے بیٹھے ہی اُس آنکھ نے اس کو ایک اچھی دنیا سے نکال کر جہنم کے گڑھے تک پہنچا دیا ہے تو میرے

محبوب علیہ السلام فرما رہے تھے کہ آنکھ کو بچا کہ رکھو اگر تھوڑی سی بھی یہ بے لگام ہو جائے گی تو اتنا زیادہ نقصان کر دے گی کہ یہ زہریلے تیر سے بھی اس بندے کو زیادہ قتل کرنے والی ہے جو اپنی آنکھ پر پہرہ نہیں لگاتا اور آنکھ کو کھلا چھوڑ دیتا ہے تو خالق کائنات اس آنکھ کو جہنمی قرار دے دیتا ہے اور اُس کو جنت سے محروم فرما دیا۔ اس مقام پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے۔

من ترکھا من مغافتی

حدیث قدسی ہے خالق کائنات جل جلالہ فرماتا کسی کی آنکھ اُٹھ گئی اس جگہ کی طرف جہاں دیکھنا حرام تھا خواہ کوئی مرد تھا ایسے ہی حرام ہے کہ مرد مرد کو دیکھ رہا ہو عورت اس کی طرف دیکھ رہی ہو تو اس انداز میں دونوں طرف حکم برابری کا ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نورِ مجسم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اتفاق سے اگر نگاہ اٹھ گئی لیکن کیا ہوا اُس امتی نے فوراً اپنی نظر پھیر لی تو خالق کائنات فرماتا ہے ابدلتہ ایمان۔ میں اُس کو ایک نیا ایمان عطا فرما دوں گا۔ فرمایا یہ جرأت والا انسان ہے اس کو جری کہتے ہیں وہ بہادر نہیں جو کسی بڑے پہلوان کو کشتی میں گرا لے بلکہ وہ بہادر ہے نہیں جو کسی بڑے پہلوان کو کشتی میں گرا لے بلکہ وہ بہادر ہے کہ جب جی چاہ رہا ہو نا جائز دیکھنے کے لئے لیکن یہ جرأت کرتا ہوا آنکھ کو پھیرے اور آنکھ کو بند کر لے آنکھ کو دیکھنے کی اجازت نہ دے یہ بہادروں میں بڑا بہادر ہے کہ جس نے اپنی آنکھ کو یوں بچا لیا کہ جب پھیرنا گیا تو خالق کائنات فرماتا ہے میں وہ وعدہ کرتا ہوں جو میرے حکم پر اس نے اپنی آنکھ کی طہارت کا خیال رکھا۔ میں ایک نیا ایمان اس کو دوں گا کیسے نیا ایمان دوں گا فرمایا۔

یجد حلاوتہ فی قلبہ ۔(حاکم طبرانی، الزواجر ۲/۴)

کہ جس کی مٹھاس اس کو دل میں محسوس ہوتی رہے گی یقیناً ایسے موقع پر کسی کو اگر

تجربہ ہے تو وہ جانتا ہوگا کہ اگر اس نے آنکھ پھیر لی ہے اور آنکھ کو اس طرح آوارہ نہیں ہونے دیا خالق کائنات جل جلالہٗ فوراً اس کے دل میں ایک ذوق پیدا کرتا ہے اور بندگی کا ایک شوق پیدا کرتا ہے اور اس کو خوشی ہوتی ہے کہ دیکھو کوئی روکنے والا تو نہیں تھا میں چاہتا تو جی بھر کے دیکھ سکتا تھا لیکن میں نے اس کو دیکھنے سے اپنے آپ کو روک لیا ہے اس کی وجہ سے دل میں واقع خوشی ہوتی ہے کہ میں اپنے ربّ کا حکم مان کے بندگی کا حق ادا کر رہا ہوں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح طور پر فرمایا ہے کہ ہر عضو کا ایک زنا ہے لوگ سمجھے ہیں۔ زنا ایک قسم کا ہے

العینان زناهما النظر

آنکھوں کا زنا غیر محرم کی طرف دیکھنا ہے آنکھوں کی بدکاری حرام وادی کی طرف دیکھنا ہے یہ آنکھوں کا جرم ہے، جیسے لفظ زنا ایک خاص عمل پر بولا جاتا ہے میرے محبوب علیہ السلام فرماتے ہیں ہر عضو جب اپنی حد سے نکل جاتا ہے جو شریعت نے معین کر رکھی ہے تو وہ ان کی بدکاری ہوتی ہے لفظ زنا کا استعمال فرما دیا ہے اور فرمایا کبھی بھی میرا امتی یہ نہ سمجھے کہ اس نے یوں دیکھ کے کوئی جرم نہیں کیا اس کی آنکھ اتنی گندی ہوگئی ہے بدکار ہوگئی ہے اب جنت کے قابل نہیں رہی اللہ تعالیٰ اس کو اپنا دیدار کیسے عطا کرے اور میں اس کے خواب کیسے آؤں جس کی آنکھ اتنی ہو چکی ہو آنکھوں کو پاک رکھنے کی حکمت ہی یہ تھی کہ اس کو پاک رکھو تو اس کو اچھے مناظر دیکھنے لئے عطا کر دیئے جائیں گے۔

سید عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین ہمیں بار بار اس بات کی طرف متوجہ کرتے ہیں کہ آنکھ کی حفاظت زندگی میں بڑی ضروری ہے اور اس بنیاد پر انسان کو جو ترقیاں لاتی ہیں ان کا ایک اپنا ہی نظارہ ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی امت کو لے کر نکلے تھے استسقاء کے لئے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہم جلد نمبر ا صفحہ 365 پر اس کو لکھا

ہے۔

خرج لیستسقی ۔

امت ساتھ اور ایک جنگل میں آ گئے کہ بارش کا نزول نہیں ہو رہا تو نماز استقاء پڑھتے ہیں جب پہنچ گئے بہت بڑے جنگل کے اندر حضرت عیسیٰ علیہ السلام جماعت شروع نہیں کروا رہے تھے رش بڑا تھا لوگ تنگ تھے کہ جلدی نماز پڑھائیں اور ہم واپس چلے جائیں تو اس وقت آپ نے اعلان کیا۔

من اصاب منکم دنبا ۔

تم میں سے جس نے گناہ کیا ہے وہ گناہ گار انسان یہاں پر نہ ٹھہرے ہم اس کو ساتھ لے کر دعا نہیں کریں گے وہ گنہگار گھر چلا جائے جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف سے یہ اعلان ہو گیا تو

لم یبق معه فی المفازہ الا واحد

ایک کے سوا سارے ہی واپس چلے گئے آپ نے فرمایا جس نے گناہ کیا ہے وہ یہاں نہ ٹھہرے ہم نے اللہ تعالیٰ سے مانگنا ہے تو سارے ہی واپس چلے گئے صرف ایک انسان امت میں سے باقی رہ گیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اُس کو جھنجھوڑا اور آپ نے اس سے پوچھا کہ کیا تمہارا کوئی گناہ نہیں ہے تو وہ کہنے لگا۔

واللہ ما من شیء غیر انی کنت ذات یوم اصلی

میرا کوئی گناہ نہیں ہے ہاں اتنا ہے کہ ایک دن میں نماز پڑھ رہا تھا۔

مرت اقرء ۃ ۔

تو سامنے سے ایک خاتون گزری۔

فنظرت الیها بعینی هذه ۔

کہ میں نے اس آنکھ سے جواب کانی ہو چکی ہے اور اس وقت میں جس سے

محروم ہوں اس آنکھ سے میں نے نماز پڑھتے ہوئے ایک عورت کو دیکھ لیا اس کے سوا میرا اور کوئی گناہ پوری زندگی میں نہیں ہے اور میری آنکھ نے جب اس کو دیکھا تو اے نبی جانتے ہو میں نے آنکھ کو سزا کیا دی تھی جو نہی میری آنکھ دیکھتی گئی۔

لما جاوزتنی ۔

جب وہ عورت آگے گزر کر چلی گئی۔

ادخلت اصبعی فی عینی ۔

میں نے یہ انگوٹھا اپنی آنکھ میں رکھا اور اس کو اچھی طرح دبایا یہاں تک کہ میں نے آنکھ باہر نکال دی آنکھ باہر نکال کے میں نے پکڑ کے اس عورت کے پیچھے پھینک دی اور میں نے آنکھ سے خطاب کر کے کہا کہ ایسا ہی حشر ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی کرے تو اے میرے نبی میں اس آنکھ کو اپنے بدن کیساتھ نہیں رہنے دیا اور میں نے اُسے نکال کر پھینک دیا تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جب یہ واقعہ سنا تو کیا فرمانے لگے۔

ادع اللہ حتی اومن علی دعا ئلک ۔

پھر تم دعا کرو تمہارے پیچھے میں آمین کہتا ہوں تم ایک رہ گئے ہو تو بڑے قیمتی انسان ہو تمہارا تو کردار بڑا اچھا ہے تمہاری تو آنکھ بڑی پاک ہے ایک ہی آنکھ ہے اور وہ بھی پاک ہے جو پلید ہوئی تھی۔ تم نے نکال دی ہے تم اب دعا کرو یہ میری طرف سے اعزاز ہے۔ تمہارے لیے۔

حتی اومن علی دعائلک

میں تمہارے پیچھے آمین کہتا ہوں۔ فدعا۔ اس امتی نے دعا مانگی۔ فتعللت اسماء ۔ فوراً آسمان پر بادل بن گئے اور بارش برسنا شروع ہوگئی۔ آنکھ کی طہارت اور آنکھ کے تقدس میں کتنی برکتیں ہیں۔

اب یہ تصاب ماننے والوں کا ہے جو نہ ماننے والے ہیں جو کافر و مشرک ہیں وہ تو ایسے ہی بکھوڑے ہیں اُن کے لئے یہ باتیں ان کے لئے تو اسلام ہے کہ پہلے اس میں آ جائیں اور یہ سب کچھ ہم سے ہے ہم کلمہ بھی پڑھیں اور آنکھوں سے بدکاری بھی کرتے رہیں تو یہ آنکھ کیا ہو گی ہم کس طرح پھر امیدوار بن سکیں گے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار کے لئے اور خالق کائنات کی قدرت کے دیدار کے لئے لہٰذا یہ جنتی آنکھ ہے اس کی حفاظت ضروری ہے۔

اس کے بعد سید عالم نورِ مجسم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس آنکھ کا تذکرہ بڑی تفصیل سے کیا یہ وہ آنکھ ہے جو اللہ تعالیٰ کے خوف سے روئے اور جس سے آنسو نکلیں اللہ تعالیٰ کے ڈر کی وجہ سے رونے کی کئی قسمیں ہیں۔ رونے کی اقسام کو بیان کرتے ہوئے محدثین نے اس کی چھ قسمیں لکھی ہیں۔

۱- کبھی انسان روتا ہے حزن کی وجہ سے غم کی وجہ سے۔

۲- کبھی روتا ہے وجع یعنی درد کی وجہ سے کہ بدن میں درد ہو رہا ہے تو اس کو رونا آ گیا۔

۳- کبھی روتا ہے فزع کی وجہ سے گھبراہٹ کوئی آ گئی ہے کہ کوئی ایسی آفت آ گئی ہے زلزلہ آ گیا ہے تو اس کو رونا آ گیا ہے۔

۴- چوتھے نمبر پر کبھی انسان روتا ہے خوشی بنا دیر کہ ایسی خوشی تھی اُس سے برداشت نہیں ہو سکتی تھی اور اُس کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے۔

۵- پانچویں نمبر پر شکر کے بھی آنسو ہوتے ہیں۔

۶- اور چھٹے نمبر پر اللہ تعالیٰ کی خشیت سے آنسو نکلتے ہیں۔

ان چھ قسم کے آنسوؤں میں سے سب سے قیمتی آنسو وہ کہ جو اللہ تعالیٰ کے ڈر کی وجہ سے نکلنے والے ہوں۔ یہاں تک کہ آنسو بندے کے نامہ اعمال کو دھو دیتا ہے اور

ایسا ایک آنسو رحمت کے سمندر میں ہلچل مچا دیتا ہے۔
پہلے آنسو جو ہیں ان کے درجات ہیں اور مختلف قسم کی انکی حیثیات ہیں۔ رونے میں انسان کبھی درد کی وجہ سے بھی روتا ہے غم کی وجہ سے روتا ہے نقصان ہو گیا اس کو رونا آ گیا اور کبھی خوشی کی وجہ سے بھی رونا آتا ہے ان آنسوؤں میں اپنی حیثیت کے لحاظ سے بھی رونا آتا ہے جو آنسو غم کا ہوتا ہے وہ گرم ہوتا ہے اور جو آنسو خوشی کا ہوتا ہے وہ ٹھنڈا ہوتا ہے اور اس بنیاد پر جب ایک بندہ مومن اپنے ربّ کے دربار میں خشیت کی وجہ سے اپنے آنسو پیش کرتا ہے یہ آنسو نکلتے ہیں تو کئی جہنموں کو سر کر سکتے ہیں جتنی بڑی حیثیت ہو گئی آنکھ کی اتنا تیز آنسو ہو گا اور اتنی تیز اس کی برودت ہو گئی اور اس کے اندر زیادہ اللہ علیہ وسلم کا ٹپکا ہوا آنسو ہے تو فاضل بریلوی کہتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ کا آنسو ہو تو پھر بھی جہنم کی آگ جلتی رہے ایک آنسو ایسا ہے کہ جس کی وجہ سے جہنم کی آگ بجھ جائے گی۔ فرماتے ہیں۔

اللہ کیا جہنم اب بھی نہ سرد ہو گا
رو رو کے مصطفیٰ نے دریا بہا دیئے ہیں

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک آنسو ہی کافی ہے اور آپ نے جو آنکھ کی شان دی ہے امت مسلمہ کی اس انداز میں تربیت کی ہے کہ ڈرتے ڈرتے ڈر کی بنیاد پر آنسو نکل گے اس آنسو میں ایسی سعادت ہو گی کہ صرف وہ بدن ہی جنتی نہیں ہو گا وہ آنکھ ہی جنتی نہیں ہو گی اُس کے سوز سے ہو سکتا ہے خالق کائنات کتنے لوگوں کو جنت عطا فرمائے۔ اس سلسلے میں ان ماجہ کے اندر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے۔
اور سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت کرتے ہیں میرے محبوب علیہ السلام کا حکمت افروز پیغام ہے اور کتنی تجلی ہے ہر ایک لفظ کے اندر کہ اگر کوئی ایک حدیث انسان اپنی روح کے اندر اتار لے خالق کائنات کے کرم کا صدقہ اس کا ایسا ثواب مسر

آئے گا کہ ظاہر و باطن کے اندر کی تجلیاں آباد ہو جائیں گی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔

یہ حدیث شریف مشکوۃ شریف کے صفحہ نمبر ۲۵۸ پر موجود ہے۔

مامن عبدمومن یخروج عینیہ دموع ۔

ہر مومن آدمی جو مومن بھی ہے شرط یہ ہے کہ ایمان والا ہو بے ایمان نہ ہو۔ بدعقیدہ نہ ہوایمان والا انسان ہواس کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے کتنا بڑا فرمایا۔

وان کان مجل رئس الذباب من خشیۃ اللہ

اگر چہ وہ مکھی کے سر جتنا ہی نکلے لیکن اتنا ہو کہ ٹپک سکے آنکھ سے بہہ کر نیچے آسکے۔

میرے محبوب علیہ السلام فرماتے ہیں کہ نکلے تو اللہ تعالیٰ کے ڈر کی وجہ سے اور اتنا ہو کہ آنکھ سے نکل کر رخسار پر پہنچ جائے تو آنکھ سے ٹپکے اور رخسار پہ جا گرے اللہ تعالیٰ کے خوف کی وجہ سے آنسو نکلا ہوا ہو۔ میرے محبوب علیہ السلام فرماتے ہیں۔

الا حرم اللہ وجھہ علی النار ۔

اللہ تعالیٰ وہ چہرہ جہنم پر حرام فرما دے گا۔ خشیت ایزدی کی وجہ سے آنسو نکلا ہے کتنا قیمتی ہے اللہ تعالیٰ کے دربار میں کتنا پسند ہے انسان کے آنسو بہتے رہتے ہیں کبھی اپنے نقصان کو یاد کر کے کبھی کسی تصور میں غرق ہو کے آنکھوں سے آنسو بہا لیتا ہے لیکن کتنا سعادت مند وہ انسان ہے جس کو یہ توفیق حاصل ہے وہ گناہوں کو گنتا ہے تو کانپتا ہے اس پر جب وجد طاری ہوتا ہے احساس پر بوجھ بنتا ہے دل سے بخارات اٹھتے ہیں تو ماغ میں بادل بن جاتا ہے اور آنکھوں سے ساون کی برسات شروع ہو جاتی ہے ایسے عالم میں آنسو جب ٹپکتے ہیں ان کا نامہ اعمال جو سیاہ ہو چکا تھا پھر صبح نور کی طرح روشن ہو جاتا ہے اس کا دل منور ہو جاتا ہے اور خالق کائنات جل جلالہٗ اس کے بدن کو

جہنم پر حرام فرما دیتا ہے۔

اس سلسلہ میں بخاری و مسلم میں اور مشکوٰۃ شریف کے صفحہ نمبر ۶۸ پر رسول اکرم نورِ مجسم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک بڑا جامع فرمان موجود ہے اگرچہ اس میں ایک بات جو ہے۔ وہ ہمارے موضوع سے منسلک ہے لیکن ہمارے دین کے لحاظ سے وہ سات کی سات باتیں ہی بڑی ضروری ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرما رہے ہیں حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اس کی روایت کرتے ہیں۔

سبعة یظلهم الله فی ظله یوم لا ظل الا ظله .

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا سات قسم کے لوگ وہ ہیں جن کو محشر کے دن اللہ تعالیٰ اپنے سایہ رحمت میں جگہ عطا فرمائے گا، ایک سایہ رحمت اللہ کا بھی ہے وہ ایسا نہیں جس طرح ہمارا سایہ بنتا ہے کہ ایک مادی چیز ہے ایک طرف سے روشنی آئی تو مادی چیز چونکہ کثیف ہے روشنی آگے گزر نہ سکی تو دوسری طرف سایہ بن گیا۔ ایسا سایہ اللہ تعالیٰ کا نہیں ہے اور ایسا سایہ ہمارے محبوب علیہ السلام کا بھی نہیں ہے، خالق کائنات جل جلالہٗ کا اور نوعیت کی بنیاد پر اور محبوب علیہ السلام کا اور حیثیت کی بنیاد پر اُس کی نورانیت جو خالق والی ہے اُس کے لحاظ سے اور محبوب علیہ السلام کی جو مخلوق والی ہے اس کے لحاظ سے ہے سایہ نہیں بنتا۔ اب ایک سایہ ہے جو محبوب علیہ السلام کا بھی کہ جس سائبان میں آج ساری دنیا قائم ہے اور سایہ خالق کائنات کا بھی ہے کہ جب بڑے بڑے تاجوروں کے بڑے بڑے ایوان گزر چکے ہوں گے خالق کائنات اپنے سایہ رحمت میں اُس وقت بھی کچھ لوگوں کو جگہ عطا فرما دے گا۔ سات قسم کے انسان ہیں آگے ہر ایک قسم میں ہزاروں لوگ آ سکتے ہیں ان میں سے سب سے پہلے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

پہلا آدمی۔

امام عادل ۔

وہ حکمران جو عادل ہو اس کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنے سایہ رحمت میں جگہ عطا فرما دے گا اب اس سے سمجھ لیجئے کہ اسلام میں خدمت عوام کا کتنا بڑا مقام ہے اور اگر سیاست کو اسلام کی حدود میں گزارا جائے تو یہ کتنی بڑی نیکی ہے ایک شخص اگر ایک جگہ عدالت کا نظام قائم کرتا ہے ایک فیصلے میں عدل کرتا ہے اس کو ہزار ہا نوافل سے زیادہ ثواب ملتا ہے اب امام عادل وہ حکمران جو حکومت بھی کرتا ہے عدالت بھی کرتا ہے عادل حکمران ہے وہ ظالم نہیں خونخواہ بھیڑیا نہیں اُس سے بربریت اور ظلم وستم کا بازار گرم نہیں کر رکھا بلکہ عادل حکمران ہے اس کا اتنا بڑا مقام ہے۔ اللہ تعالیٰ کے دربار میں کہ اس کو قیامت کے دن بھی خصوصی پروٹوکول دے گا اور سایہ رحمت میں جگہ عطا فرما دے گا۔ نبی علیہ فرماتے ہیں۔

دوسرا آدمی:

شاب نشافي عبادة الله ۔

وہ نوجوان جس نے ابھرتی جوانی بھی تقویٰ کے سائے میں گزار دی ہے۔ بوڑھا ہو کے نیک ہو گیا۔ اُس حیثیت اور ہے نیکی تو یہ ہے جب برائی کی طاقت جوش مار رہی تھی۔ مگر اس پھر بھی اس وقت ہوش سے کام لیا اور اپنے آپ کو شباب اور جوانی کے نقشے میں بدمست نہیں ہونے دیا اور اپنی ساری جوانی کو تقوے کی لگام دے کر رکھا اور اپنی ابھرتی ہوئی جوانی تقویٰ کے سائے میں گزار دی۔

محبوب علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میری امت کا ایسا بچہ ہے اور میری امت کی ایسی بچی ہے کہ جس نے پہلے دن سے ہی اپنے آپ کو سنبھال لیا ہے اور اپنے آپ کو شیطان نے پنجوں کا اسیر نہیں ہونے دیا تو اس کی بھی یہ شان ہے کہ قیامت کا دن ہوگا

خالق کائنات اسے بھی اپنے سایہ رحمت میں جگہ دے گا۔

کتنا حسین پیغام ہے آج ملت کے نوجوان کوئی ادھر جھانکتا ہے کوء ادھر جھانکتا ہے اس قدر بگڑے ہوئے ہیں کہ کوئی ادھر بھاگتا ہے کوئی ادھر بھاگتا ہے یہی وہ پلٹ کے دیکھ لے کوئی کسی ذلت میں ڈوبا ہوا ہے تو کوئی کسی خواری میں گرفتار ہے اور اس کا مکیں ہو چکا ہے اگر وہ پلٹ کر دیکھ لے کہ محبوب علیہ السلام نے اس کو کسی عظمت عطا فرمائی ہوئی ہے۔

اس دنیا کی زندگی کا تو کوئی پتہ نہیں ہوسکتا ہے کہ جوانی کل ہی خاتمہ کی دہلیز تک پہنچ جائے آج اگر اس نے اپنی جوانی کو تقوے کا لباس پہنانے کا عزم کر رکھا ہے تو محبوب علیہ السلام فرماتے ہیں کہ محشر کے دن لوگ جھلس رہے ہوں گے اللہ تعالیٰ اس کو اپنے سایہ رحمت میں جگہ عطا فرمادے گا۔

تیسرا آدمی:

اس کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تیسرے نمبر پر فرماتے ہیں۔

رجل قلبة معلق باالمسجد ۔

وہ بندہ کہ جس کا دل مسجد میں لٹکا رہتا ہے اس کو بھی اللہ تعالیٰ اپنے سایہ رحمت میں جگہ عطا فرمائے گا۔

معلق یعنی لٹکا ہوا جس طرح قندیل لٹکی ہوتی ہے ایسے ہی بلکہ مطلب یہ ہے کہ اس کا دل مسجد کے ساتھ لگا ہوا ہے دلچسپی میں مسجد کے ساتھ ہے اس کا پیار مسجد کے ساتھ ہے مسجد سے باہر ہوتا ہے تو تڑپ ہے کہ کب مسجد میں جاؤں گا ظہر پڑھ کر نکلتا ہے تو عصر کے لئے تڑپتا ہے جب عصر پڑھ کے نکل آئے تو اگرچہ دوکان پڑھ بیٹھا ہے لیکن سوچ مسجد میں ہے وہ خیال مسجد میں رکھتا ہے یوں نہیں کہ آپ تو مسجد میں ہو لیکن خیال مسجد سے باہر چلا جائے۔ اس کی شان یہ ہے کہ خود باہر بھی ہو خیال مسجد میں رہتا

ہے یہ بھی اتنا عظیم انسان ہے کہ میرے محبوب علیہ السلام فرماتے ہیں کہ آخر مسجد اللہ کا گھر ہے اور جو مسجد میں بیٹھتا ہے وہ اللہ کا پڑوسی بن جاتا ہے تو قیامت کے دن خالق کائنات اسے بھی اپنے سایہ رحمت میں جگہ عطا فرمائے گا۔

کتنا خوبصورت نصاب ہے ماہ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ہمیں بیان کیا اگر ان باتوں کا پتہ نہ چلتا تو کتنا خسارہ ہو جاتا ہے زندگی گزار بیٹھتے حشر کو پتہ چلتا کہ مسجد میں جانے کا کتنا بڑا مقام تھا اور جوانی کو تقوے میں گزارنے کا کتنا بڑا مقام تھا تو ہم کیوں نہ گزارتے ہمیں پتہ ہی نہیں چلا۔ یہ نبی علیہ السلام کا ہم پہ کرم ہے اور پھر ایسے کورسز میں شامل ہونا یہ کتنی بڑی سعادت ہے کہ یہ باتیں اگر کتابوں کے سینوں میں ہی دفن رہ جائیں تو پھر بھی کتنا بڑا نقصان ہو جائے گا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھول کے بیان کر دیا کہ قیامت کے دن جب سورج سوا نیزے پر ہوگا اور زمین تانبے کی بن چکی ہوگی اگر اُس دن بھی نظارے لوٹنا چاہتے ہو اور وہ بھی اللہ تعالیٰ کے دیدار کے تو پھر اس دائرے میں آجاؤ اللہ تعالیٰ پریشان نہیں ہونے دے گا۔

چوتھا آدمی:

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چوتھے نمبر پر فرمایا۔

رجلان تحابا فی اللہ

ان دونوں کو بھی اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنے سایہ رحمت میں جگہ دے گا جو آپس میں اللہ تعالیٰ کے لئے پیار کرتے ہیں دنیاوی مقاصد کے لئے نہیں اللہ تعالیٰ کے لئے۔

اجتمعا علیہ وتفرقا علیہ۔

اُسی پیار پر جمع ہو گئے اور اس پیار پر مجلس ختم ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ کے لئے ہی اکٹھے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کے لئے ہی چلے گئے جن کا آپس میں تعلق اللہ کے لیے ہے وہ خواہ

ایک امام اور مقتدی کا تعلق ہے ایک استاد اور ایک شاگرد کا تعلق ہے ایک پیر اور ایک مرید کا تعلق ہے یہ تعلقات جو محض محبت فی اللہ کی بنیاد پر استوار اور قائم ہوتے ہیں ان میں سے ایک مصلح ہے اور دوسرا قبول کرنے والا ہے خالق کائنات جل جلالہ ان کے اس پیار کو بھی اتنا پسند فرماتا ہے کہ باقی جھوٹے پیاروں کی رسیاں ٹوٹ چکی ہوں گی اس پیار کو اللہ تعالیٰ اپنی طرف سے تقویت عطا فرمادے گا۔

پانچویں آدمی

اس کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

رجل ذکر اللہ خالصیا ففا فت عیناہ ۔

وہ بندہ جس نے سارے خیالات دل سے نکال کے کہیں تنہا کوٹھری میں بیٹھ کے خدا کو یاد کیا اور آنکھوں میں آنسو آگئے۔ رجل ذکر اللہ خالیا ۔انجمن میں بیٹھا تھا تو پھر بھی اس نے سارے خیالات نکال دیئے مطلب یہ ہے کہ رونا کہیں ریا کار رونا نہ ہو آنسو کہیں ریا کار کے نہ ہوں اس نے سب خیالات نکال کہ فلاں مجھے دیکھ رہا ہے یا نہیں دیکھ رہا اس نے تنہا بیٹھ کر اپنے گناہوں کا تصور کیا اللہ کو یاد کیا اللہ تعالیٰ سے معافی چاہ رہا تھا اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے کرتے اللہ کا نام لیتے لیتے اس کی آنکھیں بہہ گئیں آنکھوں میں آنسو آگئے نبی علیہ السلام فرماتے ہیں یہ وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ اپنے سایہ رحمت میں قیامت کے دن جگہ عطا فرمائے گا۔

چھٹا آدمی

چھٹے نمبر پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

رجل دعتہ امراۃ ذات حسب وجمال ۔

وہ بندہ کہ جس کو نہایت ایک خوبصورت عورت نے برائی کی دعوت دی جو ذات جس بھی تھی اور باجمال بھی بڑے خاندان کی تھی اس نے کسی کو برائی کی دعوت دی اور

کوئی مالغ بھی موجود نہیں تھی یہ شخص اگر اس سے بڑا کام کرنا چاہتا تو کرسکتا لیکن جونہی اس شخص کو دعوت ملی تو اس کا جواب کیا تھا اس نے جواب کیا دیا۔ "اِنِّیْ اَخَافُ اللّٰہَ" میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں میں یہ کام نہیں کرسکتا اور اس نے اِنِّیْ اَخَافُ اللّٰہَ کہہ کے اُس کی برائی کی دعوت کو ٹھکرا دیا میرے محبوب علیہ السلام فرماتے ہیں یہ بھی اتنی روشنی والا بن گیا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسے بھی اپنے پاس جگہ عطا فرمادے گا۔

ساتواں آدمی۔

ساتویں نمبر پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

رجل تصدق بصدقة فاخفاها .

ایک بندے نے صدقہ کیا لیکن چھپا کے اتنا چھپایا۔

حتى لاتعلم شماله ماتنفق يمينه .

یہاں تک کہ اس کے بائیں ہاتھ کو بھی پتہ نہیں چلا کہ دائیں نے صدقہ کیا ہے اس قدر چھپ کہ اس نے صدقہ دیا ہے اور اس قدر چھپ کے اس نے انفاق فی سبیل اللہ کا کام کیا ہے اس کے بارے میں بھی رسول اکرم نورِ مجسم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ قیامت کا دن ہوگا اس کو ربّ ذوالجلال اپنے سایہ رحمت میں جگہ عطا فرمائے گا۔

میری محترم اسلامی بہنو!

یہ رمضان المبارک برکتوں والا موسم ہے اور دل اللہ تعالیٰ کی طرف مائل ہیں اور یہ ہمارا نصاب زندگی ہے یہ نصاب ہمارے سوا اور کس کے لئے ہے اور کون ہے جو یہ نہ چاہتا ہو کہ اللہ تعالیٰ کو حشر کے دن کی سختیوں سے محفوظ رکھے اور بالخصوص جب اللہ تعالیٰ اپنا سایہ رحمت عطا فرمادے تو کتنا سا نصاب ہے سات باتیں ہیں محبوب علیہ السلام نے واضح طور پر اور کھول کے ضمانت دی ہے جو کرے اس کا سرکار اس کو دبوائیں

گے۔

جو آج اپنے آپ کو پابند کرے گا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مبارک زبان سے اعلان فرما رہے ہیں اللہ تعالیٰ کے کہنے پر اور اس کے وعدے پر جس کی خلاف ورزی نہیں ہوگی لہٰذا کیا پڑا ہے ان کاموں میں جو ان سات کاموں کی خلاف ورزی میں موجود ہیں اگر آج ان کو پیش نظر رکھ لیا جائے اور ان کو روزانہ کا وظیفہ بنا لیا جائے کہ کچھ وقت اس سوچ میں بھی ہو کہ کتنے کام اللہ تعالیٰ کی بندگی میں ہوئے تھے اور کتنے کام آج میں اللہ تعالیٰ کی ناراضگی میں کیے ہیں یہ سوچ سوچ کر بندہ آنکھ سے جب آنسو بہائے گا خالق کائنات جل جلالہٗ اس کی آنکھ کو جنتی حسن عطا فرمائے گا۔

جامع ترمذی میں یہ حدیث شریف موجود ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بڑی اٹل مثال دے کر اپنی ضمانت کا اعلان کر دیا یہ کوئی نہ سمجھے کہ یہ کوئی کچی بات ہے فرمایا تم اللہ تعالیٰ کی خشیت اور اللہ تعالیٰ نے خوف سے رو کے دیکھو تو سہی سن لو اس میں کیا عظمت ملے گی۔

لایدخل النار رجل بلی من خشیۃ اللہ حتی یعود اللبن فی العرع۔

فرمایا کہ وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کے خوف سے رویا ہو اس وقت تک جہنم میں نہیں جا سکتا جب تک کہ پستان سے نکلا دودھ پستان میں دوبارہ داخل نہ کر دیا جائے مطلب کیا تھا کہ جیسے بھینس کا دودھ تم نے نکال لیا اب وہ دوبارہ سے داخل نہیں ہو سکتا ہے ایسے ہی جس شخص کی آنکھ سے اللہ تعالیٰ کے خوف سے آنسو ٹپکے ہیں وہ بندہ بھی جہنم میں نہیں جا سکتا۔ اس کے لئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پکا اعلان فرما دیا ہے اور اس کا جو سب سے اہم پہلو ہے وہ آخر میں بیان کرنا چاہتی ہوں شاہد کوئی یہ کہے کہ ہمارا تو کوئی گناہ ہی نہیں ہے ہم روئیں تو کس لئے کس خوف سے روئیں یہ تو رونا

چاہئے کسی بدکار کو کسی زانی کو اور بہت بڑے قاتل کو اس کو رو کے اپنے گناہ بخشوانے چاہئے۔ ہمارے تو کوئی گناہ ہی نہیں۔

محتشم خواتین! سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا تھا الزواجر کی جلد نمبر ا صفحہ نمبر 27 پر یہ حدیث موجود ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آیت پڑھی اور اس کے بارے میں سوال کیا سورۃ مومنون آیت نمبر 60

وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ○

وہ لوگ جو کرتے ہیں وہ کرتے ہیں اور دیتے ہیں جو دیتے ہیں اعمال کرتے ہیں اس حال میں کہ وہ ڈر رہے ہیں کہ ان کو اپنے اب کی طرف لوٹ کے جانا ہے۔

اس کے ظاہری الفاظ کو پیش کر کے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ مسئلہ پوچھا کہ یارسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کیا اس آیت میں اس بندے کی بات ہو رہی ہے۔

هو الذی یزنی ویسرق ویشرب الخمر وهو یخاف الله ۔

کہ وہ بندہ جو زانی بھی ہے چور بھی ہے شرابی بھی ہے اور ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے کیا اس کے بارے میں یہ بات بیان کی جارہی ہے کہ خالق کائنات جل جلالہٗ سے ڈر رہا ہے اور یہ سوچ رہا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف جاؤں گا یا کسی اور آدمی کے بارے میں ہے تو ایسے آدمی کو پھر ڈرنے کا فائدہ کیا ہوگا کہ عمل جو چاہے کرتا رہے اور ادھر آنسو بھی بہاتا رہے کیا اس کا مطلب یہ ہے تو محبوب علیہ السلام نے ارشاد فرمایا اے عائشہ اے بنت صدیق! سن لو اس آیت کو یہ مطلب نہیں جو تم سمجھ رہی ہو کہ عمل جو چاہے کرے اور ساتھ روتا بھی رہے تو اس کا کام بن جائے گا اس طرح برار کھے اور آنسو بھی بہالے۔ فرمایا نہیں نہیں اس سے مراد وہ ہے۔

لکنه الرجل یصلی ویصوم ویتصدق ویخاف ان لا یتقبل منه ۔

فرمایا اس آیت میں اس بندے کا ذکر ہے جو نماز بھی پڑھتا ہے روزہ بھی رکھتا ہے اور صدقہ بھی کرتا ہے لیکن ساتھ ڈرتا ہے اس بات سے کہ پتہ نہیں کہ نماز قبول بھی ہوئی ہے کہ نہیں پتہ نہیں کہ روزہ قبول بھی ہوا ہے کہ نہیں یا بنت صدیق اے صدیق کی بیٹی! اس سے مراد یہ ہے کہ نیک ہو پھر بھی ڈرتا ہے اور نیکی کر کے بھی ڈرے کہ پتہ نہیں میری نیکی قبول بھی ہوئی ہے کہ نہیں۔

اس انداز میں نیکی کرتا ہے اور یہ تشویش ہے کہ پتہ نہیں میری نیکی قبول ہوئی ہے یا نہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کی خالق کائنات قرآن پاک میں تعریف کر رہا ہے۔

اب دیکھو کوئی بھی ہمارے پاس گنجائش نہیں اس میدان سے بھاگنے کی اول تو ہمارے پاس ایسی نیکیاں ہی نہیں اور اگر کچھ ہے تو ان کے بارے میں ہمیں کیا پتہ کہ وہ قبول ہو چکی ہیں یا نہیں۔ اس واسطے خشیت ایزدی اور اس میں آنسو بہانا یہ امت مسلمہ کے ایک فرد کی شان ہے حقیقی مومن اور مومنہ کی پہچان ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت تک کے لئے یہ نسخہ کیمیا ہمیں عطا کر دیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص اسی واسطے کہا کرتے ہیں۔

لان ادمع دمعة من خشیة الله احب الی من ان اتصدق بالفا دینار ۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ اگر اللہ تعالیٰ کے ڈر کی وجہ سے ایک آنسو میری آنکھ سے نکل آئے تو مجھے یہ ہزار دینار صدقہ کرنے سے اچھا لگتا ہے۔ ہزار دینار سونے کا صدقہ کرنا اُس کے مقابلے میں ایک آنسو جو میری آنکھوں سے خشیت ایزدی کی وجہ سے نکل آئے وہ قیمتی ہے اور اُس کے اندر فضیلت زیادہ ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سلسلہ میں فرمایا حدیث قدسی ہے خالق کائنات فرماتا ہے۔

"تسبیح کرنے والے جب تسبیح کرتے ہیں تو ان کی آواز سے جو رمق پیدا ہوتی ہے ایک آواز کی جو لہر پیدا ہوتی ہے فرمایا اس لہر سے اللہ تعالیٰ کو رونے کی آواز اچھی لگتی ہے جو ریا سے نہیں اس کے ڈر سے رو پڑے"۔

خالق کائنات اُس کو اتنا پسند فرماتا ہے کہ تسبیح کی آواز کو بھی اتنا پسند نہیں کرتا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں سنت کے زیر سایہ زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ